NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
PH. 7211795

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

حصہ ۱۰ دہم

ACC No.................Date..........
Section.....................Status..........
D.D. Class..............................
NAJAFI BOOK LIBRARY

بحار الانوار

ملا محمد باقر مجلسی رحمہ اللہ

ترجمہ

مولانا سید حسن امداد ممتاز الافاضل

در حالات

حضرت ابو محمد امام حسن علیہ السلام

محفوظ بک ایجنسی
امام بارگاہ مارٹن روڈ کراچی ۵
فون: ۴۲۴۲۸۶

اِس کتاب "بحار الانوار" جلد دہم کے ترجمے کے
جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں۔
نیز اس ترجمے کا کوئی جُز یا کُل کتاب کا بلا اجازت
شائع کرنا خلافِ قانون متصور ہوگا۔

مصنّف ________ مُلّا باقر مجلسی علیہ الرّحمہ

مترجم ________ سیّد حسن امداد صاحب (ممتاز الافاضل)

طابع ________ سندھ آفسٹ پریس۔ کراچی

کتابت ________ جعفر زیدی

ناشر ________ محفوظ بُک ایجنسی۔ مارٹن روڈ کراچی

عرضِ ناشر

مستدرک الوسائل میں ہے کہ اسلام میں کسی کو وہ توفیقات نہیں ملیں جو شیخ الاسلام علامہ محمد باقر بن محمد تقی، المعروف بہ علامہ مجلسیؒ (ولادت ۱۰۳۷ھ وفات ۱۱۱۰ھ) کو ملی تھیں۔ آپ نے ایک طرف سے بے پایاں تصنیفات چھوڑیں، دوسری طرف بلند مرتبہ شاگرد چھوڑے۔ پھر راتوں کو بحید عبادت و ریاضت بھی کی۔ آپ کے درس سے ایک ہزار علماء و فضلاء برآمد ہوئے۔ آپ اپنے عصر میں مومنین اور حکومتِ وقت کے درمیان رابطہ تھے اور لوگوں کے حوائج پورے ہونے میں اُن کی مدد کرتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ آپ کے مدارج و مراتب حد سے سوا ہیں۔

علامہ نوری نقل کرتے ہیں کہ صاحبِ جواہر علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا کہ میں نے خواب میں ایک مکان دیکھا، جس میں بہت سے علماء جمع ہوئے ہیں۔ دروازے پر دربانوں کا پہرہ ہے میں جس وقت اندر گیا تو میں نے اس جگہ کو ہر قسم کے چھوٹے بڑے عالموں سے مملو دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ صدرِ مجلس میں علامہ مجلسیؒ تشریف فرما ہیں۔ صاحبِ جواہر فرماتے ہیں کہ یہ دیکھ کر میں نے دربان سے پوچھا کہ ان کو یہ شرف کیسے ملا؟ اُس نے جواب دیا کہ یہ ائمہ معصومینؑ کی بارگاہ میں زیادہ معروف ہیں۔

آپ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے تمام احادیثِ شیعہ کو ایک مجموعہ میں جمع کر دیا جس کا نام بحار الانوار ہے۔ اس عظیم الشان کتاب کی ۲۶ جلدیں ہیں

ہم اس انمول کتاب بحار الانوار کی دسویں جلد آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اِس جلد میں امام حسن علیہ السلام کے حالاتِ زندگی ہیں۔ اس کے ساتھ اب تک شائع شدہ جلدوں کے دوسرے اور تیسرے ایڈیشن بھی منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ بحار الانوار کی گیارہویں جلد حضرت امام مہدی آخر الزمانؑ کی حیاتِ مبارکہ پر مشتمل ہے جو کہ انشاء اللہ تعالےٰ ماہِ محرم تک منظرِ عام پر آجائے گی۔

مولانا سید حسن امداد صاحب ممتاز الافاضل نے جس تیزی کے ساتھ ترجمے کے کام کو آگے بڑھایا ہے ہم اُس رفتار سے اِس ترجمے کو کتابی شکل میں منتقل نہیں کر سکے۔ مگر اب ادارے کے بلند عزائم اور عوام میں شوق، دلچسپی اور طلب اس کتاب کی اشاعت کے باقی مراحل کو تیزی سے پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں معاون ثابت ہوں گے۔

آپ کی رائے اور صحت مندانہ تنقید اس دشوار مرحلے پر ہمارے لیے مشعلِ راہ ثابت ہو رہی ہیں

اُمید ہے کہ آئندہ بھی اپنے قیمتی مشوروں سے نوازکر اِس کارِ خیر میں شریک ہوتے رہیں گے۔
خداوندعالم کی بارگاہ میں دُعاگو ہیں کہ وہ اپنے حبیبؐ اوراُن کی اولادِ طاہرہؑ کے صدقے میں
ہمیں خدمتِ دین کی راہ پر ثابت قدم رکھے اوراس راستے میں ہماری توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

وَالسّلام

اے۔ایچ رضوی

فہرست بحار الانوار جلد دہم

در حالات حضرت ابو محمد امام حسن علیہ السلام

عنوانات	صفحہ نمبر
باب اوّل	
ولادت، اسمائے گرامی و نقشِ خاتم	
تاریخِ ولادت حضرت امام حسن علیہ السلام	۱۷
اسمِ گرامی و کنیت و القاب	۱۷
حضرت امام حسنؑ کا نام بذریعۂ وحی تجویز ہوا	۱۸
امام حسنؑ و امام حسینؑ کے نام بذریعۂ وحی تجویز ہوئے	۱۹
امام حسینؑ کی ولادت پر رسولؐ کا گریہ	۲۰
دونوں کی ولادت کے درمیان زمانۂ حمل کا فاصلہ	۲۲
ولادت ہی کے دن کان میں اذان	۲۲
عقیقہ کے گوشت میں قابلہ کا حصّہ	۲۲
امام حسنؑ کا زبانِ رسالتمآبؐ چوسنا	۲۲
شبّرؑ و شبیرؑ نام رکھنے کا سبب	۲۴
اُن کے وہی نام رکھے گئے جو فرزندانِ ہارونؑ کے تھے۔	۲۴
نام حسینؑ، حسن سے مشتق ہے۔	۲۵
جنابِ فاطمہ زہراؑ کی نظر میں امام حسینؑ، امام حسنؑ سے بھی زیادہ حسین تھے۔	۲۵
نقشِ خاتم	۲۵
امام حسنؑ کی ولادت سے پہلے اُمّ الفضلؓ کا خواب	۲۵

عنوانات	صفحہ نمبر
ولادتِ امام حسینؑ سے پہلے اُمِّ ایمنؓ کا خواب	۲۶
رسول اللہؐ کا قول، پھوپھی لائیے یہ بچہ پاک و طاہر پیدا ہوا ہے۔	۲۷
حضرت صفیہ کی روایت، حسینؑ زبانِ رسولؐ چوسنے لگے۔	۲۸
حسینؑ سے بازو مَس کیے اور فطرس کو پَر و بال عطا کر دیے گئے۔	۲۸
فطرس کو ناز، کہ مَیں آزاد کردۂ حسینؑ ہوں	۲۹
قبل از ولادت شہادت کی خبر	۳۰
قتلِ حسینؑ اور آپکی رجعت کی خبر قبل از ولادت	۳۲
امام حسینؑ کے پاس دو انگوٹھیاں تھیں	۳۳
امام حسینؑ کی انگوٹھی آئمہ طاہرینؑ کے پاس ہے	۳۴
دردائیل نامی فرشتہ اور حسینؑ کا سہارا	۳۵
حضرت فاطمہ زہراؑ کے بچوں کی پرورش لُعابِ دہنِ رسولؐ پر۔	۳۸
تاریخِ ولادت امام حسین علیہ السلام	۳۸
فطرس کا واقعہ	۳۹
حسنین علیہم السلام کے اسماء کی تجویز	۳۹
دونوں کے اسمائے گرامی	۴۰
یہ دونوں نام ان سے قبل عرب میں کسی کے نہ تھے۔	۴۱

عنوانات	صفحہ نمبر
زبانِ رسولؐ دہنِ حسینؑ میں ۔	۴۲
جناب فاطمہؑ کو آنحضرتؐ کی ہدایت ۔	۴۳
عقیقہ کرنا سنّتِ رسولؐ ہے ۔	۴۴
امام حسنؑ کی کنیت و القاب ۔	۴۵
بوقتِ ولادت تسبیح و تہلیل و تحمیدِ الٰہی کرنا ۔	۴۶
ساتویں دن مولود کا عقیقہ ۔	۴۷
رسول اکرمؐ نے اُن کا عقیقہ اپنے ہاتھ سے کیا	۴۷
بالوں کے ہموزن چاندی کا صدقہ ۔	۴۷
بالوں کے وزن کے برابر چاندی ۔	۴۷
عقیقہ کے گوشت کی تقسیم وغیرہ	۴۸
مولود کے کان چھیدنا اور گوشوارے کا استعمال	۴۸
حسنینؑ کی ولادت کے بعد نمازِ فریضہ کی	۴۹
رکعتوں میں اضافہ ہوا ۔	۴۹
نقشِ خاتمِ حسنینؑ ۔	۴۹
مدّتِ حمل و مدّتِ رضاعت ۔	۵۰
حسنینؑ کی عمروں میں تفاوت ۔	۵۰
بتوسّطِ حسنینؑ، صلصائیل کی خطا معاف	۵۰
ولادتِ امام حسینؑ ۳ شعبان ۴ھ ۔	۵۲

بابِ دوم

حسنینؑ کے فضائل اور اُن کی امامت پر نصوص

عنوانات	صفحہ نمبر
حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ (الحدیث)	۵۵
آنحضرتؐ نے ابراہیمؑ کو حسینؑ پر فدا کر دیا ۔	۵۵
امام حسنؑ و امام حسینؑ سے عرش کی زینت ہوگی ۔	۵۶

عنوانات	صفحہ نمبر
رسول اللہؐ کے ریحانتینؑ ۔	۵۶
ایک عراقی کا مچھر کے خون کے متعلق سوال	۵۷
اور ابنِ عمر کا جواب ۔	
حسنینؑ کے دوست اور دوست کے دوست	۵۸
بھی جنّت میں ہوں گے ۔	
رسول اللہؐ کے سامنے حسنینؑ کی زور آزمائی	۵۸
جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار ۔	۵۸
حسنینؑ کے بازوؤں کے تعویذ ۔	۵۹
حسنینؑ اوصافِ رسولؐ کے وارث ۔	۵۹
اوصافِ رسولؐ کے وارث ۔	۵۹
باغِ رسالت کے دو پھول ۔	۵۹
حسنؑ و حسینؑ سردارِ جوانانِ اہلِ جنّت ہیں ۔	۶۰
یہ دونوں اہلِ زمین میں سب سے بہتر ہیں ۔	۶۰
حسنینؑ سے رسولؐ کی محبت ۔	۶۰
حسنینؑ سے محبت کرنا رسولؐ سے محبت کرنا ہے	۶۱
حسنینؑ کی عصمت و امامت پر نص ۔	۶۱
یہ دونوں سردارِ جوانانِ اہلِ جنّت ہیں ۔	۶۱
یہ دونوں عرشِ الٰہی کے گوشوارے ہیں ۔	۶۲
حسنینؑ کی آپس میں زور آزمائی ۔	۶۲
حسنینؑ کا آغوشِ رسولؐ میں پیشاب کر دینا	۶۲
جبریلؑ کے پروں کے تعویذ ۔	۶۳
راستہ روشن کرنے کے لیے بجلی چمکتی رہی ۔	۶۳
حدیقۂ بنی نجار میں حسنینؑ کا جانا اور ایک	۶۴
اژدہے کا حفاظت پر مامور ہونا ۔	۶۴
اے رسولؐ! حسنینؑ اور اُن کے محبوں سے	۶۷
حُب رکھو ۔ (حکمِ خداوندی)	

عنوانات	صفحہ نمبر
رسولؐ کو حکم کہ حسنینؑ سے محبت کرو۔	۶۷
حسنینؑ کے دوستداروں کی بخشش بشرطیکہ وہ ایمان سے خارج نہ ہوں۔	۶۸
حسنینؑ سے محبت کا حکم۔	۶۸
عُروۃ الوُثقیٰ سے مراد۔	۶۹
دشمنانِ حسنین کو رسولؐ کی شفاعت نصیب نہ ہوگی	۶۹
رسولؐ کے باغِ زندگی کے دو پھول۔	۶۹
باغِ حیاتِ رسولؐ کے دو پھول۔	۷۰
حدیث حُسَیْنٌ مِنِّیْ۔	۷۰
حسینؑ کا شمار اسباط میں ہے۔	۷۰
پنجتن پاکؑ کی محبت کا اجر۔	۷۱
حسینؑ کے لیے حلۂ جنت کا آنا۔	۷۱
زمانۂ حمل میں فاطمہ زہراؑ کی کیفیت	۷۱
ایک دیّوث کے لیے امام حسینؑ کی بد دعا۔	۷۴
حسنینؑ شبیہِ رسولؐ تھے۔	۷۶
حسنینؑ سے محبت و عداوت رکھنا، خدا اور رسولؐ سے محبت و عداوت رکھنا ہے۔	۷۶
رسولؐ سجدے میں حسنینؑ آپؐ کی پشت پر۔	۷۷
جنت کو حسنین علیہما السّلام پر ناز ہے	۷۷
حسنینؑ کی آپس میں زور آزمائی۔	۷۸
پا پیادہ سفرِ حج۔	۷۸
حسنینؑ کیلیے رسولؐ کی تین دعائیں۔	۷۹
رسول اللہؐ کی طرح حسنینؑ کی اطاعت لازم ہے	۷۹
باغِ رسالت کے دو پھول۔	۸۹
حسنینؑ کیلیے آنحضرتؐ کی دعا و تعویذ	۹۰
مُعَوَّذَتَیْن حسنینؑ کے تعویذ ہیں جزوِ قرآن نہیں۔	۹۱

عنوانات	صفحہ نمبر
اذان۔	۹۱
عقیقہ۔	۹۱
اقرع سے رسولؐ کی ناراضگی۔	۹۱
حالتِ نماز میں حسنینؑ پشتِ رسولؐ پر۔	۹۲
ایک قاتلِ حسینؑ سے ربیع کی گفتگو۔	۹۲
آنحضرتؐ نے اپنی زبان حسنؑ و حسینؑ کے منہ میں دیدی	۹۳
آنحضرتؐ کو حسنینؑ کی پیاس گوارا نہ تھی۔	۹۳
رسولؐ کی ان دونوں سے فرطِ محبت۔	۹۴
ان دونوں کے ساتھ رسولؐ کی ملاعبت۔	۹۵
سواری کی تعریف کے ساتھ سواروں کی بھی تعریف کرو۔	۹۶
راکبِ دوشِ نبیؐ۔	۹۶
جناب فاطمہؑ کی لوریاں حسنؑ کے لیے۔	۹۷
جناب فاطمہؑ کی لوریاں حسینؑ کے لیے۔	۹۸
جناب اُمّ سلمہؓ کی لوریاں حسنؑ کے لیے۔	۹۸
جناب اُمّ الفضلؓ کی لوریاں حسینؑ کے لیے۔	۹۸
معجزاتِ حسنؑ و حسینؑ۔	۹۹
کبوتر اور اُس کے بچے۔	۹۹
میوہ ہائے جنت کا آنا۔	۱۰۰
رضوانِ جنت خیاطِ حسنینؑ کی شکل میں۔	۱۰۰
میوہ ہائے جنت کا آنا۔	۱۰۲
مشک و عنبر سے بھرا ہوا جام آنا۔	۱۰۲
مَلَک کا بشکل طائر نازل ہو کر سلام کرنا۔	۱۰۳
جبرئیلؑ کے پروں کے تعویذ۔	۱۰۴
دونوں بھائیوں میں زور آزمائی۔	۱۰۴
معانی امور اور فضائل میں سورۃ وَالتِّیْن کی تفسیر۔	۱۰۵

عنوانات	صفحہ نمبر
امام حسینؑ سے آنحضرتؐ کی محبت آپؐ نے اُن کے لیے سجدے کو طول دیا۔	۱۰۹
آنحضرتؐ نے دورانِ نماز امام حسنؑ کو بوسہ دیا	۱۱۰
امام حسینؑ سے آنحضرتؐ کا خطاب "اے حسینؑ! تم ابو الائمہ ہو۔"	۱۱۱
دامنِ قبا میں پائے حسینؑ کا اُلجھنا۔	۱۱۱
حسینؑ کے رونے سے رسولؐ کو اذیت۔	۱۱۲
حسینؑ اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔	۱۱۲
حسینؑ کا آغوشِ نبیؐ میں پیشاب کرنا۔	۱۱۲
لڑکے اور لڑکی کے پیشاب میں فرق۔	۱۱۳
حسینؑ کا حالتِ سجدہ میں پُشتِ رسولؐ پر سوار ہونا	۱۱۳
مَیں دوشِ رسولؐ کا راکب ہوں۔	۱۱۴
عبداللہ بن عمرو بن العاص سے امام حسینؑ کی گفتگو	۱۱۴
جبرئیلؑ امین کا امام حسینؑ کو لوریاں دیکر بہلانا۔	۱۱۵
جنّت میں قصرِ حسینی۔	۱۱۶
حسینؑ جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار ہیں۔	۱۱۶
امام حسنؑ سیّد اور صلح پسند ہیں۔	۱۱۷
شہزادۂ صلح وسیّد، امام حسنؑ ہیں۔	۱۱۷
سواری ہی عمدہ نہیں بلکہ سوار بھی عمدہ ہے	۱۱۸
حسنینؑ پُشتِ رسولؐ پر۔	۱۱۹
رسولؐ سجدے میں اور حسنؑ پُشت پر۔	۱۲۰
حفاظت کی دُعا۔	۱۲۲
فضیلتِ حسنینؑ ہارون الرّشید کی نظر میں	۱۲۳
حضرت امام حسنؑ کا حلیۂ مبارک۔	۱۲۵
بابِ جنّت پر کتبہ۔	۱۲۵
سردارانِ جناں ۲	۱۲۶
مہدیؑ امام اور عیسٰیؑ ماموم۔	۱۲۶
اے حسنینؑ! تم دونوں کا اونٹ کتنا عمدہ ہے	۱۲۷
رسولؐ سجدۂ خالق میں اور حسنینؑ پُشتِ رسولؐ پر	۱۲۸
آلِ محمدؐ صدقہ نہیں کھاتے۔	۱۲۹
حسنؑ و حسینؑ کا شمار اسباط میں ہے۔	۱۳۱
دُعا برائے حفاظتِ حسنینؑ۔	۱۳۱
شبّرؑ و شبّیرؑ۔	۱۳۲
امام حسینؑ کیلئے نماز میں سات تکبیریں۔	۱۳۲
کِفلَین سے مراد حسنؑ و حسینؑ ہیں۔	۱۳۳
ہمارا شیعہ کبھی خسارے میں نہیں رہ سکتا۔	۱۳۳
محبانِ پنجتنِ پاکؑ کیلئے جہنّم سے امان۔	۱۳۳
طعامِ جنّت کا آنا۔	۱۳۴
یہ کتنی عمدہ سواری ہے۔	۱۳۵
امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو خوشخطی کا مقابلہ اور جبرئیلؑ کا فیصلہ۔	۱۳۶
ایک بابرکت پیالہ۔	۱۳۷
نزولِ مائدہ برائے پنجتنِ پاکؑ۔	۱۳۸
بچۂ آہو کے لیے حسینؑ کا مچلنا۔	۱۴۱
حسنینؑ اور اژدہے کی مروحہ جنبانی۔	۱۴۲
قاتلِ حسین کی ہرگز بخشش نہ ہوگی۔	۱۴۶
حضرت موسٰیؑ اور زیارتِ قبرِ حسینؑ۔	۱۴۶
اللہ تعالیٰ محبانِ حسنؑ سے محبت کرتا ہے	۱۴۷

باب سوم

مکارمِ اخلاق اور مخالف وموافق دونوں کو اُنکے فضائل کا اقرار۔

عنوانات	صفحہ نمبر
حسنینؑ افقہ الناس تھے۔	۱۵۳
حسنینؑ اور ایک گنہگار کی سفارش۔	۱۵۳
حسنینؑ افضل الناس اور اکرم الناس ہیں۔	۱۵۴
ابنِ عباسؓ نے فخریہ حسنینؑ کی رکاب برداری کی	۱۵۴
ایک پیر مرد کو وضو کا صحیح طریقہ بتانا۔	۱۵۵
بڑے بھائی کا احترام۔	۱۵۵
حضرت ایوبؑ اور حضرت امام حسینؑ۔	۱۵۶
جس شے پر اللہ نے لعنت کی ہو اس میں شفا نہیں ہو سکتی۔	۱۵۶
مستحقینِ صدقہ کون لوگ ہیں؟	۱۵۷
امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے قرض چھوڑ کر وفات پائی۔	۱۵۸
امام زین العابدینؑ نے امام حسینؑ کا قرض ادا کیا	۱۵۸

باب چہارم

نص بر امامتِ حسن مجتبیٰ علیہ السلام

عنوانات	صفحہ نمبر
امیر المومنینؑ کی وصیت اور اُس کے گواہ۔	۱۶۱
امیر المومنینؑ کی وصیت۔	۱۶۱
اسرارِ امامت کی تعلیم۔	۱۶۲
کوفہ جاتے وقت امیر المومنینؑ نے یہ تبرکات اُمِ سلمہؓ کے حوالے کر دیے تھے۔	۱۶۲

باب پنجم

معجزات

عنوانات	صفحہ نمبر
خشک درخت کا سرسبز ہو جانا۔	۱۶۵
اخبار بالغیب۔	۱۶۵
ایک حبشی کو فرزندِ نرینہ کی بشارت۔	۱۶۵
استجابتِ دُعاء۔	۱۶۷
کمسنی میں شاہِ روم کے اُن سوالات کے جوابات دینا جن سے معاویہ عاجز رہا۔	۱۶۸
تجدیدِ عہد کیلئے ابوسفیانؓ کا آنا اور امام حسنؑ کی گفتگو۔	۱۶۹
ایک خبر کی تردید "میرا گھر نہیں جلا"۔	۱۷۰
زیاد کے لیے بد دُعاء۔	۱۷۰
حلف کا صحیح طریقہ۔	۱۷۱
آپکی بددُعاء سے مرد شامی عورت اور اُسکی زوجہ مرد میں تبدیل ہو گئے۔	۱۷۲
آپؑ نے اپنے اہلِ بیت کو مطلع فرمایا کہ میری زوجہ مجھے زہر دے گی۔	۱۷۲
علمِ ارحام	۱۷۳
آپؑ نے امیر المومنینؑ کی زیارت کرائی۔	۱۷۴
آپؑ نے معاویہ کی فرمائش پر معجزہ دکھا کر اپنی حجت قائم کی۔	۱۷۵
شب و روز میں جو کچھ ہوتا ہے ہم جانتے ہیں۔	۱۷۶
آپؑ نے اپنے پدرِ بزرگوار سے فرمایا۔	۱۷۶

باب ششم

آپؑ کا مکارمِ اخلاق علم و فضل، شرف و جلالتِ قدر اور نادر احتجاجات

عنوانات	صفحہ نمبر
آپؑ کی عبادات، زہد اور تقویٰ	۱۷۹

عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
معاویہ کی فرمائش پر آپؑ نے بیمثال خطبہ	۱۷۹	جب کسی کریم کو دھوکا دیا جائے تو وہ دھوکا کھا جاتا ہے	۱۹۷
ارشاد فرمایا۔		ایک مرد شامی کی گستاخی اور آپؑ کا حلم۔	۱۹۸
وقتِ احتضار گریہ۔	۱۸۰	حضرت علیؑ کی شان میں مروان کی گستاخی پر	۱۹۹
پاپیادہ حج۔	۱۸۱	آپؑ کی خاموشی اور امام حسنؑ کا جلال۔	
بھیک مانگنا صرف تین موقعوں پر جائز ہے	۱۸۱	حضرت علیؑ نے فرمایا: اے محمدؐ! سنو! حسنؑ فرزند	۱۹۹
کمسنی میں امام حسنؑ کی معجزانہ گفتگو اور	۱۸۲	رسولؐ ہیں اور تم میرے فرزند ہو۔	
کثیر لوگوں کا مسلمان ہونا۔		مجھے فرزندِ فاطمہؑ نہیں بلکہ فرزندِ علیؑ کہو۔	۲۰۰
تعزیت کے ایک خط کا جواب۔	۱۸۶	جنگِ صفین میں امام حسنؑ نے عبداللہ بن عمر کو	۲۰۰
آپؑ ہر لغت پر مکمل دستگاہ رکھتے تھے۔	۱۸۷	کھری کھری سُنادی۔	
ٹڈی کے پروں پر مکتوب۔	۱۸۷	شاھدٍ وَّمشھودٌ کی تفسیر۔	۲۰۱
امام حسنؑ اور طلاق۔	۱۸۸	دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے	۲۰۲
امام حسنؑ شبیہِ رسولؐ تھے۔	۱۸۸	امام حسنؑ کا جُود و سخا	۲۰۳
امام حسنؑ کے رُعب و جلال سے راستے بند ہو جاتے تھے	۱۸۸	ایک مرد مدنی کا اقرار، میں جُود میں امام حسنؑ	۲۰۵
میری زبان گرہ گیر ہو رہی ہے شاید کوئی بزرگ	۱۸۹	اور حسینؑ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔	
مجھے دیکھ رہا ہے۔		ایک شخص نے نئے انداز سے فقر و افلاس کی	۲۰۷
مجھ میں عظمت نہیں بلکہ اللہ کی دی ہوئی عزت ہے	۱۹۰	شکایت کی تو آپؑ نے فرمایا۔	
حضرت امام حسن علیہ السلام کا زُہد۔	۱۹۰	آپؑ کا ایک مختصر اور جامع خطبہ۔	۲۰۷
آپؑ نے گھر کا نصف اثاثہ راہِ خدا میں	۱۹۰	باپ کے سامنے بیٹے کو تقریر میں حجاب	۲۰۸
دُو مرتبہ دیا۔		خطبۂ امام حسنؑ	۲۰۸
دریا میں غسل با احتیاط کرتے تھے۔	۱۹۱	شرطِ قبولیتِ دُعا۔	۲۰۹
امام حسنؑ کے پُر از موعظت اشعار۔	۱۹۱	اپنی ساکھ قائم رکھنے کے لیے قرض۔	۲۰۹
سخاوتِ امام حسن علیہ السلام	۱۹۲	پاپیادہ حج۔	۲۱۰
آپؑ کی سخاوت کے چند واقعات	۱۹۳	آپؑ نے فقراء کی دعوت قبول فرمالی۔	۲۱۰
امام حسنؑ کے چند اشعار۔	۱۹۵	جانوروں پر ترحّم۔	۲۱۱
مجھے تیرے مال کی ضرورت نہیں تو ابنِ ہندہ		مروان علیہ اللعنۃ کی گُستاخی۔	۲۱۱
ہے تو میں ابنِ فاطمہؑ ہوں۔	۱۹۶	عفو و درگذر	۲۱۱

عنوانات	صفحہ نمبر
علم فقہ پر عبور۔	۲۱۲
دربارِ معاویہ میں امام حسنؑ کا خطبہ۔	۲۱۳
امام حسنؑ کے فیصلے۔	۲۱۵
مدینہ میں منازلِ جبریلؑ۔	۲۱۶
خطبۂ امام حسنؑ۔	۲۱۶
منبرِ شام پر امام حسنؑ کا خطبہ اور عمرو بن العاص کی گستاخی۔	۲۱۷
شام کے منبر پر خطبۂ امام حسنؑ۔	۲۱۸
شاہِ روم کے سوالات کا جواب۔	۲۱۸
ایک مرد شامی کے سوالات۔	۲۱۹
امام حسنؑ کی وجہ سے نمازِ عیدین میں سات تکبیریں سنت ہوئیں۔	۲۲۰
پاپیادہ حج۔	۲۲۰
شر سے بچنے کیلئے مال خرچ کرنا بھی خیر ہے	۲۲۱
آپؑ کی زبان پر کبھی کسی کیلئے کلمہ فحش جاری نہ ہوا	۲۲۱
منبرِ کوفہ پر امام حسنؑ کا ایک خطبہ امیر المومنینؑ کی موجودگی میں۔	۲۲۱

باب ہفتم

خطبۂ امام حسنؑ، بعد شہادت امیر المومنینؑ اور لوگوں کی بیعت کا حال

عنوانات	صفحہ نمبر
خطبۂ امام حسنؑ بعد شہادتِ امیر المومنینؑ۔	۲۲۵
خطبۂ امام حسنؑ بیعت کے بعد۔	۲۲۵
خطبۂ امام حسنؑ بعد شہادتِ امیر المومنینؑ۔	۲۲۷
امام حسنؑ کے نام مشہور وصیت نامہ۔	۲۲۸
خطبۂ امام حسنؑ اور بیعتِ عام۔	۲۲۸
وقتِ بیعت آپؑ کا سن۔	۲۳۰

باب ہشتم

صلح کے علل واسباب

عنوانات	صفحہ نمبر
اگر آپؑ صلح نہ کرتے تو معاملہ عظیم تر ہو جاتا	۲۳۵
جب منکرِ تنزیل سے صلح ہو سکتی ہے تو منکرِ	۲۳۵
تاویل سے کیوں نہیں ہو سکتی۔	۲۳۵
شرائطِ صلح حسبِ روایت یوسف بن مازن راسبی۔	۲۳۷
میں نے اپنے شیعوں کی بھلائی کیلئے صلح کی ہے	۲۳۸
اگر میں جنگ کرتا تو یہ لوگ میری گردن پکڑ کر معاویہ کے حوالے کر دیتے۔	۲۳۹
امام غائبؑ کیلئے امیر المومنینؑ کی پیشگوئی	۲۴۰
ساری قوم کی آواز تھی البقاء، الحیاۃ	۲۴۱
صلح کے بعد خطبۂ امام حسنؑ۔	۲۴۲
صلح پر لوگوں کا اعتراض اور آپؑ کا جواب	۲۴۳
صلح کا مقصد مسلمانوں کو خونریزی سے بچانا اور اللہ کی خوشنودی ہے۔	۲۴۴
امتِ مسلمہ کے حق میں صلح حق ہے۔	۲۴۴
اسبابِ صلح (ضمیمہ)	۲۴۵

باب نہم

کیفیتِ مصالحت

عنوانات	صفحہ نمبر
امام حسنؑ کیلئے معاویہ کی سازش	۲۵۵

عنوانات	صفحہ نمبر
امام حسنؑ کا خط معاویہ کے نام۔	۲۵۷
معاویہ کا جواب۔	۲۵۹
امام حسنؑ و امام حسینؑ معاویہ کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔	۲۶۰
صلح کے بعد امام حسنؑ کا خطبہ۔	۲۶۰
شبِ قدر کونسی شب ہے۔	۲۶۲
خطبۂ امام حسنؑ بروایت ابنِ ابی الحدید	۲۶۲
امام حسنؑ سے اہلِ لشکر کی غداری۔	۲۶۳
اہلِ عراق کی غداری اور امامؑ کا معاویہ سے صلح پر مجبور ہونا۔	۲۶۶
صلح نامے کے شرائط۔	۲۷۰
کوفے میں بعدِ شہادتِ امیرالمومنینؑ حضرت امام حسنؑ کا خطبہ۔	۲۷۷
شرائطِ صلح از صاحبِ مناقب۔	۲۸۰
صلح پر لوگوں کی طعنہ زنی اور آپکا جواب	۲۸۲
معاویہ سے چھ ماہ تک جنگ اور عبیداللہ ابن عباس کی غداری۔	۲۸۴
حکومت حاصل کرنے کیلئے خونریزی مناسب نہیں۔	۲۸۶
ہم لوگ ہی خلافت کے مستحق اور اہل ہیں	۲۸۶
حضرت امام حسنؑ کا خط معاویہ کے نام۔	۲۸۹
تحریر امام حسنؑ معاویہ کے نام مع شرائطِ صلح۔	۲۹۰
صلح کے بعد امام حسنؑ کا خطبہ۔	۲۹۱
رجعت کے سلسلے کی ایک روایت۔	۲۹۱
منبر کوفہ پر امام حسنؑ کا خطبہ۔	۲۹۲
آلِ محمدؐ پر امتِ محمدؐ کے مظالم۔	۲۹۴

بابِ دہم

وہ واقعات جو امام حسنؑ و معاویہ و اصحابِ معاویہ کے درمیان پیش آئے

عنوانات	صفحہ نمبر
دربارِ معاویہ میں شانِ امیرالمومنینؑ پر سب وشتم	۲۹۹
دعائے فرج۔	۳۰۰
خطبۂ امام حسنؑ اور ایک اموی مرد کا عورت بن جانا۔	۳۲۰
ہماری حکومت تمہاری حکومت سے دو چند ہوگی	۳۲۳
امام حسنؑ کا جوابی خطبہ اور مجمعے کا آمین کہنا۔	۳۲۳
معاویہ اور امام حسنؑ دونوں ایک ساتھ ایک ہی منبر پر۔	۳۲۴
اللہ ج نے علیؑ کو مومن اور ولید کو فاسق کہا ہے	۳۲۵
امام حسنؑ کا خط زیاد کے نام۔	۳۲۶
امام حسنؑ اور اصحابِ معاویہ کے درمیان مفاخرت	۳۲۷
میری امت میں گمراہی کے بھی بارہ امام ہوں گے	۳۳۰
امام حسنؑ کی عمرو بن العاص سے حالتِ طواف میں بحث۔	۳۳۸
قریش کا باہمی تفاخر اور امام حسنؑ کا جواب۔	۳۳۹
امام حسنؑ اور معاویہ کے درمیان مفاخرت	۳۴۰
اللہ ج نے مجھے رذائل اور تجھے فضائل سے دور رکھا ہے۔	۳۴۰
مروان سے فقروں کا تبادلہ۔	۳۴۲
حبیب بن مسلمہ فہری سے گفتگو۔	۳۴۳
جو ثرہ سے زیادہ تو تُو میرے لئے جنگ کے قابل ہے	۳۴۳

عنوانات	صفحہ نمبر
مجھ میں عظمت نہیں بلکہ اللہ ج کی عطا کردہ عزت ہے۔	۳۴۴
معاویہ! تو چاہتا ہے کہ بنی ہاشم فقیر بن جائیں	۳۴۴
اسامہ بن زید اور عمرو بن عثمان کے درمیان باغ کا قضیہ۔	۳۴۵

باب یازدہم

اصحابِ امام حسنؑ اور آپکے معاصرین کے حالات

عنوانات	صفحہ نمبر
آپؑ کا ایک پرمزاح دوست۔	۳۵۱
آپؑ کے اصحاب۔	۳۵۱
بچے کی ولادت کی تہنیت۔	۳۵۲
بیٹے کی ولادت پر تہنیت کا طریقہ۔	۳۵۲
غسل کی مبارکباد دینے کا طریقہ۔	۳۵۳
آپؑ کے حاجب و دربان۔	۳۵۳
آپؑ کے اصحاب۔	۳۵۳
امام حسنؑ کے حواری۔	۳۵۴
ابنِ عباس اور مدحِ علی علیہ السلام	۳۵۴
ابنِ عباس کی معاویہ اور عمرو بن عاص سے سخت کلامی۔	۳۵۵
ابنِ عباس اور معاویہ کے مابین خلافت پر بحث۔	۳۵۹
سعد بن ابی وقاص اور فضائلِ علیؑ	۳۶۱
زینب بنتِ عبداللہ بن جعفر طیار سے یزید بن معاویہ کا پیغام۔	۳۶۳
معاویہ کا مدینے میں خطبہ اور امام حسنؑ کی جوابی تقریر	۳۶۵
صعصعہ بن صوحان اور معاویہ کا مکالمہ۔	۳۶۸
معاویہ کی مدینے میں آمد اور انصار کا استقبال سے مقاطعہ۔	۳۶۹
عبداللہ ابن عباس سے گفتگو۔	۳۶۹
وضعِ احادیث کا عمل (در منقبتِ معاویہ)۔	۳۷۲
شیعانِ علیؑ کا قتلِ عام۔	۳۷۳
مقامِ منیٰ میں امام حسینؑ کا خطبہ۔	۳۷۴
عبید اللہ ابنِ عباس کے بچوں کا قتل۔	۳۷۵
حجر بن عدیؓ کا قتل اور ایک تابعی کے تاثرات۔	۳۷۶
حجر بن عدیؓ کے قتل کی خبر سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔	۳۷۶
عمرو بن الحمق کا قتل۔	۳۷۷
صعصعہ بن صوحان کا معاویہ کو برسرِ منبر ٹوکنا۔	۳۷۹
معاویہ اور حارثہ بن قدامہ سے فقروں کا تبادلہ	۳۸۰

باب دوازدہم

حلیۂ مبارک، سنِ شریف شہادت اور تدفین

عنوانات	صفحہ نمبر
تاریخِ ولادت و شہادت۔	۳۸۵
آپؑ کا حلیۂ مبارک۔	۳۸۶
نام، کنیت اور القاب۔	۳۸۶
تاریخِ ولادت کی تحقیق۔	۳۸۷

عنوانات	صفحہ نمبر
حالاتِ مرض و شہادت۔	۳۸۹
بسترِ مرگ پر امام حسنؑ کے پند و نصائح۔	۳۹۰
سببِ وفات اور حضرت عائشہ کا یوم البغل۔	۳۹۳
جُعدہ کا گھرانا اور اہلِ بیتؑ سے دشمنی۔	۳۹۵
دفنِ امام حسنؑ پر حضرت عائشہ سے امام حسینؑ و حضرت محمدؒ بن حنفیہ کی تلخ کلامی۔	۳۹۶
سنِ وفات حسبِ روایت "کافی"	۳۹۸
تاریخِ ولادت باسعادت۔	۳۹۸
آپؑ کو اور آپؑ کی کنیز کو زہر دیا گیا۔	۳۹۹
تاریخِ ولادت و شہادت اور مختلف روایات۔	۳۹۹
زہر شاہِ روم سے منگوایا گیا تھا۔	۴۰۱
جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔	۴۰۳
امام حسنؑ پر گریہ اور بقیع میں اُن کی زیارت کا ثواب۔	۴۰۳
اہلِ بیتؑ کے مصائب پر رسولؐ کا گریہ۔	۴۰۵
تاریخِ وفات میں اختلاف۔	۴۰۵
دوستوں کی جدائی پر گریہ۔	۴۰۶
پہلی عورت جو خچر پر سوار ہوئی۔	۴۰۷
زیارتِ قبرِ امام حسنؑ ہر شبِ جمعہ میں۔	۴۰۷
حالاتِ وفات حسبِ روایت ابنِ عبّاس۔	۴۰۷
وصیت نامہ۔	۴۰۸
دفن کے حالات۔	۴۰۹
ارتکابِ جرم سے قبل سزا نہیں۔	۴۱۱

عنوانات	صفحہ نمبر
شیخین کا پہلوئے رسولؐ میں دفن از روئے قرآن جائز نہیں تھا۔	۴۱۱
فضّال اور ابوحنیفہ کا مناظرہ۔	۴۱۳
حالاتِ وفات حسبِ روایت مغیرہ	۴۱۴
جنازۂ امام حسنؑ پر تیروں کی بارش۔	۴۱۷
سببِ وفات صاحبِ "الارشاد" کے نزدیک۔	۴۱۷
امام حسنؑ کو سونے کا بُرادہ پلایا گیا۔	۴۱۸
وقتِ احتضار۔	۴۱۹
بھائی کی موت پر امام حسینؑ کا مرثیہ۔	۴۲۰
تاریخِ ولادت و وفاتِ شہادت۔	۴۲۰

باب سیزدہم

تعدادِ ازواج و اولاد

عنوانات	صفحہ نمبر
تعدادِ اولاد اور اُنکے حالات۔	۴۲۴
زید بن حسنؑ کی شخصیت۔	۴۲۴
زید بن حسنؑ کے بنی اُمیہ سے تعلقات۔	۴۲۵
حسن بن حسنؑ کے حالات۔	۴۲۶
تعدادِ اولاد و تعدادِ ازواج میں اختلاف	۴۲۹
عبداللہ بن عامر سے معاویہ کا فریب۔	۴۳۱
حالاتِ احرام میں عبدالرحمٰن بن حسنؑ بن علیؑ کا انتقال۔	۴۳۱
فہرستِ ازواج۔	۴۳۱

بحار الانوار

باب ا

ولادت

اسمائے گرامی و نقشِ خاتم

(۱) تاریخِ ولادت حضرت امام حسینؑ

حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے بھائی حضرت امام حسن علیہ السلام کی ولادت کے دس ماہ بیس دن بعد مدینۂ منورہ میں بروز پنجشنبہ یا سہ شنبہ ۵ شعبان المعظم ۴ھ کو جس سال جنگِ خندق واقع ہوئی تھی پیدا ہوئے

اسمِ گرامی و کُنیّت و القاب

آپؑ کا اسمِ گرامی "حسینؑ" ہے، مگر توریت میں آپؑ کا نام "شبّیر" اور انجیل میں "طاب" ہے۔ آپؑ کی کُنیت ابو عبداللہ اور الخاص و ابو علی ہے۔

آپؑ کے القاب، الشّہید السعید۔ السبط الثّانی اور الامام الثّالث ہیں۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۲) آپؑ کا سب سے اعلیٰ لقب

کمال الدّین ابنِ طلحہ کا بیان ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی کُنیّت، صرف "ابو عبداللہ" ہے، کوئی اور نہیں ہے۔ ہاں القاب بہت ہیں۔ الرّشید، الطیّب، الوفی، السیّد، الزّکی، المبارک۔

التّابع لمرضاۃ اللہ۔ السِّبط۔

لیکن از روئے منزلت سب سے اعلےٰ لقب وہ ہے جس لقب سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اُن کو اور اُن کے بھائی امام حسن علیہ السلام کو یاد فرمایا ہے کہ یہ دونوں "سیّدا شباب اھل الجنّۃ" ہیں۔ لہٰذا آپؑ کا سب سے اعلےٰ واشرف لقب "اَلسَّیِّد" ہے اور اسی طرح "اَلسِّبط" بھی آپؑ کا اعلےٰ لقب ہے۔ اِس لیے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ایک صحیح حدیث ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ حسینؑ "سبط من الاسباط" ہے

★ ابنِ خشّاب کا بیان ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی کُنیت ابو عبداللہ

اور لقب ، اَلرَّشِید ، الطَّیّب ، الوَفی ، اَلسَّیّد ، المبارک ، التَّابع لمرضاۃ اللّٰہ ، الدَّلیل علٰے ذاتِ اللّٰہ ، اَلسّبط ہے۔
(کشف الغمہ)

(۳) حضرت امام حسنؑ کا نام بذریعۂ وحی تجویز ہوا

زیدؒ بن علیؑ نے اپنے پدرِ بزرگوار حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ:

" جب امام حسن علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت فاطمہ زہراؑ نے حضرت علیؑ سے کہا کہ اِس بچّے کا کوئی نام تو رکھیے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا، نہیں میں اِس کا نام رکھنے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر سبقت نہیں کروں گا۔ اتنے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف لائے تو حضرت حسنؑ کو ایک زرد پارچے میں لپیٹ کر آپؐ کے سامنے لایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: کیا میں نے تم لوگوں کو منع نہیں کیا تھا کہ اسے زرد پارچے میں نہ لپیٹنا ؟ پھر آپؐ نے وہ زرد پارچہ نکال کر پھینک دیا، اور سفید پارچہ منگوا کر اس میں لپیٹ دیا۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا تم نے اِس کا کوئی نام بھی رکھا ہے ؟ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی، میں اِس کا نام رکھنے میں آپؐ پر ہرگز سبقت نہ کروں گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا، میں بھی اِس کا نام رکھنے میں اپنے پروردگار پر سبقت نہ کروں گا۔

پس اللہ تعالیٰ نے جبرئیلِ امینؑ کو بذریعۂ وحی حکم دیا کہ:

" سنو! محمدؐ کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا ہے، اُن کے پاس اُتر کر جاؤ اُنھیں میرا سلام کہو، میری طرف سے مبارک باد دو اور کہو، کہ " علیؑ کو تم سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے نسبت تھی "
لہٰذا اس (فرزند) کا نام بھی وہی رکھ دو جو ہارونؑ کے فرزند کا نام تھا۔"

یہ حکم پاکر جبرئیلِ امینؑ نازل ہوئے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبارک باد دی اور کہا
" اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس (فرزند) کا وہی نام رکھو جو ہارونؑ کے فرزند کا نام تھا۔"

آنحضرتؐ نے پوچھا کہ ہارونؑ کے فرزند کا کیا نام تھا ؟

جبرئیلؑ نے کہا اُس کا نام شبّر تھا۔

آپؐ نے فرمایا (مگر یہ تو عبرانی لفظ ہے اور) میری زبان عربی ہے۔

جبرئیلؑ نے کہا، پھر اس کا نام حسنؑ رکھ دیجیے (جو شبّر کے ہم معنی ہے)
تو آپؐ نے اُن کا نام حسنؑ رکھ دیا۔ (علل الشرائع۔ امالی شیخ صدوق علیہ الرحمہ)

(۴) ___ امام حسنؑ و امام حسینؑ کے نام بذریعۂ وحی تجویز ہوئے:

تین اسناد کے ساتھ حضرت امام رضا علیہ السلام سے، اور اُنھوں نے اپنے آبائے کرام سے، اور اُنھوں نے حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام سے، اور اُنھوں نے اسماء بنتِ عُمیس سے روایت کی ہے کہ اسماء کا بیان ہے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی ولادت کے موقع پر میں آپؐ کی جدّۂ ماجدہ فاطمہؑ کے پاس بحیثیت قابلہ موجود تھی، چنانچہ جب امام حسنؑ پیدا ہوئے تو نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف لائے اور فرمایا۔ "اے اسماء! میرے فرزند کو میرے پاس لاؤ۔"

میں نے حسنؑ کو ایک زرد پارچے میں لپیٹ کر آپؐ کی خدمت میں حاضر کیا۔ آنحضرتؐ نے وہ زرد پارچہ نکال کر پھینک دیا، اور فرمایا "اے اسماء کیا میں نے تمھیں ہدایت نہیں کی تھی کہ مولود کو زرد پارچے میں نہ لپیٹنا۔"

پھر میں نے حسنؑ کو ایک سفید پارچے میں لپیٹ کر آپؐ کو دیا۔ آپؐ نے داہنے کان میں اذان کہی اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ پھر حضرت علیؑ سے فرمایا۔ "میرے فرزند کا تم نے کیا نام رکھا؟"

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی، یا رسول اللہؐ! میں اِس کا نام رکھنے میں آپؐ پر سبقت کی جراٗت نہیں کر سکتا۔ ویسے میں نے چاہا تھا کہ اِس کا نام "حرب" رکھوں۔
نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: میں بھی اِس کا نام رکھنے میں اپنے پروردگار پر سبقت نہیں کر سکتا۔

اِس کے بعد جبرئیلِ امینؑ نازل ہوئے اور کہا "اے محمدؐ! اَلعَلِیُّ الاَعلیٰ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ:

"عَلِیٌّ مِنكَ بِمَنزِلَةِ هَارُونَ مِن مُوسیٰ وَلَا
نَبِیَّ بَعدَكَ سَمِّ ابنَكَ هٰذَا بِاسمِ ابنِ هَارُون"

ترجمہ:۔ (علیؑ کو تم سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر تمہارے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ تم اپنے اس فرزند کا نام ہارونؑ کے فرزند کے نام پر رکھو۔)

آنحضرتؐ نے جبرئیلؑ سے پوچھا، ہارونؑ کے فرزند کا کیا نام تھا ؟

جبرئیلؑ نے عرض کیا "شبّر"

آپؐ نے فرمایا، مگر میری زبان تو عربی ہے۔

جبرئیلؑ نے کہا، پھر آپؐ اِس مولود کا نام "حسنؑ" رکھ دیجیے۔

اسماء بنتِ عُمیس کا بیان ہے کہ پھر آنحضرتؐ نے اس فرزند کا نام حسنؑ رکھدیا جب حسنؑ کی ولادت کا ساتواں دن آیا تو آپؐ نے دو عدد چتکبرے مینڈھوں پر اُن کا عقیقہ کیا، اور اُن کی قابلہ (دایہ) کو اس کی ایک ران اور ایک دِینار عطا فرمایا۔ اُن کا سر مُنڈوایا اور اُن کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدّق فرمائی، اور سر پر زعفران کا لیپ کر دیا، اور فرمایا "اے اسماء بچّے کے سر پر خون کا لیپ کرنا رسمِ جاہلیّت ہے۔

★ امام حسینؑ کی ولادت پر رسولؐ کا گریہ

اَسماء کا بیان ہے کہ جب امام حسنؑ کی ولادت کو ایک سال گُذرا تو حسینؑ پیدا ہوئے اور نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف لائے۔ فرمایا، اے اسماء ! میرے فرزند کو میرے پاس لاؤ۔

میں نے ایک پارچۂ سفید میں لپیٹ کر آپؐ کو دیا۔ آپؐ نے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور حسینؑ کو اپنی آغوش میں رکھ کر گریہ فرمانے لگے

اسماء کا بیان ہے، میں نے عرض کی، میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، آپؐ کیوں گریہ فرما رہے ہیں ؟

آپؐ نے فرمایا کہ میں اپنے اِس فرزند پر گریہ کر رہا ہوں۔

میں نے عرض کی، یارسول اللہؐ ! یہ بچّہ تو ابھی پیدا ہوا ہے۔ ؟

آپؐ نے فرمایا، ہاں، مگر اِس کو میرے بعد ایک باغی گروہ قتل کرے گا، اور اُس گروہ کو میری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔

پھر آپؐ نے فرمایا، اے اسماء ! دیکھنا، یہ بات تم فاطمہؑ کو نہ بتا دینا اِس لیے کہ اس کے عنقریب ہی تو اِس بچّے کی ولادت ہوئی ہے (ابھی وہ زچہ ہے)

پھر آپؐ نے حضرت علیؑ سے پوچھا، تم نے میرے اِس فرزند کا نام کیا رکھا ؟

حضرت علیؑ نے عرض کی یارسول اللہؐ ! میں اِس کا نام رکھنے میں آپؐ پر

سبقت نہیں کرنا، ویسے میں چاہتا تھا کہ اِس بچّے کا نام "حرب" رکھوں۔
نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، میں بھی اِس کا نام رکھنے میں اپنے پروردگار پر سبقت نہ کروں گا۔
پھر جبرئیلؑ نازل ہوئے اور انھوں نے کہا، اے محمدؐ! اَلْعَلِیُّ الْاَعْلیٰ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ:

"عَلِیٌّ منك کهارون من موسیٰ سَمِّ ابنكَ هٰذا باسم ابن هارون۔"

ترجمہ: (علیؑ کو تم سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی لہٰذا اپنے اس فرزند کا نام ہارونؑ کے فرزند کے نام پر رکھو۔)
نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، ہارونؑ کے فرزند کا کیا نام تھا؟
جبرئیلؑ نے کہا، "شبّیر"
نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، مگر میری زبان تو عربی ہے۔
جبرئیلؑ نے کہا، پھر اس مولود کا نام حُسَینؑ رکھ دیجیے۔
آنحضرتؐ نے اُن کا نام حُسَینؑ رکھ دیا۔
اب جب ساتواں دن آیا تو آنحضرتؐ نے دو چتکبرے مینڈھوں پر اُن کا عقیقہ کیا۔ اور حسینؑ کی قابلہ (دایہ) کو مینڈھے کی ایک ران اور ایک دینار دیے۔ پھر آپؐ نے حسینؑ کا سر منڈوایا اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدّق کی، اُن کے سر پر زعفران کا لیپ کر دیا۔ پھر فرمایا، اے اسماء! بچّے کے سر پر خون کا لیپ کرنا، یہ تو جاہلیّت کا طریقہ ہے۔

(عیون اخبار الرّضا، صحیفۃ الرّضا)

★ صحیفۃ الرّضا میں بھی امام رضا علیہ السّلام سے اسی کے مثل روایت ہے۔
★ واعظ نے "شرف النّبی" میں، سمعانی نے "فضائل الصّحابہ" میں، نیز ہمارے اصحاب کی ایک جماعت نے اپنی اپنی کتابوں میں حضرت امیرالمومنینؑ سے اور حضرت علی ابن الحسین علیہ السّلام سے اور اسماء بنتِ عمیس سے اسی کے ہم مضمون روایت نقل کی ہے۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

۵ — دونوں کی ولادت کے درمیان زمانۂ حمل کا فاصلہ

مندرجہ بالا اسناد کے ساتھ حضرت امام حسن بن علی علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپؑ کا نام حسنؑ، ولادت کے ساتویں دن رکھا گیا۔ اور حسنؑ کے نام ہی سے حسینؑ کا نام بھی مشتق ہوا۔ آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ ہم دونوں کی ولادت کے درمیان زمانۂ حمل کا فاصلہ رہا ہے۔ (عیون الاخبار الرّضا صحیفۃ الرّضا)

۶ — ولادت ہی کے دن کان میں اذان

مندرجہ بالا اسناد کے ساتھ حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے کان میں یومِ ولادت نماز والی اذان کہی۔

(عیون الاخبار الرّضا، صحیفۃ الرّضا)

۷ — عقیقہ کے گوشت میں قابلہ کا حصّہ

مندرجہ بالا اسناد کے ساتھ حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے امام حسنؑ و امام حسینؑ کا عقیقہ کیا اور قابلہ کو بکری کی ایک ران اور ایک دینار دیے۔ (عیون الاخبار الرّضا، صحیفۃ الرّضا)

۸ — امام حسنؑ کا زبانِ رسالتمآبؐ چوسنا

جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ مدّتِ حمل پوری ہونے کے بعد حضرت فاطمہؑ کے یہاں امام حسنؑ کی ولادت ہوئی۔ اور نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے پہلے سے حکم دے دیا تھا کہ جب بچّے کی ولادت ہو تو اُسے سفید پارچے میں لپیٹنا۔ مگر عورتوں نے اُسے زرد پارچے میں لپیٹ دیا۔ نیز جناب فاطمہ زہراؑ نے حضرت علیؑ سے کہا، آپ اِس بچّے کا کوئی نام تجویز کر دیجیے۔ اُنھوں نے کہا، میں اِس کا نام رکھنے میں ہرگز

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر سبقت نہ کروں گا۔

اتنے میں نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف لائے حسنؑ کو گود میں لیا، رُخساروں کو بوسہ دیا، اور اپنی زبان اُن کے دہن میں دے دی، اور حسنؑ آپؐ کی زبانِ شیریں چوسنے لگے۔

پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے عورتوں سے فرمایا، کیا میں نے تم سے پہلے ہی نہیں کہہ دیا تھا کہ اِسے زرد کپڑے میں نہ لپیٹنا۔ یہ فرما کر آپؐ نے سفید کپڑا منگا کر اس میں لپیٹ لیا اور وہ زرد کپڑا پھینک دیا۔ پھر بچّے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور حضرت علیؑ سے پوچھا، تم نے اس کا نام کیا رکھا ؟

اُنھوں نے عرض کیا، میں اس کا نام رکھنے میں آپؐ پر سبقت نہیں کر سکتا۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا، تو پھر میں بھی اس مولود کا نام رکھنے میں اپنے پروردگار پر سبقت نہیں کروں گا۔

پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرئیلِ امینؑ کو بذریعۂ وحی حکم ہوا کہ محمدؐ کے گھر ایک فرزند کی ولادت ہوئی ہے تم اُن کے پاس جاؤ، میرا سلام کہو، اور میری طرف سے اور خود اپنی طرف سے اُن کو مبارکباد دو، اور اُن سے کہہ دو کہ :

" اِنَّ عَلِيًّا مِنْكَ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوسٰى
فَسَمِّهٖ بِاسْمِ ابْنِ هَارُوْنَ ۔ "

ترجمہ : (بیشک علیؑ کو تم سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ لہٰذا اس مولود کا نام ہارونؑ کے فرزند کے نام پر رکھو)

پس جبرئیلِ امینؑ، آنحضرتؐ کی خدمت میں نازل ہوئے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے اور اپنی جانب سے اُنھیں مبارکباد دی، اور کہا " اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حکم دیا ہے کہ آپؐ اِس مولود کا وہی نام رکھیں جو ہارونؑ کے فرزند کا تھا۔

آنحضرتؐ نے پوچھا، اُس کا کیا نام تھا ؟

جبرئیلِ امینؑ نے کہا " شبّر "

آپؐ نے فرمایا، مگر میری زبان تو عربی ہے۔

جبرئیلِ امینؑ نے کہا، پھر اس کا نام " حسنؑ " رکھ دیجیے۔

لہٰذا آنحضرتؐ نے اس مولود کا نام حسنؑ رکھ دیا۔

اب جب امام حسینؑ کی ولادت ہوئی تو نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اُس وقت

بھی تشریف لائے اور امام حسینؑ کے ساتھ بھی وہی کچھ ہوا جو امام حسنؑ کی ولادت کے موقع پر ہو چکا تھا۔

پس جبرئیلِ امینؑ نازل ہوئے اور انھوں نے کہا، یا رسول اللہؐ خدائے بزرگ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور یہ حکم دیتا ہے کہ:

"اِنَّ عَلِیًّا مِنْكَ بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسٰى فَسَمِّهٗ باسم ابن هَارُون"

ترجمہ: (علیؑ کو آپؐ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی، لہٰذا اِس مولود کا وہی نام رکھیں جو نام ہارونؑ کے فرزند کا تھا۔)

آپؐ نے پوچھا، اُس کا کیا نام تھا؟

جبرئیلِ امینؑ نے کہا، اُس کا نام "شبّیر" تھا۔

آپؐ نے فرمایا، مگر میری زبان تو عربی ہے۔

جبرئیلِ امینؑ نے کہا، پھر اس کا نام "حسینؑ" رکھ دیجیے۔

تو آنحضرتؐ نے اُن کا نام حسینؑ رکھ دیا۔

(معانی الاخبار، علل الشرائع)

(۹) شبّرؑ و شبّیرؑ نام رکھنے کا سبب

اعمش نے سالم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ: "میں نے ان دونوں فرزندوں کا وہی نام رکھا ہے جو ہارونؑ کے دونوں فرزند "شبّر و شبّیر" کے نام تھے۔ (علل الشرائع)

(۱۰) اُن کے وہی نام رکھے گئے جو فرزندانِ ہارونؑ کے تھے

عبداللہ ابنِ عبّاسؓ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"اے فاطمہؑ! حسنؑ و حسینؑ کے نام وہی ہیں جو ہارونؑ کے دونوں فرزندوں شبّر و شبّیر کے نام تھے۔ اس لیے کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مکرّم کے برابر ہیں۔ (علل الشرائع)

(۱۱) نامِ حسینؑ، حسنؑ سے مشتق ہے

حضرت امام جعفر صادق بن امام محمّد باقر علیہ السّلام نے اپنے پدرِ بزرگوار سے روایت کی ہے کہ: جبرئیلِ امینؑ، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس امام حسنؑ کا نام اور ایک حُلّۂ جنّت بطورِ ہدیہ لائے اور امام حسینؑ کا نام، امام حسنؑ کے نام سے مشتق ہوا۔

(علل الشّرائع ۔ معانی الاخبار)

(۱۲) جناب فاطمہ زہراؑ کی نظر میں امام حُسینؑ امام حسنؑ سے بھی زیادہ حَسین تھے

عمرو بن دینار نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ کے یہاں امام حسنؑ تولّد ہوئے تو وہ اُنھیں لے کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں آئیں اور آپؐ نے اُن کا نام "حسن" رکھا۔ پھر جب امام حسینؑ تولّد ہوئے تو اُنھیں بھی لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں آئیں اور عرض کی، "یا رسول اللہؐ! یہ بچّہ تو اس سے بھی زیادہ حَسین ہے۔" آپؐ نے اُن کا نام "حُسین" رکھ دیا۔

(علل الشّرائع ۔ معانی الاخبار)

(۱۳) نقشِ خاتم

حضرت امام رضا علیہ السّلام سے روایت ہے:

آپؑ نے فرمایا کہ امام حسن علیہ السّلام کا نقشِ خاتم "اَلعِزَّۃُ لِلّٰہِ" تھا۔ اور امام حسین علیہ السّلام کا نقشِ خاتم "اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ" تھا۔

(عیون الاخبار الرّضا ۔ امالی شیخ صدوقؒ)

(۱۴) امام حسنؑ کی ولادت سے پہلے اُمِّ الفضل کا خواب

اُمّ الفضل زوجۂ جناب عبّاسؓ سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے عرض کی، "یا رسول اللہؐ! خداوندِ عالم آپؐ پر

اپنی رحمتیں نازل فرمائے، میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپؐ کے جسمِ مبارک کے اعضا میں سے ایک عضو میری آغوش میں ہے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا "اِس کی تعبیر یہ ہے کہ فاطمہ زہراؑ کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوگا اور تم اُس کی دایہ بنوگی۔"

چنانچہ جب فاطمہ زہراؑ کے یہاں امام حسنؑ کی ولادت ہوئی تو آنحضرتؐ نے اُنھیں اُمّ الفضلؓ کے حوالے کیا اور اُمّ الفضلؓ نے اُنھیں قُثم بن عباسؓ کے دودھ میں شریک کرلیا۔

(۱۵) ولادت امام حسینؑ سے پہلے اُمِّ ایمنؓ کا خواب

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ "ایک مرتبہ اُمِّ ایمنؓ کے پڑوسی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں آئے، اور عرض کی، یا رسول اللہؐ! گذشتہ شب اُمِّ ایمنؓ بالکل نہیں سوئیں روتی ہی رہیں اور روتے روتے صبح کردی۔

آنحضرتؐ نے اُمِّ ایمنؓ کو طلب کیا۔ جب وہ آئیں تو آپؐ نے فرمایا، اے اُمِّ ایمن! اللہ تعالیٰ تمھیں کبھی نہ رُلائے، یہ تمہارے پڑوسی میرے پاس آئے اور انھوں نے مجھے بتایا کہ تم رات بھر روتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کو کبھی نہ رُلائے، آخر بات کیا ہے؟"

اُمِّ ایمنؓ نے عرض کی، یا رسول اللہؐ! میں نے ایک بہت سخت ڈراؤنا خواب دیکھا اور میں رات بھر روتی رہی۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا، آخر بتاؤ تو کہ کیا خواب دیکھا، اِس لیے کہ اللہؐ اور اُس کا رسولؐ اس خواب کی تعبیر سب سے بہتر جانتے ہیں۔

اُمِّ ایمنؓ نے عرض کی، یا رسول اللہؐ! مجھ میں ہمّت نہیں کہ اُس خواب کو آپؐ کے سامنے بیان کروں۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا، تمہارے خواب کا مطلب اور تعبیر وہ نہیں ہے جو تم سمجھ رہی ہو۔ لہٰذا، اللہ کے رسولؐ سے وہ خواب بیان کرو۔

اُمِّ ایمنؓ نے عرض کی، میں نے اس شب کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ کا ایک عضوِ جسد میرے گھر میں پڑا ہوا ہے۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، اے اُمِّ ایمن! اللہ تمہاری آنکھوں کو سونا نصیب کرے۔ فاطمہؑ کے یہاں حسینؑ پیدا ہونے والے ہیں اور تم حسینؑ کی پرورش کروگی اور اُن کو دودھ پلاؤگی۔ اِس طرح میرے جسم کا ایک عضو تمہارے گھر میں ہوگا۔

پس جب جناب فاطمہ زہراؑ کے یہاں امام حسینؑ پیدا ہوئے تو ساتویں دن آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ اِس بچّے کا سر منڈوایا جائے اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدّق کی جائے، ان کا عقیقہ کیا جائے۔

پھر اُمِّ ایمنؓ نے رسول اللہؐ کی چادر میں حسینؑ کو لپیٹا اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں لائیں۔

آپؐ نے فرمایا، یہ بچّہ بھی بہت اچھا ہے اور اِسے اُٹھا کر لانے والی بھی بہت اچھی ہے اے اُمِّ ایمنؓ! دیکھو یہ ہے تمہارے خواب کی تعبیر۔ (امالی شیخ صدوقؒ)

★ کتاب مناقب میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام، اور ابنِ عبّاسؓ سے بھی یہی روایت ہے۔ نیز اِس روایت کو قیروانی نے کتابِ تعبیر میں صاحبِ فضائلِ صحابہ نے بھی تحریر کیا ہے۔ (مناقب۔ کتاب التّعبیر۔ فضائل الصّحابہ)

(۱۶) رسولؐ اللہ کا قول، پھوپھی لائیے یہ بچّہ پاک و طاہر پیدا ہوا ہے

اَسماء بنتِ ابی بکر نے حضرت صفیہ بنتِ حضرت عبدالمطّلب سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ کے بطن سے امام حسینؑ کی ولادت ہوئی تو اُس وقت حضرت فاطمہ زہراؑ کی دیکھ بھال میں کر رہی تھی۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھ سے فرمایا پھوپھی جان! میرے فرزند کو میرے پاس لائیے۔

میں نے عرض کی، یارسول اللہؐ! ابھی میں نے اِس بچّے کو نہلا کر پاک نہیں کیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا، پھوپھی جان! کیا اِس کو آپ پاک کریں گی، اِس کو تو اللہ تعالیٰ نے پاک و پاکیزہ ہی پیدا کیا ہے۔

(امالی شیخ صدوقؒ)

(۱۷) حضرت صفیہؓ کی روایت حسینؑ زبانِ رسولؐ چوسنے لگے

انھیں اسناد کے ساتھ حضرت صفیہؓ بنتِ حضرت عبدالمطلبؓ سے روایت ہے کہ جب فاطمہ زہراؑ کے بطن سے امام حسینؑ پیدا ہوئے، میں نے اس مولود کو لاکر نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو دیا۔ آپؐ نے اپنی زبانِ مبارک حسینؑ کے دہن میں دے دی اور حسینؑ آپؐ کی زبانِ مبارک چوسنے لگے، حالانکہ میرا یہ خیال تھا کہ آنحضرتؐ اُن کو دودھ یا شہد چٹائیں گے۔

حضرت صفیہؓ کا بیان ہے کہ اسی اثنا حسینؑ نے پیشاب کر دیا، تو آنحضرتؐ نے اُن کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اُنھیں میرے حوالے کر دیا۔ آنحضرتؐ روتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے،

"اے فرزند! اُس قوم پر اللہ کی لعنت جو تجھے قتل کرے گی۔"

یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ فرمائی۔ میں نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں انھیں کون قتل کرے گا ؟

آپؐ نے فرمایا، بنی اُمیّہ میں سے ایک باغی گروہ کی اولاد۔ اللہ اُن لوگوں پر لعنت کرے۔ (امالی شیخ صدوقؒ)

(۱۸) حسینؑ سے بازو مَس کیے اور فطرس کو پَر و بال عطا کر دیے گئے

ابراہیم بن شعیب سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت حسینؑ ابنِ علیؑ تولّد ہوئے تو اللہؐ نے جبرئیلِ امینؑ کو حکم دیا کہ وہ ایک ہزار ملائکہ لے کر جائیں اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے اور اپنی جانب سے رسول اللہؐ کو مبارکباد دیں۔

یہ حکم پاکر جبرئیلِ امینؑ نازل ہوئے اور سمندر کے اندر ایک جزیرے کی طرف سے ہوکر گذرے جس میں ایک مَلَک فِطرس نام کا تھا جو کسی وقت حاملانِ عرش سے تھا

اللہ تعالے نے اُسے کسی کام کے لیے بھیجا تھا۔ اُس نے کام میں تاخیر کی، تو اللہ تعالے نے اُس کے بازو توڑ کر اُسے اسی جزیرے میں ڈال دیا اور وہ سات سو سال تک وہیں پڑا ہوا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف تھا، یہاں تک کہ حضرت امام حسینؑ تولّد ہوئے۔ فطرس نے جبرئیلِ امینؑ سے دریافت کیا، اے جبرئیل! کہاں کا ارادہ ہے؟

جبرئیلِ امینؑ نے جواب دیا، اللہ تعالےٰ نے محمدؐ کو ایک نعمت عطا کی ہے میں، اللہ تعالےٰ کی جانب سے اور اپنی طرف سے اُنھیں تہنیت دینے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

فِطرُس نے کہا، اے اخی جبرئیل! مجھے بھی اپنے ہمراہ لے چلو شاید حضرت محمدؐ میرے لیے دُعا فرمائیں (اور میرا قصور معاف ہو جائے)۔

جبرئیلِ امینؑ نے فطرُس کو اپنے ہمراہ لے لیا۔

جب حضرت جبرئیلِ امینؑ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اللہ تعالےٰ کی جانب سے اور اپنی جانب سے تہنیت ادا کی۔ پھر آپؐ سے جبرئیلِ امینؑ نے فطرُس کا حال بیان کیا۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا، جاؤ فطرس سے کہدو کہ وہ اپنے بازوؤں کو اِس مولود سے مسح کرے اور پرواز کر کے اپنے اصل مقام پر واپس جائے۔

پس فطرسؑ نے اپنے بازو امام حسینؑ سے مسح کیے، فوراً ہی اُس کے لوٹے ہوئے بازو صحیح ہو گئے اور وہ اُڑ کر فضا میں بلند ہو گیا اور عرض کی یا رسول اللہؐ! لیکن اس فرزند کو آپؐ کی اُمّت قتل کرے گی۔ اور مجھ پر حسینؑ کے اِس احسان کا بدلہ فرض ہے۔ لہٰذا اِن کا جو بھی زائر اِن کی زیارت کو چلے گا، میں اُس کو اِن تک پہنچاؤں گا۔ جو اِن کو سلام کرے گا میں اُس کے سلام کو اِن تک پہنچاؤں گا، جو اِن پر دُرود بھیجے گا، میں اُس کے دُرود کو اِن تک پہنچاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ فضا میں پرواز کر گیا۔ (امالی شیخ صدوقؒ)

★ محمد بن جعفر رزاز نے ابنِ ابی خطّاب سے، اُنھوں نے موسیٰ بن سعدان سے، اُنھوں نے عبداللہ بن قاسم سے اور انھوں نے ابراہیم بن شعیب سے یہی روایت کی ہے۔
(امالی شیخ صدوقؒ)

(۱۹) فطرس کو ناز، کہ میں آزاد کردہ حسینؑ ہوں

حضرت امام جعفر صادقؑ اور ابنِ عباسؓ سے مناقب ابنِ شہر آشوب میں فطرس کی یہی روایت مرقوم ہے۔ علامہ طوسیؒ نے مصباح میں قاسم بن ابی العلا ہمدانی سے یہی روایت رقم کی ہے

★ کتاب "المسئلۃ الباھرہ فی تفضیل الزہرآء الطاھرہ" میں ابو محمد حسن بن طاہر قائنی ہاشمی سے روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فطرس کو اختیار دیدیا تھا کہ وہ اپنی سزا خود تجویز کرے کہ اُسے دنیا میں سزا دے دی جائے یا آخرت میں۔

فطرس نے اپنے لیے دنیا کی سزا کو منتخب کیا۔ چنانچہ اُس کو اُس کی آنکھوں کی پلکوں کے ذریعے سمندر کے ایک ایسے جزیرے میں لٹکا دیا گیا جس میں کسی جاندار کا گذر نہ تھا اور اُس کے نیچے ایک بدبودار دھواں نکلتا رہتا تھا۔

جب فطرس نے محسوس کیا کہ فرشتے آسمان سے نازل ہو رہے ہیں تو اُن میں سے ایک فرشتے سے جو اُس کے قریب سے گذر رہا تھا، سببِ نزولِ ملائکہ دریافت کیا، تو اُس نے جواب دیا کہ نبیِ اُمّی وحاشر کے گھر اُن کی بیٹی اور اُن کے وصی کے یہاں ایک ایسا فرزند تولّد ہوا ہے جس کی نسل سے تاقیامت ائمۂ ہُدیٰ پیدا ہوتے رہیں گے۔

فطرس نے جس فرشتے سے دریافت کیا تھا اُس سے درخواست کی کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں میری جانب سے بھی تہنیت پیش کر دینا، اور اُن سے میرا حال بتا دینا۔

الغرض جب نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو فطرس کا حال معلوم ہوا تو آپؐ نے حسینؑ کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے فطرس کے لیے دعا کی کہ اس کی تقصیر معاف فرما دے۔ اللہ تعالےٰ نے اُس کا قصور معاف فرما دیا۔ تو فطرس خود حاضرِ خدمتِ پیغمبرؐ ہوا، اور نواسے کی پیدائش کی تہنیت پیش کی اور یہ کہتا ہوا اپنی منزل کی جانب پرواز کر گیا کہ "میرا مثل کون ہو سکتا ہے، میں حسینؑ ابنِ علیؑ و فاطمہؑ اور حسینؑ کے جدِ نامدار احمدؐ حاشر کا آزاد کردہ ہوں۔"

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۲۰) قبل از ولادت شہادت کی خبر

عبدالرحمٰن بن کثیر ہاشمی سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا میں آپؑ پر قربان یہ بتائیے کہ: اولادِ حسینؑ کو اولادِ حسنؑ پر کس طرح فضیلت حاصل ہے جبکہ وہ دونوں فضل و شرف میں برابر تھے؟

آپؑ نے جواب میں فرمایا، میرا خیال ہے کہ تم لوگ اس بات کو نہ مانو گے مگر خیر سنو! امام حسین علیہ السلام کی ولادت سے قبل جبرئیلِ امینؑ، حضرت محمدؐ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت

میں نازل ہوئے اور عرض کی کہ آپ کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوگا جس کو آپ کے بعد آپ کی اُمت قتل کر دے گی۔

آپ نے فرمایا، اے جبرئیل! پھر ایسے فرزند کی ہمیں ضرورت نہیں۔

جبرئیلؑ نے یہ تین بار کہا، اور آپ نے یہی جواب دیا۔ پھر آپ نے حضرت علیؑ کو بُلایا اور کہا، جبرئیل امینؑ، اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ خبر لائے ہیں کہ آپ کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوگا جس کو آپ کے بعد آپ کی اُمت قتل کر دے گی۔

حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا، یا رسول اللہؐ! پھر ایسے فرزند کی مجھے ضرورت نہیں۔ یہ بات رسول اللہؐ نے تین بار فرمائی اور حضرت علیؑ نے یہی جواب دیا۔

آپؐ نے فرمایا، مگر وہ فرزند خود امام ہوگا اور اُس کی نسل میں امامت و وراثت باقی رہے گی۔

پھر آپؐ نے جناب فاطمہ زہراؑ کے پاس کہلا بھیجا کہ اللہ تعالےٰ تمھیں ایک فرزند کے پیدا ہونے کی خوشخبری دیتا ہے اور یہ بھی ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بعد میری اُمت اُس کو قتل کر دے گی۔

حضرت فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، بابا! مجھے ایسے فرزند کی ضرورت نہیں۔

آپؐ نے تین بار یہی کہلا بھیجا اور جناب فاطمہ زہراؑ نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا۔

آپؐ نے پھر کہلایا، بیٹی سنو! اُس فرزند کی نسل میں امامت و وراثتِ انبیاءؑ اور خزانت ہوگی۔

حضرت فاطمہ زہراؑ نے عرض کی (اگر وہ فرزند اللہ تعالیٰ کی نظر میں اتنا جلیل القدر ہے تو) مجھے منظور ہے۔

پھر حضرت فاطمہ زہراؑ کو حمل قرار پایا اور یہ حمل چھ ماہ رہا اور حسینؑ پیدا ہوئے۔ اور چھ ماہ تک حمل میں رہ کر پیدا ہونے والا کوئی بچہ سوائے امام حسینؑ اور حضرت عیسٰیؑ بن مریمؑ کے زندہ نہیں رہا۔ حضرت اُمّ سلمہؓ نے امام حسینؑ کی پرورش کی۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم روزانہ تشریف لاتے، اپنی زبانِ مبارک امام حسینؑ کے دہنِ اقدس میں دیتے، وہ اُس کو چوستے اور شکم سیر ہو جاتے۔ اِس طرح امام حسینؑ کے بدن میں گوشت صرف رسول اللہؐ کے گوشت سے نشو و نما پایا، نہ انھیں حضرت فاطمہ زہراؑ نے کبھی دودھ پلایا اور نہ کسی دوسری عورت نے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے امام حسین علیہ السلام کے لیے یہ آیۂ مبارکہ نازل فرمائی:

" وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِىْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ

الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ج (سورۂ احقاف آیت ۱۵)

ترجمۂ آیت: (اور اُس کا پیٹ میں رہنا اور اُس کی دودھ بڑھائی کے تیس ۳۰ مہینے ہوتے یہاںتک کہ جب اپنی پوری جوانی کو پہنچتا اور چالیس برس (کے سن) کو پہنچتا ہے تو (خدا سے) عرض کرتا ہے۔ پروردگارا! تو مجھے توفیق عطا فرما کہ تو نے جو احسانات مجھ پر اور میرے والدین پر کیے ہیں میں اُن احسانات کا شکریہ ادا کروں اور یہ (بھی توفیق عطا فرما) کہ میں ایسا نیک کام کروں جسے تو پسند فرمائے اور میرے لیے میری اولاد میں صلاح و تقویٰ پیدا فرما۔)

اور اگر وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ کے بجائے وَاَصْلِحْ لِيْ ذُرِّيَّتِيْ فرمایا ہوتا تو آپؑ کی ساری ذرّیت امام ہوتی۔ مگر اس کو چند ہستیوں کے لیے مخصوص فرمادیا۔

(علل الشّرائع)

(۲۱) قتلِ حسینؑ اور آپؑ کی رجعت کی خبر قبل از ولادت

تفسیر علی بن ابراہیم میں آیۂ مبارکہ:

"وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا" (سورۂ احقاف آیت ۱۵)

کی تفسیر میں مرقوم ہے کہ اس آیت میں احسان سے مُراد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں اور "وَالِدَيْهِ" سے مُراد امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں۔ اور پھر امام حسینؑ ہی کے لیے فرمایا ہے کہ "حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا" اور یہ اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو امام حسین علیہ السّلام کی ولادت کی بشارت قبل از حمل ہی دیدی تھی اور یہ کہ امامت اُن کی نسل میں تاقیامت رہے گی پھر یہ بتا دیا تھا کہ وہ اور اُن کی نسل قتل ہوگی اور طرح طرح کے مصائب میں گرفتار ہوگی، مگر اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ امامت کو اُن کی نسل میں قرار دے گا۔ نیز اس سے بھی مطلع کر دیا تھا کہ امام حسینؑ قتل ہوں گے، پھر دنیا میں واپس آئیں گے، اللہ تعالیٰ اُن کی مدد فرمائے گا اور وہ اپنے دشمنوں کو قتل کریں گے اور ساری روئے زمین کے مالک بنیں گے۔ چنانچہ اسی کے متعلق قرآن مجید میں ہے کہ:

(۱) "وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ" (سورہ قصص آیت ۵)

(۲) "وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ" (سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۵)

ترجمہ (۱)

(اور ہم نے چاہا کہ جو زمین میں کمزور و بےلبس کر دیے گئے تھے اُن پر احسان کریں)

ترجمہ (۲)

(اور بہ تحقیق ہم نے تو ذکر (نصیحت) (توریت) کے بعد زبور میں لکھ ہی دیا تھا کہ روئے زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔)

اِسی بنا پر اللہ تعالےٰ نے اپنے نبیؐ کو بشارت دے دی کہ آپؐ کے اہلِ بیتؑ ساری روئے زمین کے مالک ہوں گے۔ وہ رجعت کریں گے اور اپنے دشمنوں کو قتل کریں گے۔

چنانچہ؛ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کے قتل کی خبر جناب فاطمہ زہراؑ کو دی تو فاطمہؑ نے اُن کا حمل کراہت سے قبول کیا۔

اُس کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے راوی سے فرمایا، کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ کسی کو لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دی جائے اور وہ لڑکے کے حمل کو کراہت سے قبول کرے؟ یہی تو وجہ تھی کہ جناب فاطمہ زہراؑ کو جب امام حسینؑ کے قتل کی خبر دی گئی تو اُنھوں نے اُن کے حمل کو کراہت کے ساتھ قبول کیا اور وضع حمل کے وقت بھی غمگین رہیں۔

امام حسن علیہ السّلام اور امام حسین علیہ السّلام کے حمل میں صرف ایک طُہر کا فاصلہ تھا۔ امام حسینؑ بطنِ مادر میں چھ مہینے رہے اور اُن کی رضاعت کا عرصہ چوبیس ماہ رہا۔

چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:

"حَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا"

(تفسیر علی بن ابراہیم قمیؒ)

(۲۲) امام حسینؑ کے پاس دو انگوٹھیاں تھیں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے اپنے پدرِ بزرگوار سے روایت کی ہے کہ امام حسین علیہ السّلام کے پاس دو انگوٹھیاں تھیں

ایک پر " لا اِلٰہ اِلّا اللہ عدۃ للقاء اللہ " کندہ تھا۔ اور دوسری پر :
" اِن اللہ بالغ امرہٖ " کندہ تھا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کی انگوٹھی پر :
" خِزیٌ وشقیٌ قاتل الحسین بن علی علیہ السّلام "
کندہ تھا۔ (امالی شیخ صدوقؒ)

(۲۳) امام حسینؑ کی انگوٹھی ائمہؑ طاہرین کے پاس ہے

محمدّ بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ حضرت امام حسین بن علی علیہ السّلام کی انگوٹھی کس کے پاس پہنچی۔ اِس لیے کہ میں نے سُنا ہے کہ آپؑ کی اُنگلی سے (کاٹ کر) کسی نے انگوٹھی لے لی تھی ؟

آپؑ نے فرمایا، جو کچھ لوگ بیان کرتے ہیں ایسا نہیں ہے، بلکہ حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ نے حضرت علیؑ ابن الحسینؑ کو اپنا وصی بنایا اور اپنی انگوٹھی اُتار کر اُن کی انگلی میں پہنادی اور امرِ امامت اُن کے سُپرد کیا، جیساکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ کیا تھا۔ اور یہی امیر المومنینؑ نے حضرت امام حسن علیہ السّلام کے لیے اختیار کیا پھر امام حسن علیہ السّلام نے امام حسین علیہ السّلام کے ساتھ ہی کیا۔ پھر وہ انگوٹھی میرے پدرِ بزرگوار کے پاس آئی اور پدرِ بزرگوار کے بعد وہ انگوٹھی میرے پاس آئی۔ چنانچہ وہ میرے پاس اب بھی ہے اور میں ہر جمعہ کو اسے پہنتا ہوں، اُس میں نماز پڑھتا ہوں۔

محمدّ بن مسلم کا بیان ہے کہ پھر میں ایک مرتبہ جمعہ کے دن حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپؑ نے اپنا دستِ مبارک میری طرف بڑھایا۔ میں نے آپؑ کی انگشتِ مبارک میں ایک انگوٹھی دیکھی جس پر " لا اِلٰہ الّا اللہ عدۃ للقاء اللہ " کندہ تھا۔

آپؑ نے فرمایا، دیکھو یہ ہے میرے جد حضرت امام حسین علیہ السّلام ابن علی علیہ السّلام کی انگوٹھی۔

(امالی شیخ صدوقؒ)

(۲۴) ــــ دردائیل نامی فرشتہ اور حسینؑ کا سہارا

اکمال الدین میں اپنے اسناد کے ساتھ مجاہد سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابنِ عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ:

"اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کا نام دردائیل ہے جس کے سولہ ہزار بازو ہیں اور ایک بازو سے دوسرے بازو کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین سے آسمان کا فاصلہ ہے۔

ایک دن وہ اپنے دل میں کہنے لگا کیا ہمارے ربّ ذوالجلال کے اوپر بھی کچھ ہے؟ اللہ تعالیٰ کو علم ہوگیا کہ اُس کے دل میں کیا بات آئی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو سولہ ہزار بازو اور عنایت فرما دیے اور اب اُس کے پاس بتیس ہزار بازو ہوگئے۔ پھر اُسے حکم ہوا کہ پرواز کرو۔ چنانچہ وہ پانچ سو سال تک پرواز کرتا رہا مگر اُس کا سر عرش کے ستونوں میں سے ایک ستون تک بھی نہ پہنچ سکا۔ اللہ تعالیٰ کو علم ہوا کہ اب یہ تھک چکا ہے تو حکم دیا کہ اے مَلک! تو اپنی جگہ واپس ہو جا میں ہر عظیم سے اعظم و مافوق ہوں، مجھ سے مافوق کوئی نہیں ہے۔ میں مکان سے بالاتر ہوں۔

اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُس کے تمام بازو سلب کر لیے اور اُسے صفوفِ ملائکہ سے خارج کر دیا۔ جب امام حسین ابنِ علی علیہ السّلام تولّد ہوئے تو یہ شبِ جمعہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جہنّم پر متعیّن مَلک کو حکم دیا کہ محمدؐ کے اس مولود کے صدقے میں آج تو جہنّم کی آگ کو اہلِ جہنّم کے لیے بُجھا دے۔ پھر خازنِ جنّت رضوان کو حکم دیا کہ دنیا کے اندر محمدؐ کے یہاں نواسہ تولّد ہوا ہے اُس کی خوشی میں جنّت کو خوب آراستہ کر دے اور حورانِ جنّت کی طرف وحی کی کہ دنیا میں محمدؐ کا فرزند پیدا ہوا ہے۔ لہٰذا تم سب اُس کی ولادت کی خوشی میں اپنے کو اچھی طرح سجا لو۔ اِس کے بعد ملائکہ کو حکم ہوا کہ دنیا میں فرزندِ محمدؐ کی پیدائش کی مسرّت میں تم سب صف بستہ ہو کر تسبیح و تحمید و تمجیدِ الٰہی میں مشغول ہو جاؤ۔ اور جبرئیل امینؑ کو بذریعۂ وحی حکم دیا کہ تم ایک لاکھ فرشتوں کو ساتھ لو، جو ابلق گھوڑوں پر سوار ہوں جن کے زین کسی اور لگام لگی ہوئی ہو، اُن پر موتی اور یاقوت کے ساز سجے ہوں۔ ان کے ساتھ

کچھ اور ملائکہ ہوں جنھیں روحانین کہتے ہیں ان کے ہاتھوں میں نور کے نیزے ہوں اور تم لوگ جاکر میرے نبی محمدؐ کو اُن کے فرزند کی ولادت کی تہنیت پیش کرو، اور اُنھیں بتا دو کہ میں نے اس فرزند کا نام حسینؑ رکھ دیا ہے اور یہ بھی کہہ دو کہ تمہاری اُمت کے اشرار جو بدترین سواریوں پر ہوں گے اسے قتل کریں گے۔ پس حسینؑ کے قاتل پر وَیل، اُس کے سرغنہ پر بھی وَیل، اُس کے پیشرو پر بھی وَیل ہو۔ نہ میرا اُس سے کوئی تعلق، نہ اُس کا مجھ سے کوئی تعلق، کیونکہ میدانِ حشر میں جتنے لوگ بھی آئیں گے اُن میں سب سے بڑا مجرم قاتلِ حسین ہی ہوگا۔ قاتلِ حسین اُن لوگوں کے ساتھ جہنم میں جائے گا جو مُشرک ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس اللہؐ کے ساتھ کوئی اور بھی اللہ ہے۔ جہنم کو قاتلانِ حسین کو جلانے کا اتنا شوق ہے جتنا اللہؐ کی اطاعت کرنے والوں کو جنت کا شوق نہیں۔

جب جبرئیلِ امینؑ آسمان سے اُترنے لگے تو اُن کا گذر دردائیل کی طرف سے ہوا۔ دردائیل نے پوچھا، آج کی شب آسمان کا یہ کیا حال ہے۔ یہ فرشتے کیوں اُترتے چلے آ رہے ہیں، کہیں قیامت تو برپا ہونے والی نہیں ہے۔ ؟

جبرئیلؑ نے جواب دیا، نہیں، ایسا نہیں ہے بلکہ دنیا کے اندر محمدؐ کے گھر میں ایک فرزند پیدا ہوا ہے اور اللہ تعالےٰ نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں جاکر اُنھیں اُس کی تہنیت پیش کروں۔

دردائیل نے کہا، اے جبرئیل! تمھیں میرے اور اپنے خالق کی قسم جب تم اُن کی خدمت میں پہنچو تو میری جانب سے اُنھیں سلام عرض کرنا اور کہنا کہ آپؐ کو اس مولود کا واسطہ میرے لیے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ مجھ سے راضی ہو جائے، میرے بازو مجھے واپس عطا فرمادے اور صفوفِ ملائکہ میں جو میرا مقام تھا وہ پھر مجھے عطا فرمادے۔

پس جبرئیلِ امینؑ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے، خدائے عزّ وجلّ کے حکم کے مطابق پہلے ولادت کی تہنیت پیش کی، اس کے بعد تعزیت ادا کی۔

آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا کیا میری اُمت اس کو قتل کرے گی ؟

جبرئیلؑ نے عرض کی، جی ہاں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، نہیں وہ لوگ ہرگز میری اُمت میں نہیں ہیں۔

میں بھی اُن لوگوں سے بَری الذّمہ ہوں اور اللہ تعالےٰ بھی اُن لوگوں سے بَری ہے جبرئیلؑ نے عرض کی، اے محمدؐ! میں بھی اُن لوگوں سے بَری ہوں۔

اِس کے بعد نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جناب فاطمہ زہرؑا کے پاس تشریف لائے، پہلے بچّے کی ولادت کی تہنیت دی، پھر تعزیت، اور تلقینِ صبر فرمائی۔

یہ سُن کر جناب فاطمہ زہرا رونے لگیں اور بولیں، کاشؑ میں نے اِس بچّے کو پیدا ہی نہ کیا ہوتا۔ پھر کہا، کیا قاتلِ حسینؑ جہنّم میں جائے گا۔؟

آنحضرتؐ نے فرمایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ قاتلِ حسینؑ جہنّمی ہے مگر حسینؑ اُس وقت قتل ہوگا جب اس سے ایک امام پیدا ہو جائے گا، پھر اُس سے اُس کے بعد مسلسل ائمّۂ ہُدیٰ پیدا ہوتے رہیں گے۔

پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا، میرے بعد یہ لوگ ائمّہ ہوں گے۔ علیؑ الہادی حسنؑ المہتدی، حسینؑ النّاصر، علیؑ ابن الحسینؑ المنصور، محمّدؐ بن علیؑ الشافع، جعفرؑ بن محمّدؐ النّفاع، موسیٰؑ بن جعفرؑ الامین، علیؑ بن موسیٰؑ الرّضا، محمّدؐ بن علیؑ الفعّال، علیؑ بن محمّدؐ المؤتمن، حسنؑ بن علیؑ العلّام، اس کے بعد وہ ہوگا جس کے پیچھے عیسیٰؑ بن مریم نماز پڑھیں گے۔

یہ سُن کر حضرت فاطمہ زہرؑا کی گریہ و زاری تھم گئی۔

اِس کے بعد جبرئیلِ امینؑ نے فرشتۂ مذکور (دردائیل) کا قصّہ سُنایا اور یہ کہ اُس پر کیا گذری۔ ابنِ عباسؓ کا بیان ہے کہ یہ سُن کر نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے امام حسین علیہ السّلام کو جو ایک پارچۂ صوف میں لپٹے ہوئے تھے، اُٹھایا اور آسمان کی طرف اشارہ کرکے دُعا کی: پروردگار! تجھ پر جو اِس مولود کا حق ہے اُس حق کا واسطہ، بلکہ اس مولود پر اس کے جد محمّدؐ و ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ پر اور اسحٰقؑ پر اور یعقوبؑ پر جو تیرا حق ہے اُس حق کا واسطہ اگر تیرے نزدیک علیؑ و فاطمہؑ کے فرزند حسینؑ کی کوئی قدر و منزلت ہے تو تُو دردائیل سے اپنی ناراضگی کو دُور فرمادے اور اُس کو پھر سے پر و بال عنایت فرما اور صفوفِ ملائکہ میں جو اُس کا مقام تھا وہی مقام پھر عطا فرمادے۔

اللہ تعالےٰ نے آنحضرتؐ کی دُعا قبول فرمالی اور اِس مَلک کو معاف فرمادیا اور وہ مَلک جنّت میں پہچانا ہی اس نام سے جانے لگا کہ یہ رسول اللہؐ اور علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے فرزند حسینؑ کا غلام ہے۔ (اکمال الدّین واتمام النّعمۃ)

(۲۵) حضرت فاطمہ زہراؑ کے بچوں کی پرورش لعابِ دہنِ رسولؐ پر

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، حضرت فاطمہ زہراؑ کے شیر خوار بچوں کے پاس تشریف لاتے، اُن کے دہن میں اپنا لعابِ دہن دیتے اور حضرت فاطمہ زہراؑ سے فرماتے کہ اب تم اُن کو دودھ نہ پلانا۔

(الخرائج والجرائح)

(۲۶) تاریخِ ولادتِ امام حسن علیہ السلام

حضرت امام حسن ابن علی علیہ السلام کی کُنیت ابومحمدؑ تھی۔ آپؑ ماہِ رمضان المبارک ۳ھ کی پندرھویں شب کو مدینۂ منورہ میں تولّد ہوئے۔ ولادت کے ساتویں دن حضرت فاطمہ زہراؑ امام حسنؑ کو ایک پارچۂ حریر میں جسے جبرئیل امینؑ جنّت سے لائے تھے، لپیٹ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں لائیں۔ آنحضرتؐ نے اُن کا نام حسنؑ رکھا۔ اور عقیقہ میں ایک مینڈھا ذبح کیا۔

اِس حدیث کو راویانِ حدیث کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔ چنانچہ احمد بن صالح تمیمی نے عبداللہ بن عیسٰی سے اور اُنھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت کی ہے

٭ تاریخِ ولادتِ امام حسین علیہ السلام

حضرت امام حسین علیہ السلام کی کُنیت ابوعبداللہ تھی۔ آپؑ ۵ شعبان المکرم ۴ھ کو مدینۂ منورہ میں تولّد ہوئے۔ آپؑ کی والدۂ گرامی جناب فاطمہ زہراؑ، بعدِ ولادت اُنھیں لے کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں آئیں۔ رسول اللہؐ بچے کو دیکھ کر خوش ہوئے اور اُن کا نام حسینؑ رکھا۔ اور عقیقہ میں ایک مینڈھا ذبح کیا۔

(کتاب الارشاد)

(۲۷) ــــــ فِطرُس کا واقعہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے اور اس روایت کا ذکر ہمارے بہت سے اصحاب نے کیا ہے کہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ فِطرُس ایک فرشتہ تھا جو عرش کا طواف کیا کرتا تھا، اُس سے کسی حکمِ الٰہی کے بجالانے میں ذرا سی تاخیر ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے بازو توڑ کر سمندر کے ایک جزیرے میں ڈال دیا تھا۔

جب حضرت امام حسین علیہ السّلام تولّد ہوئے تو جبرئیلِ امینؑ، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حضرت امام حسین علیہ السّلام کی ولادت کی تہنیت دینے کے لیے آئے اور اِس جزیرے سے گذرے تو فطرس نے جبرئیلِ امینؑ سے فریاد کی۔ جبرئیل امینؑ نے کہا، محمّدؐ کے گھر ایک فرزند کی ولادت ہوئی ہے اور مجھے تہنیت دینے کے لیے بھیجا گیا ہے، اگر تم چاہو تو میں تمھیں بھی اُن کے پاس اُٹھا کر لے چلتا ہوں۔

فطرس نے کہا ہاں میں بھی چلتا ہوں۔

چنانچہ جبرئیلِ امینؑ نے فطرس کو اُٹھالیا اور اُسے لیجاکر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سامنے پیش کردیا اور وہ اُنگلی کے اشارے سے آپؐ سے التجا کرنے لگا۔

آپؐ نے فرمایا، اچھا، تو اپنے شکستہ بازوؤں کو حسینؑ سے مسح کر۔

اُس نے اپنے شکستہ بازو مسح کیے تو اُن میں جان آگئی اور وہ آسمان کی طرف پرواز کر گیا۔ (کتاب السرائر۔ جامع بزنطی)

(۲۸) ــــــ حسنَین علیہما السّلام کے اسماء کی تجویز

مُسنَد احمد میں ہانی بن ہانی نے حضرت علی علیہ السّلام سے روایت کی ہے اور ایک دوسری حدیث میں ابی غسّان نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت علی علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا، جب حسینؑ تولّد ہوئے تو نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تشریف لائے اور فرمایا، مجھے میرے فرزند کو دکھاؤ۔ تم لوگوں نے اُس کا کیا نام تجویز کیا ہے ؟

میں نے عرض کی، میں نے اس کا نام حرب تجویز کیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا، نہیں، بلکہ یہ حسن ہے۔

مُسند احمد اور مُسند ابو یعلی میں ہے کہ جب حسنؑ پیدا ہوئے تو اُن کا نام حمزہ رکھا گیا اور جب حسینؑ پیدا ہوئے تو اُن کا نام جعفر رکھا گیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہؐ نے بلا کر فرمایا: کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اِن دونوں بچّوں کے نام بدل دوں۔

میں نے عرض کی اللہؒ اور اُس کے رسولؐ کو سب سے زیادہ علم ہے (کہ کیا مناسب ہے) تو آنحضرتؐ نے ان دونوں بچّوں کے نام حسنؑ و حسینؑ رکھ دیے۔

★ ابنِ عقیل سے بھی اسی طرح کی روایت ہے۔

★ حضرت محمد بن علی الرّضا علیہ السّلام نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ: حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اِن دونوں بچّوں کے نام حسنؑ و حسینؑ رکھ دوں"۔

★ شرح الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسن ابنِ علی علیہ السّلام تولّد ہوئے تو حضرت جبرئیلِ امینؑ جنّت کے ایک پارچۂ حریر پر اُن کا نام لکھا ہوا لائے اور حضرت رسول اللہؐ کی خدمت میں تحفۃً پیش کیا اور وہ حسنؑ تھا۔ اسی سے حسینؑ کا نام بھی مشتق ہوا۔

★ جب امام حسنؑ تولّد ہوئے تو حضرت فاطمہ زہراؑ انھیں لے کر رسول اللہؐ کی خدمت میں آئیں۔ آپؐ نے اُن کا نام حسنؑ رکھ دیا۔ جب حسینؑ تولّد ہوئے تو فاطمہ زہراؑ اُنھیں بھی لے کر رسول اللہؐ کی خدمت میں آئیں آپؐ نے دیکھا تو فرمایا' یہ تو اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ پھر آپؐ نے اُن کا نام حسینؑ رکھ دیا۔

(۲۹) ـــ دونوں کے اَسمائے گرامی

ابنِ بطہ نے اپنی کتاب "ابانہ" میں چار طریقوں سے یہ روایت لکھی ہے۔ اِس میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ ابوالخلیل نے سلمان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے فرمایا: حضرت ہارُونؑ نے اپنے دونوں بیٹوں کے نام شبّر و شبّیر رکھے تھے اور میں نے اپنے دونوں فرزندوں کے نام حسنؑ و حسینؑ رکھے۔

★ مُسند احمد حنبل و تاریخِ بلاذری نیز کتب شیعہ میں یہ ہے کہ میں نے ان کے نام ہارُونؑ کے فرزندوں کے نام پر شبّر و شبّیر اور مشبّر رکھے ہیں۔

★ فردوس الاخبار دیلمی میں سلمان سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے

ارشاد فرمایا کہ ہارونؑ نے اپنے فرزندں کے نام شبّر و شبّیر رکھے اور میں نے اپنے فرزندوں کے نام حسنؑ و حسینؑ رکھے۔

★ عطاء بن یسار نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک راہب اپنے اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اُس نے کہا، لوگو! مجھے فاطمہ زہراؑ کے گھر کا پتہ بتا دو۔

کسی نے پتہ بتا دیا تو وہ درِ فاطمہ زہراؑ پر آیا اور عرض کی، بنتِ رسولؐ! ذرا اپنے دونوں فرزندوں کو اندر سے میرے پاس بھیج دیجیے۔

اُنھوںؑ نے حسنؑ و حسینؑ کو باہر بھیج دیا تو راہب نے دونوں کے بوسے لیے اور رونے لگا اور کہنے لگا کہ اِن دونوں کے نام توریت میں شبّر و شبّیر ہیں۔ انجیل میں طاب و طیّب پھر لوگوں سے اُس نے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اوصاف پوچھے۔ لوگوں نے بتائے تو اُس نے کہا: "اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ واشھد اَنَّ محمّداً رسول اللّٰہ" (مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۳۰) یہ دونوں نام ان سے قبل عرب میں کسی کے نہ تھے

عمران بن سلمان اور عمر بن ثابت دونوں نے بیان کیا کہ حسنؑ و حسینؑ اہلِ جنّت کے ناموں میں سے دو نام ہیں۔ یہ دونوں نام دنیا میں اِس سے پہلے کسی کے نہ تھے۔

جابرؓ سے روایت ہے: نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، حسنؑ کا نام حسنؑ اِس لیے رکھا گیا کہ اللہ کے احسان کی ہی وجہ سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ اور حسینؑ کا نام احسان سے مشتق ہے۔ نیز علیؑ اور حسنؑ یہ دو نام ہیں اللہ کے ناموں میں سے اور حسین تصغیر ہے حسن کی۔ ابوالحسن نسابہ کا بیان ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے یہ دو نام یعنی حسن و حسین کو نگاہِ خلق سے پوشیدہ رکھا تھا اور یہ نام فاطمہ زہراؑ کے فرزندوں کے رکھ دیے اِس لیے کہ زمانۂ قدیم سے اِن دونوں کے زمانے تک اہلِ عرب میں سے کوئی ایسا نہیں ملتا جن کے نام حسن و حسین رکھے گئے ہوں۔ نہ اولادِ نزار میں کوئی ایسا ملا اور نہ اہلِ یمن میں سے حالانکہ ان دونوں ناموں کی بڑی کثرت ہے۔ ہاں، اِن میں حَسْن، بسکون سین اور حَسِین بفتح حاء و سکون سین ملتا ہے۔ بوزن حبیب۔ لیکن حَسَن بفتح حاء و سین ایک پہاڑ کا نام ضرور ہے۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

* کتاب الانوار میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو حسینؑ کے حمل اور ولادت کی تہنیت دی اور اسی کے ساتھ اِس امر کی تعزیت بھی دی کہ یہ بچّہ قتل کردیا جائے گا۔

جب جناب فاطمہ زہراؑ کو اس کا علم ہوا تو انھیں اِس بات سے کراہت محسوس ہوئی، تو یہ آیت نازل ہوئی:

حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ كُرۡهًا وَّوَضَعَتۡهُ كُرۡهًا ؕ وَحَمۡلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوۡنَ شَهۡرًا (سورۃ الاحقاف آیت ۱۵)

(ترجمہ آیت:)

(اُس کی ماں نے کراہت کے ساتھ اُس کا حمل اُٹھایا اور بکراہت اُسے جنا، اور اُس کے حمل اور دودھ چھڑانے کی مدّت تیس ماہ ہے۔)

عموماً عورتوں کے حمل نو ماہ رہتا ہے۔ چھ ماہ پر پیدا ہونے والا بچّہ کبھی زندہ نہیں رہا سوائے حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ اور حسین ابن علی علیہ السّلام کے۔

زبانِ رسولؐ دہنِ حسینؑ میں

غرر ابو الفضل بن خیر نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ:

حضرت امام حسین علیہ السّلام کی ولادت کے بعد جناب فاطمہ زہراؑ بیمار ہوگئیں جس کی وجہ سے اُن کا دودھ خشک ہوگیا، تو نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے دودھ پلانے والی کو بہت تلاش کرایا مگر کوئی نہ ملی تو آنحضرتؐ بہ نفسِ نفیس خود تشریف لاتے اور حسینؑ کے دہن میں اپنا انگوٹھا دیدیتے۔ اللہ تعالےٰ نے رسول اللہؐ کے انگوٹھے ہی میں حسینؑ کا رزق ودیعت فرمادیا، وہ اسی سے سیر ہوجاتے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ، حسینؑ کے دہن میں اپنی زبان دیدیتے اور اُن کا اسی طرح پیٹ بھرتے جس طرح کوئی چڑیا اپنے بچّے کو دانہ بھراتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اسی میں حسینؑ کا رزق ودلیعت فرمادیا اور یہ سلسلہ چالیس شب و روز تک جاری رہا۔ اِس طرح حسینؑ کا گوشت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے گوشت سے پرورش پاتا رہا۔

(مناقب ابن شہر آشوب)

(۳۲) جناب فاطمہؑ کو آنحضرتؐ کی ہدایت

برّہ بنتِ اُمیہ خزاعی کا بیان ہے کہ، جب حضرت فاطمہؑ کے شکمِ مبارک میں حضرت امام حسنؑ تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کسی ضرورت سے بیرونِ مدینہ جانے لگے، آپؐ نے فرمایا، بیٹی! جبرئیلؑ نے مجھے خوشخبری دی ہے کہ تمہارے بطن سے فرزند کی ولادت ہوگی، مگر جب تک میں واپس نہ آجاؤں اُسے دودھ نہ پلانا۔

برّہ کہتی ہے کہ امام حسنؑ کی ولادت کے بعد میں جناب فاطمہ زہراؑ کے پاس گئی تو معلوم ہوا کہ اُنھوں نے تین دن سے امام حسنؑ کو دودھ نہیں پلایا۔

میں نے عرض کی بچّہ مجھے دیجیے، میں اُسے اپنا دودھ پلادوں۔

جناب فاطمہ زہراؑ نے فرمایا، ہرگز نہیں۔

پھر اُس کے بعد اُن پر مہرِ مادری غالب آئی اور اُنھوں نے بچّے کو اپنا دودھ پلایا جب آنحضرتؐ تشریف لائے تو دریافت فرمایا، کیا تم نے بچّے کو دودھ پلادیا؟

جناب فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، بابا! میں اپنی مامتا سے مجبور ہوگئی، اِس لیے اِس کو اپنا دودھ پلادیا۔

آپؐ نے فرمایا، جو اللہ تعالےٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔

اِس کے بعد امام حسینؑ شکمِ فاطمہؑ میں آئے تو آنحضرتؐ نے پھر فرمایا، بیٹی! مجھے جبرئیلؑ نے خوشخبری سُنائی ہے کہ تمہارے بطن سے فرزند پیدا ہوگا، لہٰذا، خواہ ایک ماہ کا عرصہ کیوں نہ گذر جائے جب تک میں واپس نہ آجاؤں اُس کو دودھ نہ پلانا۔

جناب فاطمہؑ نے عرض کی، اچھا بابا، میں ایسا ہی کروں گی۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یہ فرما کر مدینہ سے باہر کسی کام سے تشریف لے گئے۔ اِدھر امام حسینؑ کی ولادت ہوئی، مگر فاطمہ زہراؑ نے انھیں دودھ نہیں پلایا تا اینکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم واپس تشریف لے آئے اور دریافت فرمایا، بیٹی! کیا تم نے بچّے کو دودھ پلادیا؟

جناب فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، میں نے دودھ نہیں پلایا ہے۔

یہ سُن کر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حسینؑ کو اپنی آغوش میں لیا اور اپنی زبانِ مبارک اُن کے دہن میں دیدی اور وہ آپؐ کی زبان چوسنے لگے۔ یہانتک کہ آنحضرتؐ نے

ارشاد فرمایا، جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اے حسینؑ! یہ امامت تمہارے اندر بھی رہے گی اور تمہاری اولاد میں بھی۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۳۳) عقیقہ کرنا سنّتِ رسولؐ ہے

کمال الدّین بن طلحہ کہتے ہیں۔ واضح ہو کہ امام حسنؑ کا یہ نام اُن کے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے رکھا ہے۔ چنانچہ جب وہ تولّد ہوئے تو آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا کہ اِس بچّے کا کیا نام رکھا ہے؟

اہلِ خانہ میں سے کسی نے عرض کیا "حرب"

آپؐ نے فرمایا، نہیں، اِس کا نام حسنؑ رکھو۔

پھر آپؐ نے امام حسنؑ کا عقیقہ کیا اور اس میں ایک مینڈھا ذبح کیا۔ شافعی نے آنحضرتؐ کے اِس عمل کو مولود کی طرف سے عقیقہ کو سنّتِ نبیؐ ہونے پر استدلال میں پیش کیا ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے یہ عقیقہ خود کیا؛ فاطمہ زہراؑ کو اِس کے کرنے سے منع فرمایا۔

پھر فاطمہ زہراؑ نے عرض کی کہ اس کے بال مُنڈوا کر بالوں کے برابر چاندی بھی تصدّق کردیں۔

اُنھوں نے ایسا ہی کیا اور جس دن اُن کے بال اُتارے گئے اُن بالوں کے ہم وزن تقریباً ایک درہم سے کچھ زائد کا صدقہ دے دیا گیا۔ اِسی بِنا پر عقیقہ کرنا اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدّق کرنا سنّت قرار پایا۔ کیونکہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے امام حسنؑ کی ولادت کے موقع پر یہ عمل فرمایا تھا تو پھر امام حسینؑ کی ولادت کے موقع پر بھی ایسا ہی کیا۔

★ حنابذی سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام نے امام حسنؑ کا نام حمزہ رکھا، اور امام حسینؑ کا نام جعفر۔ تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علی علیہ السّلام کو بُلایا اور فرمایا، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اِن دونوں بچّوں کے نام تبدیل کردوں۔

حضرت علی علیہ السّلام نے عرض کی، اللہ اور اُس کا رسولؐ جو چاہے کریں انھیں اختیار ہے۔

آپؐ نے فرمایا، پھر آج سے یہ دونوں حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔

اِس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کی ولادت تک امام حسنؑ کا نام حمزہ رہا تھا اِس وقت ان دونوں کے نام بدل دیے گئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام حسنؑ

جب پیدا ہوئے تو حضرت علیؑ نے اُن کا نام حمزہ رکھا اور آنحضرتؐ نے اس کو تبدیل کر دیا۔ پھر امام حسینؑ پیدا ہوئے تو حضرت علیؑ نے اُن کا نام جعفر رکھا اور آنحضرتؐ نے اُن کا نام بھی تبدیل کر دیا۔ یعنی ان ناموں کی تبدیلی الگ الگ دو وقتوں میں ہوئی۔

امام حسنؑ کی کُنیت و القاب

حضرت امام حسن علیہ السلام کی کُنیت ابو محمدؐ تھی کوئی اور کُنیت نہ تھی لیکن آپؑ کے القاب بہت سے ہیں۔ "تقی، طیّب، زکی، سیّد، سبط اور ولی" آپ اپنے ہر لقب سے پکارے جاتے۔ مگر ان القاب میں سب سے زیادہ مشہور لقب "تقی" تھا۔ لیکن آپ کا سب سے اعلیٰ و افضل لقب وہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کو عطا فرمایا، جو آپؑ کے لیے ایسا مخصوص ہوا کہ آپؑ کی مدح و نعت بن گیا۔ چنانچہ آنحضرتؐ سے یہ صحیح روایت ہے جس کو ائمہ روات اور ثقہ راویوں نے بیان کیا ہے کہ: آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرا یہ فرزند سیّد ہے۔ لہٰذا آپؑ کا سب سے بہترین لقب سیّد ہے

- ابنِ خشاب کا قول ہے کہ آپؑ کی کُنیت ابو محمدؐ ہے اور القاب، وزیر، تقی۔ قائم طیّب۔ حجت۔ سیّد۔ سبط اور ولی ہیں۔
- اُمّ الفضل سے ایک مرفوع روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کی، یا رسول اللہؐ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جیسے آپؐ کے جسدِ مبارک کا ایک عضو میرے گھر میں ہے۔
  آپؐ نے فرمایا: یہ بہت اچھا خواب دیکھا ہے۔ فاطمہؑ کے ایک فرزند تولّد ہو گا اور تم اس کو قُثّم کے ساتھ دودھ پلاؤ گی۔
  چنانچہ امام حسنؑ کی ولادت ہوئی تو میں نے اُن کو قُثّم کے ساتھ رضاعت میں شریک کر لیا۔
- حضرت علی علیہ السلام سے ایک مرفوع روایت ہے کہ جب فاطمہ زہراؑ کے یہاں وضعِ حمل کا وقت قریب ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسماء بنتِ عُمیس اور حضرت اُمِّ سلمہ کو حکم دیا کہ تم دونوں فاطمہؑ کے پاس موجود رہنا۔ جب بچہ تولّد ہو تو اُس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا۔ اِس لیے کہ جس بچّے کے کان میں اذان و اقامت کہہ دی جائے گی وہ شیطانؑ

سے محفوظ رہے گا۔ اور جب تک میں نہ آجاؤں اُس وقت تک تم دونوں کچھ اور نہ کرنا۔

چنانچہ جب امام حسنؑ تولّد ہوئے تو دونوں نے ایسا ہی کیا۔ اور نبی صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم تشریف لائے تو آپؐ نے اُن کی ناف باندھی اور آپؐ نے اپنا لعابِ دہن امام حسنؑ کے منہ میں ڈالا اور فرمایا "پروردگارا! میں اِس بچّے کو اور اِس کی اولاد کو شیطانِ رجیم کے شر سے بچانے کے لیے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

★ کتاب الفردوس میں نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے یہ روایت مرقوم ہے کہ: آپؐ نے فرمایا، مجھے حکمِ خداوندی ہوا ہے کہ میں ان دونوں بچّوں (فرزندوں) کے نام حسنؑ وحسینؑ رکھ دوں۔ (کشف الغمہ)

(۳۴) بوقتِ ولادت تسبیح و تہلیل و تمجیدِ الٰہی کرنا

روایت میں ہے کہ امام حسن و امام حسین علیہما السّلام کی ولادت فاطمہ زہرا کے فخذ الایسر (بائیں ران) سے ہوئی، اور یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عیسٰی مسیح کی ولادت حضرت مریمؑ کی فخذ الایمن (دائیں ران) سے ہوئی۔ "یہ روایت کتاب الانوار اور دیگر بہت سی کتابوں میں ہے"

★ علائی نے اپنی کتاب میں ایک مرفوع روایت صفیہ بنتِ عبد المطّلب سے نقل کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ جب حسینؑ ابنِ فاطمہ تولّد ہوئے تو میں فاطمہؑ کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا

"میرے فرزند کو میرے پاس لاؤ۔"

میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! ابھی میں نے اِس بچّے کو صاف و پاک نہیں کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، کیا تم اس کو صاف و پاک کرو گی؟ اس کو تو اللہ نے صاف و پاک ہی پیدا کیا ہے۔

★ روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خود کھڑے ہو کر امام حسنؑ کو آغوش میں لیا تو وہ تسبیح و تہلیل و تمجیدِ پروردگار کر رہے تھے۔

(عیون المعجزات مرتضیٰ)

(۳۵) ــــ ساتویں دن مولود کا عقیقہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ولادت کے ساتویں دن ایک مینڈھا ذبح کر کے رہن کر دیا جاتا ہے۔ مولود کا اس دن عقیقہ ہوتا ہے اور اُس کا نام رکھا جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ جناب فاطمہ زہرا نے اپنے دونوں فرزندوں کے بال اُتروائے اور اُن کے بالوں کے برابر چاندی تصدق فرمائی۔ (کافی)

(۳۶) ــــ رسولِ اکرمؐ نے اُن کا عقیقہ اپنے ہاتھ سے کیا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسنؑ کا اپنے ہاتھ سے عقیقہ کیا اور یہ دُعا پڑھی: دُعائے عقیقہ:

اَللّٰھُمَّ عظمھا بعظمہ ولحمھا بلحمہ ودمھا بدمہ وشعرھا بشعرہ اَللّٰھُمَّ اجعلھا وقاءً لمحمّد وآلہ

(کافی)

(۳۷) ــــ بالوں کے ہم وزن چاندی کا صدقہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ زہراؑ نے اپنے دونوں فرزندوں کا عقیقہ کیا، ساتویں دن دونوں کے بال اُتروائے اور اُن بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدق فرمائی۔

(۳۸) ــــ بالوں کے وزن برابر چاندی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے پدرِ بزرگوار سے روایت فرماتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مینڈھے پر امام حسنؑ کا عقیقہ

فرمایا اور ایک ہی مینڈھے پر امام حسینؑ کا بھی عقیقہ فرمایا اور اُس کے گوشت میں سے قابلہ کو کچھ دیا اور ساتویں دن اُن دونوں کے بال اُتروائے، پھر ان بالوں کو وزن کیا اور ان کے وزن کے برابر چاندی تصدّق فرمائی۔ (کافی)

(۳۹) عقیقہ کے گوشت کی تقسیم وغیرہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: آپؑ نے فرمایا کہ:
رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے امام حسنؑ و امام حسینؑ کی ولادت کے ساتویں دن ان کے نام تجویز فرمائے حسنؑ سے حسینؑ کے نام کو مشتق کیا، عقیقہ میں ایک ایک بکری ذبح کی جس کی ایک ران قابلہ کو دی، مزید گوشت بھی دیا جو ان لوگوں نے کھایا، اور اہلِ محلّہ کو دیا۔ اور فاطمہ زہراؑ نے بچوں کے بال منڈوا کر بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدّق فرمائی۔

(کافی)

(۴۰) مولود کے کان چھیدنا اور گوشوارے کا استعمال

حسین بن خالد سے روایت ہے: کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ لڑکا تولّد ہونے کی تہنیت کب دی جائے؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، جب امام حسنؑ، ابنِ علی علیہ السلام تولّد ہوئے تو جبرئیلِ امینؑ ساتویں دن تہنیت دینے کے لیے نازل ہوئے اور کہا کہ آپؐ ان کا نام رکھ دیں کُنیت تجویز فرمادیں، سر کے بال اُتروادیں، ان کا عقیقہ کردیں اور ان کے کان چھدوا دیں! اور اسی طرح آپؐ کی خدمت میں جبرئیلِ امینؑ امام حسینؑ کی ولادت کے موقع پر ساتویں دن آئے اور وہی کہا جو امام حسنؑ کی ولادت کے موقع پر کہہ چکے تھے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے یہ بھی بیان فرمایا کہ ان دونوں بچوں (امام حسنؑ و امام حسینؑ) کی زُلفیں پیشانی کی بائیں جانب تھیں۔ اور داہنے کانوں کی بائیں کانوں کا اوپری حصّہ چھیدا ہوا تھا۔ داہنے کانوں میں گوشوارے اور بائیں کانوں میں بالیاں تھیں۔

* ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آنحضرتؐ نے اُن دونوں کی زلفیں سر کے درمیانی

حقے میں چھوڑی تھیں اور یہ پیشانی سے زیادہ بہتر معلوم ہوتی ہے۔ (کافی)

۴۱ ___ حسنینؑ کی ولادت کے بعد نمازِ فریضہ کی رکعتوں میں اضافہ ہوا

عبداللہ بن سلیمان عامری نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو دس رکعت نماز (فریضہ) کا حکم لے کر تشریف لائے یعنی پانچ وقتوں میں دو دو رکعت۔ پھر جب امام حسنؑ و امام حسینؑ تولد ہوئے تو آنحضرتؐ نے اللہ تعالیٰ کے تشکر میں سات رکعات کا اور اضافہ فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس کی اجازت عطا فرمادی۔ (اس طرح کُل سترہ رکعات نماز ہوگئی۔) (کافی)

۴۲ ___ نقشِ خاتمِ حسنینؑ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کا نقشِ خاتم "الحمد للہ" تھا۔

۴۳ ___ نقشِ خاتم حسنینؑ

حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کا نقشِ خاتم "اَلعِزَّۃُ لِلّٰہِ" اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا نقشِ خاتم: "اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ" تھا۔ (کافی)

۴۴ ___ مدتِ حمل کم از کم چھ ماہ ہے

زُرارہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے: آپؑ نے فرمایا کہ جب کوئی بچہ چھ ماہ میں پیدا ہو تو وہ تام الخلقت ہے۔ یہ

اِس لیے کہ حضرت حسین ابنِ علی علیہ السّلام چھ ماہ حمل میں رہے پھر ولادت ہوئی۔
(کافی)

(۴۵) مدّتِ حمل و مدّتِ رضاعت

ہشام بن سالم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ امام حسین علیہ السّلام چھ ماہ حمل میں رہے اور دو سال تک انھیں دودھ پلایا گیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

"وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ
كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ
ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ (سورۃ الاحقاف آیت ۱۵)

(ترجمہ آیت)

(اور ہم نے انسان کو وصیّت کی کہ اپنے والدین کے ساتھ احسان کرے۔ اُس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اُس کا حمل برداشت کیا اور تکلیف کے ساتھ اُسے جَنا۔ اور اُس کے حمل اور اُس کے دودھ چھڑانے کی مُدّت تیس۳۰ ماہ ہے۔) (امالی صدوق رح)

(۴۶) حسنینؑ کی عمروں میں تفاوت

عبدالرحمٰن عرزمی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام کی ولادت اور امام حسین علیہ السّلام کے ابتدائے حمل کے درمیان ایک طُہر کا فاصلہ تھا۔ اور ان دونوں کی ولادتوں میں چھ ماہ اور دس دن کا فاصلہ تھا۔ (کافی)

(۴۷) بتوسّط حسینؑ صلصائیل کی خطا معاف

مفضّل نے ایک طویل حدیث امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے:
آپؑ نے فرمایا کہ مومنین کے درمیان ایک فرشتہ تھا جس کا نام صلصائیل تھا۔

اللہ تعالےٰ نے اُسے کسی کام کے لیے بھیجا لیکن اُس کو کسی وجہ سے کام کی انجام دہی میں تاخیر ہوگئی تو اللہ تعالےٰ نے اُس کے پر و بال نوچ دیے اور اُس کے بازو توڑ کر اُسے سمندر کے جزیروں میں سے ایک جزیرے میں ڈال دیا۔ اور وہ اِسی میں پڑا رہا یہاں تک کہ امام حسین علیہ السلام کی ولادت کی شب آئی، تو ملائکہ نے اللہ تعالےٰ سے اجازت چاہی کہ ہم لوگ جاکر رسول اللہ ؐ و امیر المومنینؑ و فاطمہ زہراؑ کو حسینؑ کی ولادت کی تہنیت ادا کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اجازت دیدی تو فوج در فوج ملائکۂ عرش نیز ہر ہر آسمان سے نازل ہونے لگے اور اس جزیرے سے گذرے جس میں صلصائیل فرشتہ پڑا ہوا تھا۔ جب وہاں صلصائیل کو دیکھا تو ٹھہر گئے۔

صلصائیل نے اُن ملائکہ سے دریافت کیا کہ آسمانوں سے نازل ہو کر کس طرف جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟

اُن فرشتوں نے کہا، آج کی شب دنیا میں ایک ایسا مولود تولّد ہوا ہے جو اپنے جد رسول اللہ ؐ، اپنے پدر بزرگوار علیؑ، اپنی والدۂ ماجدہ فاطمہ زہراؑ اور اپنے بھائی حسنؑ کے بعد سب سے زیادہ مکرّم و محترم ہے۔ اُس کا نام حسینؑ ہے۔ چنانچہ ہم نے اللہ تعالےٰ سے اجازت چاہی تاکہ نازلِ فرشِ زمین ہو کر اللہ کے حبیب محمد مصطفیٰ ؐ کو اس مولود کی ولادت کی تہنیت ادا کریں۔ اللہ تعالےٰ نے اجازت فرما دی ہے۔

صلصائیل نے کہا، اے اللہ کے فرشتو! میں تمھیں اُس اللہ کا واسطہ دیتا ہوں جو ہم سب کا رب ہے اور اُس کے حبیب محمدؐ اور اُس مولود کا واسطہ دیتا ہوں مجھے بھی اپنے ہمراہ حبیبِ خدا ؐ کی خدمت میں لے چلو اور اُن سے تم بھی درخواست کرو اور میں بھی درخواست کروں گا کہ وہ اس مولود کے واسطے سے جو اللہ نے اُنھیں عطا فرمایا ہے دُعا فرمائیں کہ اللہ میری خطا معاف فرمائے اور میرے شکستہ بازو جوڑ دے اور ملائکۂ مقرّبین میں جو میرا مقام تھا وہاں واپس فرما دے۔

وہ فرشتے صلصائیل کو لیے ہوئے رسول اللہ ؐ کی خدمت میں آئے پہلے اُن کے فرزند حسینؑ کی تہنیت ادا کی، پھر صلصائیل کا سارا قصّہ بیان کیا اور عرض کی کہ آپؐ حسینؑ کے حق کا واسطہ دے کر اللہ سے دُعا فرمائیں کہ وہ اس کی خطا کو معاف فرما دے۔ اور اس کے ٹوٹے ہوئے بازو جوڑ دے نیز اس کو ملائکۂ مقرّبین میں جو اُس کا مقام تھا عطا فرما دے۔

یہ سُن کر رسول اللہ ؐ اُٹھے، فاطمہ زہراؑ کے پاس آئے اور فرمایا، لاؤ میرے فرزند حسینؑ کو مجھے دو۔

جناب فاطمہ زہراؑ نے حسینؑ کو ایک کپڑے میں لپٹا ہوا رسول اللہ ؐ کو دے دیا۔ آپؐ

اُنھیں لیے ہوئے ملائکہ کے سامنے تشریف لائے۔ آپؐ اُنھیں اپنے دونوں ہاتھوں پر اُٹھائے ہوئے تھے۔ ملائکہ بچّے کو دیکھ کر تہلیل و تکبیر و تحمید کرنے لگے۔ آنحضرتؐ نے روبقبلہ ہو کر آسمان کی جانب چہرۂ اقدس کیا اور عرض کی، "پروردگارا! تجھے میرے اِس فرزند حسینؑ کے حق کا واسطہ تو صلصائیل کی خطا معاف فرما، اس کے بازو جوڑ دے اور ملائکۂ مقربینؑ میں جو اس کا مقام تھا وہ پھر اُسے عطا فرما دے۔"

اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولؐ کی دُعا قبول فرمائی، صلصائیل کی خطا معاف کی اُس کے شکستہ بازو جوڑ دیے اور ملائکۂ مقربین میں جو اُس کا مقام تھا وہ اُسے عطا فرما دیا۔ (کتاب غیبت)

(۴۸) ولادتِ امام حسینؑ ۳ شعبان ۴ھ

قاسم بن علاء ہمدانی وکیل حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام کے پاس حضرت حُجّت عجّل اللہ فرجہ کی ایک تحریر آئی کہ امام حسین علیہ السّلام بروز پنجشنبہ ۳ شعبان کو تولّد ہوئے۔

★ حسین بن زید نے حضرت جعفر بن محمد علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام ابنِ علیؑ ۵ شعبان ۴ھ کو تولّد ہوئے۔

○

بحار الانوار

باب ۲

حسنینؑ کے فضائل اور اُن کی امامت پر نصوص

ANSAR

① حُسَینٌ مِنّیِ وَ اَنَا مِنَ الحُسَین (الحدیث)

ترمذی نے اپنے اسناد کے ساتھ یعلی بن مُرّہ سے روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:

"حُسَینٌ مِنّیِ وَ اَنَا مِنَ الحُسَین"

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں

"اَحَبَّ اللہُ مَن اَحَبَّ حُسَیناً"

اللہ ج اُسے دوست رکھے گا جو حسین کو دوست رکھے گا

"حُسَینٌ سِبطٌ مِنَ الاَسبَاطِ"

حسین اسباط میں ایک سبط ہے

(کشف الغمّہ - ترمذی)

② آنحضرتؐ نے ابراہیم کو حسینؑ پر فدا کر دیا

تفسیر نقّاش میں اپنے اسناد کے ساتھ ابنِ عبّاسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھا، آپؐ کے بائیں زانو پر آپؐ کے فرزند ابراہیم تھے اور داہنے زانو پر حسینؑ ابنِ علیؑ تھے۔ آپؐ کبھی ان کے بوسے لیتے اور کبھی اُن کے۔ دریں اثناء حضرت جبرئیلِ امینؑ پروردگار کی جانب سے وحی لے کر نازل ہوئے۔ جب آپؐ وحی سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا:

"میرے پروردگار کی جانب سے میرے پاس جبرئیلِ امینؑ آئے تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ اے محمدؐ! آپؐ کا رب آپؐ کو سلام ارشاد فرماتا ہے اور یہ فرماتا ہے کہ "میں تمھارے پاس اِن دونوں کو یک جا نہیں رکھوں گا۔ آپؐ اِن دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر قربان کر دیں۔"

یہ سن کر نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک نظر ابراہیمؑ پر ڈالی اور گریہ فرمانے لگے، پھر ایک نظر حسینؑ پر ڈالی اور گریہ فرمانے لگے۔

پھر فرمایا ابراہیمؑ کی ماں کنیز ہے اگر ابراہیمؑ کی موت واقع ہو جائے تو اس کی موت پر صرف مجھ کو غم ہو گا۔ اور حسینؑ کی ماں فاطمہؑ ہے اور ان کا باپ علیؑ ہے جو میرا ابنِ عم ہے۔ میرا گوشت اور میرا خون ہے۔ اگر حسینؑ کی موت واقع ہو گئی تو ان کی موت پر میری بیٹی بھی روئے گی، میرے ابنِ عم کو بھی حزن و ملال ہو گا اور مجھے بھی ان کی موت کا غم ہو گا۔ لہٰذا ان دونوں کے حزن و ملال پر اپنے غم کو ترجیح دیتا ہوں۔

اے جبرئیلِ امین میں ابراہیمؑ کو حسینؑ پر قربان کرتا ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر تین دن کے بعد ابراہیمؑ کی روح قبض ہو گئی اس کے بعد جب بھی نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حسینؑ کو آتا دیکھتے تو بڑھ کر انھیں بوسہ دیتے، انھیں سینے سے لگاتے اور فرماتے میں اس پر قربان جس پر میں نے اپنے فرزند ابراہیمؑ کو قربان کر دیا۔ (مناقب - تفسیر نقاش)

(۳) امام حسنؑ و امام حسینؑ سے عرش کی زینت ہو گی

ابنِ عمر سے روایت ہے۔ ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، جب قیامت کا دن ہو گا تو عرشِ ربّ العالمین مکمّل طور پر آراستہ کر دیا جائے گا۔ پھر وہاں دو نورانی منبر لائے جائیں گے جو ایک سو میل طویل ہوں گے۔ ایک منبر عرش کے داہنے جانب نصب کیا جائے گا اور دوسرا عرش کے بائیں جانب۔ پھر امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو لایا جائے گا۔ امام حسنؑ ایک منبر پر ایستادہ ہوں گے اور امام حسینؑ دوسرے منبر پر۔ اور اللہ تعالےٰ ان دونوں سے اپنے عرش کو اس طرح زینت دے گا جس طرح عورت اپنے کانوں میں دو گوشوارے پہن کر مزیّن ہوتی ہے۔

(امالی)

(۴) رسول اللہؐ کے ریحانتین

جابرؓ بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے، ان کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو حضرت علی علیہ السّلام سے

اپنی وفات سے تین دن پہلے فرماتے ہوئے سُنا۔

"اے میرے دونوں پھولوں کے والد! تم پر میرا اسلام ہو میں تم سے اپنے دنیا کے اُن دونوں پھولوں کے متعلق وصیت کرتا ہوں، سنو! عنقریب تمہارے دو ستون منہدم ہو جائیں گے۔ اللہ تمہارا نگراں ہے۔"

چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو حضرت علیؑ نے یہ کہا، یہ ایک ستون تھا جس کے متعلق رسول اللہؐ نے فرمایا تھا۔ جب حضرت فاطمہ زہراؑ نے رحلت فرمائی تو حضرت علیؑ نے کہا، یہ دوسرا ستون ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ (امالی)

★ معانی الاخبار میں بھی حماد بن عیسیٰ سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(معانی الاخبار)

۵ — ایک عراقی کا مچھر کے خون کے متعلق سوال اور ابنِ عمر کا جواب

ابنِ ابی نعیم سے روایت ہے، اُن کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ عبداللہ ابنِ عمر کے پاس ایک آدمی آیا۔ اُس نے اُن سے پوچھا کیا مچھر کا خون کرنا (مارنا) جائز ہے؟

اُنھوں نے اُس سے پوچھا، تم کہاں کے رہنے والے ہو؟

اُس نے کہا، عراق کا باشندہ ہوں۔

ابنِ عمر نے حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر کہا، ذرا اِس شخص کو دیکھو! یہ مچھر کا خون کرنے کے متعلق سوال کرتا ہے درآنحالیکہ اِن لوگوں نے رسول اللہؐ کے نواسے کا خون بہا دیا (اُس وقت یہ نہ پوچھا کہ یہ جائز ہے یا ناجائز) جن کے متعلق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "یہ میری دنیا کے دو پھول ہیں"۔ یعنی حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ۔ (امالی شیخ صدوقؒ)

★ مناقب میں ہے کہ ابو عیسیٰ نے اپنی کتاب الجامع میں اور حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اور سمعانی نے اپنی کتاب فضائل میں، اور ابنِ بطہ نے اپنی کتاب ابانہ میں ابنِ ابی نعیم سے اِسی کے مثل روایت کی ہے۔

(مناقب ابن شہر آشوب)

۶ — حسینؑ کے دوست اور دوست کے دوست بھی جنّت میں ہوں گے

حُذیفہ یمانی سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو دیکھا کہ آپؐ حسینؑ ابنِ علیؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے یہ فرما رہے تھے کہ:

"اے لوگو! یہ حسینؑ ابنِ علیؑ ہے اس کو خوب پہچان لو۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ جنّت میں ہوگا، اِس کے دوست جنّت میں ہوں گے اور اِس کے دوست کے دوست بھی جنّت میں ہوں گے۔"

۷ — رسول اللہؐ کے سامنے حسنینؑ کی زور آزمائی

حضرت علی علیہ السّلام سے روایت ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سامنے حسنؑ وحسینؑ آپس میں زور آزمائی کر رہے تھے تو نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا۔ ہاں اے حسنؑ! شاباش، ذرا پھُرتی سے۔

فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، یا رسول اللہؐ! آپؐ چھوٹے کے مقابلے میں بڑے کی ہمّت افزائی فرما رہے ہیں؟

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، بیٹی! اُدھر حسینؑ کی طرف سے جبرئیلؑ (حسینؑ کی ہمّت افزائی کر رہے ہیں اور) کہہ رہے ہیں کہ ہاں، اے حسینؑ! شاباش، جلدی سے، تو میں (اِدھر سے حسنؑ کی ہمّت افزائی کر رہا ہوں اور) کہہ رہا ہوں کہ ہاں اے حسنؑ! شاباش، ذرا تیزی سے

(قرب الاسناد)

۸ — جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے:

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ حسنؑ وحسینؑ جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار ہیں اور اِن دونوں کے والد اِن دونوں سے بہتر ہیں۔

(قرب الاسناد)

★ انھیں اسناد کے ساتھ روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے حسنؑ کو اپنی ہیبت اور اپنا علم عطا کیا اور حسینؑ کو اپنا جُود اور اپنی رحمت عطا کی۔

(قرب الاسناد)

(۹) ___ حسنینؑ کے بازوؤں کے تعویذ

یحییٰ بن خشّاب نے ابنِ عمر سے روایت کی ہے کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کے بازوؤں پر تعویذ تھے جن میں جبرئیلِ امینؑ کے بازوؤں کے پر و بال بھرے ہوئے تھے۔

(۱۰) و (۱۱) حسنینؑ اوصافِ رسولؐ کے وارث

زینب بنتِ ابی رافع سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مرضِ موت میں مبتلا تھے کہ جناب فاطمہ زہراؑ بنتِ رسولؐ اپنے دونوں فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کو لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں آئیں اور عرض کی یا رسول اللہؐ! یہ آپؐ کے دونوں فرزند ہیں انھیں بھی اپنی کسی چیز کا وارث بنا دیجیے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، حسنؑ میری ہیبت اور سیادت کا وارث ہے اور حسینؑ میری شجاعت اور سخاوت کا وارث ہے۔ (خصال)

★ ابراہیم بن علی رافعی سے بھی اسی کے مثل روایت ہے

(اعلام الورٰی و ارشاد)

(۱۲) ___ اوصافِ رسولؐ کے وارث

صفوان بن سلیمان سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ حسنؑ کو میں نے اپنی ہیبت اور حلم دیا اور حسینؑ کو میں نے اپنا جُود اور اپنی رحمت دی۔

(خصال)

(۱۳) ___ باغِ رسالت کے دو پھول

تین اسناد کے ساتھ امام رضا علیہ السّلام سے اور اُنھوں نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ فرزند باغِ زندگی کا پھول

ہوتا ہے اور میرے دو پھول حسنؑ و حسینؑ ہیں۔

(عیون الاخبار الرضا)

★ صحیفۃ الرّضا میں بھی امام رضا علیہ السّلام سے یہی روایت مرقوم ہے۔

(صحیفۃ الرّضا)

(۱۴) ___ حسنؑ و حسینؑ سردارِ جوانانِ اہلِ جنّت ہیں

مذکورہ بالا اسناد کے ساتھ یہ روایت بھی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: " الحسن والحسین سیّد اشباب اهل الجنة وابوهما خيرٌ منهما "

یعنی (حسنؑ و حسینؑ جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار ہیں اور ان دونوں کے والد ان دونوں سے بہتر ہیں۔) (عیون الاخبار الرّضا)

(۱۵) ___ یہ دونوں اہلِ زمین میں سب سے بہتر ہیں

تمیمی کے اسناد کے ساتھ حضرت امام رضا علیہ السّلام سے اور انھوں نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:

" الحسن والحسين خير اهل الارض بعدی وبعد ابيهما وأُمّهما افضل نساء اهل الارض "

یعنی (حسنؑ و حسینؑ میرے بعد اور اپنے والد کے بعد اہلِ زمین میں سب سے بہتر ہیں اور اُن کی والدہ اہلِ زمین کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں۔)

(عیون الاخبار الرّضا)

(۱۶) ___ حسینؑ سے رسولؐ کی محبّت

برّاء بن عازب سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دیکھا کہ آپؐ حسینؑ کو اپنی آغوش میں اُٹھائے ہوئے فرما رہے تھے۔

" اَللّٰھُمَّ اِنّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ "

(اے اللہ! میں اس سے محبّت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبّت کر۔) (امالی صدوقؒ)

(١٧) حسنینؑ سے محبّت کرنا رسولؐ سے محبّت کرنا ہے

ابو ہریرہ سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سُنا، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

"مَن احبّ الحسن والحسین فقد احبّنی ومَن ابغضھما فقد ابغضنی"

یعنی (جس نے حسنؑ و حسینؑ سے محبّت کی اُس نے مجھ سے محبّت کی اور جس نے اِن دونوں سے بغض رکھا اُس نے مجھ سے بغض رکھا۔) (امالی شیخ صدوقؒ)

(١٨) حسنینؑ کی عصمتؑ و امامت پر نص

طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ حضرت امیرالمومنین صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ نے حسنؑ و حسینؑ سے فرمایا، تم دونوں میرے بعد امام ہوگے، تم دونوں سردارِ جوانانِ اہلِ جنّت ہو، تم دونوں معصوم ہو اللہ تم دونوں کی حفاظت کرے اور جو تم دونوں سے عداوت رکھے اُس پر اللہ کی لعنت۔ (کتاب الرّوضہ)

(١٩) یہ دونوں سردارِ جوانانِ اہلِ جنّت ہیں

حارث نے حضرت علی علیہ السّلام سے روایت کی ہے آپؑ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ:

"الحسن والحسین سیّدا شباب اھل الجنة"

یعنی (حسنؑ و حسینؑ سردار ہیں جوانانِ اہلِ جنّت کے۔)

(امالی شیخ صدوقؒ)

(۲۰) یہ دونوں عرشِ الٰہی کے گوشوارے ہیں

زیدؒ بن علیؑ نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا:

"الحسن والحسین یوم القیٰمہ عن جنبيّ عرش الرحمٰن تبارک وتعالیٰ بمنزلۃ الشقین من الوجہ"

یعنی (قیامت کے دن حسنؑ وحسینؑ عرشِ الٰہی تبارک وتعالیٰ کے دونوں پہلوؤں میں اس طرح ہوں گے جیسے چہرے کے دونوں طرف کانوں میں گوشوارے۔" (امالی شیخ صدوقؒ)

(۲۱) حسنینؑ کی آپس میں زور آزمائی

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حسنؑ وحسینؑ آپس میں زور آزمائی کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کہا، ہاں اے حسنؑ شاباش اور تیزی سے۔

یہ سُن کر فاطمہ زہراؑ نے عرض کی یا رسول اللہؐ حسینؑ بڑے ہیں آپؐ انھیں شاباشی دے کر ان کی ہمّت افزائی فرما رہے ہیں؟

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اِدھر میں حسنؑ کی ہمّت افزائی کر رہا ہوں اور اُدھر جبرئیلِ امینؑ کہہ رہے ہیں کہ اے حسینؑ شاباش، ذرا پھرتی اور تیزی سے۔

(امالی شیخ صدوقؒ)

(۲۲) حسینؑ کا آغوشِ رسولؐ میں پیشاب کردینا

ہشیم نے یونس سے اُس نے حسن سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حسینؑ آنحضرتؐ کے پاس لائے گئے تو آپؐ نے اُن کو اپنی آغوش میں بٹھا لیا تو حسینؑ نے پیشاب کر دیا لوگوں نے آپؐ کی گود سے ہٹانا چاہا آپؐ نے فرمایا نہیں، میرے فرزند کو نہ ہٹاؤ اسے پیشاب کر لینے دو، پھر آپؐ نے پانی منگوایا اور اپنا کپڑا پاک کر لیا۔

(معانی الاخبار)

(۲۳) جبرئیلؑ کے پروں کے تعویذ

کتاب معالم العترۃ الطاہرہ جنابذی میں اُمِّ عثمان اُمِّ ولد علیؑ ابن ابی طالبؑ سے روایت ہے کہ آلِ رسولؐ کے پاس ایک مسند تھی جس پر صرف جبرئیلِ امینؑ آکر بیٹھا کرتے تھے۔ اُس پر کوئی دوسرا نہیں بیٹھتا تھا۔ اور جب جبرئیلِ امینؑ پرواز کر جاتے تو وہ لپیٹ دی جاتی۔ جب وہ پرواز کا ارادہ کرتے تو اپنے بازو پھڑپھڑاتے اور اِس طرح اُن کے پَروبال کے روئیں جھڑ جاتے آنحضرتؐ اُٹھا کر اُسے جمع کر لیتے اور حسنؑ و حسینؑ کے تعویذوں میں بھر دیتے۔

(کشف الغمہ و معالم العترۃ)

★ حلیۃ الاولیاء میں مرقوم ہے، راوی کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم امام حسنؑ کو اپنے کاندھے پر بٹھائے فرما رہے تھے کہ:

"من احبّنی فلیحبّہ" یعنی (جو مجھ سے محبّت کرتا ہے اُس پر لازم ہے کہ وہ اِس سے محبّت کرے) (کشف الغمہ و حلیۃ الاولیاء)

★ ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ جب بھی امام حسنؑ کو دیکھتا ہوں میری آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔ کیونکہ میں نے دیکھا تھا کہ ایک دن امام حسنؑ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی آغوش میں بیٹھ گئے۔ آنحضرتؐ بار بار ان کا منھ کھولتے اور اپنی زبانِ اقدس اُن کے منھ میں دیدیتے اور فرماتے جاتے کہ:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَحِبّہ و اَحِبُّ مَن یحبّہ"

یعنی (یا اللہ میں اِس سے محبّت کرتا ہوں اور اُس سے محبّت کرتا ہوں جو اِس سے محبّت کرے)

یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ فرمائی۔ (کشف الغمہ۔ حلیۃ الاولیاء)

(۲۴) راستہ روشن کرنے کے لیے بجلی چمکتی رہی

تین اسانید کے ساتھ حضرت امام رضا علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حسنؑ و حسینؑ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس تھے۔ رات ہوگئی تو آپؐ نے فرمایا: اچھا اب تم اپنی ماں کے پاس چلے جاؤ (چونکہ شب کا اندھیرا ہر طرف پھیل چکا تھا) بس ایک مرتبہ بجلی چمکی اور پھر مسلسل چمکتی رہی یہاں تک کہ وہ دونوں فاطمہ زہراؑ کے پاس پہنچ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

اس تجلی کو دیکھتے رہے۔ پھر فرمایا: حمد اُس خدا کی جس نے ہم اہلِ بیتؑ کو مکرّم فرمایا۔

(عیون الاخبار الرّضا)

★ صحیفۃ الرّضا میں بھی امام رضا علیہ السّلام کی یہی روایت مرقوم ہے۔

(صحیفۃ الرّضا)

(۲۵) حدیقۂ بنی نجار میں حسنینؑ کا جانا اور ایک اژدہے کا حفاظت پر مامور ہونا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے اپنے آبائے کرامؑ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ بیمار ہوئے (جس سے آپؐ صحتیاب ہو گئے تھے) جناب فاطمہ زہراؑ آپؐ کی عیادت کے لیے آئیں۔ اُن کے ہمراہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ بھی تھے۔ آپؑ نے داہنے ہاتھ سے امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑا اور بائیں ہاتھ سے امام حسینؑ کا ہاتھ تھاما، دونوں کے درمیان خود ہو گئیں اس طرح آپؑ دونوں بچوں کو لیے ہوئے بیتِ عائشہ میں جا پہنچیں۔ امام حسنؑ آنحضرتؐ کے داہنے جانب اور امام حسینؑ بائیں جانب بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں یہ آنحضرتؐ کے جسدِ اطہر سے متّصل ہو کر اونگھنے لگے۔ آنحضرتؐ نے اُنھیں نہیں جگایا۔

جناب فاطمہ زہراؑ نے بچوں سے فرمایا، میرے پیارو! اب تمھارے نانا سو رہے ہیں اِس وقت واپس چلو اور دعا کرو اللہ انھیں صحت عطا فرمائے۔ تم پھر آنا۔

ان دونوں نے عرض کی، ہم اِس وقت تو نہیں جاتے، آپؑ تشریف لے جائیں۔

چنانچہ امام حسنؑ آنحضرتؐ کے داہنے پہلو میں سو گئے اور امام حسینؑ بائیں پہلو میں۔ مگر رسولِ اکرمؐ کے بیدار ہونے سے قبل ہی یہ دونوں بچے بیدار ہو گئے (جناب فاطمہ زہراؑ پہلے ہی تشریف لے جا چکی تھیں) بچوں نے حضرت عائشہ سے دریافت کیا، کہ کیا ہماری مادرِ گرامی یہاں موجود نہیں ہے؟

اُنھوں نے کہا کہ تم دونوں سو گئے تھے اِس لیے وہ اپنے گھر چلی گئیں۔

یہ جواب سُن کر دونوں صاحبزادے اُسی شب کی تاریکی میں اپنے گھر کی طرف چل دیے۔ بادل گرج رہے تھے، بجلی چمک رہی تھی، گھُپ اندھیرا تھا۔ قدرت کی طرف سے ایک روشنی پیدا ہوئی اور وہ دونوں اُسی روشنی کے سہارے چلے جا رہے تھے۔ امام حسنؑ اپنے داہنے ہاتھ سے امام حسینؑ کا بایاں ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، یہاں تک کہ حدیقۂ بنی نجار میں پہنچ گئے۔ یہاں سے اُنھیں راستے کا صحیح اندازہ نہ ہو سکا۔ دونوں نے وہیں شب گذارنے کا آپس میں مشورہ

کیا اور ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈال کر وہیں سو رہے۔

اِدھر جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خواب سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ بچّے موجود نہیں ہیں۔ جناب فاطمہ زہراؑ کے گھر دریافت کرایا، معلوم ہوا کہ بچّے وہاں بھی موجود نہیں ہیں۔ تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خود تلاشِ حسنینؑ کے لیے اُٹھے۔ آپؐ پروردگارِ عالم کی جناب میں یہ عرض کرنے لگے کہ یا اللہ! ان بچّوں کا بس تو ہی محافظ ہے مجھے اُن سے مِلا دے۔ اثنائے دُعا آپؐ کے سامنے ایک روشنی نمودار ہوئی، آپؐ اُس روشنی کے ساتھ ساتھ چلتے رہے تا اینکہ آپؐ حدیقۂ بنی نجّار میں جا پہنچے۔ وہاں دیکھا تو دونوں نواسے ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈالے ہوئے سو رہے ہیں، بارش ہو رہی ہے مگر ان دونوں پر بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں پڑ رہا ہے اور ایک اژدہا جس کے جسم پر بڑے بڑے بال ہیں اور دو بازو ہیں۔ ایک بازو سے امام حسنؑ کو کوڈھانپے ہوئے ہے اور دوسرے سے امام حسینؑ کو ڈھانپے ہوئے ہے۔

جب آنحضرتؐ نے یہ ماجرا دیکھا تو آپؐ نے کھانسنا شروع کیا۔ وہ اژدہا آپؐ کی آواز سن کر وہاں سے یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ "پروردگارا! تو گواہ رہنا اور تیرے ملائکہ گواہ رہیں کہ میں نے تیرے نبیؐ کے ان دونوں فرزندوں کی حفاظت کی ہے اور بالکل صحیح و سلامت ان دونوں کو تیرے نبیؐ کے حوالے کر دیا ہے۔"

آنحضرتؐ نے فرمایا، اے اژدہے! تو کس قوم و جنس سے ہے؟

اُس نے عرض کی، حضور، میں آپؐ کی طرف قومِ اَجنّا کا ایک فرستادہ ہوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، کہاں کے رہنے والے جنّوں کی طرف سے تو یہاں مامور ہوا تھا۔

اُس نے عرض کی، حضور، نصیبین کے جنّوں کی جانب سے۔ بات یہ ہے بنی ملیح کے اَجنّا کتابِ خدا کی ایک آیت بھول گئے ہیں انھوں نے مجھے آپؐ کی خدمت میں وہ آیت دریافت کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ جب میں اِس مقام پر پہنچا تو مجھے از غیب ایک منادی نے ندا دی، اے اژدہے! یہ دونوں بچّے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرزند ہیں، تو ہر طرح کے آسیب و گزند سے اِن کی حفاظت کر۔

لہٰذا میں نے اِن کی حفاظت کی اور اِنھیں صحیح و سلامت آپؐ کے حوالے کیا۔

یہ کہکر اُس اژدہے نے آپؐ سے وہ آیت پوچھی اور واپس چلا گیا۔

نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حسنؑ کو اُٹھا کر اپنے داہنے کاندھے پر بٹھالیا اور حسینؑ کو بائیں کاندھے پر بٹھالیا۔ اُدھر سے حضرت علی علیہ السّلام بھی آپؐ کے پاس پہنچ گئے نیز کچھ اصحاب بھی آگئے اور اصحاب میں سے کسی نے عرض کی یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر

قربان، اپنے ایک نواسے کو مجھے دیدیجیے، تاکہ آپؐ کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔
آپؐ نے فرمایا، جاؤ، اللہ نے تمھاری بات سُنی اور اُسے تمھارا مقام معلوم ہے۔
پھر دوسرے صحابی نے بڑھ کر عرض کی: یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں، اِن میں سے ایک نواسے کو مجھے دیدیجیے۔ میں آپؐ کا بوجھ ہلکا کر دوں۔
آپؐ نے فرمایا، ہٹو، جاؤ اللہ نے تمھاری بات بھی سُنی اور اُس کو تمھارا بھی مقام معلوم ہے۔
پھر آنحضرتؐ سے حضرت علیؑ ملے اور عرض کی، یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، میرے ایک بچّے کو مجھے دیدیجیے، تاکہ میں آپؐ کا بار بٹاؤں۔
یہ سُن کر آنحضرتؐ امام حسنؑ کی طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا، اے حسنؑ! کیا تم اپنے والد کے کاندھے پر جانا چاہتے ہو؟
امام حسنؑ نے عرض کی نانا جان! بخدا مجھے آپؐ کا دوشِ مبارک اپنے والد کے کاندھے سے زیادہ پسند ہے۔
پھر آنحضرتؐ نے امام حسینؑ سے دریافت فرمایا، اے حسینؑ! کیا تم اپنے والد کے کاندھے پر جانا چاہتے ہو؟
امام حسینؑ نے عرض کی، نانا جان، بخدا مجھے اپنے والدِ بزرگوار کے کاندھے سے زیادہ آپؐ کا دوشِ اقدس پسند ہے۔
رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم دونوں کو اپنے دوشِ اقدس پر بٹھائے ہوئے فاطمہ زہراؑ کے گھر پہنچے۔ فاطمہ زہراؑ نے اِن دونوں کے لیے کچھ کھجوریں رکھ چھوڑی تھیں۔ اسے لاکر اِن دونوں کے سامنے رکھا۔ انھوں نے کھجوریں کھائیں، شکم سیر ہوئے اور خوش ہوگئے۔
پھر نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان دونوں سے فرمایا، اچھّا اب اُٹھو اور تم دونوں زور آزمائی کرو تاکہ میں دیکھوں کہ تم دونوں میں کون زیادہ طاقتور ہے۔
دونوں زور آزمائی کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اِسی اثناء، فاطمہ زہراؑ کسی کام سے چلی گئیں۔ جب واپس آئیں تو آنحضرتؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا، اے حسنؑ ہاں شاباش اور زور لگاؤ، حسینؑ کو پچھاڑ دو۔
جناب فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، بابا جان! بڑا تعجب ہے۔ آپؐ اِن کے مقابلے میں اُن کو اُبھار رہے ہیں۔ چھوٹے کے مقابلے میں بڑے کی ہمّت افزائی فرما رہے ہیں۔۔؟
آنحضرتؐ نے فرمایا، بیٹی! کیا تم اِس پر خوش نہیں ہو کہ میں حسنؑ کی ہمّت افزائی

کرتے ہوئے کہوں کہ ہاں شاباش حسینؑ کو پچھاڑ دو، جبکہ اُدھر میرے دوست جبرئیلؑ برابر یہ کہہ رہے ہیں کہ ہاں اے حسینؑ! شاباش، حسنؑ کو پچھاڑ دو۔

★ ابوہریرہ و ابنِ عبّاس و امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اِسی طرح کی روایت ہے۔ نیز خرکوشی نے اپنی کتاب شرف النبیؐ میں اِسی کے ہم معنی روایت ہارون الرّشید سے اور اُس نے اپنے آباء سے کی ہے۔ (امالی شیخ صدوقؒ)

۲۶ ــــ اے رسولؐ! حسنینؑ اور ان کے مُحِبّوں سے حُب رکھو، حکمِ خداوندی:

عبدالعزیز نے حضرت علی علیہ السّلام سے روایت کی ہے: آپؑ نے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ:

"یا علی لقد اذھلنی ھٰذان الغلامان یعنی الحسن والحسین اَن اُحبَّ بعدھما احدًا اِنَّ ربّی امرنی اَن اُحبَّھما وَاُحبَّ من یُّحبّھما۔"

یعنی: (اے علیؑ مجھے اِن دونوں فرزندوں یعنی حسنؑ وحسینؑ نے حیرت میں ڈال دیا ہے کہ اِن کے بعد کسی اور سے کیسے محبّت کروں۔ اور اللہ تعالےٰ نے بھی مجھے حکم دیا ہے کہ میں اِن دونوں سے محبّت کروں اور جو شخص اِن دونوں سے محبت کرے اُس سے بھی محبّت کروں۔) (کامل الزّیارت)

۲۷ ــــ رسولؐ کو حکم کہ حسنینؑ سے محبّت کرو (کامل الزّیارت)

عمران بن حصین سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ: "اے عمران بن حصین! دل میں ہر شے کے لیے کچھ جگہ ہوتی ہے مگر اِن دونوں فرزندوں یعنی حسنؑ وحسینؑ نے تو میرے دل میں کسی شے کے لیے بھی کوئی جگہ ہی نہیں چھوڑی۔"

میں نے عرض کی، یارسول اللہؐ! ساری ہی جگہ لے لی؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا، میں اکثر باتیں تم سے نہیں چھپاتا:

"اِنَّ اللہَ اَمَرَنِی بِحُبِّھِمَا" (اللہؑ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اِن دونوں سے محبّت کروں۔)

(۲۸) کامل الزّیارت ہی میں ابنِ ابی الخطّاب اور ابوذرؒ غفاری سے اِسی کے مثل روایت مرقوم ہے۔ (کامل الزّیارت)

(۲۹) حسنینؑ کے دوستداروں کی بخشش بشرطیکہ وہ ایمان سے خارج نہ ہوں

ربیعہ سعدی نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم، حسینؑ کے رُخساروں کے بوسے لے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ: "جو شخص

"من احبّ الحسن والحسین وذرّیتھما مخلصًا لم تلفح النّار وجہہ ولو کانت ذنوبہ بعدد رمل عالج الّا اَن یکون ذنبًا یخرجہ من الایمان"

یعنی: (جو شخص حسنؑ و حسینؑ اور اُن کی ذرّیّت سے خالص محبّت کرے گا، جہنّم کی آگ اُس کے چہرے کو ہرگز نہ جُھلسے گی خواہ اُس کے گناہ ریت کے ٹیلے کے برابر ہی کیوں نہ ہوں، سوائے اِس کے کہ اُس نے کوئی ایسا گناہ نہ کیا ہو جو اُسے ایمان سے خارج کردے۔) (کامل الزّیارت)

(۳۰) حسنینؑ سے محبّت کا حکم

عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سُنا، آپؐ فرما رہے تھے:

"من کان یحبّنی فلیُحبّ ابنیَّ ھٰذین فان اللہ امرنی یُحبّھما۔"

یعنی: (جو شخص مجھ سے محبّت کا دعویدار ہے اُس پر لازم ہے کہ میرے اِن دونوں فرزندوں سے محبّت کرے۔ اِس لیے کہ اللہؒ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اِن دونوں سے محبّت کروں۔)

(کامل الزّیارت)

(۳۱) عُروۃُ الوُثقیٰ سے مراد

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"من اراد ان یتمسک بعروۃ اللہ الوثقی التی قال اللہ عزوجل فی کتابہ فلیتوال علی ابن ابی طالب و الحسن والحسین فان اللہ تبارک وتعالیٰ یحبھما من فوق عرشہ۔"

یعنی: (جو شخص چاہتا ہے کہ اس مضبوط رسّی کو پکڑے جس کا ذکر اللہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے تو اُس پر لازم ہے کہ وہ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ اور حسنؑ و حسینؑ سے تولّی رکھے، اِس لیے کہ اللہ اپنے عرش پر اِن دونوں سے محبت کرتا ہے۔) (کامل الزیارت)

(۳۲) دشمنانِ حسنینؑ کو رسولؐ کی شفاعت نصیب نہ ہوگی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"من ابغض الحسن والحسین جاء یوم القیمۃ ولیس علیٰ وجھہ لحم ولم تنلہ شفاعتی۔"

یعنی: (جو شخص حسنؑ و حسینؑ سے بغض و دشمنی رکھے گا وہ قیامت کے دن اِس حال میں آئے گا کہ اُس کے چہرے پر گوشت نہ ہوگا اور میری شفاعت اُس کو نصیب نہ ہوگی۔)

(کامل الزیارت)

(۳۳) رسولؐ کے باغِ زندگی کے دو پھول

ابو بصیر سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "قرۃ عینی النساء و ریحانتی الحسن والحسین"

یعنی: (عورتیں میری خنکیٔ چشم ہیں اور حسنؑ و حسینؑ میرے دو پھول ہیں۔) (کامل الزیارت)

۳۴ ___ باغِ حیاتِ رسولؐ کے دو پھول

اصبغ نے زاذان سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ کو مقامِ رحبہ (بیرونِ کوفہ) فرماتے ہوئے میں نے سُنا کہ: "حسنؑ و حسینؑ رسولؐ کے دو پھول ہیں۔"
(کامل الزیارت)

۳۵ ___ حدیث "حُسینٌ مِنّیِ"

یعلی بن مُرّہ سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ:

"حسین منّی و انا من الحسین اَحبَّ اللہ من اَحبَّ حسیناً حسین سبط من الاسباط"

یعنی: (حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں، اللہ اُس کو دوست رکھے گا جو حسینؑ کو دوست رکھے، حسینؑ اسباط میں سے ایک سبط ہے۔)

(کامل الزیارت)

★ کتاب اعلام الورٰی اور کتاب الارشاد میں بھی سعید سے یہی روایت مرقوم ہے۔
(اعلام الورٰی ۔ الارشاد)

۳۶ ___ حسینؑ کا شمار اسباط میں ہے

سعید بن ابی راشد نے یعلی عامری سے روایت کی ہے۔ یعلی عامری کا بیان ہے کہ وہ رسول اللہؐ کے ساتھ دی گئی ایک دعوتِ طعام کے لیے نکلے تو میں نے دیکھا کہ حسینؑ بچوں میں کھیل رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سب سے آگے بڑھ گئے اور اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیے اور حسینؑ کبھی بھاگ کر اِدھر آتے اور کبھی دوڑ کر اُدھر جاتے اور آنحضرتؐ اُن کو ہنساتے رہے یہاں تک کہ آپؐ نے حسینؑ کو پکڑ لیا اور اپنا ایک ہاتھ اُن کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا، ایک ہاتھ اُن کی گردن کے نیچے رکھا، پھر اپنا منھ حسینؑ کے منھ پر رکھ دیا اور اُن کے بوسے لیے، پھر فرمایا: "حسین منّی و انا منه احبّ اللہ

من احبّ حُسیناً حسین سبط من الاسباط "

یعنی : (حسینؑ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں ' اللہ جلّ اُس شخص کو دوست رکھتا ہے جو حسینؑ کو دوست رکھتا ہے ۔ حسینؑ اسباط میں سے ایک سبط ہے)

(کامل الزّیارت)

۳۷ ___ پنجتن پاکؑ کی محبّت کا اجر

علی بن جعفرِ صادق نے اپنے بھائی امام موسیٰؑ بن امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے امام حسنؑ و امام حسینؑ کے ہاتھ پکڑے اور ارشاد فرمایا : " من احبّ ھٰذین الغلامین و اباھما و اُمّھما فھو معی فی درجتی یوم القیٰمۃ ۔ "

یعنی : (جو اِن دونوں بچّوں سے اِن دونوں کے باپ سے اور اِن کی ماں سے محبّت کرے گا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا ۔)

(کامل الزّیارت)

۳۸ ___ حسینؑ کیلئے حُلّہ جنّت کا آنا

ہمارے بعض اصحاب نے تحریر کیا ہے کہ ہشّام بن عروہ نے حضرت اُمِّ سلمہ سے روایت کی ہے ۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دیکھا کہ آپؐ اپنے فرزند حسینؑ کو ایک ایسا حُلّہ پہنا رہے ہیں جو دنیاوی حُلّہ نہیں ہے ۔ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ ! یہ حُلّہ کہاں سے آیا ہے ؟

آنحضرتؐ نے فرمایا ' یہ میرے رب نے حسینؑ کے لیے بطور تحفہ بھیجا ہے جس کا تانا بانا جبرئیلؑ کے بازوؤں کے رُوؤں سے تیار کیا گیا ہے ۔ اِسے حسینؑ کو پہنا کر آراستہ کر رہا ہوں ۔ آج یومِ زینت ہے اور میں حسینؑ سے محبّت کرتا ہوں ۔

(بحار الانوار)

۳۹ ___ زمانۂ حمل میں فاطمہ زہراؑ کی کیفیت

مقداد بن اسود کندی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ و امام حسینؑ گھر سے نکل گئے تھے تو نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اُن کو تلاش کرنے کے لیے چل دیے ۔

میں بھی آپؐ کے ساتھ تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک سانپ زمین پر پڑا ہوا ہے۔ جب اُس نے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے قدموں کی چاپ محسوس کی تو کھڑا ہوگیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ کھجور کے درخت سے بھی اونچا اور اونٹ سے بھی زیادہ جسیم تھا اور اُس کے منھ سے شعلے نکل رہے تھے۔ یہ دیکھ کر میں خوفزدہ ہوا۔ مگر جب اُس نے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو دیکھا تو بالکل دھاگے کے مانند ہوگیا۔ پس آنحضرتؐ میری طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا:

اے بھائی کندی! تمھیں معلوم ہے یہ کیا کہتا ہے؟

میں نے عرض کی، اللہؑ اور اُس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا، یہ سانپ کہتا ہے کہ اُس خداؑ کا شکر ہے کہ جس نے مجھے اب تک زندہ رکھا، تاآنکہ میں فرزندانِ رسولؐ کا نگہبان بن گیا۔

یہ کہہ کر وہ سانپ ریت کی وادی میں چلا گیا۔ پھر میں نے وہاں ایک درخت دیکھا، درآنحالیکہ اس سے قبل وہاں کوئی درخت تھا ہی نہیں، اور اُس دن کے بعد بھی جب ایک مرتبہ میں وہاں گیا تو میں نے کوئی درخت نہیں دیکھا۔

وہ درخت اپنے پتّوں سے ان دونوں (حسنؑ وحسینؑ) پر سایہ کیے ہوئے تھا نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ان دونوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ پہلے آپؐ نے حسینؑ کا سر اُٹھا کر اپنے داہنے زانو پر رکھا، پھر حسنؑ کا سر اُٹھا کر اپنے بائیں زانو پر رکھا۔ اِس کے بعد آپؐ نے اپنی زبانِ مبارک حسینؑ کے دہن میں ڈال دی، حسینؑ بیدار ہوگئے اور اے بابا، کہہ کر پھر سو گئے۔ پھر حسنؑ بیدار ہوگئے اور اے بابا کہہ کر وہ بھی سو گئے۔

میں نے عرض کی، ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے حسینؑ ہی بڑے ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، مومنین کے دلوں میں حسینؑ کی پوشیدہ معرفت ہے اور اگر تمھیں معلوم کرنا ہو تو جاکر اس کی ماں سے اس کے متعلق پوچھ لو۔

الغرض، جب یہ دونوں نیند سے بیدار ہوگئے تو آنحضرتؐ نے ان دونوں کو اپنے کاندھوں پر بٹھایا۔ پھر میں وہاں سے جنابِ فاطمہ زہراؑ کے درِ دولت پر آکر کھڑا ہوگیا، تو اندر سے حمامہ کنیز نکلی اور بولی اے کندی بھائی!

میں نے (اُس کی بات کاٹ کر) کہا، تمھیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں دروازے پر کھڑا ہوں؟

اُس نے کہا، میری شہزادی ومالکہ نے مجھ سے فرمایا کہ دروازے پر ایک مرد کندی کھڑا ہے اور وہ میرے قرّۃ العین حسینؑ کی منزلت ومقام معلوم کرنا چاہتا ہے۔

یہ سُن کر مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ پھر میں دروازے کی طرف پشت کرکے کھڑا ہوگیا جس طرح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب حضرت اُمِ سلمہؓ کے گھر ہوتے اور میں وہاں جاتا تو دروازے کی طرف پشت کر کے کھڑا ہوتا تھا۔

میں نے حضرت فاطمہ زہراؑ سے پوچھا، یہ بتائیے کہ حسینؑ کی کیا منزلت ہے؟ ان مخدومہ نے فرمایا، سنو! جب میرا بیٹا حسنؑ تولّد ہوا تو میرے بابا ایک دن میرے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا، بیٹی! میں تمھاری پیشانی میں ایسی ضو اور ایسا نور دیکھ رہا ہوں کہ جس کا مطلب یہ ہے کہ تم سے کوئی ایسا بچہ تولّد ہوگا جو اِس مخلوق کے لیے حجت ہوگا۔

پھر جب حسینؑ کے حمل کو ایک ماہ ہو گیا تو میں نے اپنے جسم میں حرارت محسوس کی اور اس کا ذکر اپنے پدرِ بزرگوار سے کیا۔ آپؐ نے ایک کوزے میں پانی منگوا کر اُس پر کچھ دَم کیا اور اپنا لعابِ دہن ملا کر مجھے دیا اور فرمایا، لو بیٹی اس کو پی لو۔ میں نے اُسے پیا، تو وہ کیفیت جاتی رہی جو میں اپنے جسم میں محسوس کر رہی تھی۔ جب حمل کو چالیس دن ہو گئے تو میں نے محسوس کیا کہ جیسے میری پشت کے اوپر جلد اور لباس کے درمیان کوئی چیونٹی چل رہی ہے اور اسی طرح دوسرا مہینہ بھی تمام ہو گیا تو میں نے اس میں پھڑک اور حرکت محسوس کی اور بخدا اس میں ایسی حرکت تھی کہ جس کی وجہ سے میرا کھانا پینا چھوٹ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا کہ جیسے میں دودھ پیے ہوئے ہوں۔ اور اسی حالت میں تیسرا مہینہ بھی گذر گیا اور میں اپنے گھر میں خیر و برکت کی فراوانی محسوس کرنے لگی۔ جب چوتھا مہینہ شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے میری گھبراہٹ اور پریشانی کو دور کر دیا۔ اور میں نے مسجد میں سکونت اختیار کر لی۔ وہاں سے بغیر ضرورت باہر نہیں آتی تھی۔ اب میں کبھی ہلکا پن اور کبھی بھاری پن محسوس کرتی بظاہر بھی اور بباطن بھی، یہانتک کہ اسی حال میں پانچواں مہینہ بھی پورا ہو گیا۔ جب چھٹا مہینہ آیا تو اب تاریک سے تاریک رات میں بھی چراغ کی ضرورت نہیں ہوتی تھی اور جب اپنے مُصلّے پر تنہائی میں ہوتی تو اپنے اندر تسبیح و تقدیس کی آوازیں سُنتی۔ جب چھ ماہ سے نو دن اور زیادہ ہو گئے تو میں نے قوّت محسوس کی، اِس کا ذکر میں نے حضرت اُمِ سلمہؓ سے کیا۔ اللہ نے اُن کے ذریعے ڈھارس بندھائی۔ جب دس دن زائد ہوئے تو میری آنکھوں پر نیند کا غلبہ ہوا اور اسی عالم میں ایک آنے والے نے آکر اپنے بازوؤں کو میری پشت سے مسح کیا۔ میں اُٹھی اور وضو کر کے دو رکعت نماز بجا لائی۔ اس کے بعد پھر میری آنکھوں پر نیند غالب آئی، اور خواب میں ایک آنے والے نے جو سفید لباس میں ملبوس تھا میرے سرہانے آکر قیام کیا۔ اُس نے میرے چہرے اور میری پُشت پر کچھ دم کیا۔ میں چونک کر اُٹھ بیٹھی، مجھے کچھ ڈر محسوس ہوا۔ میں نے پھر وضو کیا اور چار رکعت نماز

پڑھی۔ اِس کے بعد پھر میری آنکھوں پر نیند کا غلبہ ہوا اور خواب میں ایک آنے والا میرے پاس آیا، اُس نے مجھے اُٹھا کر بٹھا دیا اور حفاظت کا تعویذ باندھا۔

اب جب صبح ہوئی تو وہ دن حضرت اُمِّ سلمہ کی باری کا تھا میں نے اپنی کنیز حاملہ کا لباس پہنا اور حضرت اُمِّ سلمہ کے گھر آئی۔ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھے دیکھا تو آپؐ کے چہرۂ اقدس پر خوشی اور مسرّت کے آثار نظر آئے۔ آپؐ کو مسرور دیکھ کر میری ساری اُلجھنیں اور پریشانیاں دور ہوگئیں اور میں نے شب کا سارا واقعہ آپؐ سے بیان کیا۔

آپؐ نے فرمایا بیٹی! مبارک ہو۔ پہلے آنے والے میرے دوست عزرائیلؑ تھے جو عورتوں کے ارحام پر مقرّر ہیں۔ دوسرے آنے والے میرے دوست میکائیلؑ ہیں جو میرے اہلِ بیتؑ کے ارحام پر مؤکّل ہیں۔ کیا اُنھوں نے تمھارے اوپر کچھ پڑھ کر دم کیا تھا؟

میں نے عرض کی، جی ہاں۔

یہ سُن کر آنحضرتؐ گریہ فرمانے لگے اور مجھے گلے سے لگا لیا، پھر فرمایا اور تیسرے آنے والے میرے حبیب جبرئیلؑ ہیں جنھیں اللہؐ نے تمھارے فرزند کا خادم بنایا ہے۔

پھر میں واپس آئی اور اِس طرح پورا سال گذر گیا۔

(الخرائج والجرائح)

(۴۰) ایک دیّوث کیلئے امام حسینؑ کی بددُعا

یعقوب بن جعفر بن ابراہیم جعفری نے ابو ابراہیم سے روایت کی ہے کہ:

ایک مرتبہ حضرت امام حسنؑ و حضرت امام حسینؑ قضائے حاجت کے لیے گھر سے نکلے اور کھجور کے ایک درخت کے پاس پہنچے، وہاں ایک گوشے میں دونوں ایک دوسرے کی طرف پُشت کر کے بیٹھ گئے۔ اللہؐ نے ان دونوں کے درمیان پردے کی ایک دیوار حائل کردی اور جب دونوں رفع حاجت کر چکے تو دیوار بھی اپنی جگہ سے مفقود ہوگئی اور وہاں ایک چشمۂ آب پھوٹ نکلا۔ ان دونوں نے طہارت کی اور پھر وضو کیا، بعدہٗ وہاں سے واپس ہوگئے۔ راستے میں انھیں ایک شخص فظ غلیظ ملا۔ وہ شخص کہنے لگا، تم لوگ اپنے دشمنوں سے نہیں ڈرتے، کہاں سے آرہے ہو؟

اُنھوں نے فرمایا، ہم قضائے حاجت کے لیے گئے تھے اور رفع حاجت کے بعد واپس آرہے ہیں۔

مگر اُس نے باور نہ کیا اور انھیں مارنے کے ارادے سے آگے بڑھا۔ اتنے میں کسی

کی آواز سنائی دی کہ اے شیطان! تو رسولؐ کے فرزندوں کو مارنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تو نے کل ان کی ماں کو ضرب لگائی اور انھیں زخمی کیا، دینِ خدا میں بدعت کی اور راہِ راست سے بھٹک گیا۔

اِس آواز کو سن کر حسینؑ بھی اُس پر برہم ہوئے۔ اُس نے حسینؑ پر حملہ کرنے کے لیے جیسے ہی اپنا دستِ نجس بڑھایا تو اُس کا ہاتھ اُس کے کاندھے سے بے حس ہوگیا۔ پھر اُس نے اپنے دوسرے ہاتھ سے بے ادبی کرنے کا ارادہ کیا، مگر اُس کا وہ ہاتھ بھی بے حس ہوگیا۔ اب وہ مجبور ہو کر لجاجت کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میں تمھیں تمھارے بابا اور جد کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرے لیے دعا کریں تاکہ میرے ہاتھ اپنی اصلی حالت پر پلٹ آئیں۔

امام حسینؑ نے دعا کی کہ پروردگارا! اس کے ہاتھ درست فرمادے۔ شاید اِس سے عبرت حاصل کرے۔ اور یہ اِس کے لیے حجت ثابت ہو۔

اللہ نے اُس کے ہاتھ درست کردیے۔

اب وہ دونوں آگے بڑھے تو یہ شخص بھی ان حضرات کے آگے آگے چلنے لگا اور حضرت علی علیہ السلام سے آکر جھگڑنے لگا کہ تم نے اِنھیں جاسوسی کے لیے کہاں بھیجا تھا۔ (یہ واقعہ سقیفہ سے چند ہی روز بعد رونما ہوا۔)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ تو قضائے حاجت کے لیے گئے ہوئے تھے مگر وہ نہ مانا اور اس نے حضرت علی علیہ السلام کی رِدا اِس زور سے کھینچی کہ وہ پھٹ گئی۔

یہ دیکھتے ہی امام حسینؑ نے اُس شخص سے کہا، جا، اللہ تجھے دنیا سے اُس وقت تک نہ اُٹھائے گا جبتک تو اپنی بیوی اور بیٹی کی دیوثی نہ کرے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور اُس شخص نے اپنی بیٹی ایک مردِ عراقی کو پیش کردی۔

الغرض، جب امام حسنؑ و امام حسینؑ اپنے بیت الشرف واپس آئے تو امام حسینؑ نے اپنے بھائی امام حسنؑ سے کہا، میں نے اپنے جد کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ:

"تم دونوں کی مثال حضرت یونسؑ کی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اُن کو بطن ماہی سے نکال کر زمین پر ڈال دیا۔ اُن کے لیے خربوزے کا درخت (بیل) اُگا کر ایک چشمۂ آب جاری کردیا۔ وہ خربوزہ کھاتے اور چشمے کا پانی پیتے تھے۔" تو میرے جد نے فرمایا کہ چشمہ تمھارے لیے بھی جاری ہوگا، مگر خربوزہ کی تمھیں ضرورت درپیش نہ آئے گی۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونسؑ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

"وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۚ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۭ" (سورۃ الصافات آیت ۱۴۷)

ترجمہ: (اور ہم نے اُن کو ایک لاکھ یا اُس سے کچھ زائد لوگوں کی طرف (پیغمبر بناکر) بھیجا۔ پس وہ لوگ اُن پر ایمان لے آئے تو ہم نے اُنھیں سامانِ زیست ایک وقتِ معیّن تک کے لیے مہیّا کیا۔)

خربوزے کی تو واقعًا ہمیں کوئی ضرورت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ چشمے کی ہمیں ضرورت ہے۔ اِس لیے اُس نے ہمارے لیے چشمہ جاری کر دیا۔ اور آئندہ ہم ایک لاکھ سے بھی زیادہ لوگوں کی ہدایت کے لیے مقرر رہیں گے مگر وہ لوگ ایمان نہ لائیں گے اور ایک وقتِ معیّن تک نفع حاصل کرتے رہیں گے۔

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا، ہاں میں نے بھی اپنے جد سے ایسا ہی سُنا ہے (الخرائج والجرائح)

(۴۱) حسنینؑ شبیہ رسولؐ تھے

کتاب الارشاد میں مرقوم ہے کہ امام حسن بن علیؑ علیہ السّلام اپنے سینے سے لیکر سر تک نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مشابہ تھے اور حضرت امام حسین بن علی علیہ السّلام سینے سے لیکر پاؤں تک نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مشابہ تھے۔ اور تمام اہلِ خاندان میں یہ دونوں رسولؐ کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔ (کتاب الارشاد)

(۴۲) حسنینؑ سے محبّت و عداوت رکھنا خدا و رسولؐ سے محبّت و عداوت رکھنا ہے

زادان نے سلمانؓ سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو امام حسن و امام حسین علیہما السّلام کے متعلق فرماتے ہوئے سُنا ہے

"پروردگارا! میں اِن دونوں سے محبّت کرتا ہوں تو بھی اِن دونوں سے محبت کر، اور اُس سے بھی محبّت کر جو اِن دونوں سے محبّت کرتا ہے۔"

"نیز فرمایا جو حسنؑ و حسینؑ سے محبّت کرتا ہے میں اُس سے محبّت کرتا ہوں اور

جس سے میں محبت کرتا ہوں اُس سے اللہ محبّت کرتا ہے اور جس سے اللہ محبّت کرتا ہے اُسے وہ جنّت میں داخل کردے گا۔ اور جو حسنؑ و حسینؑ سے دشمنی رکھتا ہے میں اُس سے دشمنی رکھتا ہوں اور جس سے میں دشمنی رکھتا ہوں اُس سے اللہ دشمنی رکھتا ہے۔ جس سے اللہ دشمنی رکھتا ہے، اُسے وہ جہنّم میں ڈال دے گا۔"
اور یہ فرمایا کہ "یہ دونوں میری زندگانی دنیا کے دو پھول ہیں۔"

(کتاب الارشاد)

(۴۳) ــــ رسولؐ سجدے میں حسنینؑ آپؐ کی پشت پر

ابنِ مسعود سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نماز پڑھ رہے تھے کہ حسنؑ و حسینؑ آگئے اور دونوں آپؐ کی پشتِ مبارک پر بیٹھ گئے۔ جب آپؐ نے سجدے سے سرِ اقدس اُٹھایا تو دونوں کو آہستہ سے اُتار دیا اور جب آنحضرتؐ دوبارہ سجدے میں گئے تو وہ دونوں پھر آپؐ کی پشتِ مبارک پر بیٹھ گئے۔ جب آپؐ نماز سے فارغ ہو گئے تو دونوں کو اپنے داہنے اور بائیں زانوؤں پر بٹھا کر ارشاد فرمایا:
"جو مجھ سے محبّت کرتا ہے اُس پر لازم ہے کہ اِن دونوں سے محبت کرے۔"
اور یہ دونوں مباہلہ کے موقع پر اللہ کے نبیؐ کے لیے اللہ کی حجّت تھے۔ اور اپنے پدرِ بزرگوار کے بعد دینی اُمور میں اُمّت پر اللہ کی حجّت اور اللہ کے احسان تھے۔

(کتاب الارشاد)

(۴۴) ــــ جنّت کو حسنین علیہما السّلام پر ناز ہے

ابی عوانہ نے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ حسنؑ و حسینؑ عرش کے گوشوارے ہیں۔
جنّت نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی، پروردگارا! میرے اندر تو تُو نے کمزوروں اور مسکینوں کو لاکر آباد کر دیا ہے۔
اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا، کیا تُو اِس پر خوش نہیں ہے کہ میں نے تیرے ارکان کو حسنؑ و حسینؑ سے زینت دی ہے۔
یہ سُن کر وہ دلہنوں کی طرح ناز و انداز سے چلنے لگی۔

(کتاب الارشاد)

(۴۵) ___ حسنینؑ کی آپس میں زور آزمائی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ و امام حسینؑ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے زور آزمائی کرنے لگے:

آنحضرتؐ نے فرمایا، اے حسنؑ! شاباش حسینؑ کو لیلو۔

جناب فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، بابا جان، آپؐ تو بڑے بیٹے کو چھوٹے کے مقابلے میں اُبھار رہے ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، اور یہ جبرئیلؑ بھی تو یہاں موجود ہیں جو حسینؑ کی طرفداری میں کہہ رہے ہیں کہ ہاں، اے حسینؑ! شاباش حسنؑ کو لیلو (یعنی حسنؑ کو پکڑ کر پچھاڑ دو)۔

(کتاب الارشاد۔ اعلام الوریٰ)

(۴۶) ___ پاپیادہ سفرِ حج

ابراہیم رافعی نے اپنے باپ سے اور اُنھوں نے اُن کے جد سے روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ دونوں پاپیادہ حج کے لیے روانہ ہوئے اور آپؑ دونوں جس سواری کی طرف سے ہو کر گذرتے وہ اپنی سواری سے اُتر کر پاپیادہ ہو جاتا۔ بعض لوگوں کو یہ گراں گذرا۔ اُنھوں نے سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ پاپیادہ چلنا ہم لوگوں کے لیے بہت گراں ہے اور ہم یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ یہ دونوں شہزادے پاپیادہ چلیں اور ہم سواری پر ہوں۔

سعد بن ابی وقاص نے آگے بڑھ کر عرض کی، اے ابو محمدؑ! آپؑ کے ہمراہ جو لوگ چل رہے ہیں اُن میں سے بعض پر اس طرح پیدل چلنا بہت گراں ہے۔ اور لوگ جب آپؑ حضرات کو پاپیادہ چلتے ہوئے دیکھتے ہیں تو انھیں اچھا نہیں لگتا کہ وہ تو سواری پر چلیں اور آپؑ پیدل سفر کریں۔ لہٰذا ہماری یہ گذارش ہے کہ آپؑ حضرات بھی سواری پر تشریف رکھیں۔

امام حسنؑ نے ارشاد فرمایا، نہیں، ہم سواری پر نہیں بیٹھیں گے کیونکہ ہم نے نذر کرلی ہے کہ ہم بیت اللہ الحرام تک پاپیادہ ہی جائیں گے۔ البتہ ہم اپنا راستہ تبدیل کیے دیتے ہیں۔

یہ فرما کر آپؑ حضرات نے اپنا راستہ تبدیل کر دیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب۔ کتاب الارشاد)

(۴۷) حسنینؑ کیلئے رسولؐ کی تین دُعائیں

جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ایک مرتبہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا، سنو! "میں نے اپنے اِن دونوں فرزندوں کو بچپن میں پالا اور بڑے ہوئے تو اُن کے لیے دعائیں کرتا رہا، میں نے اِن دونوں کے لیے تین اُمور کے لیے دُعا کی۔ اللہؒ نے دو دُعائیں تو قبول فرمالیں لیکن ایک دُعا کے لیے منع فرمادیا۔ میں نے دُعا کی کہ: پروردگارا!

"اَنْ یَّجعلهما طاهرین مطهّرین زکیّین"

(اِن دونوں کو طاہر و مطہّر اور پاک وصاف رکھنا۔)

اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمالی۔ اور دوسری دُعا یہ تھی کہ: پروردگارا!

"اَنْ یّقیهما و ذرّیتهما و شیعتهما النّار"

(اِن دونوں کو اور اِن دونوں کی ذرّیّت کو اور اِن دونوں کے شیعوں کو جہنّم سے بچانا۔)

اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا بھی قبول فرمالی۔ تیسری دعا میں نے یہ کی کہ پروردگارا!

"اَنْ یّجمع الاُمّة علیٰ مُحبّتهما۔"

(اِن دونوں کی محبّت پر میری اُمّت کو جمع کر دینا۔)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمدؐ! میں اِس کے متعلّق فیصلہ کرچکا ہوں اور ایک بات مقدّر کرچکا ہوں، اور وہ یہ کہ تمھاری اُمّت کا ایک گروہ وہی پورا کر دکھائے گا جو یہود ونصاریٰ اور مجوس میں ہوا ہے وہ لوگ تمھاری اولاد کے متعلّق تمھارے عہد سے بے وفائی اور بدعہدی کریں گے۔ مگر میں نے بھی یہ طے کرلیا ہے کہ جو بھی ایسا کرے گا وہ میرے فضل وکرم سے دور رہے گا۔ میں اس کو اپنی جنّت میں سکونت نہ دوں گا۔ اور قیامت کے دن اُس پر میری نظرِ رحمت نہ ہوگی۔

(مجالسِ مفیدؒ)

(۴۸) رسول اللہؐ کی طرح حسنینؑ کی اطاعت لازم ہے

کتاب مناقب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ" (سورۃ الطور آیت ۲۱)

یعنی: (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اُن کی ذرّیت نے ایمان میں اُن کا اتباع کیا ۔)
تو حسنؑ و حسینؑ سے بڑھ کر کسی اور کا اتباع نہیں ہے ۔

اِس کے بعد ارشادِ الٰہی ہے کہ :

" اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ " (سورۃ الطور آیت ۲۱)

یعنی : (ہم نے اُن کی ذرّیت کو اُن سے مِلا دیا ۔)

تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے ساتھ ان کی ذرّیت کو رسولؐ سے ملحق فرمادیا ۔ اور اس امر کی گواہ قرآن مجید کی یہی آیتیں ہیں ۔ لہٰذا ، جس طرح نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو نبوّت کا حق حاصل ہے اسی طرح ان کو امامت کا حق حاصل ہے اور ان کی اطاعت بھی واجب ہے ۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ حاملینِ عرش کے متعلق ارشاد فرماتا ہے :

" اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ○ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ۙ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ

(سورۃ المومن آیت ۷، ۸، ۹)

یعنی : (وہ (فرشتے) جو عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو اُس کے اطراف وجوانب ہیں اپنے پروردگار کی حمد کی تسبیح کرتے ہیں اور اُس پر ایمان رکھتے ہیں مومنوں کے لیے بخشش کی دعا مانگتے ہیں (یہ کہتے ہوئے کہ) پروردگارا ! تیری رحمت اور علم ہر شے پر محیط ہے ۔ پس جنھوں نے توبہ کی اور تیرے راستے کی پیروی کی اُنھیں بخش دے اور اُنھیں عذابِ جہنّم سے بچالے ۔ اے ہمارے رب اُنھیں سدابہار باغوں میں داخل فرما جس کا تو نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے ۔ اور جو اُن کے آبا میں سے اور اُن کی بیویوں (ازواج) میں سے اور اُن کی ذرّیت میں سے نیک ہوں ، (اُن کو بھی بخش دے) بیشک تو ہی زبردست حکمت والا ہے ۔ اور اُنھیں بُرائیوں سے محفوظ فرما ۔)

نیز اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے :

” وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ “ (سورۃ الفرقان آیت ۷۴)

یعنی : (اور وہ جو کہتے ہیں (دعا کرتے ہیں) کہ اے ہمارے پروردگار عطا فرما ہمارے لیے ہماری ازواج اور ہماری ذرّیت میں سے آنکھوں کی ٹھنڈک)

ان الفاظ میں یہ دعا مانگنے کا سب سے زیادہ حق آنحضرتؐ اور اُن کی ذرّیت کے سِوا کسی کو نہیں ہے۔ لہٰذا اُن کے لیے امامت لازمی ہے۔

- امام حسنؑ و امام حسینؑ کی امامت کی دلیل وہ روایت بھی ہے جو دو مختلف طریقوں سے اور دو مختلف گروہوں نے بارہ اماموں کی امامت کے متعلق نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے کی ہے۔ اور جب یہ روایت ثابت ہے تو جو بھی بارہ اماموں کی امامت کا قائل ہوگا اس کو لازماً ان دونوں کی امامت کا قائل ہونا پڑے گا۔
- ان کی امامت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں سب تسلیم کرتے ہیں کہ ان دونوں نے لوگوں کو اپنی امامت کے قائل ہونے کی دعوت دی اس لیے یہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو یہ دونوں اپنی طرف دعوتِ امامت دینے میں حق پر تھے، یا باطل پر۔

اگر حق پر تھے تو پھر بحث ہی ختم ہو جاتی ہے اور ان دونوں حضرات کی امامت ثابت ہو جاتی ہے۔ اور اگر باطل پر تھے تو اس کے لیے لازم ہے کہ (معاذاللہ) انھیں فاسق و گمراہ کہا جائے۔ لیکن کوئی بھی مردِ مسلمان اِن دونوں حضرات کو فاسق و گمراہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ دونوں دعوائے امامت کرنے میں حق پر تھے اور اس طرح ان دونوں حضرات کی امامت ثابت ہے۔

- ایک اور دلیل ان دونوں حضرات کی امامت کی یہ بھی ہے کہ امام کے طریقۂ تقرّر کو دیکھا جائے۔ وہ یا تو نص ہے یا وصف ہے یا انتخاب ہے۔ اور یہ تینوں باتیں امام حسنؑ و امام حسینؑ کو حاصل ہیں۔ لہٰذا اِن دونوں حضرات کی امامت کا قائل ہونا واجب ہے۔
- ان دونوں حضرات کی امامت پر اس طرح بھی استدلال ممکن ہے کہ یہ دونوں

حضرات اُٹھے اور انھوں نے دعوائے امامت کیا اور ان کے مقابلے پر اس زمانے میں معاویہؒ اور یزیدؒ کے علاوہ کسی اور نے دعویٰ نہیں کیا اور ان کا فسق بلکہ کفر تک ثابت ہے۔ لہٰذا لازم ہے کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کو امام تسلیم کرلیا جائے۔

- نیز اجماعِ اہلِ بیت علیہم السّلام سے بھی اِن دونوں حضرات کی امامت پر استدلال ممکن ہے۔ اِس لیے کہ ان دونوں کی امامت پر تمام اہلِ بیت کا اجماع ہے اور ان کا اجماع حجّت ہے۔
- پھر ایک مشہور حدیث بھی اِن دونوں حضرات کی امامت کی دلیل ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"ابنای ھٰذان امامان قاما او قعدا"

یعنی: (یہ میرے دونوں فرزند امام ہیں خواہ کھڑے ہوں خواہ بیٹھے رہیں)

یعنی آنحضرتؐ کے قول کے مطابق خواہ وہ اس کے لیے جہاد کریں یا بیٹھے رہیں دعوائے امامت کریں یا نہ کریں، بہرحال وہ امام ہیں اور رہیں گے۔

- پھر ان دونوں کا صاحبِ عصمت ہونا، منصوص ہونا اور افضلِ خلق ہونا بھی ان کی امامت کی دلیل ہے۔ نیز خلافت ہمیشہ سے اولادِ انبیاء ہی میں رہی ہے۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سوائے ان دونوں شہزادوں کے کوئی بھی اولاد باقی نہ تھی۔
- ان دونوں حضرات کی امامت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل رسولؐ کا ان دونوں صاحبزادوں کے لیے بیعت لینا ہے اور ان دونوں کے سوا کمسنی میں کبھی کسی کے لیے بیعت نہیں لی گئی۔
- نزولِ سورۂ دھر کے وقت یہ دونوں عالمِ طفولیت میں تھے مگر قرآنِ مجید وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ اور جَزَاهُم بِمَا صَبَرُوا کہہ کر ان کے عمل کو بھی لائقِ ثواب و جزا سمجھتا ہے۔ اور ان کے والدین کے ساتھ ان سے بھی جنّت کا وعدہ کرتا ہے۔
- نیز اِن دونوں کا مباہلے میں (باوجود کمسنی) شریک کیا جانا۔ ابنِ علّان معتزلی کہتے ہیں کہ مباہلے میں ان کی شرکت، اِس امر کی دلیل ہے کہ (باوجود کمسنی) یہ شہزادے مکلّف تھے اس لیے کہ مباہلہ صرف بالغ لوگوں کے ساتھ جائز ہے۔

ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ حدِ بلوغ سے سن کا کم ہونا کمالِ عقل کے منافی نہیں بلکہ عقل و فہم کے بلوغ پر تکالیفِ شرعیہ عائد ہو جاتی ہیں اور یہ کمالِ عقل اِن دونوں شہزادوں میں مافوق العادت اور خصوصی چیز تھی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ باوجود کمسنی یہ دونوں مباہلے میں رسولؐ کے لیے حجّتِ الٰہی تھے۔ اگر یہ دونوں امام نہ ہوتے تو اللہ تعالےٰ اِن کی صغر سنی کی بنا پر انھیں اپنے دشمنوں کے مقابلے پر ہرگز بطورِ حجّت پیش نہ کرتا اور نہ آیت میں ان کی قبولیتِ دُعا، کا وعدہ فرماتا۔

نیز، اگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اِن دونوں کے متبادل اور لوگ ملتے تو رسولؐ ان دونوں کے بجائے اُنھیں لے جاتے یا ان لوگوں کے ساتھ انھیں بھی لے لیتے۔ مگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اِن حضرات پر اعتماد کر کے اِن کے فضل و شرف کو اور دوسروں کے نقص کو واضح کر دیا۔

اور اللہ تعالےٰ نے آیت میں اَنْفُسَنَا پر اَبْنَآءَنَا کے ذکر کو مقدّم کیا تاکہ اِس سے اِن دونوں کا تقرّبِ منزلت ظاہر ہو۔ اور یہ اعلان ہو جائے کہ یہ اَنْفُسَنَا پر بھی مقدّم ہیں۔ اور یہ اس امر کی دلیل اور سب سے قوی دلیل ہے کہ یہ حضرات اللہ کی مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔

واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے توحید و عدل کے متعلّق ارشاد فرمایا ہے:

" قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ " (سورۂ آلِ عمران آیت ۶۴)

یعنی: (کہدو (اے رسولؐ!) اے اہلِ کتاب! آؤ اس ایک بات پر (تعاون کرلیں) جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں ہے۔)

اور نبوّت و امامت کے متعلّق فرمایا ہے:

" فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَکُمْ "

(سورۂ آلِ عمران آیت ۶۱)

یعنی: (پس کہدو (اے رسولؐ) آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بُلالیں اور تم اپنے بیٹوں کو بُلالو۔)

اور شرعی مسائل کے متعلّق فرمایا ہے:

" قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمْ " (سورۃ الانعام آیت ۱۵۲)

یعنی: (کہدو، (اے رسولؐ!) آؤ میں پڑھ کر سُنادوں جن (چیزوں) کو تمھارے رب نے تم پر حرام قرار دیا ہے۔)

تمام مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اَبْنَآءَنَا سے مراد حسنؑ وحسینؑ ہیں ۔ اور ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ یہ دونوں ابنائے رسولؐ ہیں اور لڑکی کا فرزند بھی درحقیقت اپنا فرزند ہوتا ہے ۔

• ابو صالح کا بیان ہے کہ اللہ تعالٰے کے اس قول کے متعلق :

" قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ط "

(سورۃ النمل آیت ۵۹)

یعنی : (کہدو (اے رسولؐ !) تمام تعریف اللہؐ کے لیے ہے اور سلام ہو اس کے ان بندوں پر جنھیں اس نے منتخب کیا ۔)

ابن عباسؓ نے کہا کہ اس سے مراد اہلِ بیتؑ رسولؐ یعنی علیؑ ابن ابی طالبؑ و فاطمہ زہرا و حسنؑ وحسینؑ اور قیامت تک ان کی اولادیں ہیں ۔ یہی اللہؐ کے منتخب بندے ہیں ۔

• ابو نعیم فضل بن دکین نے اپنے اسناد کے ساتھ سعید بن جبیر سے روایت کی ہے ۔ انھوں نے مندرجہ ذیل آیت :

" وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا .... الخ (سورۃ الفرقان آیت ۷۴)

یعنی : (اور وہ جو کہتے ہیں کہ ہمارے پروردگار ! ہمارے لیے ہماری ازواج اور ہماری ذرّیت کو ..... الخ)

کے متعلق کہا ہے کہ خدا کی قسم یہ آیت بالخصوص امیرالمومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کے لیے نازل ہوئی ہے ۔ چنانچہ امیرالمومنینؑ اپنی اکثر دعاؤں میں یہ آیت تلاوت کیا کرتے تھے

" رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا (یعنی فاطمہؑ) وَذُرِّيّٰتِنَا (یعنی حسنؑ وحسینؑ) قُرَّةَ اَعْيُنٍ "

امیرالمومنینؑ اپنی اس دُعاء کے متعلق خود ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میری اس دُعاء کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ تعالٰے مجھے کوئی خوبصورت بچّہ عطا فرمائے ، اور نہ میرا یہ مطلب ہے کہ وہ مجھے کوئی دراز قد فرزند عطا فرمائے ، بلکہ میں نے اپنے لیے ایسی اولاد کی دُعاء کی ہے جو اللہؐ کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے ، تاکہ جب میں انھیں دیکھوں کہ وہ اللہؐ کی اطاعت کر رہے ہیں تو میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں ۔

اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا ہے : " وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ٥ "

یعنی : (اور ہمیں متقیوں کا امام بنا دے ۔)

اس آیت کے متعلق حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ہم اپنے ماقبل متقیوں کی اقتدا کرتے ہیں، لہٰذا ہم میں سے جو متقی ہیں ہمارے بعد اُن کی اقتدا کی جائے گی۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا" (سورۃ الفرقان آیت ۷۵)

یعنی: (یہ وہی تو ہیں جنھیں جزا میں (جنّت کے) بالاخانے عطا کیے جائیں گے۔ بسبب اس صبر کے جو اُنھوں نے کیا۔)

اِس سے مراد علیؑ ابنِ ابی طالبؑ، حسنؑ وحسینؑ اور فاطمہؑ ہیں۔

"وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝"

یعنی: (اور وہاں اُنھیں ہدیۂ تہنیت اور سلام پیش کیا جائے گا وہ اس (جنّت) میں ہمیشہ رہیں گے جو عمدہ ٹھکانہ اور (بہترین) مقام ہے۔)

- اور روایت کی گئی ہے کہ: "وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ"

یعنی: (قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی) (سورۃ التین آیت ۱)

بھی انھیں حضرات کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آیت:

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ ...."

(سورۃ الحدید آیت ۲۸)

یعنی:

(اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اللہ سے ڈرو اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ تو وہ تمھیں اپنی رحمت کا دوہرا حصّہ دے گا اور تمھارے لیے ایک ایسا نور قرار دے گا جس سے تم چلو پھرو گے۔۔۔۔۔)

کے متعلق فرمایا کہ کِفْلَيْنِ سے مراد امام حسنؑ و امام حسینؑ ہیں اور نور سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

- ایک اور روایت میں سماعہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے

کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: " نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ " یعنی امام حسنؑ کی تم لوگ پیروی کرو اُس محبّت کے ساتھ جو نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ان دونوں سے تھی۔

• ــــ احمد بن حنبل اور ابویعلی موصلی اپنی اپنی مسندوں میں اور ابن ماجہ نے سنن میں اور ابن بطہ نے ابانہ میں، ابوسعید نے شرف النّبی میں اور سمعانی نے فضائل میں اپنے اپنے اسناد کے ساتھ ابوہریرہ سے روایت کی ہے، اُن کا بیان ہے کہ: نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

" مَن اَحبَّ الحسن والحسين فقد اَحبّني وَ مَن اَبغضهما فقد ابغضني "۔

یعنی: (جس نے حسنؑ وحسینؑ سے محبّت کی اُس نے مجھ سے محبّت کی اور جس نے ان دونوں سے دشمنی کی اُس نے مجھ سے دشمنی کی۔")

• ــــ جامع ترمذی اپنے اسناد کے ساتھ انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے دریافت کیا گیا کہ یہ ارشاد فرمایئے کہ آپؐ کو اپنے اہلِ بیتؑ میں سب سے زیادہ کس سے محبّت ہے؟
فرمایا: حسنؑ وحسینؑ سے۔
پھر فرمایا: " من اَحبّ الحسن والحسين اَحببتُهٗ وَمن احببته اَحبّه الله وَمَن اَحبّ الله ادخله الجنّة وَمَن ابغضهما ابغضته ومن ابغضتهٗ ابغضه الله ومن ابغضه الله خلّده النّار"۔

یعنی: (جو شخص حسنؑ وحسینؑ سے محبّت کرے گا اُس سے میں محبّت کروں گا اور جس سے میں محبّت کروں گا اللہ بھی اُس سے محبّت کرے گا اور اُس کو (اللہ) جنّت میں داخل کرے گا۔ اور جو اِن دونوں سے بُغض رکھے گا اُس سے میں بُغض رکھوں گا اور جس سے میں بُغض رکھوں گا اُس سے اللہ بُغض رکھے گا، اور جس سے اللہ بُغض رکھے گا اُس کو (وہ) جہنّم میں ہمیشہ کے لیے ڈال دے گا۔)

• ــــ جامع ترمذی وفضائل احمد وشرف المصطفٰے وفضائل سمعانی وامالی ابن شریح وابانہ ابن بطہ میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے امام حسنؑ وامام حسینؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: " مَنْ اَحبّني اَحبّ

هٰذین و اباهما و اُمّهما کان معی فی درجتی فی الجنّة یوم القیٰمة

یعنی : (جس نے مجھ سے محبّت کی اور اِن دونوں نیز اِن دونوں کے والد اور والدہ سے محبّت کی وہ جنّت میں میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا قیامت کے دن۔)

- ابو الحسین نے اپنی ایک نظم میں کتاب نظم الاخبار میں مذکورۂ بالا حدیث کو بعینہ نظم کیا ہے۔ (نظم الاخبار)

- جامع ترمذی و ابانہ عکبری وکتاب سمعانی میں اپنے اسناد کے ساتھ اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ: ایک مرتبہ میں شب کے وقت ایک کام کے لیے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بیت الشّرف پر حاضر ہوا۔ دستک دی۔ آپؐ باہر تشریف لائے تو آپؐ کوئی چیز لیے ہوئے تھے مگر میں اندازہ نہ کر سکا کہ کیا چیز ہے۔ جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہو چکا تو عرض کی (یا رسول اللہ!) آپؐ کیا چیز لیے ہوئے ہیں؟ آپؐ نے چادر ہٹائی تو دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ کو اپنی گود میں لیے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"هٰذان ابنای و ابنا ابنتی اللّٰهم انی احبهما و احبّ من یحبّهما۔"

یعنی : (یہ دونوں میرے فرزند اور میری بیٹی کے فرزند ہیں، میں اِن دونوں سے محبّت کرتا ہوں اور جو اِن دونوں سے محبّت کرے اُس سے بھی محبّت کرتا ہوں۔)

- فضائل احمد و تاریخ بغداد میں اپنے اسناد کے ساتھ عمر بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ ایک زن صالحہ خولہ بنتِ حکیم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے بیت الشّرف سے برآمد ہوئے اور آپؐ اپنے دونوں نواسوں حسنؑ و حسینؑ میں سے کسی ایک کو گود میں لیے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے "تم ایک جانب رکھ دیے جاؤ گے، تم سے لوگ تجاہل برتیں گے تم سے لوگ بخل سے کام لیں گے درآنحالیکہ تم اللہؑ کے پھول ہو۔"

- ابنِ مسعود سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زانو پر بیٹھے ہوئے تھے، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

"من احبّنی فلیحبّ ھٰذین"

یعنی: (جو شخص مجھ سے محبّت کرتا ہے پس وہ اِن دونوں سے بھی محبّت کرے۔)

• ـــ ابنِ مسعود اور ابوہریرہ دونوں سے روایت ہے۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ: ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے بیت الشّرف سے برآمد ہوئے تو آپؐ کے ساتھ حسنؑ و حسینؑ بھی تھے۔ ایک آپؐ کے اس کاندھے پر اور ایک آپؐ کے اُس کاندھے پر۔ آپؐ کبھی اِس کو بوسہ دیتے اور کبھی اُس کو بوسہ دیتے یہاںتک کہ آپؐ ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے تو ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! کیا آپؐ اِن دونوں سے اتنی محبّت کرتے ہیں؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"مَن احبھما فقد احبّنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی"

یعنی: (جس نے اِن دونوں سے محبّت کی اُس نے مجھ سے محبّت کی اور جس نے اِن دونوں سے بُغض رکھا اُس نے مجھ سے بُغض رکھا۔)

• ـــ ترمذی نے جامع میں، سمعانی نے فضائل میں اپنی احادیث کے اندر، یعلیٰ بن مرّہ ثقفی و براء بن عازب و اُسامہ بن زید و ابوہریرہ و اُمِّ سلمہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے امام حسنؑ و امام حسینؑ کے متعلّق فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنّی اَحبّھما" ـ (یا اللہ! میں اِن دونوں سے محبّت کرتا ہوں)

ایک روایت میں ہے کہ اِس کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا:

"واَحبّ مَن اَحبّھما" (اور جو اِن دونوں سے محبّت رکھتا ہے میں اُس سے بھی محبّت رکھتا ہوں۔)

• ـــ ابوالحویرث سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اَحبّ حسنًا وحسینًا و اَحبّ من یحبّھما"

یعنی: (یا اللہ! تو حسنؑ و حسینؑ کو دوست رکھ اور جو اِن دونوں کو دوست رکھے تو اُس کو بھی دوست رکھ۔)

• ـــ معاویہ بن عمّار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ:

"اِنّ حبّ علیّ قذف فی قلوب المومنین فلا یحبّہ اِلّا مومن ولا یبغضہ اِلّا منافق واِنّ حبّ الحسن والحسین قذف فی قلوب المومنین والمنافقین والکافرین فلا ترٰی لھم ذامّاً۔"

یعنی: (علی کی محبت صرف مومنین کے دلوں میں ڈالی جاتی ہے۔ لہٰذا ان سے وہی محبت کرے گا جو مومن ہوگا، اور ان سے بغض وہی رکھے گا جو منافق ہوگا۔ اور حسنؑ و حسینؑ کی محبت مومنین و منافقین و کافرین کے دلوں میں بھی ڈالی جاتی ہے اس لیے تم ان کی مذمت کرنے والا کسی کو بھی نہ پاؤ گے۔)

- نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عالمِ نزع میں حسنؑ و حسینؑ کو اپنے پاس بلایا، اُن کی خوشبو سونگھی انھیں بوسہ دیا اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔

(۴۹) باغِ رسالت کے دو پھول

شرف النبی خرکوشی و فردوس الاخبارِ دیلمی میں ابنِ عمر سے جامعِ ترمذی، ابوہریرہ سے اور صحیح بخاری و مسند الرضا میں حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"الولد ریحانۃ والحسن والحسین ریحانتای من الدنیا۔"

یعنی: (فرزند (درحقیقت انسان کے باغِ زندگی کا) پھول ہوتا ہے اور حسنؑ و حسینؑ میری دنیاوی زندگی کے دو پھول ہیں۔)

ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

اور یہ روایت شعبہ و مہدی بن میمون نے بھی محمد بن یعقوب سے کی ہے نیز یہ روایت بھی کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسنؑ و امام حسینؑ سے فرمایا کہ: "اِنکما من ریحان اللہ" (تم دونوں اللہ کے پھول ہو) اور عتبہ بن غزوان کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ان

دونوں کو اپنی آغوش میں بٹھاتے ہوئے تھے کبھی اِن کے بوسے لیتے تھے کبھی اُن کے بوسے لیتے تھے تو کچھ لوگوں نے پوچھا، یا رسول اللہ! کیا آپؐ ان دونوں سے محبّت کرتے ہیں ؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا :

"مالی لا اُحبّ ریحانتيّ من الدّنیا"

یعنی : (میں دنیا کے اپنے اِن دو پھولوں سے کیوں نہ محبّت کروں)

- اور اسی طرح کی روایت راشد بن علی و ابو ایّوب انصاری اور اشعث بن قیس نے حضرت امام حسین علیہ السّلام سے بھی کی ہے۔

حسنینؑ کیلئے آنحضرتؐ کی دُعا، تعویذ

آنحضرتؐ کی شفقت و محبّت کا اظہار اِس روایت سے بھی ہوتا ہے جو صاحبِ حلیتہ الاولیاء نے اپنے اسناد کے ساتھ عبداللہ ابنِ عبّاسؓ اور عبداللہ ابنِ عمر سے نقل کیں۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اِدھر سے امام حسنؑ و امام حسینؑ گذرے جو ابھی بہت کمسن تھے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، میرے ان دونوں بچّوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں ان دونوں پر وہی دُعا، پڑھ کر دم کروں گا جو حضرت ابراہیمؑ نے اپنے دونوں فرزندوں اسمٰعیل و اسحٰاق پر دم کی تھی۔

پھر فرمایا، میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے کلماتِ تامّہ کی پناہ میں دیتا ہوں ہر نظرِ بد سے اور ہر شیطانؑ سے اور ہر بَلا سے بچانے کے لیے۔

ابنِ ماجہ نے سُنن میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں اور سمعانی نے فضائل میں اپنے اسناد کے ساتھ ابنِ عبّاسؓ سے روایت کی ہے کہ : نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حسنؑ و حسینؑ پر دُعا، پڑھ کر دم کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے : میں تم دونوں کو اللہ کے کلماتِ تامّہ کی پناہ میں دیتا ہوں، ہر شیطانؑ اور ہر بَلا اور ہر چشمِ بد سے بچانے کے لیے اور یہی دُعا، حضرت ابراہیمؑ بھی اپنے فرزندوں اسمٰعیل و اسحٰاق پر پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔

اکثر تفاسیر میں آیا ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اِن دونوں پر معوذتین (سُورَۃُ الفَلَقِ اور سُورَۃُ النَّاسِ) پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔ اسی بِنا، پر ان سورتوں کا نام معوذتین پڑ گیا۔ ابو سعید خدری نے اس روایت میں اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ پھر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح حضرت ابراہیمؑ بھی اپنے فرزندوں اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ پر تعویذ کیا کرتے تھے

معوذتین حسنینؑ کے تعویذ ہیں جزوِ قرآن نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاء و تعویذ کی کثرت کی ایک دلیل یہ ہے کہ ابنِ مسعود وغیرہ کا قول ہے کہ مُعَوِّذَتَیْن یعنی سُورَۃُ الْفَلَقِ اور سُورَۃُ النَّاسِ، یہ دونوں سُورے درحقیقت امام حسنؑ و امام حسینؑ کے تعویذات ہیں، یہ جُزوِ قرآن نہیں ہیں۔

اذان: ابنِ بطہ نے اپنی کتاب ابانہ میں اور ابونعیم بن دکین نے اپنے اسناد سے ابورافع سے روایت کی ہے، اُن کا بیان ہے کہ جب امام حسنؑ تولّد ہوئے تو میں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ نے اُن کے کان میں اذان کہی اور اسی طرح جب امام حسینؑ تولّد ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے کان میں بھی اذان کہی۔

عقیقہ: ابنِ غسّان نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا عقیقہ ایک ایک بکری پر کیا اور ارشاد فرمایا۔ اس کا گوشت کھاؤ اور کھلاؤ اور قابلہ (دایہ) کو بکری کی ایک ران دیدو۔ یہ روایت ابنِ بطہ نے ابانہ میں بھی درج کی ہے۔

اقرع سے رسولؐ کی ناراضگی

احمد بن حنبل نے مسند میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسنؑ و امام حسینؑ کے بوسے لے رہے تھے تو عینیہ نے کہا اور ایک روایت میں ہے، اقرع بن حابس نے کہا کہ میرے تو دس لڑکے ہیں مگر میں ان میں سے کسی ایک کے بھی بوسے نہیں لیتا۔

آنحضرتؐ نے اس کے جواب میں فرمایا: سنو!

"مَنْ لَّا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ" (جو کسی پر رحم نہیں کرتا، اُس پر بھی کوئی رحم نہیں کرتا۔)

حفص الفرّاء کی روایت میں ہے کہ یہ سُن کر آنحضرتؐ کو اس قدر غصہ آیا کہ آپؐ کا چہرۂ اقدس سُرخ ہو گیا، اور فرمایا: "اگر تیرے دل سے اللہؐ نے رحم کو سلب کر لیا ہے تو میں اس کا کیا علاج کروں۔ سنو! ہم میں سے جو شخص چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزّت نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حالتِ نماز میں حسنینؑ پشتِ رسولؐ پر

ابویعلی موصلی نے اپنی مُسند میں ابنِ مسعود سے اور سمعانی نے فضائل میں ابوہریرہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نماز پڑھ رہے تھے، جب آپؐ سجدے میں جاتے تو حسنؑ وحسینؑ آپؐ کی پُشتِ مبارک پر بیٹھ جاتے۔ جب لوگوں نے انھیں منع کرنا چاہا تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، نہیں اِنھیں چھوڑ دو۔ پھر جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو اِن دونوں شہزادوں کو اپنی گود میں بٹھا لیا اور فرمایا:

"مَنْ اَحَبَّنِی فلیحبَّ ھٰذینِ"

یعنی (جو شخص مجھ سے محبّت کرتا ہے اُس پر لازم ہے کہ اِن دونوں سے بھی محبّت کرے۔)

حلیۃ الاولیاء کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا، اِن کو اپنی حالت پر چھوڑ دو میرے ماں باپ اِن پر قربان، "جو شخص مجھ سے محبّت کرتا ہے اُس پر واجب ہے کہ اِن دونوں سے بھی محبّت کرے۔"

ایک قاتلِ حسین سے ربیع کی گفتگو

تفسیرِ ثعلبی میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ ربیع بن خثیم نے ایک ایسے شخص سے کہا جو قتلِ حسینؑ میں شریک تھا کہ "تم لوگ اُن کے سروں کو (کاٹ کر) لٹکائے ہوئے لائے ہو، خدا کی قسم تم لوگوں نے ایسے منتخبِ روزگار ہستیوں کو قتل کیا ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم انھیں دیکھ لیتے تھے تو اُن کے منہ چومتے، انھیں اپنی گود میں بٹھاتے" اس کے بعد ربیع نے قرآن مجید کی اس آیت کی تلاوت کی۔

"قُلِ اللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ

اَنۡتَ تَحۡكُمُ بَيۡنَ عِبَادِكَ فِيۡ مَا كَانُوۡا فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ

(سورۃ الزمر آیت ۴۶)

ترجمۂ آیت: (اے رسولؐ) کہدیجیے، اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، ظاہر اور باطن کے جاننے والے! تو اپنے بندوں کے مابین اُن اُمور میں فیصلہ فرمادے گا جن میں کہ وہ باہم اختلاف کرتے تھے۔)

آنحضرتؐ نے اپنی زبان حسنؑ و حسینؑ کے منہ میں دے دی

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ (پانی کا قحط تھا) مسلمان شدید پیاس میں مبتلا ہوگئے۔ فاطمہ زہراؑ، امام حسنؑ و امام حسینؑ کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ بابرکت میں آئیں اور عرض کی، یارسول اللہؐ! یہ دونوں ابھی بہت چھوٹے ہیں، پیاس نہ برداشت کرسکیں گے۔

آنحضرتؐ نے حسنؑ کو بُلایا اور اپنی زبان اُن کے دہن میں دے دی، وہ سیراب ہوگئے۔ پھر حسینؑ کو بُلایا اور ان کے دہن میں بھی اپنی زبان دے دی، وہ بھی سیراب ہوگئے۔

آنحضرتؐ کو حسنینؑ کی پیاس گوارا نہ تھی

ابوصالح موذن نے "اربعین" میں ابن بطہ نے "ابانہ" میں حضرت علیؑ اور خدری سے اور احمد بن حنبل نے مُسند عشرہ اور فضائل الصحابہ میں عبدالرحمٰن بن ازرق کے توسط کے ساتھ حضرت علیؑ، نیز راویوں کی ایک جماعت نے حضرت اُمّ سلمہؑ سے اور میمونہؑ سے روایت کی ہے، حضرت علی علیہ السلام کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا پاؤں لحاف میں ڈالے ہوئے تھے کہ حسنؑ نے پانی مانگا۔ آنحضرتؐ خود اُٹھے، ہماری ایک بکری کے پاس پہنچے، اس کا دودھ دُوہا اور ایک پیالے میں حسنؑ کو لاکر دیا اُن کے ہاتھ میں دودھ کا پیالہ دیکھ کر حسینؑ اُن کی طرف لپکے۔ آنحضرتؐ نے اُن کو منع کیا، تو فاطمہؑ زہرا نے عرض کی، یارسول اللہؐ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ ان دونوں میں حسنؑ سے زیادہ محبت کرتے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا، بیٹی! یہ بات نہیں ہے، بلکہ حسنؑ نے پہلے اپنی پیاس کا اظہار کیا تھا

میں اور تم اور یہ دونوں اور یہ جو زمین پر لیٹے ہیں' (ابوتراب) یہ سب قیامت کے دن ایک ہی جگہ ہوں گے۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۵۰) ــــ رسولؐ کی اِن دونوں سے فرطِ محبّت

ابو حازم نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم، حسنؑ و حسینؑ کا لعابِ دہن چوستے تھے جس طرح کوئی شخص پھل چوستا ہے۔

حسنؑ و حسینؑ سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی فرطِ محبّت کا پتہ اس روایت سے بھی چلتا ہے جس کو یحییٰ بن کثیر اور سفیان ثوری نے اپنے اپنے اسناد سے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم منبر پر تھے کہ حسنؑ و حسینؑ کے رونے کی آواز کان میں آئی۔ آپؐ فوراً بیتاب ہو کر اُٹھے اور ان کے پاس پہنچے، پھر فرمایا: اے لوگو! اولاد سوائے فتنہ کے اور کچھ نہیں ہے۔ میں ان دونوں کی طرف اُٹھ کر بھاگا تو میرے ہوش و حواس گم تھے۔

اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ: فرمایا، اِس کے سوا میری عقل میں کچھ نہ آیا۔

خرکوشی نے اپنی کتاب "لوامع اور شرف النبیؐ" میں، سمعانی نے "فضائل" میں، ترمذی نے "جامع" میں، ثعلبی نے "کشف الغمہ" میں، واحدی نے "وسیط" میں احمد بن حنبل نے "فضائل" میں، عبداللہ بن بریدہ سے روایت کی ہے، اُن کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد کو بیان کرتے ہوئے سُنا کہ، ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اتنے میں حسنؑ و حسینؑ سرخ قمیصیں پہنے ہوئے پاؤں پاؤں آتے ہوئے نظر آئے اور اُن کے پاؤں قمیصوں کے دامنوں سے اُلجھ رہے تھے۔ آنحضرتؐ یہ دیکھ کر فوراً منبر سے اُترے، ان دونوں کو اُٹھایا اور اپنے سامنے لا کر بٹھالیا۔ پھر ارشاد فرمایا:

"اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ" (سورۃ انفال آیت ۲۸)

ترجمۂ آیت: (اللہ نے سچ ارشاد فرمایا ہے کہ) (اس کے سوا نہیں ہے کہ تمھارے اموال اور تمھاری اولاد آزمائش ہیں۔) وغیرہ وغیرہ۔

- ابو طالب حارثی نے کتاب "قوت القلوب" میں تحریر کیا ہے کہ: صرف امام حسنؑ آرہے تھے۔

• ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:
"ہماری اولاد ہمارے جگر کے ٹکڑے ہیں جو زمین پر چل رہے ہیں"

• معجم طبرانی نے اپنے اسناد کے ساتھ عبداللہ ابنِ مسعود سے موذّن نے اربعین میں اور خطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ "ہر نبی کی ذرّیت خاص اُس کے صلب سے اللہؑ نے قرار دی ہے لیکن میری ذرّیت کو اللہؑ نے میرے صلب سے اور علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے صلب سے قرار دیا ہے۔ لڑکی کی اولاد اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے سوائے اولادِ فاطمہؑ کے کہ میں ان کے بچوں کا باپ ہوں۔"

اور قرآن مجید کی اس آیت کے متعلق کہ:

"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ" (سورۃ الاحزاب آیت ۴۰)

ترجمۂ آیت: (محمدؐ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔)

کہا گیا ہے کہ یہ آیت زید بن حارثہ کے متبنّیٰ ہونے کی نفی کے لیے نازل ہوئی ہے تمہارے مردوں میں سے' کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت جو تم میں سے بالغ ہیں اور اس بات پر اجماع ہے کہ حسنؑ و حسینؑ اُس وقت بالغ نہ تھے۔

• غزالی نے "اخبار العلوم" میں اور دیلمی نے کتاب "فردوس الاخبار" میں مقدام بن معدی کرب سے روایت کی ہے کہ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:

"حَسَنٌ مِّنِّىْ وَحُسَيْنٌ مِّنْ عَلِىٍّ"

یعنی (حسنؑ مجھ سے ہیں اور حسینؑ علیؑ سے ہیں)

پھر فرمایا: "هُمَا وَدِيْعَتِىْ فِىْ اُمَّتِىْ"

(یہ دونوں میری اُمّت کے پاس میری امانت ہیں۔)

اِن دونوں کے ساتھ رسولؐ کی ملاعبت

اِن دونوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ملاعبت (کھیل) کے متعلق وہ روایت ہے جسے ابنِ بطہ نے "ابانہ" میں چار طریقوں سے رقم کی کہ:

سفیان ثوری نے ابو زبیر سے، اُنھوں نے جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت کی ہے کہ اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ

حسنؑ و حسینؑ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پشت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آپؐ فرما رہے ہیں تم دونوں کا اونٹ کتنا اچھا اونٹ ہے اور تم دونوں کتنے اچھے سوار ہو۔

ابن نجیح کی روایت ہے۔ حسنؑ و حسینؑ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پشتِ مبارک پر سوار تھے اور کہتے تھے حل حل (چل چل) اور خود آنحضرت فرماتے تھے تم دونوں کا اونٹ کتنا اچھا اونٹ ہے۔

سواری کی تعریف کے ساتھ سواروں کی بھی تعریف کرو

سمعانی نے اپنی کتاب "فضائل" میں اسلم غلامِ عمر سے اور اُس نے حضرت عمر بن خطاب سے روایت کی ہے، اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ آنحضرتؐ کے دوشِ اقدس پر سوار ہیں۔ میں نے کہا، تم دونوں کا گھوڑا کیسا اچھا ہے۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، اور یہ دونوں سوار بھی کتنے اچھے ہیں۔

ابنِ حماد نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ حسنؑ و حسینؑ کے لیے اونٹ کی طرح بیٹھ گئے اور ان دونوں کو اپنی پشتِ اقدس پر سوار کیا اور انھیں لے کر چند قدم آگے اور چند قدم پیچھے چلے، پھر فرمایا "تم دونوں کا اونٹ کتنا اچھا اونٹ ہے"!

(۵۱) راکبِ دوشِ نبیؐ

خرکوشی نے اپنی کتاب "شرف النبی" میں عبدالعزیز سے اور اُس نے اپنے اسناد کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت بیٹھے ہوئے تھے کہ حسنؑ و حسینؑ آتے ہوئے نظر آئے۔ آپؐ نے انھیں دیکھا تو اُٹھ کھڑے ہوئے ان دونوں کو آپؐ تک پہنچنے میں دیر ہوتی تو آپؐ خود آگے بڑھے، ان دونوں کو اُٹھایا اور اپنے دوشِ اقدس پر بٹھالیا اور فرمایا: "یہ کتنی اچھی سواری ہے تم دونوں کی اور کتنے اچھے سوار ہو تم دونوں اور تمھارے باپ تو تم دونوں سے بھی بہتر ہیں۔

• تفسیر ابو یوسف یعقوب بن سفیان بن عبید اللہ بن موسیٰ سے اور اُنھوں نے اپنے اسناد کے ساتھ ابنِ مسعود سے روایت کی ہے کہ: ایک مرتبہ نبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلّم نے حسنؑ وحسینؑ کو اُٹھایا۔ حسنؑ کو داہنے طرف گود میں لیا، حسینؑ کو بائیں طرف گود میں لیکر چلے اور فرمایا۔ "یہ کتنی اچھی سواری ہے تم دونوں کی اور کتنے اچھے سوار ہو تم دونوں اور تمھارے باپ تو تم دونوں سے بھی بہتر ہیں۔"

- روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حسنؑ وحسینؑ کے گیسو سر کے وسط میں چھوڑے تھے۔
- مرزد کا بیان ہے کہ میں نے ابوہریرہ کو کہتے ہوئے سُنا کہ میرے اِن دونوں کانوں نے سُنا اور میری اِن دونوں آنکھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے دونوں ہاتھوں سے حسنؑ وحسینؑ کے بازو تھامے ہوئے تھے اور اُن کے قدم آنحضرتؐ کے قدموں پر تھے اور فرمارہے تھے کہ "اے فاطمہؑ کے نورِ چشمو! میرے کاندھے پر چڑھ جاؤ۔"

ابوہریرہ کا بیان ہے کہ یہ سُن کر وہ دونوں اس طرح چڑھے کہ اُن کے قدم رسولؐ کے سینۂ اقدس پر لٹک رہے تھے۔

آپؐ نے فرمایا، اے فرزندو! منھ کھولو" اور آپؐ نے اُن کے بوسے لیے۔

پھر فرمایا، "پروردگارا! تو بھی اِن سے محبّت کر، میں بھی اِن سے محبّت کرتا ہوں۔"

- کتاب ابن البیّع وابنِ مہدی وزمخشری میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ننھے منّے بچّو! فاطمہؑ کے نورِ چشمو! آؤ میرے کاندھے پر سوار ہو جاؤ۔

اِس کے بعد فرمایا "اے اللہ! تو بھی ان سے محبّت کر میں بھی ان سے محبّت کرتا ہوں بلکہ میں تو اِن دونوں کے محبّت کرنے والوں سے بھی محبّت کرتا ہوں۔"

جناب فاطمہؑ کی لوریاں حسنؑ کیلئے

حضرت فاطمہ زہراؑ اپنے فرزند حسنؑ کو جب لوریاں دیتی تھیں تو یہ کہتی تھیں:

اشبہ اباك یا حسنؑ   واخلع عن الحق الرسن

واعبد الھًا ذا منن   ولا توال ذا الاحن

یعنی: اے حسنؑ! تم اپنے بابا جیسے بننا، اور اظہارِ اَسرار سے گریز کرنا

خدائے ذوالمنن کی عبادت کرنا اور بُرائیوں کی طرف رُخ نہ کرنا

جناب فاطمہؑ کی لوریاں حسینؑ کیلئے

اور آپؑ اپنے فرزند حسینؑ کو لوریاں دیتے وقت یہ فرمایا کرتی تھیں

اَنت شبیہ بِاَبیؑ — لست شبیھاً بِعلیؑ

یعنی: "اے حسینؑ" تم تو میرے باباؐ کی شبیہ ہو — تم علیؑ کی شبیہ نہیں ہو۔

٥ مُسند موصلی میں مرقوم ہے کہ حضرت ابوبکر، حسنؑ کے متعلق حضرت علیؑ کے سامنے یہ شعر پڑھتے تھے:

انت شبیہ بِنبیؐ — لست شبیھا بِعلیؑ

یعنی: اے حسن! تم تو بالکل نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی شبیہ ہو، تم علیؑ کی شبیہ نہیں ہو۔
اور حضرت علیؑ یہ سن کر مسکرا تے تھے۔

جناب اُمِّ سلمہؓ کی لوریاں حسنؑ کیلئے

حضرت اُمِّ سلمہؓ امام حسنؑ کو لوری دیتے وقت یہ کہتی تھیں:

بِاَبی ابن علیؑ — انت بالخیر ملیّ
کن کاَسنان حلیّ — کن ککبش الحولیّ

یعنی: اے فرزندِ علیؑ تم پر میرے باپ قربان، تم سراپا خیر سے بھرے ہوئے ہو۔
شیریں دانتوں والے بن جاؤ، ایک سالہ مینڈھے کے مانند ہو جاؤ۔

جناب اُمُّ الفضلؓ کی لوریاں حسینؑ کیلئے

اور جناب اُمُّ الفضلؓ زوجۂ جناب عبّاسؓ بن عبد المطلبؓ امام حسینؑ کو لوریاں دیتے وقت یہ کہتی تھیں:

یا ابن رسول اللہ — یا ابن کثیر الجاہ
فرد بلا اشباہ — اعاذہ الٰھی
من امم الدواھی

یعنی : اے رسول اللہؐ کے فرزند، اے کثیر المرتبہ کے فرزند ! تم فرد ہو تمھاری کوئی مثال نہیں، اے میرے اللہ ! میں ان کو تیری پناہ میں دیتی ہوں ہر طرح کی آفات و بلیّات سے۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

۵۲ — معجزاتِ حسنؑ و حسینؑ

احمد بن حنبل نے "مُسند" میں، ابنِ بطّہ نے "ابانہ" میں، نطنزی نے "خصائص" میں، خرکوشی نے "شرف النبیؐ" میں، نیز رواۃ کی ایک جماعت نے اپنے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ: ایک دن شام کے وقت حسنؑ و حسینؑ، نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس کھیل رہے تھے کہ رات ہوگئی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا، اب تم دونوں اپنی ماں کے پاس چلے جاؤ۔ وہ دونوں اپنی مادرِ گرامی کے پاس جانے کے لیے پلٹے (کہ اس اندھیری رات میں) ایک بجلی مسلسل چمکتی رہی یہاں تک کہ وہ دونوں بجلی کی روشنی میں اپنی مادرِ گرامی فاطمہ زہراؑ کے پاس جا پہنچے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بجلی کو دیکھتے رہے، پھر فرمایا، حمد اُس خدا کی جس نے ہم اہلِ بیتؑ کو مکرّم فرمایا۔

- سمعانی اور ابو السعادات نے اپنی کتاب "فضائل" میں ابی جحیفہ سے بھی روایت کی ہے، مگر اِن لوگوں نے یہ واقعہ صرف امام حسنؑ کے متعلّق لکھا ہے۔

کبوتر اور اُس کے بچّے

عفیف کندی کی حدیث میں ہے کہ ایک سوار نے اُس سے کہا، جب تم یہ دیکھو کہ علیؑ کے گھر میں ایک کبوتر کے ساتھ اُس کے دو بچّے پرواز کر رہے ہیں تو سمجھ لینا کہ اُن کے یہاں اُن کے فرزند کی ولادت ہوئی ہے۔

اِس کے بعد اور بہت کچھ بیان کرتے ہوئے اُس نے کہا کہ کچھ دنوں بعد نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ظہور کی خبر مجھ تک پہنچی اور مشرّف باسلام ہوا، اور میں دیکھ رہا تھا کہ ایک کبوتر نے علیؑ کے مکان میں بغیر آشیانہ بنائے بچّے نکالے، پھر ناگہاں دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ رسول اللہؐ

کے پاس ہیں تو مجھے اس سوار کی بات یاد آگئی۔

• بسطام کی روایت ہے کہ عفیف کندی کا بیان ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد وہ کبوتر کہیں چلا گیا۔ میں نے پھر اُس کو نہیں دیکھا۔

• ابو عقیل کی روایت میں ہے، اُن کا بیان ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد میں نے اُن کے مکان میں دو چڑیاں اُڑتی ہوئی دیکھیں۔ جب امام حسنؑ کی شہادت ہوئی تو ان میں سے ایک غائب ہوگئی، اور جب امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو وہ دوسری چڑیا بھی غائب ہوگئی

میوہ ہائے جنت کا آنا

کتاب "الکشف والبیان" میں ثعلبی نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے بیان فرمایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیل ہوئے تو جبریلؑ امین آپؐ کی خدمت میں ایک طبق لائے، جس میں انار و انگور تھے آپؐ نے اس میں سے کچھ نوش فرمایا تو اُن اناروں اور انگوروں نے تسبیح پڑھی۔ پھر حسنؑ و حسینؑ آئے، اُنھوں نے بھی اس میں سے تناول کیا اور اُن دونوں پھلوں نے تسبیح پڑھی، پھر حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے آپؑ نے بھی اس میں سے کچھ نوش فرمایا، اور ان پھلوں نے تسبیح پڑھی۔ پھر آپؐ کے اصحاب میں سے ایک شخص آیا، اس نے بھی اس میں سے کچھ کھایا، مگر ان پھلوں نے تسبیح نہیں پڑھی، تو جبریلؑ نے کہا اسے تو نبی یا وصی یا ان کی اولاد کھاتی ہے۔

رضوانِ جنت خیاطِ حسنینؑ کی شکل میں

ابو عبداللہ مفید نیشاپوری نے اپنی "امالی" میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ حسنؑ و حسینؑ کے پاس کپڑے نہ تھے اور عید کا دن قریب آگیا۔ ان دونوں نے اپنی مادرِ گرامی سے کہا کہ اطفالِ مدینہ زرق برق، نئے نئے لباس میں ملبوس ہوں گے، سوائے ہمارے۔ آپؑ ہمارے لیے نئے لباس کیوں نہیں بناتیں۔ جناب فاطمہ زہراؑ نے فرمایا، بچو! تمھارے لباس درزی کے پاس ہیں، جب وہ لائے گا تو میں تمھیں بھی پہنا دوں گی۔

جب عید کی شب آئی تو بچوں نے اپنی مادرِ گرامی سے پھر کہا۔ جناب فاطمہؑ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ انھیں اپنے بچوں پر ترس آیا اور پھر یہی کہہ دیا کہ تمھارے لباس درزی کے پاس ہیں۔

الغرض جب رات گہری ہوگئی تو کسی نے دروازے پر دستک دی۔ جناب فاطمہؑ نے دریافت فرمایا، تم کون ہو؟

آنے والے نے عرض کی، بنتِ رسولؐ میں درزی ہوں کپڑے لایا ہوں۔

آپؑ نے دروازہ کھولا، تو دیکھا کہ ایک شخص لباسِ عید لایا ہے۔

حضرت فاطمہ زہراؑ کا بیان ہے کہ میں نے اس سے زیادہ ہیبت ناک شخص کبھی نہیں دیکھا تھا۔

اُس شخص نے ایک رومال میں بندھے ہوئے کپڑے آپؑ کو دیے اور واپس ہوگیا۔

جناب فاطمہ زہراؑ اندر آئیں، رومال کھولا تو دیکھا کہ اس میں دو قمیصیں، دو صدریاں، دو ازار، دو چادریں، دو عمامے اور دو موزے سیاہ رنگ کے تھے۔ آپؑ نے حسنؑ و حسینؑ کو جگایا، انھیں وہ لباس پہنا کر دیکھا۔ اسی دوران رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف لائے، اور فرمایا، بیٹی! تم نے درزی کو دیکھا تھا؟

جناب فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، جی ہاں یا رسول اللہؐ۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، بیٹی وہ خیّاط (درزی) نہیں تھا، بلکہ وہ رضوان خازنِ جنّت تھا۔

جناب فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، بابا جان! یہ آپؐ کو کس نے بتایا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا، وہ پرواز کرتے وقت مجھ کو اس کی خبر دے کر گیا ہے۔

• حسن بصری اور اُمِّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حسنؑ و حسینؑ، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں آئے۔ وہاں جبریل امینؑ بھی موجود تھے۔ یہ دونوں شہزادے جبریل امینؑ کو دحیہ کلبی سمجھ کر اُن کے گرد گھومنے لگے۔ جبریلؑ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے، جیسے وہ کچھ لے رہے ہیں کہ اچانک اُن کے ہاتھ میں سیب و بہی اور انار آگئے اور اُنھوں نے ان دونوں کو دے دیے تو ان کے چہرے خوشی سے کھِل گئے اور دوڑے ہوئے اپنے نانا جان کے پاس پہنچے۔ آنحضرتؐ نے وہ پھل ان سے لے کر سونگھا، پھر فرمایا، ان کو اپنی ماں کے پاس لیجاؤ، مگر پہلے اپنے والد کو دکھانا۔

ان دونوں نے ایسا ہی کیا۔ مگر ان حضرات نے اسے کھایا نہیں، رکھ دیا تا اینکہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، پھر اس کو سب نے مل کر کھایا، مگر وہ پھل کتنا ہی کھایا جاتا، وہ جیسے پہلے تھے ویسے ہی ہوتے جاتے، یہانتک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی۔

میوہ ہائے جنت کا آنا

حضرت امام حسین علیہ السلام کا بیان ہے میری مادرِ گرامی جناب فاطمہ زہراؑ کی زندگی تک وہ پھل (جو جبرئیلؑ امین نے ہمارے لیے منگائے تھے) نہ خراب ہوئے اور نہ اس میں کمی آئی، مگر جب مادرِ گرامی جناب فاطمہ زہراؑ کا انتقال ہوا تو انار غائب ہو گیا، صرف سیب و بہی پدرِ عالی قدر کی حیات تک باقی رہے۔ لیکن آپؑ کی شہادت کے بعد بہی بھی غائب ہو گئی، صرف سیب باقی رہا۔ تا اینکہ میرے برادر و مانجائے امام حسن علیہ السلام بھی زہر سے شہید کیے گئے تاہم وہ سیب اس وقت تک باقی رہا جب تک کہ (کربلا میں) مجھ پر پانی بند کیا گیا۔ چنانچہ جب مجھے پیاس محسوس ہوتی تو میں اُسے سونگھ لیا کرتا تو مجھے پیاس میں تسکین ہو جاتی۔ مگر جب پیاس کی شدت میں اضافہ ہوا تو میں نے اُسے اپنے دانتوں سے کاٹا اور فنا کا یقین ہو گیا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام (علی ابن الحسینؑ) فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پدرِ عالی قدر کو اُن کی شہادت سے ایک ساعت قبل یہ فرماتے ہوئے سُنا تھا (جو اوپر ذکر کیا گیا۔) جب آپؑ شہید ہو گئے تو آپؑ کی جائے شہادت پر سیب کی خوشبو میں نے محسوس کی لیکن باوجود تلاشِ بسیار کے وہ سیب مجھے دستیاب نہ ہوا۔ بعدِ شہادت جب میں آپؑ کی قبر کی زیارت کو گیا تو وہ خوشبو باقی رہی جس کو میں نے بخوبی محسوس کیا۔ اب بھی اگر ہمارے شیعوں میں سے کوئی زائر وہ خوشبو محسوس کرنا چاہے تو وقتِ سحر آپؑ کی قبرِ مطہر پر جائے اگر مخلص ہو گا تو اُسے وہ خوشبو ضرور محسوس ہو گی۔

مسک و عنبر سے بھرا ہوا جام آنا

"امالی" ابوالفتح حفار میں ابنِ عباس اور ابو رافع سے روایت ہے ان دونوں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور اُن کے پاس بلورِ سرخ کا ایک جام تھا جو مسک و عنبر سے مملو تھا

انھوں نے آکر کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہ ، اللہ تعالیٰ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور یہ تحفہ آپؐ کے پاس بھیجا ہے۔ نیز، ارشاد فرمایا ہے کہ یہ تحفہ علیؑ اور اُن کے فرزندوں کو بھی عطا کیجیے۔

غرض وہ جام جب آنحضرتؐ کے دستِ بابرکت میں آیا تو آپؐ نے تین مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ اور تین مرتبہ اَللہُ اَکْبَر کہا پھر، بزبانِ فصیح اس جام سے آواز آئی : بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔

" طٰهٰ ۚ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى ۝ " (سورۂ طٰہٰ آیت ۱-۲)

آنحضرتؐ نے اُسے سونگھا، پھر حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کو دیا۔ جب وہ جام حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ میں پہنچا تو اس جام سے آواز آئی :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

" اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ الخ " (سورۂ مائدہ آیت ۵۵)

حضرت علیؑ نے بھی اُسے سونگھا، اور حسنؑ کو دے دیا۔ امام حسنؑ کے ہاتھ میں پہنچا تو اُس سے آواز آئی : بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

" عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۚ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝ " (سورۃ النبا آیت ۱-۲)

امام حسنؑ نے بھی اس جام کو سونگھ کر امام حسینؑ کو دے دیا۔ جب وہ امام حسینؑ کے ہاتھ میں پہنچا تو بولا : بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

" قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى "

(سورۂ شوریٰ آیت ۲۳)

اس کے بعد وہ جام نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس پھر پہنچا اور بولا :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

" اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الخ " (سورۂ نور آیت ۳۵)

اس کے بعد معلوم نہیں کہ وہ بقدرتِ خدا وہ جام آسمان پر چلا گیا یا زمین میں غائب ہو گیا۔ (واللہ اعلم)

(۵۳) ملک کا بشکلِ طائر نازل ہو کر سلام کرنا

کتاب "المعالم" میں ہے کہ آسمان سے ایک فرشتہ بصورتِ طائر نازل ہوا اور

نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دستِ مبارک پر بیٹھ گیا اور اُس نے آپؐ کو نبی کہہ کر سلام کیا۔ اس کے بعد اُڑ کر حضرت علیؑ کے دستِ کرامت پر جا بیٹھا اور آپؑ کو وصی کہہ کر سلام کیا۔ پھر اُڑ کر یکے بعد دیگرے امام حسنؑ و امام حسینؑ کے دستہائے مکرّم پر بیٹھا اور آپؑ دونوں کو خلیفہ کہہ کر سلام کیا۔ آنحضرتؐ نے اس طائر نما فرشتے سے پوچھا، تم فلاں کے ہاتھ پر کیوں نہیں بیٹھے؟

اُس نے جواب دیا، میں ایسی زمین پر نہیں بیٹھتا جس پر اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کی گئی ہے۔ تو پھر اُس (فلاں) کے ہاتھ پر کیوں بیٹھوں گا جس نے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کی ہے

جبریلؑ کے پروں کے تعویذ

اربعینِ موذّن، ابانۂ عکبری وخصائصِ نطنزی میں مرقوم ہے کہ ابنِ عمر کا بیان ہے کہ حسنؑ وحسینؑ کے پاس دو تعویذ تھے جن میں جبرئیلِ امین کے پروں کے روئیں بھرے ہوئے تھے۔

- ایک دوسری روایت میں ہے کہ ان میں جبریلؑ کے پر بھرے ہوتے تھے۔
- اُمّ عثمان، حضرت علیؑ کی اُمّ ولد کا بیان ہے کہ آلِ محمدؐ کے پاس ایک مسند تھی جس پر سوائے جبریلؑ کے کوئی نہیں بیٹھتا تھا۔ جب وہ چلے جاتے تو اُسے لپیٹ کر رکھ دیا جاتا تھا، مگر جب وہ مسند سے اُٹھتے تو اُن کے پروں سے کچھ روئیں اس پر جھڑ جاتے اور جناب فاطمہ زہراؑ انھیں اُٹھا لیتیں پھر ان سے حسنؑ وحسینؑ کے لیے تعویذ بنا دیتی تھیں۔

دونوں بھائیوں میں زور آزمائی

ابوہریرہ و ابنِ عبّاسؓ وحارثؓ ہمدانی و ابوذرؓ وحضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ و امام حسینؑ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سامنے آپس میں زور آزمائی کر رہے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا، ہاں اے حسنؑ شاباش، حسینؑ کو پکڑو۔

جناب فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، یارسول اللہؐ! آپؐ چھوٹے کے مقابلے میں بڑے کی ہمّت افزائی فرما رہے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا، مگر یہ جبریلؑ ہیں جو کہہ رہے ہیں، اے حسینؑ شاباش حسنؑ کو پکڑو۔[1]

(1. مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۵۴) معالی امور اور فضائل میں سورۂ وَالتِّیْنِ کی تفسیر

مقاتل بن مقاتل نے مزارم سے اور انھوں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے قولِ خدا " وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ " کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ " وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ " سے مراد حضرت علیؑ ہیں " وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ " سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں نیز فرمایا قرآن مجید کی آیت " لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ " اس سے مراد اوّل ہے۔ " ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ " یعنی: پھر ہم نے اس کو نچلے طبقے میں ڈال دیا۔ یعنی حضرت علیؑ کی عداوت کی وجہ سے اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اس سے مراد حضرت علی علیہ السلام ابن ابی طالبؑ ہیں۔ فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ؕ یعنی حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کی ولایت سے۔

- تمام اہلِ قبلہ (مسلمان) اس روایت پر متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

" الحسن و الحسین سیدا شباب اھل الجنۃ "

یعنی (حسنؑ و حسینؑ سردار ہیں جوانانِ اہلِ جنّت کے)

مذکورہ حدیث کو ابنِ کادش عکبری نے بھی اپنے اسناد کے ساتھ انس بن مالک سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے خود آنحضرتؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا تھا۔

نیز احمد بن حنبل نے فضائل اور مسند میں، ترمذی نے جامع میں، ابنِ ماجہ نے سُنن میں، ابنِ بطّہ نے ابانہ میں، خطیب نے تاریخ میں، موصلی نے مُسند میں، واعظ نے شرف المصطفٰی میں، سمعانی نے فضائل میں اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں تین طریقوں سے اور ابنِ حشیش تمیمی نے اعمش سے بھی مذکورہ بالا حدیث کی روایت کی ہے۔

دار قطنی نے اپنے اسناد کے ساتھ ابنِ عمر سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے

کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"ابنای ھٰذان سیّدا شباب اھل الجنّۃ وَ ابوھما خیر منھما۔"

یعنی: (یہ میرے دونوں فرزند جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار ہیں اور ان دونوں کے والد ان دونوں سے بہتر ہیں۔)

نیز مذکورہ بالا حدیث کی روایت، خدری و ابنِ مسعود وجابر انصاری و ابو جحیفہ و ابوہریرہ و عمر بن الخطّاب و حذیفہ و عبداللہ بن عمر و امِّ سلمہؓ و مسلم بن بسار و زبرقان بن اظلم حمیری (جیسے صحابہ) نے کی ہے۔

نیز اس کی روایت اعمش نے ابراہیم سے، اُنھوں نے علقمہ سے اور اُنھوں نے عبداللہ سے کی ہے۔

حلیۃ الاولیاء و اعتقاد اہلِ سنّت و مُسند الانصار میں حذیفہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھ سے فرمایا: کیا تم نے وہ کیفیت نہیں دیکھی جو مجھ پر طاری ہوئی؟

میں نے عرض کی جی ہاں دیکھی

آپؐ نے فرمایا، ایک فرشتہ نازل ہوا تھا جو اِس سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا تھا اُس نے اللہ تعالیٰ سے اجازت لی کہ وہ آکر مجھے سلام کرے اور اس امر کی خوشخبری سُنائے کہ حسنؑ و حسینؑ سردار ہیں جوانانِ اہلِ جنّت کے، اور فاطمہؑ سیّدہ ہیں جنّت کی عورتوں کی۔

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اِس حدیث "الحسن والحسین سیّدا شباب اھل الجنّۃ" کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو آپؑ نے ارشاد فرمایا، خدا کی قسم یہ دونوں جوانانِ جنّت کے سردار ہیں خواہ وہ اوّلین میں سے ہوں یا آخرین میں سے۔

اور نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی یہ مشہور حدیث کہ اہلِ جنّت تمام کے تمام جوان ہوں گے۔ ان دونوں کے کثرتِ فضائل کی وجہ سے، نیز اِس وجہ سے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اِن دونوں سے بیحد محبّت تھی۔ آپؐ نے ان دونوں میں سے ہر ایک کی ولادت پر دو رکعت نمازِ نافلہ کا حکم دیا اور اِس طرح نافلۂ مغرب چار رکعت ہوئی۔

• سیّد بن احمد طبرانی و قاضی ابوالحسن جراحی و ابوالفتح حفّار والکیا شیرویہ و قاضی نطنزی نے اپنے اپنے اسانید کے ساتھ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت

کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا :

"الحسن والحسین شنفا العرش"

یعنی (حسنؑ و حسینؑ عرش کے دو گوشوارے ہیں)

- اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ گوشوارے معلق نہیں ہیں۔
- نیز روایت میں ہے کہ جنّت نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی، کہ پروردگارا تونے میرے اندر ضعیفوں اور مسکینوں کو آباد کردیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، کیا تو اِس بات پر خوش نہیں ہے کہ میں نے تیرے ارکان کو حسنؑ و حسینؑ سے زینت دی ہے۔

یہ سُن کر جنّت اسی طرح ناز دکھانے لگی جس طرح کوئی دُلہن ناز دکھاتی ہے۔

- نبی صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سے یہ روایت بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ قیامت کے دن عرشِ خدا ہر طرح آراستہ کیا جائے گا، پھر نور کے دو منبر لائے جائیں گے جو سو میل کے طویل ہوں گے۔ ایک منبر عرش کے داہنے جانب نصب کیا جائے گا، دوسرا عرش کے بائیں جانب۔ پھر امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو بُلایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان دونوں سے اپنے عرش کو اس طرح زینت دے گا جس طرح عورت اپنے کانوں میں گوشوارے پہنتی ہے۔
- ابی لہیعہ بصری کی روایت میں ہے کہ جنّت نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ وہ جنّت کے ارکان میں سے کسی رُکن کو آراستہ فرمادے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی کی کہ میں نے حسنؑ و حسینؑ کے ذریعے تجھے مزیّن و آراستہ کیا۔

یہ سن کر جنّت بہت مسرور ہوگی۔

- کتاب السؤدد میں اپنے اسناد کے ساتھ سفیان بن سلیم سے اور کتاب ابانہ عکبری میں اپنے اسناد کے ساتھ زینب بنتِ ابی رافع سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اپنے دونوں فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کو لیے ہوئے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہؐ! میرے ان دونوں بچّوں کو کچھ عطا فرمادیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ یہ عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! یہ دونوں فرزند آپؐ ہی کے ہیں انھیں بھی اپنی کسی شے کا وارث بنا دیجیے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا، حسنؑ کے لیے میری ہیبت اور سیادت ہے اور حسینؑ کے لیے

میری جرأت وسخاوت ہے۔

ایک دوسری کتاب میں ہے کہ اِس پر حضرت فاطمہ زہراؑ نے عرض کی:

یارسول اللہؐ! میں اِس پر راضی ہوں۔

اِسی بناء پر امام حسنؑ حلیم اور پُرہیبت تھے اور امام حسینؑ شجاع اور جوّاد تھے۔

• کتاب الارشاد و کتاب الرّوضہ و اعلام الورٰی وشرف النّبی وجامعِ ترمذی و ابانۂ عکبری میں آٹھ طریقوں سے انس سے روایت ہے کہ امام حسنؑ سینے سے لے کر سرتک رسول اللہؐ سے مشابہ تھے اور امام حسینؑ سینے سے لے کر پاؤں تک آنحضرتؐ سے مشابہ تھے۔

• راغب اصفہانی نے اپنی کتاب محاضرات میں ابوہریرہ اور بُریدہ سے روایت کی ہے، ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، آپؐ نے ایک بار مجمع پر نظر ڈالی اور ایک مرتبہ امام حسنؑ پر، پھر فرمایا۔ "اللہ تعالٰی میرے اِس فرزند کے ذریعے مسلمانوں کے دوگروہوں میں صلح کرا دے گا۔"

اس روایت کو بخاری وخطیب اور خرکوشی اور سمعانی نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے۔

• بخاری وموصلی و ابوالسعادات وسمعانی نے روایت کی ہے کہ: ایک مرتبہ اسمٰعیل بن خالد نے ابوجحیفہ سے پوچھا کہ کیا تم نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو دیکھا ہے؟

اُس نے کہا، جی ہاں، وہ امام حسنؑ سے بالکل مشابہ تھے۔

• ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حسینؑ بن علیؑ میرے پاس آئے، وہ سر پر عمامہ باندھے ہوئے تھے تو میں سمجھا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پھر سے مبعوث ہو کر آ گئے۔

• غزالی اور مکّی نے احیاء العلوم اور "قوّت القلوب" میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے امام حسنؑ سے فرمایا "تم خَلق وخُلق میں مجھ سے مشابہ ہو۔"

(۵۵) امام حسنؑ سے آنحضرتؐ کی محبت آپؐ نے اُنؑ کیلئے سجدے کو طول دیا

ابوعلی جبائی نے مُسند ابی بکر بن ابی شیبہ سے اور اُنھوں نے ابنِ مسعود سے یہ روایت کی ہے۔ نیز عبداللہ بن شدّاد نے اپنے والد سے اور ابویعلی موصلی نے اپنی مُسند میں ثابت بنانی سے اُنھوں نے انس سے یہ روایت کی۔ پھر عبداللہ بن شیبہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو نماز کے لیے بُلایا گیا تو آپؐ کی گود میں امام حسنؑ تھے۔ آنحضرتؐ نے اُن کو اپنے پہلو میں بٹھالیا اور نماز شروع کی جب آنحضرتؐ سجدے میں تشریف لے گئے تو سجدے کو طول دے دیا۔ میں نے مجمع میں سجدے سے سر اُٹھا کر دیکھا تو امام حسنؑ آپؐ کی پُشتِ مبارک پر سوار تھے۔ الغرض جب آپؐ نے سلام پڑھ کر نماز ختم کی تو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہؐ! آپؐ اتنا طویل سجدہ تو کبھی نہیں فرماتے تھے۔ آج کیا بات ہوگئی تھی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اثنائے نماز آپؐ پر وحی نازل ہونے لگی تھی؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا، نہیں، بلکہ میرا فرزند میری پُشت پر بیٹھ گیا تھا۔ مجھے یہ پسند نہ آیا کہ جب تک یہ خود میری پُشت سے نہ اُتر آئے، میں سجدے سے سر اُٹھالوں۔

• عبداللہ ابنِ شدّاد کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے لوگوں کو جواب دیا کہ میرا فرزند میری پُشت پر سوار تھا مجھے یہ پسند نہ آیا کہ جب تک اُس کا جی نہ بھر جائے میں سجدے سے سر اُٹھاؤں۔

• حلیتہ الاولیاء میں ابوبکرہ سے روایت ہے، اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہمارے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ دورانِ نماز امام حسنؑ آگئے جو ابھی بالکل کمسن اور بچّے تھے، اور آنحضرتؐ کی پُشتِ مبارک پر بیٹھ گئے۔ آپؐ اُن کو آہستہ آہستہ اُٹھانے لگے۔ جب نماز تمام ہوچکی تو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپؐ نے اس بچّے کے ساتھ وہ کیا جو آج تک آپؐ نے کسی اور بچّے کے ساتھ نہیں کیا۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، ہاں، یہ میری باغِ زندگی کا پھول ہے۔

• نیز اسی کتاب (حلیتہ الاولیاء) میں براء بن عازب سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، امام حسنؑ کو اپنے دوشِ اقدس پر بٹھائے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ اَحَبَّنِی فلیحبّہٗ" یعنی (جو شخص مجھ سے محبّت کرتا ہے پس اس پر اِس کی محبّت لازم ہے)

• "سُنَنِ ابنِ ماجہ و فضائلِ احمد میں اپنے اسناد کے ساتھ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ"

یعنی: (یا اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت کر، بلکہ اس کے محبوں سے بھی محبت کر۔)

• "مُسندِ" احمد میں ابوہریرہ سے روایت ہے: ایک مرتبہ امام حسنؑ رسول اللہؐ کے پاس آئے، اُن کے گلے میں ہار پڑا ہوا تھا، وہ آکر رسول اللہؐ کے سینے سے لگ کر بیٹھ گئے، تو آپؐ نے انھیں اپنے سینے سے چمٹا لیا، پھر ارشاد فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ"

یعنی: (یا اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت کر، بلکہ اس کے محبوں سے بھی محبت کر۔)

یہ آپؐ نے تین بار ارشاد فرمایا۔

• ابنِ بطہ نے یہ روایت بہت سے طریقوں سے نقل کی ہے۔

• عبدالرحمن بن ابی لیلی کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے کہ امام حسنؑ آگئے اور زمین پر لیٹ گئے۔ آپؐ نے اُن کی قمیص اُٹھائی اور اُن کی ٹھوڑی کو بوسہ دیا۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۵۶) آنحضرتؐ نے دورانِ نماز امام حسنؑ کو بوسہ دیا

ابوقتادہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نماز پڑھ رہے تھے اور اسی حالت میں امام حسنؑ کو بوسہ دیا۔

• خدری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مشغولِ نماز تھے کہ امام حسنؑ آگئے۔ آنحضرتؐ حالتِ قعود میں تھے کہ اُنھوں نے آپؐ کے گلے میں باہیں ڈال دیں، تو آنحضرتؐ اُن کو اپنے دونوں ہاتھوں سے سنبھالے ہوئے اُٹھے اور اسی حالت میں آپؐ نے رکوع فرمایا

• "فضائلِ" عبدالملک میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم امام حسنؑ کو بوسے دے رہے تھے۔ یہ دیکھ کر اقرع بن حابس نے کہا، میرے دس فرزند ہیں، مگر میں نے آج تک کبھی کسی کو بوسہ نہیں دیا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، جو کسی پر رحم نہیں کرتا، اُس پر بھی کوئی رحم نہیں کرتا۔

• "مُسندالعشرہ" و "ابانہ" عکبری و "شرف النبی" و "فضائل" سمعانی کے اندر چند روایات ایک دوسرے میں مل گئی ہیں۔ عمیر بن اسحاق سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ابوہریرہ کو دیکھا کہ اُنھوں نے حضرت امام حسن علیہ السلام ابنِ علی علیہ السلام سے عرض کی، شہزادے ذرا مجھے وہ جگہ دکھادیجیے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوسے لیا کرتے تھے۔

امام حسن علیہ السلام نے اپنے شکمِ مبارک سے قمیص ہٹائی تو ابوہریرہ نے آپؑ کی ناف کو بوسہ دیا۔

امام حسینؑ سے آنحضرتؐ کا خطاب
اے حسینؑ! تم تو ابوالائمہ ہو

سلیم بن قیس نے حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسینؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زانوئے اقدس پر رونق افروز تھے اور آنحضرتؐ آپؑ کے بوسے لے رہے تھے، اور فرما رہے تھے:

"اَنْتَ السَّیِّدُ ابنُ السَّیِّدِ اَبُو السَّادَۃِ، اَنْتَ الاِمامُ ابنُ الاِمامِ
ابو الائمّۃِ، اَنْتَ الحُجّۃُ ابنُ الحُجّۃِ، اَبُو الحُجَجِ تِسعۃٍ
مِنْ صُلْبِکَ وتاسِعُھُمْ قَائِمُھُمْ"

یعنی: (تم سید ابنِ سید اور ابوالسادات ہو، تم امام ابنِ امام اور ابوالائمہ ہو تم حجت ابنِ حجت اور نو حجتوں کے باپ ہو جن کا نواں قائم ہوگا۔)

دامنِ قبا میں پائے حسینؑ کا اُلجھنا

ابنِ عمر سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حسینؑ گھر سے برآمد ہوتے اور اُن کی قبا کا دامن پاؤں میں اُلجھا تو وہ گر پڑے اور رونے لگے، یہ دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً منبر سے اُترے، اُنھیں اُٹھاکر گلے سے لگایا اور ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ شیطانؑ کو موت دے، اولاد واقعتاً انسان کی آزمائش کے لیے ہوتی ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، مجھے نہیں یاد کہ میں نے خطبے کو کہاں چھوڑا اور منبر سے اُترا۔

○ حسینؑ کے رونے سے رسولؐ کو اذیت

ابو السعادت کی "فضائلِ عشرہ" میں مرقوم ہے کہ یزید بن ابی زیاد کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حجرۂ عائشہ سے نکل کر بیتِ فاطمہؑ کی طرف سے ہو کر کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ اندر سے حسینؑ کے رونے کی آواز سُنی تو فاطمہؑ سے فرمایا، بیٹی! تمھیں نہیں معلوم کہ حسینؑ کے رونے سے مجھے اذیت ہوتی ہے۔

○ حسینؑ اسباط میں سے ایک سبط ہیں

ابنِ ماجہ نے "سنن" میں، زمخشری نے اپنی کتاب "فائق" میں تحریر کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے امام حسینؑ کو دیکھا کہ گلی میں بچّوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپؐ اصحاب کے مجمع سے آگے بڑھ گئے اور اپنے ہاتھ پھیلا دیے۔ حسینؑ کبھی اِدھر بھاگتے اور کبھی اُدھر بھاگتے اور آنحضرتؐ اُن کو دیر تک ہنساتے رہے بالآخر آپؐ نے اُن کو پکڑ ہی لیا۔ پھر اپنا ایک ہاتھ اُن کی ٹھوڑی کے نیچے اور ایک ہاتھ سر کے نیچے رکھا اور اُن کے بوسے لیے پھر ارشاد فرمایا:

"اَنَا مِنْ حسین وحسین مِنّی اَحبَّ اللہ مَن اَحبَّ حسیناً حسین سِبْط مِنَ الْاَسباط"

یعنی (میں حسینؑ سے ہوں اور حسینؑ مجھ سے ہے، اللہ اُس شخص سے محبت کرے گا جو حسینؑ سے محبت کرے گا۔ حسینؑ اسباط میں سے ایک سبط ہے)

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۵۷) حسینؑ کا آغوشِ نبیؐ میں پیشاب کرنا

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حسینؑ آگئے۔ وہ کبھی آنحضرتؐ کی پشتِ اقدس سے لپٹتے اور کبھی شکمِ مبارک سے۔ اِسی اثناء اُنھوں نے پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا" انھیں چھوڑ دو (پیشاب کر لینے دو)۔

○ لڑکے اور لڑکی کے پیشاب میں فرق

سُنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک مرتبہ حسین علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں پیشاب کر دیا تو لبانہ نے کہا اپنی ازار مجھے دید یجیے تاکہ میں اِس کو دھو ڈالوں۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: "لڑکی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب پر صرف پانی ڈالا جاتا ہے۔"

○ حسینؑ کا حالتِ سجدہ میں پُشتِ رسولؐ پر سوار ہونا

احادیثِ لیث بن سعد میں ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اور حسینؑ جو ابھی بہت چھوٹے تھے آپؐ کے پاس بیٹھے تھے جب رسول اللہؐ سجدے میں جاتے تو حسینؑ اُن کی پُشت پر سوار ہو جاتے اور اپنے دونوں پاؤں ہلا ہلا کر کہتے حَل حَل ۔

جب آنحضرتؐ سجدے سے سر اُٹھانے کا ارادہ کرتے تو حسینؑ کو پکڑ کر نیچے بٹھا دیتے مگر جب آنحضرتؐ دوبارہ سجدے میں جاتے تو حسینؑ پھر اُن کی پشتِ مبارک پر بیٹھ جاتے اور کہتے حَل حَل (چل چل)

اِسی طرح حسین علیہ السلام مسلسل یہی کرتے رہے یہانتک کہ آنحضرتؐ نے نماز تمام فرمائی، تو ایک یہودی نے آپؐ سے عرض کی: آپ لوگ بچّوں سے اس طرح شفقت کا سلوک کرتے ہیں کہ ایسا ہم لوگ کبھی نہیں کرتے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، اگر تم لوگ اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لاتے تو تم بھی اِسی طرح شفقت و رحم سے پیش آتے۔

اُس نے عرض کی، اگر ایسا ہے تو میں ابھی اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لاتا ہوں پھر وہ آنحضرتؐ کو باوجود عظمتِ قدر بچّوں پر اس طرح شفقت و رحم کرتے ہوئے دیکھ کر اسلام لایا۔

(مناقب ابن شہر آشوب)

۵۸ میں دوشِ رسولؐ کا راکب ہوں

"امالی" حاکم میں مرقوم ہے کہ ابو رافع کا بیان ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا بچپن تھا اور میں اُن کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ جب میری باری آتی تو میں کہتا کہ اب آپ بھی مجھے اپنی پُشت پر سوار کریں۔

وہ کہتے ؛ کیا تم اُس کی پُشت پر سوار ہو گے جس کو رسول اللہؐ نے اپنی پُشتِ مبارک پر سوار کیا ہے ؟

یہ سُن کر میں ارادہ ترک کر دیتا۔ اور اُن کی پُشت پر سوار نہ ہوتا۔ اور جب اُن کی سواری کی باری آتی تو میں کہتا ، آپ نے مجھے اپنی پُشت پر سوار نہیں کیا۔ لہٰذا میں بھی آپ کو اپنی پُشت پر سوار نہ کروں گا۔

آپؑ فرماتے : کیا تم اُس شخص کو اپنی پُشت پر سوار نہ کرو گے جس کو رسولؐ نے اپنی پُشت پر سوار کیا ہے۔ ؟

یہ سُن کر میں اُن کو اپنی پُشت پر سوار کر لیتا تھا۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

۵۹ عبداللہ بن عمرو بن العاص سے امام حسینؑ کی گفتگو

حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

"مَن اَحبَّ اَنْ یَّنظر اِلیٰ اُحبِّ اهل الارض الی اهل السماء فَلْیَنْظُر اِلَی الحسین ۔"

یعنی : (جو شخص اہلِ آسمان کے نزدیک اہلِ زمین میں سے محبوب ترین ہستی کو دیکھنا چاہتا ہے تو وہ حسینؑ کو دیکھ لے ۔)

• اس روایت کو دونوں طبریوں نے اپنی کتابِ مناقب و کتابِ فضائل میں اور سمعانی نے فضائل میں اپنے اپنے اسناد کے ساتھ اسمٰعیل بن رجاء سے نقل کیا ہے۔

عمرو ابنِ شعیب کا بیان ہے، ایک مرتبہ حضرت امام حسینؑ ابنِ علیؑ عبداللہ بن عمرو بن العاص کی طرف سے ہو کر گذرے تو عبداللہ نے کہا جو شخص چاہتا ہے کہ ایسی ہستی کو دیکھے جو اہلِ آسمان کے نزدیک اہلِ زمین میں سب سے زیادہ محبوب ہے تو وہ اِس گذرنے والے کو دیکھ لے۔ مگر جنگِ صفین کی راتوں کے بعد مجھ سے اور اِس سے آج تک بات نہ ہو سکی۔

یہ سُن کر ابو سعید خدری اُسے لیکر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے امام حسین علیہ السلام نے دریافت کیا، تم جانتے ہو کہ میں اہلِ آسمان کے نزدیک اہلِ زمین میں سے سب سے زیادہ محبوب شخص ہوں ؟ اور اس کے باوجود تم نے یومِ صفین مجھ سے اور میرے پدرِ بزرگوار سے جنگ کی۔ خدا کی قسم میرے پدرِ بزرگوار تو مجھ سے بہتر تھے۔

عبداللہ نے معذرت چاہی اور عرض کی، میں مجبور تھا، اس لیے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا حکم ہے کہ اپنے باپ کی اطاعت کرو۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: مگر کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نہیں سُنا ہے کہ:

"وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا" (سورۂ لقمان آیت ۱۵)

یعنی: (اور اگر وہ (والدین) کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ کسی (ایسے) کو شریک کرے جس کا تجھے علم نہیں، تو اُن کی اطاعت نہ کر۔)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ:

"اطاعتِ والدین کا مطلب یہ ہے کہ نیک کاموں میں اُن کی اطاعت کرو۔"

نیز آنحضرتؐ کا یہ بھی ارشاد ہے:

"خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہ کرو۔"

○ جبریلِ امینؑ کا امام حسینؑ کو لوریاں دے کر بہلانا

کتابُ المسئلۃ الباہرہ فی تفضیل الزّہراء الطّاہرہ" میں ابو محمّد حسن بن طاہر

قائنی ہاشمی سے روایت ہے، اُنھوں نے کہا کہ حدیث میں آیا ہے کہ: ایک مرتبہ جبریل امینؑ نازل ہوئے تو دیکھا کہ فاطمہ زہراؑ سو رہی ہیں اور حسینؑ رو رہے ہیں جیسا کہ بچوں کی عادت ہے کہ وہ اپنی ماں کے لیے رونے لگتے ہیں۔ تو جبریل امینؑ انھیں بہلانے اور لوریاں دینے لگے، یہاں تک کہ فاطمہ زہراؑ نیند سے بیدار ہوئیں۔ پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فاطمہ زہراؑ کو یہ بات بتائی۔

○ جنّت میں قصرِ حسینی

طبری کا بیان ہے کہ طاؤس یمانی نے ابنِ عبّاس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ میں نے (شبِ معراج) جنّت میں ایک قصر دیکھا جو ایک سفید موتی کا ڈھلا ہوا تھا جس میں کوئی شگاف اور جوڑ نہ تھا۔ میں نے کہا میرے دوست جبریل! یہ قصر کس کا ہے؟

اُنھوں نے عرض کی، آپؐ کے فرزند حسینؑ کا ہے۔

پھر میں آگے بڑھا تو ایک سیب کا درخت دیکھا اس میں سے ایک سیب توڑا اور اُسے چیرا تو اُس میں سے ایک حوریہ (حوراء) نکلی۔ میں نے اُس سے پوچھا تو کس کے لیے ہے؟

تو وہ حوریہ رونے لگی اور کہا میں آپؐ کے فرزند حسینؑ کے لیے ہوں۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۶۰) حسینؑ جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار ہیں

کتاب "شرف النّبی" میں جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"مَن سرّہ اَن یّنظر الیٰ سیّد شباب اھل الجنّۃ فلینظر اِلی الحسین ابن علی۔"

یعنی: (جو شخص یہ چاہتا ہے کہ جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار کو دیکھے تو وہ حسینؑ ابنِ علیؑ کو دیکھ لے۔) (مناقب ابنِ شہر آشوب)

(اعلام الوریٰ)

(۶۱) امام حسنؑ سیّد اور صلح پسند ہیں

عبداللہ بن بُریدہ نے ابنِ عباسؓ سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہمراہ تھا آپؐ نے حضرت فاطمہ زہراؑ کے دروازے پر تین مرتبہ آواز دی، مگر کوئی جواب نہ ملا تو آپؐ نے ایک باغ کا رُخ کیا اور وہاں تشریف فرما ہوگئے، میں بھی آنحضرتؐ کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں امام حسنؑ برآمد ہوئے، وہ اپنا منہ دھوکر آئے تھے اور گلے میں ایک تسبیح پڑی ہوئی تھی۔ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے اور حسنؑ کو لیکر اپنے سینۂ اقدس سے لگایا، اُنھیں بوسہ دیا پھر فرمایا: "میرا یہ فرزند سیّد ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔" (مناقب ابنِ شہر آشوب، اعلام الوریٰ)

(۶۲) شہزادۂ صلح و سیّد امام حسنؑ ہیں

ابنِ طلحہ نے ابوبکرہ نفیع بن حارث ثقفی سے مرفوعاً روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حسنؑ بن علیؑ کو اپنے پہلو میں لیے ہوئے مجمع میں آئے کبھی آپؐ مجمع کی طرف نظر کرتے اور کبھی امام حسنؑ کی طرف دیکھتے اور فرماتے کہ: "میرا یہ فرزند سیّد ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا۔"

- اس حدیث کی روایت حنابذی نے بھی کی ہے۔ (کشف الغمہ)
- صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں براء سے ایک مرفوع روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم امام حسنؑ کو اپنے کاندھے پر بٹھائے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے:

"اَللّٰھُمَّ اِنّی اَحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ"

یعنی: (اے اللہ! میں اس سے محبّت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبّت کر)

سواری ہی عمدہ نہیں بلکہ سوار بھی عمدہ ہے

ترمذی نے بھی مرفوعاً ابنِ عبّاس سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم امام حسنؑ کو اپنے دوشِ اقدس پر اُٹھائے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے انھیں دیکھ کر کہا، صاحبزادے آپ کتنی عمدہ سواری پر سوار ہیں۔
آنحضرتؐ نے فرمایا: "سوار بھی کتنا عمدہ ہے۔"

- اِس حدیث کی روایت حنابذی نے بھی کی ہے۔

حافظ ابونعیم اپنی کتاب "حلیۃ الاولیاء" میں ابوبکرہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ، ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہم لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، آپؐ سجدے میں تھے کہ امام حسنؑ آگئے "وہ ابھی بچّے تھے"، اور آنحضرتؐ کی پُشت پر سوار ہوگئے یا گردن پر سوار ہوئے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے امام حسنؑ کو آہستہ آہستہ اُٹھایا جب آنحضرتؐ نماز تمام کرچکے تو لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! آپؐ اس بچّے کے ساتھ اتنی محبّت سے پیش آتے ہیں کہ اتنی محبّت سے کسی اور بچّے سے پیش نہیں آتے۔
آپؐ نے فرمایا:

"اِنَّ ھٰذا ریحانتی واِنَّ ابنی ھٰذا سید وعسیٰ
اَنْ یصلح اللہ بہٖ بین فئتین من المسلمین

یعنی: (بیشک یہ میرا پھول ہے، اور میرا یہ فرزند سیّد ہے قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرادے)

- حنابذی نے بھی اِس حدیث کو اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے۔
- ترمذی نے اپنی صحیح میں ایک مرفوع روایت انس ابنِ مالک سے مرقوم ہے

اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے دریافت کیا گیا کہ: آپؐ کو اپنے اہلِ بیت میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟
آنحضرتؐ نے فرمایا حسنؑ وحسینؑ۔
آپؐ اکثر فاطمہ زہراؑ سے فرمایا کرتے تھے کہ: میرے فرزندوں کو لاؤ۔
پھر آپؐ ان دونوں کو سونگھتے اور اپنے سینے سے لگاتے تھے۔

- صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں ابوہریرہ سے روایت ہے: اُن کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلا۔ تھوڑا دن چڑھا تھا۔ آپؐ نے نہ مجھ سے کوئی بات کی اور نہ میں نے آپؐ سے کوئی بات کرنے کی جرأت کی یہاں تک کہ آپؐ بنی قینقاع کے بازار میں آگئے۔ پھر وہاں سے واپس ہوئے اور حجرے میں تشریف لے گئے اور فرمایا، کیا یہاں میرا بچھڑا ہے؟ کیا یہاں میرا بچھڑا ہے؟ (یعنی امام حسنؑ) تھوڑی دیر میں حسنؑ دوڑتے ہوئے آگئے اور دونوں نے ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ وَ اُحِبُّ مَنْ یُّحِبُّہٗ"

یعنی: (یا اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں اور اُس سے بھی محبت کرتا ہوں جو اِس سے محبت کرے۔)

- ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ"

یعنی: (یا اللہ! میں اِس سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبت کر اور جو اِس سے محبت کرے اُس سے بھی محبت کر۔)

ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ کے اِس ارشاد کے بعد میرے نزدیک امام حسنؑ سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہ رہا۔

(۶۳) حسنینؑ پشتِ رسولؐ پر

صحیح ترمذی میں ایک مرفوع روایت مرقوم ہے کہ اُسامہ بن زید کا بیان ہے کہ میں نے ایک شب کسی کام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درِ اقدس پر پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آنحضرتؐ باہر تشریف لائے تو آپؐ کوئی چیز لیے ہوئے تھے میں اندازہ نہ کرسکا کہ وہ کیا چیز ہے۔ جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوا تو عرض کی: یا رسول اللہؐ! آپؐ یہ کیا چیز لیے ہوئے ہیں؟ آپؐ نے اپنی ردا ہٹائی تو دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ آپؐ کی پُشتِ اقدس پر ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:

"ھٰذان ابنای و ابنا ابنتی اللّٰھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما۔"

یعنی: (یہ دونوں میرے نواسے میرے فرزند ہیں اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں

تو بھی ان دونوں سے محبت کر بلکہ اُس شخص سے بھی محبت کر جو اِن دونوں سے محبت کرے۔)

- صحیح ترمذی میں اپنے اسناد کے ساتھ ابوسعید سے یہ بھی روایت ہے: کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

"الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنّۃ"

یعنی: (حسنؑ وحسینؑ سردار ہیں جوانانِ جنّت کے۔)

رسولؐ سجدے میں اور حسنؑ پُشت پر

ابنِ عمر سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میں نے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ:

"ھما ریحانتای من الدّنیا۔"

یعنی: (یہ دونوں میرے دو پھول ہیں دُنیا میں)

- نسائی نے اپنے اسناد کے ساتھ عبداللہ بن شدّاد سے اور اُس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نمازِ عشاء کے لیے ہم لوگوں کے پاس امام حسنؑ کو گود میں لیے ہوئے تشریف لائے۔ حسنؑ کو بٹھادیا اور نماز کے لیے تکبیر کہہ کر نماز شروع کی۔ جب آپؐ سجدے میں پہنچے تو سجدے کو کافی طول دے دیا۔ راوی کہتا ہے کہ میرے والد نے بتایا کہ میں نے ذرا سجدے سے سر اُٹھاکر دیکھا کہ آنحضرتؐ کی پُشتِ مبارک پر یہ بچّہ (حسنؑ) سوار ہے۔ یہ دیکھ کر میں دوبارہ سجدے میں چلا گیا۔

الغرض جب آنحضرتؐ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے عرض کی: یارسولؐ اللہ آپؐ نے اِس نماز کے دوران تو بڑا طویل سجدہ فرمایا۔ ہم لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید کوئی حادثہ ہوگیا ہے یا آپؐ پر وحی نازل ہونے لگی ہے؟

آپؐ نے فرمایا، نہیں، بلکہ میرا فرزند میری پُشت پر سوار ہوگیا تھا۔ مجھے بُرا معلوم ہوا کہ جبتک اس کا جی سیر نہ ہوجائے میں سجدے سے سر اُٹھاؤں۔

- ترمذی اور نسائی نے اپنی اپنی صحیح میں اپنے اپنے اسناد کے ساتھ بُریدہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ

اتنے میں حسنؑ و حسینؑ آتے ہوئے نظر آئے۔ وہ سُرخ رنگ کی قبائیں پہنے ہوئے تھے اُن کے پاؤں دامانِ قبا میں اُلجھ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم منبر سے فوراً اُترے اور بڑھ کر اُن دونوں کو اُٹھایا اور لا کر اپنے سامنے بٹھا لیا پھر فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ:

"اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ"

یعنی: (سوائے اس کے نہیں ہے کہ تمہارے اموال و اولاد آزمائش ہیں۔)

میں نے دیکھا کہ یہ دونوں بچے آ رہے ہیں اور دامنوں سے ان کے پاؤں اُلجھ رہے ہیں میں اسے برداشت نہ کر سکا، خطبے کو منقطع کر کے انھیں اُٹھا لیا۔

- حنابذی نے بھی یہی روایت تقریباً اِن ہی الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے۔
- ترمذی نے اپنے اسناد کے ساتھ ابی جحیفہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دیکھا تھا۔ اور حسنؑ بن علیؑ آپؐ کے بالکل مشابہ تھے۔
- انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے حسنؑ بن علیؑ کے سوا کوئی اور مشابہ نہ تھا۔
- حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ حسنؑ، سینے سے سر تک، اور حسینؑ سینے سے پاؤں تک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔
- صحیح بخاری میں عقبہ بن حارث سے مرفوع روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابوبکر نے نمازِ عصر پڑھی اور علیؑ کے ساتھ ٹہلتے ہوئے نکلے، تو دیکھا کہ حسنؑ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ ابوبکر نے آگے بڑھ کر انھیں اُٹھا کر اپنے کاندھے پر بٹھا لیا اور یہ شعر پڑھا:

بِاَبِی شبیہ بِالنّبیّ   لیس شبیہاً بِعلیّ

یعنی: (میں اپنے باپ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ تو نبیؐ سے مشابہ ہیں علیؑ سے مشابہ نہیں ہیں)
اور علیؑ یہ سُن کر ہنسنے لگے۔

- حنابذی نے لکھا ہے کہ: اور علیؑ یہ سُن کر متبسّم ہوئے۔
- اسماعیل بن ابی خالد سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ابوجحیفہ سے پوچھا: کیا تم نے رسول اللہؐ کو دیکھا تھا؟ اس نے کہا کہ ہاں آپؐ مشابہ حسنؑ تھے

• ابوہریرہ سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے جب بھی حسنؑ بن علیؑ کو دیکھا میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اِس لیے کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے تو مسجد میں مجھے پایا۔ آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑا اور میرا سہارا لیے ہوئے چلنے لگے یہانتک کہ بنی قینقاع کے بازار میں پہنچے۔ مجھ سے دورانِ راہ کوئی بات نہ کی، اِدھر اُدھر گھومے نظریں دوڑائیں اور واپس ہو گئے۔ میں بھی آپؐ کے ساتھ واپس ہوا۔ آپؐ مسجد میں تشریف فرما ہوئے اور مجھ سے فرمایا:

میرے بچھڑے کو آواز دو (میں نے آواز دی) تو امام حسنؑ دوڑے ہوئے آئے اور آنحضرتؐ کی آغوشِ مبارک میں جا پڑے اور آپؐ کی ریشِ مبارک میں انگلیاں ڈالنے لگے اور آپؐ اُن کا منھ کھول دیتے پھر اپنا دہنِ اقدس اُن کے دہنِ مبارک میں دیدیتے۔ پھر ارشاد فرماتے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ"

یعنی: (اے اللہ! میں اِس سے محبّت کرتا ہوں اور اُس سے بھی محبّت کرتا ہوں جو اِس سے محبّت کرتا ہے۔)

یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ فرمائی۔ (کشف الغمۃ)

• کتاب مناقب میں بھی ابوہریرہ سے اسی کے مثل روایت مرقوم ہے۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۶۵) حفاظت کی دُعا

حنابذی نے اپنے اسناد کے ساتھ عبدالرّحمٰن بن عوف سے روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: اے عبدالرّحمٰن! کیا میں تمھیں حفاظت کی وہ دُعا بتا دوں جو حضرت ابراہیمؑ اپنے دونوں فرزندوں اسمٰعیلؑ اور اسحٰاقؑ پر پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔ اور میں اپنے دونوں فرزندوں حسنؑ و حسینؑ پر پڑھ کر دم کیا کرتا ہوں۔ بولو

"کَفٰی بِسَمْعِ اللّٰہِ وَاعِیًا لِّمَنْ دَعَا وَلَا مَرْمٰی وَرَاءَ اَمْرِ اللّٰہِ لِرَامٍ رَمٰی"

فضیلتِ حسنینؑ ہارون الرّشید کی نظر میں

اسحٰق بن سلیمان ہاشمی سے مرفوعاً روایت ہے کہ اُس سے اُس کے والد نے کہا کہ ایک مرتبہ میں امیرالمومنین ہارون الرّشید کے پاس تھا وہاں حضرت علیؑ کا ذکر ہونے لگا، تو امیرالمومنین ہارون الرّشید نے کہا؛

"لوگوں کو گمان ہے کہ میں علیؑ ابنِ ابی طالبؑ اور حسنؑ و حسینؑ سے بغض و عداوت رکھتا ہوں ۔ نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہے جیسا کہ لوگ سمجھتے ہیں. بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ اُن کی اولاد ہے جن کے ساتھ مل کر ہم نے خونِ حسینؑ کا بدلہ لیا۔ اُن کے قاتلوں کو قتل کیا پھر یہ حکومت ہم لوگوں کو ملی۔ ہم نے اُن کے ساتھ مِل جُل کر رہنا شروع کیا، مگر ان لوگوں نے ہم پر حسد کرنا شروع کردیا، ہم پر خروج کرنے لگے۔ (ورنہ ہمیں معلوم ہے کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ اور حسنؑ و حسینؑ کا کیا مرتبہ ہے، سنو!)

خدا کی قسم، بیان کیا مجھ سے امیرالمومنین مہدی نے، اُن سے بیان کیا امیرالمومنین ابو جعفر منصور نے، اُن سے بیان کیا محمّد بن علی بن عبداللہ بن عبّاس نے، عبداللہ بن عبّاس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھے کہ فاطمہ زہراؑ روتی ہوئی آئیں۔

آنحضرتؐ نے پوچھا، بیٹی! کیا بات ہے کیوں روتی ہو؟

اُنھوں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! حسنؑ و حسینؑ گھر میں نہیں ہیں معلوم نہیں کہاں چلے گئے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: میرا باپ تم پر نثار گریہ نہ کرو، اللہ تعالیٰ جؒ نے انھیں پیدا کیا ہے وہ اُن پر ہم سب سے زیادہ رحم و کرم فرمانے والا ہے۔

پھر آنحضرتؐ نے دعا کی:

" پروردگارا! اگر وہ دونوں خشکی پر ہوں تو اُن کی تو ہی حفاظت فرما، اگر وہ تری میں ہوں تو اُن کو تو سلامت رکھ۔"

اتنے میں جبریل امینؑ نازل ہوئے اور کہا، اے احمدؐ! آپؐ کوئی غم و ہم نہ کریں وہ دونوں دنیا میں بھی صاحبِ فضیلت ہیں اور آخرت میں بھی صاحبِ فضیلت ہیں اور ان دونوں کے والد اُن دونوں سے بہتر ہیں۔ آپؐ کے دونوں فرزند حظیرۂ بنی نجّار میں

سو رہے ہیں اور اللہ نے اُن کے لیے ایک فرشتہ مقرّر کر دیا ہے جو اُن کی حفاظت کر رہا ہے۔

ابنِ عبّاسؓ کا بیان ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اُٹھے اور ہم بھی آپؐ کے ہمراہ چلے اور حظیرۂ بنی نجّار میں پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ امام حسنؑ، امام حسینؑ کے گلے میں بانہیں ڈالے ہوئے سو رہے ہیں اور ایک فرشتہ اپنے ایک پَر سے انھیں چھپائے ہوئے ہے۔

آنحضرتؐ نے امام حسنؑ کو اُٹھایا اور فرشتے نے امام حسینؑ کو اٹھالیا مگر ہمیں یہی نظر آیا کہ آپؐ ہی دونوں کو اُٹھائے ہوئے ہیں۔ تو ابوبکر اور ابوایوب انصاری نے عرض کی، یارسول اللہؐ! ان دونوں میں سے ایک کے بوجھ سے ہلکے ہو جائیے (ہمیں دیدیجیے۔)

آپؐ نے ارشاد فرمایا: نہیں اِن دونوں کو میرے ہی پاس رہنے دو کیونکہ یہ

"فانهما فاضلان فی الدنیا فاضلان فی الاٰخرة وابوهما خیر منهما"

یعنی: (یہ دونوں دنیا وآخرت دونوں میں صاحبانِ فضیلت ہیں اور اِن دونوں کے والد اِن دونوں سے افضل وبہتر ہیں۔)

اِس کے بعد آپؐ نے فرمایا: خدا کی قسم، آج میں اِن دونوں کے وہ شرف بیان کروں گا جو شرف اللہ تعالےٰ نے ان دونوں کو عطا فرمائے ہیں۔

اِس کے بعد آپؐ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا: اور پوچھا:

"اے لوگو! کیا میں تمھیں ایسا شخص بتاؤں جو ازروئے جد وجدہ تمام انسانوں میں سب سے بہتر ہے؟

لوگوں نے عرض کی جی ہاں ارشاد فرمائیے۔

آپؐ نے فرمایا: وہ حسنؑ وحسینؑ ہیں کہ ان کے جد رسول اللہؐ اور جدّہ خدیجہؑ بنتِ خویلد ہیں۔ اچھا کیا میں تم کو ایسا شخص بتا دوں جو ازروئے پدر ومادر تمام انسانوں میں سب سے بہتر ہے؟

لوگوں نے عرض کی جی ہاں یارسول اللہؐ!

آپؐ نے فرمایا: وہ حسنؑ وحسینؑ ہیں، کیونکہ ان کے پدر علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہیں اور ان کی مادر فاطمہ زہراؑ ہیں۔ کیا میں تمھیں ایسا شخص بتاؤں جو چچا اور پھوپی کی طرف سے

سب سے بہتر ہے؟
لوگوں نے عرض کی جی ہاں، یارسول اللہ !
آپؐ نے فرمایا وہ حسنؑ وحسینؑ ہیں، کہ اُن کے چچا جعفرؓ بن ابی طالبؑ ہیں، اور پھوپی اُمِ ہانیؓ بنت ابی طالبؑ ہیں۔

اے لوگو! آگاہ رہو کہ اِن دونوں کے والد جنت میں ہوں گے اور ان دونوں کی والدہ جنت میں ہوں گی، ان دونوں کا جد "میں" جنت میں ہوں گا، ان دونوں کی جدہ (خدیجہؓ) جنت میں ہوں گی، ان دونوں کے چچا (جعفرؓ) جنت میں ہوں گے، اِن دونوں کی پھوپی (اُمِ ہانیؓ) جنت میں ہوں گی، یہ دونوں جنت میں ہوں گے اور ان دونوں کے مُحب (چاہنے والے) جنت میں ہوں گے، بلکہ ان دونوں کے محبوں کے چاہنے والے بھی جنت میں ہوں گے۔

حضرت امام حسنؑ کا حلیہ مبارک

احمد بن محمد بن ایوب مغیری سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضرت امام حسنؑ ابنِ علیؑ کا رنگ گورا سُرخی مائل، سیاہ بڑی بڑی آنکھیں، ہموار رُخسار، سینے سے ناف تک بالوں کی ہلکی سی لکیر، گھنی داڑھی، کانوں تک لٹکتی ہوئی زُلفیں، گردن جیسے چاندی کی صراحی، عظیم اور مضبوط جوڑ وبند، چوڑا چکلا سینہ، میانہ قد، خوبصورت چہرہ، گھونگھریالے بالوں پر سیاہ خضاب لگاتے تھے، سجیلا جسم رکھتے تھے۔

بابِ جنت پر کتبہ

ابنِ عباسؓ سے ایک مرفوع روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ جب شبِ معراج مجھے آسمانوں پر بیجا یا گیا تو میں نے جنت کے دروازے پر یہ لکھا ہوا دیکھا:

"لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ حَبِیْبُ اللّٰهِ الْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ صَفْوَةُ اللّٰهِ فَاطِمَةُ اَمَةُ اللّٰهِ عَلٰی بَاغِضِیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ"

سرداران جناں

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ: "فاطمہؑ و علیؑ و حسنؑ و حسینؑ حظیرۃ القدس کے اندر ایک سفید رنگ کے قُبّے میں ہوں گے جس کی چھت عرشِ الٰہی ہوگی۔"

انہی سے یہ روایت بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "میرے یہ دونوں فرزند سردار ہیں جوانانِ اہلِ جنّت کے اور ان دونوں کے والد ان دونوں سے بہتر ہیں۔"

ابنِ خالویہ لغوی نے اپنی کتاب "الآل" میں ابنِ عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"حسن وحسین سیّدا شباب اهل الجنّة مَن احبّهما احبّنی ومن ابغضهما ابغضنی"

یعنی: (حسنؑ و حسینؑ جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار ہیں، جس نے اِن دونوں سے محبّت کی اُس نے مجھ سے محبّت کی، جس نے اِن دونوں سے بُغض رکھا اُس نے مجھ سے بُغض رکھا۔)

مہدیؑ امام اور عیسیٰؑ ماموم

جابرؓ بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِنّ الجنّة تشتاق الی اربعة من اهلی قد احبّهم الله وامرنی بحبّهم: علی ابن ابیطالب والحسن والحسین والمهدی صلوات الله علیهم الذی یصلّی خلفه عیسیٰ بن مریم علیه السّلام"

یعنی: (جنّت میرے اہل میں سے چار اشخاص کی مشتاق ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ان سے محبّت ہے اور مجھے بھی ان سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے: یعنی: علیؑ ابن ابیطالبؑ

حسنؑ و حسینؑ اور مہدیؑ صلوات اللہ علیہم جن کے پیچھے حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ نماز پڑھیں گے۔)

• کتاب "الآل" میں عقبہ بن عامر سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنّت نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی پروردگارا کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں فرمایا تھا کہ تو اپنے ارکان میں سے ایک رُکن کو مجھ میں آباد کرے گا۔؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، کیا تو اس پر خوش نہیں ہے کہ میں نے تجھے حسنؑ و حسینؑ کے ذریعے زینت دی ؟

یہ سُن کر جنّت اِس طرح ناز دکھانے لگی جیسے دُلہن ناز دکھاتی ہے۔

○ اے حسنینؑ! تم دونوں کا اونٹ کتنا عمدہ ہے؟

کتاب "اربعین لفتوانی" میں جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آنحضرتؐ اپنے چاروں ہاتھ پاؤں کے بَل چل رہے ہیں اور حسنؑ و حسینؑ آپؐ کی پُشت پر بیٹھے ہیں اور آنحضرتؐ اُن سے فرماتے جاتے ہیں "نعم الجمل جملکما و نعم الحملان انتما"

(تم دونوں کا اونٹ کتنا عمدہ ہے؟ اور تم دونوں کتنے اچھے سوار ہو۔)

• لفتوانی نے روایت رقم کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسنؑ کو آواز دی، وہ آئے، تو میں نے دیکھا کہ اُن کے گلے میں ایک ہار پڑا ہوا ہے۔ میں نے خیال کیا کہ ان کی مادرِ گرامی نے انھیں یہ ہار پہنانے کے لیے روک لیا تھا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہاں اِس طرح۔

تو امام حسن علیہ السلام نے بھی اپنے دونوں ہاتھ آنحضرتؐ کے گلے میں ڈال کر کہا: اِس طرح:

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا:

"اللّٰھمّ انّی احبہ فاحبّہ واحبّ من احبّہ"

یعنی: (اے اللہ! میں اس سے محبّت کرتا ہوں، تو بھی اِس سے محبّت کر۔ اور جو اِس سے محبّت کرے اُس سے بھی محبّت کر۔) "آپؐ نے یہ تین بار ارشاد فرمایا۔"

• لفتوانی کا بیان ہے کہ اس حدیث کی صحت پر سب متفق ہیں، یہ روایت عبداللہ بن ابی بریدہ کی ہے اور بخاری نے "سیر" میں علی بن سفیانؒ سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

رسولؐ سجدۂ خالق میں اور حسنینؑ پشتِ رسولؐ پر

حافظ ابوبکر محمدؒ لفتوانی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ بن علیؑ نے کہا " السلام علیکم "، تو ابوہریرہ نے انھیں جوابِ سلام دیا پھر کہا " میں اپنے والد کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں اور سجدے میں ہیں۔ اتنے میں امام حسنؑ آئے اور آنحضرتؐ کی پشت پر سوار ہو گئے۔ پھر امام حسینؑ آئے اور وہ بھی اپنے بھائی کے ساتھ آنحضرتؐ کی پشت پر سوار ہو گئے۔

چنانچہ میں نے آپؐ کی پشتِ مبارک پر ان دونوں شہزادوں کا وزن زیادہ دیکھ کر آپؐ کی پشتِ مبارک سے انھیں اتار دیا۔ (اس کے بعد جب آنحضرتؐ نے نماز تمام فرمائی تو) ان دونوں کے سروں پر ہاتھ پھیرا اور ارشاد فرمایا:

" مَن احبّنی فلیحبّھما " (ثلاثاً) تین بار فرمایا

یعنی (جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس پر لازم ہے کہ ان دونوں سے بھی محبت کرے۔)

• ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا:

" من احبّ الحسن والحسین فقد احبّنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی۔ "

یعنی: (جس نے حسنؑ و حسینؑ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اُس نے مجھ سے بغض رکھا۔)

• مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلبؓ آنحضرتؐ کی علالت میں آپؐ کی عیادت کو آئے تو آپؐ نے اُن کو جہاں وہ بیٹھے تھے وہاں سے اُٹھا کر اپنے بستر پر بٹھایا اور فرمایا: چچا جان! اللہ تعالیٰ آپ کو مزید بلندیٔ مراتب عطا فرمائے حضرت عباسؓ نے عرض کی (یا حضرت!) علیؑ بھی اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں

آپؐ نے انھیں اجازت دی۔ تو حضرت علیؓ اندر آئے اور اُن کے ساتھ امام حسنؓ اور امام حسینؓ بھی تھے۔

حضرت عبّاسؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ! یہ دونوں آپؐ کے فرزند ہیں ؟

آپؐ نے فرمایا: جی ہاں، چچا جان یہ سب آپ ہی کے فرزند ہیں۔ کیا آپ کو ان سے محبّت ہے ؟

حضرت عبّاسؓ نے عرض کی، جی ہاں۔

آپؐ نے فرمایا: جس طرح آپ ان دونوں سے محبّت کرتے ہیں اللہؐ بھی آپ سے اسی طرح محبّت کرتا ہے۔

آلِ محمّدؐ صدقہ نہیں کھاتے

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ کے پاس صدقے کی کچھ کھجوریں آئیں۔ آپؐ نے اُسے تقسیم کیا اور جب فارغ ہوئے تو امام حسنؓ کو گود میں لیا اور اُٹھے تو دیکھا کہ حسنؓ کے منھ میں ایک کھجور ہے اور منھ سے رال ٹپک رہی ہے۔ آپؐ نے اُن کا سر اُٹھایا تو دیکھا کہ حسنؓ کے منھ میں کھجور ہے، آپؐ نے (پیار میں) ان کے جبڑے پر مار کر فرمایا: بیٹا! تھوک دو اسے۔ کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ آلِ محمّد صدقہ نہیں کھاتے ؟

- واضح ہو کہ اسی مضمون کی روایت احمد بن حنبل نے بھی اپنی مُسند میں تحریر کی ہے۔ ذرا الفاظ بدلے ہوئے ہیں۔ یعنی امام حسنؓ نے بیان کیا کہ میرے جد نے اپنی اُنگلی میرے منھ میں ڈالی اور فرمایا: "تھوک دو"۔ میں دیکھ رہا تھا کہ میرا لعابِ دہن آپؐ کی انگلی میں لگ گیا ہے۔
- یہی حدیث ابو عمیرہ رشید بن مالک سے دوسرے الفاظ میں روایت کی گئی ہے اور لکھا ہے کہ ایک شخص آنحضرتؐ کے پاس ایک طبق میں کچھ کھجوریں لایا۔

آپؐ نے دریافت فرمایا کہ " یہ ہدیہ ہے یا صدقہ ؟ "

اُس نے عرض کی: یہ صدقہ ہے۔

یہ سُن کر آپؐ نے وہ کھجوریں اصحاب کی طرف بڑھا دیں۔

راوی کا بیان ہے کہ حسنؓ آپؐ کے سامنے زمین پر بیٹھے تھے مٹی سے آپ کے

ہاتھ اور کپڑے آلودہ تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ اس بچّے (امام حسنؑ) نے ایک کھجور اُٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی اور آنحضرتؐ نے فوراً ہی اپنی انگشت سے ان کے منہ سے وہ کھجور نکال کر پھینک دی اور فرمایا: ہم آلِ محمدؐ صدقہ نہیں کھاتے:

- لفتوانی کا بیان ہے کہ طبرانی نے اپنے معجم میں ابی عمیرہ سعدی سے سوائے اس حدیث کے کوئی اور حدیث نقل نہیں کی ہے۔
- ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ:

" اِنّا آل محمّد لا نا کل الصدقة "

یعنی: (ہم آلِ محمدؐ صدقہ نہیں کھاتے)

- معروف کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ نے اُن کے منہ میں انگشت ڈالی اور حسنؑ کو اذیت دینا پسند نہ کیا۔
- اسامہ بن زید سے مرفوعاً روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ایک زانو پر امام حسنؑ کو دوسرے زانو پر امام حسینؑ کو بٹھاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے:

" اَللّٰھُمَّ ارحمھما فانی ارحمھما "

یعنی: (اے اللہ! تو ان دونوں پر مہربانی فرما کیونکہ میں بھی ان دونوں پر مہربان ہوں)

- ابوبکر سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم منبر پر تھے اور امام حسنؑ آپؐ کے پہلو میں، آپؐ کبھی مجمع کو دیکھتے اور کبھی امام حسنؑ کو۔ پھر فرمایا:

" اِنَّ ابنی ھٰذا سیّد ولعلّ اللہ ان یصلح به ما بین فئتین من المسلمین

یعنی: (میرا یہ فرزند سیّد ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے گا۔)

- زید بن ارقم سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے لیے فرمایا: (اے میرے اہلِ بیت)

" اِنَّا سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ وَحَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ "

یعنی: (میری صلح اُس سے ہے جو تم سے صلح رکھے اور میری جنگ اُس سے ہے جو تم سے جنگ کرے۔)

- احمد بن حنبل نے روایت کی ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حسنؑ و حسینؑ کو

دیکھا اور فرمایا:

"مَنْ اَحَبَّ هٰذَیْنِ وَ اَبَاهُمَا وَ اُمَّهُمَا كَانَ مَعِیَ فِیْ دَرَجَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ"

یعنی: (جو شخص اِن دونوں سے، اور ان دونوں کے والد اور اِن دونوں کی والدہ سے محبّت رکھے گا وہ قیامت کے روز میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔)

• کتاب "الفردوس الاخبار" میں حضرت عائشہ سے اور اُنھوں نے نبی صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے روایت کی ہے کہ جنّت نے اللّٰہ تعالٰی سے عرض کی: "پروردگارا! (اہلِ جنّت) میرے اصحاب وساکنین سبھی متّقین و ابرار ہیں لہٰذا مجھے مزیّن تو فرمادے۔"

پس اللّٰہ تعالٰی عزّوجلّ نے وحی فرمائی "کیا میں نے تجھے حسنؑ وحسینؑ سے زینت نہیں دی ہے؟" (کشف الغمہ)

(۶۶) حسنؑ وحسینؑ کا شمار اسباط میں ہے

یعلی بن مرّہ سے روایت ہے کہ ایک جگہ کھانے پر ہم لوگ مدعو تھے۔ جب ہم نبی صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ نکلے تو دیکھا کہ امام حسنؑ گلی میں کھیل رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آنحضرتؐ اصحاب کے مجمع سے آگے بڑھے اور اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیے۔ آپؐ حسنؑ کے پاس پہنچے اور اُنھیں ہنسانے کی سعی میں کبھی اِدھر اور کبھی اُدھر جاتے یہانتک کہ اُن کو پکڑ لیا۔ پھر اپنا ایک ہاتھ اُن کی ٹھوڑی کے نیچے اور دوسرا سر کے پاس رکھا اور گلے سے لگا کر بوسہ لیا۔ پھر فرمایا: "حسن منّی وانا منه احبّ الله من احبّه الحسن والحسین سبطان من الاسباط"

یعنی: (حسنؑ مجھ سے ہے اور میں حسنؑ سے ہوں جو اِن سے محبّت کرے گا اُس سے اللّٰہ محبت کرے گا۔ حسنؑ وحسینؑ اسباط میں سے دو سبط ہیں۔) (بشارۃ المصطفٰی)

(۶۷) دُعا برائے حفاظتِ حسنینؑ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ

نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حسنؑ وحسینؑ پر حفاظت کے لیے یہ دعا پڑھ کر اللہؑ کی پناہ میں دیا:

"اعیذ بکلمٰت اللّٰہ التامۃ واسمائہ الحسنیٰ کلھا عامۃ من شر السامۃ والھامۃ و من شر کل عین لامۃ ومن شر کل حاسد اذا حسد"

اس کے بعد آنحضرتؐ ہماری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ اپنے دونوں فرزند حضرت اسمٰعیلؑ وحضرت اسحٰقؑ پر حفاظت کے لیے یہی دُعا پڑھ کر پناہِ خدا میں دیتے تھے۔ (کافی)

۶۸ — شبرؑ و شبیرؑ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ فرزندِ صالح اللہؑ کا عطا کردہ پھول ہے جو اللہؑ اپنے بندوں میں تقسیم فرمایا کرتا ہے اور اس دنیا میں میرے لیے پھول یہ دونوں حسنؑ وحسینؑ ہیں۔ میں نے اِن دونوں کے نام وہی رکھے ہیں جو اسباطِ بنی اسرائیل میں سے دو سبطوں کے تھے۔ یعنی شبّرؑ وشبیرؑ۔ (کافی)

۶۹ — امام حسینؑ کیلئے نماز میں سات تکبیریں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ایک مرتبہ نماز میں مشغول تھے اور آپؐ کے پہلو میں حسینؑ ابنِ علیؑ بھی تھے۔ آنحضرتؐ نے تکبیر کہی توحسینؑ صحیح طور پر اَللّٰہُ اَکْبَر ادا نہ کر سکے، اِس لیے آنحضرتؐ مسلسل تکبیر کہتے رہے اور حسینؑ ابنِ علیؑ اَللّٰہُ اَکْبَر صحیح طور پر ادا کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ یہانتک کہ ساتویں مرتبہ حسینؑ ابنِ علیؑ نے صحیح طور پر اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ لیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اِسی بنا پر سات مرتبہ تکبیر کہنا سنّت قرار پایا۔ (تہذیب)

۷۰ — کِفْلَیْنِ سے مراد حسنؑ وحسینؑ ہیں

جعفر فزاری نے ابنِ عباسؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے آیۂ کریمہ

"یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِہٖ یُؤْتِکُمْ کِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِہٖ" (سورۃ الحدید آیت ۲۸)

ترجمۂ آیت: (اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہؐ سے ڈرو اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لے آؤ۔ تو وہ تمھیں اپنی رحمت سے دوہرا حصّہ دے گا۔)

کی تفسیر میں کہا کہ اس سے مراد حسنؑ وحسینؑ ہیں اور:

"وَیَجْعَلْ لَّکُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِہٖ"

ترجمۂ آیت: (اور تمھارے لیے ایک ایسا نور قرار دے گا جس سے تم چلو پھرو گے)

سے مراد امیرالمومنین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہیں۔

(تفسیر فرات)

۷۱ — ہمارا شیعہ کبھی خسارے میں نہیں رہ سکتا

علی بن محمّد زہری نے جابر انصاریؓ سے اور انھوں نے حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے اللہ تعالےٰ کے قول:

"یُؤْتِکُمْ کِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِہٖ"

کے متعلّق ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد حسنؑ وحسینؑ ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ وہ شخص جس کو اللہ تعالےٰ نے ہمارا شیعہ ہونے کا شرف بخشا ہے وہ دنیا کی خواہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو، خواہ اُس کے پاس کھانے کے لیے گھاس پھوس کے سوا کچھ بھی نہ ہو پھر بھی نقصان میں نہیں رہے گا۔ (تفسیر فرات)

۷۲ — محبانِ پنجتنِ پاک کیلئے جہنّم سے امان

مناقب کی بعض کتبِ قدیمہ میں اپنے اسناد کے ساتھ ابنِ عبّاس سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس

بیٹھا ہوا تھا اور آپؐ کے سامنے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ بھی تھے کہ اتنے میں جبریلِ امینؑ ایک سیب لیکر نازل ہوئے اور آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؐ نے اُسے لیا اور علیؑ کو دے دیا، علیؑ ابنِ ابی طالبؑ نے اُسے لیا اور چوم کر پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واپس کر دیا، آنحضرتؐ نے اُسے لیکر حسنؑ کو دے دیا، حسنؑ نے اُس کو لیا اور اُسے چوم کر آنحضرتؐ کو واپس کر دیا۔ آنحضرتؐ نے اُسے لیا اور حسینؑ کو دے دیا، حسینؑ نے لیا اور اسے چوم کر آنحضرتؐ کو واپس کر دیا، آنحضرتؐ نے اُسے لیکر فاطمہؑ زہرا کو دیا، فاطمہ زہرا نے اُسے چوما پھر آنحضرتؐ کو واپس کر دیا۔ آنحضرتؐ نے اُسے لیکر پھر علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کو دیدیا، علیؑ ابنِ ابی طالبؑ نے اُسے لیا اور آنحضرتؐ کو واپس کر دیا، وہ سیب آپؐ کی انگلیوں سے نکل کر گر پڑا اور پھٹ گیا۔ اس کے دو حصّے ہو گئے، اور اس میں سے ایک ایسا نور ساطع ہوا جس کی روشنی آسمان تک جا پہنچی اور اُس پر یہ دو سطریں تحریر تھیں:

"بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم تحیّۃٌ مِنَ اللہِ تعالیٰ الیٰ محمّدٍ المصطفٰی وعلیٍ المرتضٰی وفاطمۃ الزّھرآء والحسن والحسین سبطیٰ رسول اللہ وامان لمحبیھا یوم القیامۃ من النّار"

یعنی: (اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔)
(یہ تحفہ ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے محمدؐ مصطفٰی و علی مرتضٰی وفاطمہؑ زہرا و حسنؑ و حسینؑ فرزندانِ رسول اللہ کے لیے اور اُن کے محبّوں کے لیے قیامت کے دن جہنّم سے امان ہے۔)

- ابنِ شاذان نے اپنے اسناد کے ساتھ سلمانؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ کو سلام کیا پھر فاطمہ زہراؑ کی ڈیوڑھی پر آیا۔ اُنھوں نے کہا اے بندۂ خدا یہ دونوں حسنؑ و حسینؑ بھوکے ہیں اور رو رہے ہیں اِن دونوں کے ہاتھ تھام کر اِنھیں اِن کے نانا کے پاس پہنچا دو میں نے اِن دونوں کا ہاتھ تھاما اور اِنھیں اُٹھا کر گود میں لیا اور آنحضرتؐ کی خدمتِ بابرکت میں لے گیا۔

طعامِ جنّت کا آنا:

آنحضرتؐ نے پوچھا اے میرے فرزندو! حسنؑ و حسینؑ کیا بات ہے کیوں روتے ہو؟
اُنھوں نے عرض کی، یا رسول اللہ! ہم بھوک سے بیتاب ہیں

آپؐ نے دعا فرمائی کہ: "پروردگارا! اِن دونوں کو کھانا کھلادے"
یہ آپؐ نے تین بار فرمایا:
راوی کا بیان ہے کہ اتنے میں، مَیں نے دیکھا کہ ایک بہی رسول اللہؐ کے ہاتھ میں آگئی جو برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں اور مکھن سے زیادہ نرم تھی۔ آنحضرتؐ نے اپنے انگوٹھوں سے اس کو پھاڑ کر دو حصّے کیے، ایک حسنؑ کو دیدیا اور ایک حسینؑ کو۔ اور میں ان دونوں حصّوں کو جو حسنؑ و حسینؑ کے ہاتھوں میں تھے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا اے سلمانؓ یہ طعامِ جنّت ہے۔ اِسے اس وقت تک کوئی نہیں کھا سکتا جبتک کہ قیامت کے دن حساب سے نہ فارغ ہو جائے۔

• طبرانی نے اپنے اسناد کے ساتھ سلمانؓ سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ آنحضرتؐ کے حلقۂ اصحاب میں بیٹھا ہوا تھا کہ اُمِّ ایمن آئیں اور عرض کی یا رسول اللہ! حسنؑ و حسینؑ لاپتہ ہیں اور یہ ذرا دن چڑھے کا وقت تھا۔

آنحضرتؐ نے ہم لوگوں سے فرمایا: چلو! ذرا میرے بچّوں کو تلاش کرو۔
چنانچہ ہر شخص ایک ایک سمت روانہ ہوا اور جس سمت کو رسول اللہؐ چلے میں بھی اُسی سمت کو روانہ ہوا۔ چلتے چلتے آنحضرتؐ ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچے تو دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے سو رہے ہیں اور وہاں ایک بہت بڑا سانپ ہے جو اپنی دُم پر کھڑا ہے اور اس کے منہ سے شعلے نکل رہے ہیں۔ آنحضرتؐ فوراً اُس کی طرف بڑھے تو اُس نے آپؐ سے مخاطب ہو کر کچھ کہا، پھر اپنا پھن نیچے کیا اور رینگنا شروع کیا اور ایک سوراخ میں داخل ہو گیا۔

یہ کتنی عمدہ سواری ہے:

اس کے بعد آنحضرتؐ حسنؑ و حسینؑ کے پاس پہنچے اِن دونوں کو جُدا کیا۔ ان دونوں کے رُخساروں پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: "میرے ماں باپ تم دونوں پر قربان، تم دونوں اللہ کے نزدیک کتنے مکرّم ہو۔"

اِس کے بعد آپؐ نے ایک کو اپنے داہنے کاندھے پر اُٹھایا اور ایک کو بائیں کاندھے پر۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا "مبارک ہو تم دونوں کو، تمہاری سواری کتنی اچھی ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اور یہ دونوں سوار بھی کتنے اچھے ہیں اور ان دونوں کے والد ان دونوں سے بہتر ہیں۔"

امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی خوشخطی کا مقابلہ اور جبریلؑ کا فیصلہ

مرسل روایتوں میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ حسنؑ و حسینؑ بیٹھے ہوئے لکھ رہے تھے۔ امام حسنؑ نے امام حسینؑ سے کہا میرا خط تم سے اچھا ہے۔

امام حسینؑ نے کہا، نہیں میرا خط آپ سے بہتر ہے۔

ان دونوں نے (اپنی والدہ) فاطمہ زہراؑ سے کہا، آپؑ فیصلہ فرمائیں (کہ کس کا خط بہتر ہے۔)

فاطمہ زہراؑ نے نہ چاہا کہ ان میں کسی ایک کی بھی دل شکنی ہو، اِس لیے کہا کہ جاؤ اپنے والد سے اس کا فیصلہ کرالو۔

ان دونوں نے جاکر حضرت علیؑ سے عرض کہ بابا جان آپؑ ہی ہماری خوشخطی کا بہتر فیصلہ فرما دیجیے کہ ہم دونوں میں کس کا خط بہتر ہے؟

حضرت علیؑ نے بھی نہ چاہا کہ ان میں سے کسی ایک کی دل شکنی ہو، اِس لیے فرمایا کہ تمھارا فیصلہ تمھارے نانا جان ہی فرمائیں گے۔

وہ دونوں رسول اللہؐ کے پاس گئے۔ اُنھوں نے بھی نہ چاہا کہ دونوں میں سے کسی ایک کی دل شکنی ہو، لہٰذا فرمایا کہ میں کچھ نہ کہوں گا جبتک جبرئیلؑ سے نہ پوچھ لوں۔

جب جبرئیلؑ آئے تو اُنھوں نے کہا، میں بھی کوئی فیصلہ نہ کروں گا۔ اِس کا فیصلہ اسرافیلؑ کریں گے۔

پھر اسرافیلؑ آئے تو اُنھوں نے بھی کہا کہ فیصلہ میں نہ کرسکوں گا بلکہ میں اللہؔ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس کا فیصلہ فرمادے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا فیصلہ ان کی والدہ فاطمہ زہراؑ کریں گی۔

فاطمہ زہراؑ نے عرض کی پروردگارا! اگر تیرا یہی حکم ہے تو میں ان کا فیصلہ کرتی ہوں اور بچوں سے فرمایا: میرے گلے میں جو موتیوں کا ہار ہے اسے توڑ کر اس کے دانے بکھیرتی ہوں تم دونوں میں سے جو بھی زیادہ دانے چُن لے گا اُسی کا خط اچھا ثابت ہوگا۔

یہ کہہ کر آپؑ نے ہار توڑ کر دانے بکھیر دیے۔ جبریلؑ اُس وقت قائمۂ عرش پر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا، جاؤ ان دونوں کے درمیان موتیوں کو دو برابر برابر حصّوں میں تقسیم کر دو تاکہ ان دونوں میں سے کسی ایک کی بھی دل شکنی نہ ہو۔

جبریلؑ نے بحکمِ پروردگار ایسا ہی کیا: یہ ہے اللہؑ کے نزدیک ان دونوں کی عظمت اور ان کا اکرام۔

ایک بابرکت پیالہ:

رکن الائمہ عبد الحمید بن میکائیل نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بھوکے تھے اور گھر میں کھانے کی کوئی شئے بھی نہ تھی۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ میری ردا لے آؤ۔

میں نے عرض کی کہاں کا ارادہ فرمایا ہے؟

آپؐ نے فرمایا، میں اپنی بیٹی فاطمہؑ کے پاس جاؤں گا اور حسنؑ و حسینؑ کو دیکھوں گا تو میری یہ بھوک ختم ہو جائے گی۔

آنحضرتؐ یہاں سے فاطمہؑ کے پاس پہنچے اور پوچھا، بیٹی! میرے دونوں فرزند کہاں ہیں؟

اُنھوں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! وہ دونوں تو بھوک کی وجہ سے روتے ہوئے گھر سے نکلے ہیں۔

یہ سُن کر آنحضرتؐ فوراً ان دونوں کی تلاش میں چل دیے۔ راہ میں ابو دردا نظر آئے۔ آپؐ نے کہا: اے عویمر! کہیں تم نے میرے بچّوں کو دیکھا ہے؟

اُنھوں نے عرض کی، جی ہاں یا رسول اللہؐ وہ دونوں بنی جدعان کے باغ کے اندر سائے میں سو رہے ہیں۔

آنحضرتؐ وہاں پہنچے دونوں کو گلے لگایا وہ دونوں رو رہے تھے اور آپؐ اُن کے آنسو صاف کرتے جاتے تھے۔

ابو درداء نے عرض کی، یا رسول اللہ! لائیے مجھے دید یجیے میں ان دونوں کو گود میں لیکر چلتا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: اے ابو درداء! پہلے مجھے ان دونوں کے آنسو صاف کر لینے دو

اُس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث برسالت کیا ہے اگر ان کے آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی زمین پر گر گیا تو قیامت تک میری اُمّت میں بھوک باقی رہ جائے گی۔

پھر آپؐ نے خود اُن دونوں کو اُٹھایا، حالت یہ تھی کہ وہ دونوں بھی رو رہے تھے اور آنحضرتؐ بھی رو رہے تھے۔

پس جبریلِ امینؑ نازل ہوئے اور عرض کی اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُحَمَّدُ! اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ جزع وفزع کیسا ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: اے جبریلؑ! میں تکلیف کی وجہ سے نہیں روتا، بلکہ اس لیے روتا ہوں کہ یہ دنیا بھی کس قدر ذلیل جگہ ہے۔

جبریلؑ نے عرض کی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر آپؐ کی خوشی ہو تو میں اس پورے کوہِ اُحد کو آپؐ کے لیے سونا بنا دوں اور اس کے علاوہ جو کچھ آخرت میں آپؐ کے لیے میرے پاس ہے اُس کے عطا کرنے میں کوئی کمی نہ کروں گا۔

آپؐ نے فرمایا: نہیں۔

جبریلؑ نے عرض کی: کیوں؟

آپؐ نے فرمایا: اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ اِس دُنیا کو پسند نہیں فرماتا، اگر دُنیا اُسے پسند ہوتی تو کبھی کسی کافر کو وہ عطا نہ فرماتا۔

جبریلؑ نے عرض کی: اے محمدؐ! وہ بڑا پیالہ جو گھر کے ایک گوشے میں اُلٹا پڑا ہوا ہے اُسے منگوا لیجیے۔

آنحضرتؐ نے اُسے منگوایا تو اُس کے اندر ثرید اور گوشت بھرا ہوا تھا۔

جبریلؑ نے عرض کی: اے محمدؐ! آپؐ بھی تناول فرمائیے اور اِن دونوں فرزندوں کو اور اپنے اہلِ بیتؑ کو بھی کھلائیے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر اُسے سب نے مل کر کھایا اور خوب شکم سیر ہو گئے۔ پھر آپؐ نے وہ پیالہ ہمارے یہاں بھی بھیجدیا، یہاں بھی سب لوگ کھا کر سیر ہو گئے، مگر اُس کے اندر ثرید (شوربا) اور گوشت میں کوئی کمی نہیں آئی وہ اپنے حال پر رہا۔ میں نے اُس پیالے سے بڑھ کر بابرکت پیالہ کبھی نہیں دیکھا۔ پھر وہ پیالہ اُٹھا لیا گیا۔

(۷۳) نزولِ مائدہ برائے پنجتنِ پاکؑ:

علّامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بعض اصحاب کے

بعض مؤلفات میں دیکھا ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے مرسلاً یہ روایت کی ہے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فاطمہ زہراؑ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا، اے فاطمہؑ آج تمھارا بابا تمھارے مہمان ہے۔

اُنھوں نے عرض کی بابا جان! حسنؑ وحسینؑ کھانا مانگ رہے تھے مگر میرے پاس کچھ تھا ہی نہیں جو اُنھیں کھلاؤں۔

یہ سُن کر آنحضرتؐ اندر داخل ہوئے اور علیؑ و فاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ کے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔ فاطمہؑ متفکر ہوئیں کہ اب کیا انتظام کروں۔ ادھر آنحضرتؐ نے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی ہی تھی کہ چند لمحے بعد جبریلؑ نازل ہوئے اور عرض کی اے محمدؐ! العلیّ الاعلیٰ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور تحیّۃ واکرام کے ساتھ آپؐ کو مخصوص کرتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ علیؑ و فاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ سے پوچھیں کہ وہ جنّت کا کونسا پھل کھانا چاہتے ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: اے علیؑ، اے فاطمہؑ، اے حسنؑ اور اے حسینؑ! ربّ العزت کو علم ہے کہ تم کو بھوک کی شدّت نے بیچین کردیا ہے، بتاؤ تمھیں جنّت کا کونسا پھل پسند ہے

سب خاموش رہے کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو حضرت حسینؑ ابن علیؑ نے عرض کی کہ اے بابا جان امیرالمومنینؑ! کیا آپ کی اجازت ہے؟ اے مادرِ گرامی سیّدۃ نساء العالمین! کیا اجازت ہے؟ اے بھائی حسنؑ الزکی! کیا اجازت ہے کہ میں آپ سب حضرات کی جانب سے جنّت کے کسی پھل کا انتخاب کروں؟

سب نے کہا، ہاں ہاں، اے حسینؑ! تم منتخب کرو، تمھارے انتخاب پر ہم سب ہی راضی ہیں۔

امام حسینؑ نے عرض کی، یا رسول اللہؐ! جبریلؑ سے فرمادیں کہ ہم رُطبِ تازہ کھانا چاہتے ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، بیشک اللہ تعالیٰ کو بھی معلوم ہے کہ تمھیں کیا پسند ہے پھر فرمایا، اے فاطمہؑ! اُٹھو اور حجرے میں جو کچھ ہے اُسے اُٹھا لاؤ۔

فاطمہؑ اندر گئیں اور ایک بلور کا طبق اُٹھا لائیں جس میں رُطب تازہ بھرے ہوئے تھے، جو ہرے رنگ کے ریشمیں رومال سے ڈھکا ہوا تھا اور اس وقت رُطب کا موسم بھی نہ تھا۔

آنحضرتؐ نے پوچھا، اے فاطمہؑ! یہ کہاں سے آگئے۔؟

تو اُنھوں نے بھی وہی آیت پڑھی جو حضرت مریمؑ نے کہا تھا جس کو قرآن مجید میں اللہؔ نے اس طرح نقل فرمایا ہے :

" هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۖ إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (سورۂ آلِ عمران آیت ۳۷)

یعنی : (یہ اللہؔ کی جانب سے (آیا) ہے۔ بیشک اللہؔ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔)

نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اُٹھے، وہ طبق لیا اور اسے سب کے سامنے رکھدیا، پھر ارشاد فرمایا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور اس میں سے ایک رُطب اُٹھایا اور حسینؑ کے منہ میں ڈالا اور فرمایا اے حسینؑ! اللہؔ تمھارے لیے یہ مبارک اور خوشگوار کرے پھر دوسرا رُطب اُٹھایا حسنؑ کے منہ میں ڈالا اور فرمایا 'اے حسنؑ! تمھیں یہ رُطب اللہؔ مبارک و خوشگوار کرے، پھر تیسرا رُطب اُٹھایا اور فاطمہؑ کے منہ میں ڈالا اور فرمایا :اے فاطمہؑ! اللہؔ تمھیں یہ رُطب مبارک و خوشگوار کرے، پھر چوتھا رُطب اُٹھایا، اور علیؑ کے منہ میں ڈالا اور فرمایا، اے علیؑ! تمھیں یہ رُطب اللہؔ مبارک اور خوشگوار کرے

اس کے بعد آپؐ نے علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کو ایک رُطب اور دیا اور فرمایا: اے علیؑ! اللہؔ تم کو یہ گوارا اور مبارک کرے۔ پھر آپؐ اُٹھے اور بیٹھ کر وہ رُطب سب نے مل کر کھائے اور سیر ہو گئے تو وہ خوان آسمان کی طرف بلند ہو گیا۔ (اللہ کے اذن سے)

اس کے بعد فاطمہ زہراؑ نے عرض کی باباجان! آج میں نے آپؐ سے یہ ایک عجیب ہی بات دیکھی ہے۔

آپؐ نے فرمایا، اے فاطمہؑ! وہ پہلا رُطب جب میں نے اُٹھا کر حسینؑ کے منہ میں دیا تو میں نے سُنا کہ میکائیلؑ و اسرافیلؑ دونوں کہہ رہے ہیں کہ اے حسینؑ! تمھیں اللہؔ یہ رُطب گوارا و مبارک کرے : تو میں نے بھی انھیں کے مطابق کہدیا۔ پھر دوسرا رُطب اُٹھا کر حسنؑ کے منہ میں رکھا، تو میں نے سُنا کہ میکائیلؑ و اسرافیلؑ کہہ رہے ہیں کہ : اے حسنؑ! تمھیں یہ رُطب اللہؔ خوشگوار کرے تو میں نے بھی انھیں کے مطابق کہدیا: پھر تیسرا رُطب اُٹھا کر تمھارے منہ میں دیا تو سُنا کہ جنّت سے حوریں جھانک رہی ہیں اور بہت خوش ہو کر کہہ رہی ہیں کہ اے فاطمہؑ! آپؑ کو یہ رُطب اللہؔ گوارا و مبارک کرے میں نے بھی انھیں کے مطابق کہدیا۔ جب میں نے چوتھا رُطب اُٹھا کر علیؑ کے منہ میں رکھا تو میں نے سُنا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے آواز آرہی ہے کہ اے علیؑ! تم کو یہ رُطب گوارا و مبارک ہو

میں نے بھی ندائے الٰہی کے مطابق کہدیا۔ پھر میں نے ایک اور رُطب لیکر علیؑ کو دیا۔ اس کے بعد ایک اور دیا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آتی رہی "اے علیؑ! تم کو یہ رُطب گوارا اور مبارک ہو" میں، اللہ تعالیٰ کے اجلال واکرام میں کھڑا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ اے محمدؐ! میں اپنے عزت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم اِس وقت سے لیکر قیامت تک یونہی ایک ایک رُطب علیؑ کو دیتے رہے تو میں بھی مسلسل کہتا رہوں گا، مبارک اور گوارا ہو۔

بچۂ آہو کیلئے حسینؑ کا مچلنا

بعض روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی 'یا رسول اللہؐ! میں نے ایک ہرنی کا بچّہ شکار کیا ہے اور آپؐ کے دونوں فرزندوں حسنؑ وحسینؑ کے لیے لایا ہوں۔

آپؐ نے اُس کا ہدیہ قبول فرمایا، اُسے دُعا دی۔ اتفاق یہ کہ اس وقت امام حسنؑ اپنے نانا کے پاس کھڑے تھے۔ اُنھوں نے بچّۂ آہو کی طرف رغبت سے دیکھا تو آنحضرتؐ نے وہ بچّہ آہو امام حسنؑ کو دے دیا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ امام حسینؑ آگئے اور دیکھا کہ بھائی کے پاس بچّہ آہو ہے اور وہ اُس سے کھیل رہے ہیں۔

امام حسینؑ نے پوچھا 'اے اخی! یہ بچّۂ آہو آپؑ کے پاس کہاں سے آیا ہے؟

اُنھوں نے کہا، یہ مجھے نانا جان نے دیا ہے۔

یہ سُن کر امام حسینؑ دوڑتے ہوئے نانا کے پاس پہنچے اور عرض کی نانا جان آپؐ نے بھائی کو بچّہ آہو دیا، مگر مجھے نہیں دیا۔ وہ یہی بار بار کہتے رہے لیکن آنحضرتؐ خاموش تھے۔ جب حسینؑ کا اصرار بڑھنے لگا اور قریب تھا کہ رونے لگیں کہ اسی اثنا میں ہم لوگوں نے دروازۂ مسجد پر شور وغل سُنا۔ نظر اُٹھا کر دیکھا کہ ایک ہرنی اپنے بچّے کو لیے ہوئے آرہی ہے اور اُس کے پیچھے ایک بھیڑیا ہے جو اُسے گھیر کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں لا رہا ہے۔ خدمتِ اقدس میں پہنچ کر اُس ہرنی نے بزبانِ فصیح عرض کی، یا رسول اللہ! میرے دو بچّے تھے، ایک بچّہ تو صیّاد آپؐ کی خدمت میں پکڑ کر لے آیا اور یہ دوسرا بچّہ میرے پاس رہ گیا تھا جو میرے لیے باعثِ تسکین تھا اور ابھی میں اِسے دودھ پلا رہی تھی کہ میں نے سُنا کہ کوئی آواز دے رہا ہے: "اے ہرنی! اپنے اس بچّے کو لیکر

رسول اللہؐ کی خدمت میں بہت جلد حاضر ہو کیونکہ حسینؑ اپنے نانا کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بضد ہو کر رونے لگیں، تمام ملائکہ اپنے اپنے مصلّائے عبادت سے سر اُٹھائے ہوئے اُنھیں دیکھ رہے ہیں۔ اگر حسینؑ نے رونا شروع کر دیا تو سارے ملائکہ بھی گریہ کناں ہو کر حسینؑ کا ساتھ دیں گے۔

میں نے یہ بھی سُنا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے۔ اے ہرنی! جلدی کر اور حسینؑ کے چہرے پر آنسو بہنے سے پہلے پہنچ جا۔ اگر ایسا نہ کیا تو اس بھیڑیے کو تجھ پر مسلّط کر دوں گا جو تجھے مع تیرے بچّے کے کھا جائے گا۔

یا رسول اللہؐ! میں اپنا بچّہ آپؐ کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئی ہوں، بہت دور دراز علاقے سے آئی ہوں اللہؐ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا، تاکہ میں حسینؑ کے چہرے پر آنسو بہنے سے قبل آپؐ کی خدمت میں اپنے بچّے کو لیکر حاضر ہو جاؤں۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ میں حسینؑ کے چہرۂ پُر نور پر آنسو بہنے سے قبل ہی آ پہنچی۔

یہ سُن کر اصحابِ رسولؐ نے تکبیر و تہلیل کی آوازیں بلند کیں۔ پھر آنحضرتؐ نے ہرنی کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ امام حسینؑ نے وہ بچّہ لے لیا، اپنی مادرِ گرامی کے پاس آئے تو فاطمہ زہراؑ بھی اُسے دیکھ کر بیحد خوش ہوئیں۔

حسنینؑ اور اژدہے کی مروحہ جنبانی:

سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں ایک انگوروں کا گچھا بے موسم کے کہیں سے تحفہ ہدیہ آیا۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا اے سلمانؓ! میرے دونوں فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کو بلا لاؤ تاکہ وہ بھی میرے ساتھ یہ انگور کھائیں۔

سلمانؓ کا بیان ہے کہ یہ حکم پاکر میں حسنؑ و حسینؑ کی مادرِ گرامی کے گھر پہنچا۔ وہاں یہ دونوں نہ ملے تو اُن کی بہن اُمِ کلثومؑ کے پاس آیا۔ یہاں بھی وہ موجود نہ تھے تو میں نے اِس کی اطّلاع آنحضرتؐ کو دی۔

یہ سُن کر آپؐ بیچین ہو کر اُٹھے اور فرمانے لگے ہائے میرے فرزند، ہائے میری آنکھوں کی ٹھنڈک، جو شخص مجھے اِن دونوں کا پتہ بتائے گا، میں اُس کے لیے جنّت کا وعدہ کرتا ہوں۔

پس جبریلِ امینؑ نازل ہوئے اور عرض کی، اے محمدؐ! آپؐ اس قدر بیچین کیوں ہیں؟

آپؐ نے فرمایا کہ میں اپنے فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کے لیے بیچین ہوں اِس لیے کہ مجھے یہودیوں کی دشمنی سے خطرہ ہے۔

جبرئیل نے عرض کی: اے محمدؐ آپ اُن کے لیے منافقین کی دشمنی سے ڈریں کیونکہ یہودیوں سے زیادہ وہ ان دونوں کے دشمن ہیں اور اے محمدؐ! آپ آگاہ ہوں کہ آپؐ کے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ بنی دحداح کے باغ میں سو رہے ہیں۔

یہ سُن کر نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فوراً اس باغ کی طرف روانہ ہوگئے۔ میں بھی آنحضرتؐ کے ہمراہ تھا۔ باغ میں پہنچے تو دیکھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈالے ہوئے سو رہے ہیں اور ایک اژدہا اپنے منہ میں پھولوں کا گچھا لیے ہوئے ان کی مروحہ جنبانی کر رہا ہے۔ (پنکھا جھل رہا ہے)

جب اس اژدہے نے آنحضرتؐ کو دیکھا تو اپنے منہ سے وہ گچھا گرا دیا اور بولا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِؐ، میں اژدہا نہیں ہوں بلکہ ملائکۂ کروبین میں سے ایک مَلک تھا اور چشم زدن کے لیے میں ذکرِ خدا سے غافل ہوگیا تھا تو اللہ تعالیٰؔ مجھ پر غضبناک ہوگیا اور اُس نے مجھے اژدہے کی شکل میں مسخ کر دیا، جیسا کہ آپؐ دیکھ رہے ہیں پھر مجھے اُس نے آسمان سے زمین پر پھینک دیا۔ اور میں برسوں سے تلاش کر رہا تھا کہ کوئی ایسا مل جائے جو اللہ کے نزدیک مکرّم و محترم ہو، جس کی شفاعت پر اللہؔ مجھے معاف فرما کر میری اصلی حالت اور مقام کی طرف پلٹا دے۔ کیونکہ وہ ہر شے پر قادر ہے۔

الغرض آنحضرتؐ نے بچّوں کو اُٹھا کر پیار کیا، اپنے زانو پر بٹھایا اور فرمایا: اے میرے فرزندو! دیکھو، یہ اژدہا، ملائکۂ کروبین میں سے ایک مَلک تھا، یہ چشم زدن کے لیے عبادت خداوندی سے غافل ہوگیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو مسخ کر دیا۔ اب تم دونوں اِس کیلئے اللہؔ سے سفارش کر دو تاکہ اس کی مشکل آسان ہو۔

یہ سُن کر حسنؑ و حسینؑ فوراً اُٹھے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کی "پروردگار تجھے میرے جدِ جلیل القدر تیرے حبیب محمّد مصطفٰیؐ اور میرے پدرِ بزرگوار علی مرتضٰی اور میری مادرِ گرامی فاطمہ زہراؑ کے حق کا واسطہ اس مَلک کو اِس کی اصل حالت پر پلٹا"۔

ابھی یہ دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ جبریل امینؑ فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ آسمان سے نازل ہوئے اور اس مَلک کو خوش خبری سُنائی کہ اللہؔ تجھ سے راضی ہوگیا اور اس نے تجھے پھر تیری اصلی حالت پر پلٹایا۔

پھر یہ تمام فرشتے اس مَلک کو لیکر تسبیح کرتے ہوئے بطرفِ آسمان پرواز کر گئے۔

پھر جبریل امینؑ آنحضرتؐ کے پاس واپس آئے اور مسکراتے ہوئے عرض کی:

یا رسول اللہؐ! وہ مَلک وہاں پہنچ کر ساتویں آسمان کے ملائکہ پر فخر کر رہا ہے کہ کون ہے میرا مثل؟ میری شفاعت سیّدین سبطین حسنؑ و حسینؑ نے فرمائی ہے۔

• عروہ بارقی سے حکایت کی گئی ہے، اُن کا بیان ہے کہ میں نے ایک سال حج کیا پھر مسجدِ رسولؐ میں پہنچا تو دیکھا کہ رسول اللہؐ تشریف فرما ہیں اور آپؐ کے گرد دو ننھے ننھے بچے ہیں، آپؐ کبھی ایک بچّے کو پیار کرتے ہیں اور کبھی دوسرے کو۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا تو بالکل خاموش رہے تاکہ آنحضرتؐ اس سے فارغ ہولیں۔ مگر لوگ یہ نہ سمجھ سکے کہ آپؐ کو ان دونوں بچّوں سے اتنی زیادہ محبّت کیوں ہے؟

راوی کا بیان ہے کہ میں آپؐ کے پاس آیا آپؐ ابھی اسی میں مشغول تھے میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! یہ دونوں آپؐ کے فرزند ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: یہ دونوں میری بیٹی کے بیٹے اور میرے ابنِ عم کے فرزند ہیں یہ مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ یہ وہ ہیں جو میری آنکھ اور میرے کان ہیں، ان کا نفس میرا نفس ہے اور میرا نفس ان کا نفس ہے، اور یہ وہ ہیں کہ ان کے محزون ہونے سے میں محزون ہوتا ہوں اور میرے محزون ہونے سے یہ محزون ہوتے ہیں۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپؐ ان سے یوں پیش آرہے ہیں اور ان سے اتنی محبّت فرما رہے ہیں

آپؐ نے فرمایا: اے شخص سُن! میں تجھے ان کے بارے میں بتاتا ہوں" جب میں شبِ معراج آسمان پر لیجایا گیا اور جنّت میں داخل ہوا تو جنّت کے باغات میں سے ایک درخت کے پاس پہنچا، اُس سے ایسی عمدہ خوشبو آرہی تھی کہ میں تعجّب میں پڑ گیا۔

جبریلؑ نے عرض کی، اے محمّدؐ! آپؐ اس درخت کی خوشبو پر اتنا تعجّب نہ کریں اِس کا پھل تو اس سے بھی زیادہ خوشبودار ہے۔

پھر جبریلؑ نے اُس کا پھل توڑ کر مجھے بطورِ تحفہ دیا اور مجھے کھلایا، پھر ہم آگے بڑھے اور ایک دوسرے درخت کے پاس پہنچے۔

جبریلؑ نے کہا، اے محمّدؐ! آپؐ اس درخت کا پھل کھائیں، یہ اُسی درخت کے مشابہ ہے جس کا پھل آپؐ پہلے کھا چکے ہیں۔ یہ بھی بہت لذیذ اور بہت خوشبودار ہے۔

یہ کہہ کر جبریلؑ نے اس درخت کا پھل بھی مجھے بطورِ تحفہ دیا اور کہا اسے سونگھ کر دیکھیے۔

میں نے کہا، اے اخی جبریلؑ! میں نے ان دونوں درختوں سے زیادہ عمدہ اور خوشبودار تو کوئی درخت نہیں دیکھا۔

جبریلؑ نے عرض کی، اے محمدؐ! آپؐ کو معلوم ہے کہ ان دونوں درختوں کے نام کیا ہیں؟

میں نے کہا، مجھے نہیں معلوم۔

انھوں نے عرض کی، ایک کا نام حسن ہے دوسرے کا نام حسینؑ ہے۔ اب جب آپؐ زمین پر تشریف لے جائیں تو اپنی زوجہ خدیجہؓ سے مقاربت فرمائیں۔ یہ پھل جو آپؐ نے کھائے ہیں انہی کے جوہر سے فاطمہؑ پیدا ہوں گی اور پھر اُن کی شادی آپؐ علیؑ ابن ابی طالبؑ سے کریں اُن سے دو فرزند پیدا ہوں گے جن میں سے ایک کا نام اللہ تعالیٰ نے حسنؑ رکھا ہے، اور دوسرے فرزند کا نام حسینؑ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ جبریلؑ نے کہا تھا مگر اس کے بعد بھی مجھے ان دونوں درختوں کا بیحد شوق رہا۔

پھر جبریلؑ نے عرض کی، جب آپؐ کو ان دونوں درختوں کے پھل کھانے کی خواہش ہو تو حسنؑ وحسینؑ کو سونگھ لیا کریں۔

چنانچہ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پھلوں کی خواہش ہوتی تو آپؐ حسنؑ وحسینؑ کو سونگھ لیتے اور بوسہ دے لیتے اور فرماتے کہ اخی جبریلؑ نے سچ کہا تھا۔

اس کے بعد آنحضرتؐ حسنؑ وحسینؑ کو بوسے دیتے جاتے اور فرماتے جاتے کہ:

"اے میرے صحابیو! مجھے ان دونوں سے اتنی محبت ہے کہ جی چاہتا ہے میں اپنی حیات ان دونوں میں تقسیم کردوں، ساری دنیا میں یہ میرے دو پھول ہیں۔"

آنحضرتؐ نے حسنؑ وحسینؑ کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا اُس پر لوگوں کو بڑا تعجب ہوا مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُس وقت کیا حال ہوتا اگر وہ دیکھتے کہ کس طرح ان کا خون بہایا جا رہا ہے اُن کے مرد قتل کیے جا رہے ہیں، اُن کے بچے ذبح کیے جا رہے ہیں، اُن کے مال و اسباب لوٹے جا رہے ہیں، اُن کی عورتیں اسیر کی جا رہی ہیں۔ ان ظالموں پر جنھوں نے یہ ظلم کیے اللہ اور اُس کے ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ (سورۃ الشعرا)

○ قاتلِ حسین کی ہرگز بخشش نہ ہوگی:

فردوس الاخبار میں دیلمی نے حضرت امیر المومنین علیہ السّلام سے روایت تحریر کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ بن عمرانؑ نے اللہ تعالےٰ سے یہ دعا مانگی کہ:

"اے میرے پروردگار! میرے بھائی ہارونؑ نے وفات پائی، تو انھیں بخش دے۔"

اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا اے موسیٰؑ! تم اوّلین و آخرین میں جس کی بخشش کی دعا کرتے میں اسے بخش دیتا سوائے قاتلِ حسینؑ ابنِ علیؑ کے، اس لیے کہ مجھے اُس سے ضرور انتقام لینا ہے۔

○ حضرت موسیٰؑ اور زیارتِ قبرِ حسینؑ:

روایت کی گئی ہے کہ حضرت موسیٰؑ بن عمران ستّر ہزار ملائکہ کے ساتھ حضرت حسینؑ ابنِ علیؑ کی قبر کی زیارت کو آئے تھے۔

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:

"اَللّٰھم انّی احبّہ فاحبّہٗ و اَحبّ من یحبّہٗ"

یعنی (پروردگارا! میں اِس سے محبّت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبّت کر، بلکہ جو اِس سے محبّت کرے تو اُس سے بھی محبّت کر) (یعنی حسینؑ ابنِ علیؑ سے) یہ حدیث آپؐ نے تین بار ارشاد فرمائی۔

- ابوسعید سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

"الحسن والحسین سیّد اشباب اَھل الجنۃ الاّ ابنیَ الخالۃ عیسٰی ویحییٰ بن زکریّا۔"

یعنی: (حسنؑ وحسینؑ سردار ہیں جوانانِ اہلِ جنّت کے، سوائے دو خالہ زاد بھائی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحییٰؑ بن زکریاؑ کے۔)

- ابنِ عمر نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"الحسن والحسین ھما ریحانتی مِن الدنیا"

یعنی: (حسنؑ وحسینؑ یہی میرے دو پھول ہیں دنیا میں سے)

- یعلی بن مرہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

"الحسینُ منّی و اَنَا من حسین اَحبَّ اللہ مَن اَحبَّ حسینا، حسین سبط من الاسباط"

یعنی: (حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں اللہ تعالیٰ اُس سے محبت کرتا ہے جو حسینؑ سے محبت کرتا ہے حسینؑ اسباط میں سے ایک سبط ہے۔)

- حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

"الحسن و الحسین یوم القیٰمۃ عن جنبي عرش الرّحمٰن بمنزلۃ الشنفین من الوجہ"

یعنی: (حسنؑ و حسینؑ قیامت کے دن عرشِ رحمٰن کے دونوں پہلوؤں میں ہوں گے جس طرح چہرے کے دونوں جانب کانوں کے گوشوارے۔)

- حذیفہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

"الحسین اُعطی من الفضل مالم یعط اَحدٍ مِن وُلدِ آدم ماخلا یوسف بن یعقوب"

یعنی: (حسینؑ (ابنِ علیؑ) کو (اللہ تعالیٰ نے) وہ فضل و شرف عطا کیا جو اولادِ آدمؑ میں سے کسی کو نہیں عطا کیا سوائے یوسفؑ بن یعقوبؑ کے۔)

- حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے بیان فرمایا کہ:

"سألت الفردوس ربّھا عزّوجلّ فقالت اي ربِّ زیّنّي فان اصحابي و اھلی اتقیاء اَبرار۔ فاوحی اللہ الیھا اولم اُزیّنك بالحسن و الحسین"

یعنی: (جنّت الفردوس نے اپنے پروردگار سے عرض کی اے پروردگار! مجھے زینت دے اس لیے کہ میرے اصحاب اور میرے اندر رہنے والے تو متّقی و پرہیزگار لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تجھے حسنؑ و حسینؑ کے ذریعے سے زینت نہیں دیدی ہے؟)

- ابنِ نما نے اپنی کتاب "مثیر الاحزان" میں تاریخِ بلاذری سے یہ روایت نقل کی ہے کہ محمّد بن یزید مبرد نحوی نے اپنے اسناد کے ساتھ یہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پلٹ کر فاطمہ زہراؑ کے گھر آئے تو دیکھا کہ وہ دروازے سے لگی ہوئی کھڑی ہیں: آپؐ نے پوچھا "میری پیاری بیٹی کیا بات ہے، یہاں کیوں کھڑی ہو؟

اُنھوں نے عرض کی، باباجان! آپؐ کے دونوں فرزند صبح سے کہیں نکل گئے ہیں مجھے پتہ نہیں کہاں ہیں؟

یہ سُن کر آنحضرتؐ اُن دونوں کو تلاش کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ تلاش کرتے کرتے آپؐ ایک پہاڑ کے غار تک جا پہنچے وہاں دیکھا کہ دونوں سو رہے ہیں اور ایک سانپ گڈلی مارے ہوئے اُن کے سرہانے بیٹھا ہوا اُن کی حفاظت کر رہا ہے۔ آپؐ نے اُس کو دعا دی پھر امام حسنؑ کو اپنے داہنے کاندھے پر اور امام حسینؑ کو بائیں کاندھے پر اُٹھایا۔ اتنے میں جبرئیلؑ نازل ہوئے اور اُنھوں نے حسینؑ کو اپنی آغوش میں لے لیا۔

اِس کے بعد یہ دونوں شہزادے آپس میں فخر کیا کرتے، امام حسنؑ کہتے کہ مجھے اُس نے اُٹھایا جو بہترینِ اہلِ زمین ہے اور امام حسینؑ کہتے کہ مجھے اُس نے اُٹھایا جو بہترینِ اہلِ آسمان ہے

(۷۴) اللہ تعالیٰ محبانِ حسنؑ سے محبت کرتا ہے:

کتاب الدُّر میں عبداللہ بن احمد بن حنبل نے ابوہریرہ سے اور اُنھوں نے آنحضرتؐ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرتؐ نے امام حسنؑ کے لیے فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ"

یعنی: (پروردگارا! میں اِس سے محبت کرتا ہوں تُو بھی اُس سے محبت کر جو اِس سے محبت کرتا ہے۔) (کتاب الدُّر)

- عبداللہ نے اپنے والد سے اور اُنھوں نے اپنے رجال کے واسطے سے عمیر بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت حسنؑ بن علیؑ کے ساتھ تھا کہ ابوہریرہ سے ملاقات ہوگئی۔

اُنھوں نے کہا "مجھے وہ جگہ دکھائیے جہاں میں نے رسول اللہؐ کو بوسے لیتے ہوئے دیکھا تھا"، اور آپؑ کی قمیص کی طرف اشارہ کیا۔

آپؑ نے قمیص کا دامن اُٹھا کر ناف کھول دی۔

- اور اُنھوں نے اپنے رجال سے یہ روایت بھی کی ہے کہ ہم لوگ ایک مرتبہ نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حسنؑ بن علیؑ آگئے اور وہ آنحضرتؐ کے سینے پر بیٹھ گئے اور پیشاب کر دیا۔ ہم نے جلدی سے انھیں اُتارنا چاہا۔

آپؐ نے فرمایا یہ میرا بیٹا ہے، یہ میرا بیٹا ہے۔

پھر آنحضرتؐ نے پانی منگوا کر اُسے پاک کر لیا۔

- زبیر کے غلام مسہر سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ اہلِ بیتِ نبیؐ میں آنحضرتؐ سے سب سے زیادہ مشابہ کون ہے؟ اتنے میں عبداللہ بن زبیر آ گئے۔

اُنھوں نے کہا کہ میں بتاتا ہوں کہ آنحضرتؐ سے سب سے زیادہ مشابہ کون ہے؟ اور وہ حسنؑ بن علیؑ ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ وہ کبھی آتے اور آنحضرتؐ سجدے میں ہوتے تو وہ آپؐ کی پُشتِ مبارک پر بیٹھ جاتے اور جبتک وہ خود نہ اُترتے انھیں کوئی نہ اُتارتا۔ کبھی وہ آتے اور آنحضرتؐ حالتِ رکوع میں ہوتے تو وہ آنحضرتؐ کے دونوں پیروں (ٹانگوں) کے درمیان سے نکل کر دوسری طرف ہوجاتے اور آپؐ (بعدِ فراغتِ نماز) فرماتے:

"ھو ریحانتی مِنَ الدُّنیا وَ اِنَّ ابنی ھٰذا سیّد یصلح اللہ بہ بین فِئتَینِ مِنَ المسلمین۔

یعنی: ("ساری" دنیا میں میرا یہ پھول ہے، میرا یہ فرزند سیّد ہے۔ یہی مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔)

نیز فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنّی احبّہٗ و اَحبّ مَن یُحِبّہٗ"

یعنی: (پروردگارا! میں اس سے محبّت کرتا ہوں بلکہ اُس سے بھی محبّت کرتا ہوں جو اِس سے محبّت کرے۔)

بحار الانوار

باب ۳

مکارمِ اخلاق

اور

مخالف و موافق دونوں کو

اُن کے فضائل کا اقرار

ANSAR

[illegible]

(۱) ــــ حسنینؑ افقہ النّاس تھے

کسی اعرابی نے عبد اللہ بن زبیر اور عمر بن عثمان سے کوئی مسئلہ پوچھا اور فتویٰ چاہا، تو ہر ایک نے دوسرے پر ٹال دیا۔

اعرابی نے کہا، اللہ تعالیٰ سے ڈرو! میں ہدایت لینے آیا ہوں، کیا دین کے مسائل میں بھی ایک دوسرے پر ٹالا جاتا ہے۔

پھر اِن دونوں نے اُسے حسنؑ و حسینؑ کے پاس بھیج دیا۔ امام حسنؑ و امام حسینؑ نے اُسے شرعی حکم (فتویٰ) سے آگاہ فرمایا تو اعرابی نے (اِن حضراتؑ سے خوش ہوکر عبد اللہ اور عمر بن عثمان کی مذمّت میں) یہ شعر پڑھا۔

جعل اللہ حرّ وجیہکما نعلین　　　　سبتًا یطأ ھما الحسنان

(اللہ تعالیٰ تم دونوں (عبد اللہ و عمر) کے منھ کے چمڑے کا جوتا بنائے جسے حسنؑ و حسینؑ پہنا کریں۔) (مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۲) ــــ حسنینؑ اور ایک گنہگار کی سفارش

اسماعیل بن یزید نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت محمدؐ بن علیؑ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حیات میں کسی شخص نے کوئی قصور کیا اور روپوش ہوگیا، یہاں تک کہ ایک سنسان راستے پر اُسے حسنؑ و حسینؑ مل گئے۔ اُس نے ان دونوں شہزادوں کو اپنے کاندھوں پر بٹھایا اور انھیں لیکر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہؐ! میں اللہ اور ان دونوں کا واسطہ دے کر پناہ چاہتا ہوں۔

یہ سُن کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مسکرائے اور اپنے دہنِ اقدس پر ہاتھ رکھ لیا

پھر اُس سے فرمایا: اچھا جاؤ تم آزاد ہو اور حسنؑ و حسینؑ سے فرمایا: اے بچو! میں نے اس کے متعلق تم دونوں کی سفارش قبول کر لی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

"وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝" (سورۃ النساء آیت ۶۴)

ترجمۂ آیت: (اور اگر یہ لوگ اُسی وقت جبکہ اُنھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا، آپؐ کے پاس آجاتے اور اللہؐ سے معافی مانگ لیتے، اور ان کے لیے رسولؐ بھی اللہؐ سے مغفرت چاہتا، تو وہ ضرور اللہؐ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔)

حسنینؑ افضل النّاس اور اکرمُ النّاس ہیں

اخبار لیث بن سعد میں اپنے اسناد کے ساتھ مرقوم ہے کہ ایک شخص نے نذر کی کہ (اگر میرا یہ کام ہوگیا تو) میں ایک بوتل تیل ایسے شخص کے پاؤں پر ملوں گا جو قریش میں سب سے افضل ہوگا۔

اُس سے کہا گیا کہ آجکل مخرمہ انساب قریش کا سب سے بڑا عالم ہے اُس سے دریافت کرو۔ چنانچہ وہ مخرمہ کے پاس آیا اور اُس سے دریافت کیا۔ وہ سٹھیا چکا تھا اور اس کے پاس اُس کا بیٹا مسور بیٹھا تھا۔ مخرمہ نے اپنے پاؤں بڑھا دیے کہ لے اِن پر مالش کر دے۔

مسور نے کہا: یہ سٹھیا گئے ہیں اِن کا دماغ کام نہیں کرتا۔ لہٰذا انھیں چھوڑو یہ جس طرح جاہلیت میں تھے ویسے ہی پھر ہو گئے۔

اِس کے بعد اُس نے امام حسنؑ و امام حسینؑ کے پاس بھیج دیا اور کہا کہ اِن دونوں کے پاؤں کی مالش کر دو، اِس لیے کہ یہی دونوں آجکل افضل النّاس و اکرم النّاس ہیں۔

(مناقب ابن شہر آشوب)

ابنِ عباسؓ نے فخریہ حسنینؑ کی رکاب برداری کی:

مدرک بن ابی زیاد کی روایت میں ہے، ایک مرتبہ عبداللہ ابنِ عباسؓ نے حضرت امام حسن علیہ السّلام کی اور پھر حضرت امام حسین علیہ السّلام کے گھوڑے کی رکاب تھامی اور

انھیں سوار کیا تھا۔ تو میں نے ان سے کہا آپ تو ان دونوں سے سن میں بڑے ہیں پھر بھی آپ ان کی رکاب تھامتے ہیں۔ ؟

اُنھوں نے جواب دیا ' او بدذات ! تجھے کیا معلوم کہ یہ دونوں کون ہیں. سُن ! یہ دونوں فرزندانِ رسولؐ ہیں ' اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نعمتیں ہمیں دی ہیں کیا ان میں یہ نعمت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰؑ نے مجھے ان کی رکاب تھامنے اور انھیں سوار کرنے کی توفیق دی۔

○ ایک پیر مرد کو وضو کا صحیح طریقہ بتانا

رویانی کی کتاب " عیون المحاسن " میں ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کہیں سے گذر رہے تھے ' دیکھا کہ ایک مرد بزرگ وضو غلط طریقے سے کر رہا ہے۔ یہ دیکھ کر یہ دونوں بھائی آپس میں بحث کرنے لگے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تم وضو صحیح نہیں کرتے۔ پھر اُس مرد بزرگ سے کہا ' اے شیخ ! ذرا آپ ہی ہمارا فیصلہ کردیں ہم دونوں آپ کے سامنے وضو کرتے ہیں آپ دیکھ کر بتائیں کہ کس کا وضو صحیح ہے۔

پھر ان دونوں نے اُس بزرگوار کے سامنے وضو کیا اور پوچھا: بتائیے ہم دونوں میں سے کس کا وضو صحیح ہے ؟

اس مرد بزرگ نے کہا: شہزادو ! تم دونوں کا وضو صحیح ہے ' مجھ بوڑھے جاہل کا وضو غلط تھا۔ اب میں نے آپ حضرات سے وضو کا صحیح طریقہ سیکھ لیا۔ اور آپ حضرات کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔ واقعاً آپ اپنے جد کی اُمت پر بڑی ہی مہربانی اور بہت شفقت فرماتے ہیں۔

○ بڑے بھائی کا احترام :

حضرت امام محمدؐ باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت امام حسینؑ حضرت امام حسن علیہ السلام کے سامنے تعظیماً گفتگو نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت محمدؐ حنفیہؓ بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے خاموش رہتے تھے۔

○ حضرت ایوبؑ اور حضرت امام حسینؑ

لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوبؑ کے متعلق فرمایا ہے کہ :

" نِعْمَ الْعَبْدُ " (یہ کتنا اچھا بندہ ہے) (سورہ ص آیت ۴۴)

اور امام حسنؑ و امام حسینؑ کے لیے ہے کہ :"

" نعم المطیّة مطیّتکما ونعم الراکبان انتما "

لیعنی : (کتنی اچھی سواری ہے تم دونوں کی اور کتنے اچھے سوار ہو تم دونوں ۔)

نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے : (موسیٰ نے کہا کہ)

" اِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ " (سورۃ الدخان آیت ۲۱)

یعنی : (اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے ہو تو مجھ سے الگ ہو جاؤ)

اسی طرح امام حسینؑ نے بھی کہا تھا :

" اِنْ لَّمْ تُصَدِّقُوْنِیْ فَاعْتَزِلُوْنِیْ وَلَا تَقْتُلُوْنِیْ "

لیعنی : (اگر تم مجھے نہیں مانتے تو مجھے چھوڑ دو اور مجھے قتل نہ کرو ۔)

(مناقب ابن شہر آشوب)

۳ جس شے پر اللہ نے لعنت کی ہو اُس میں شفا نہیں ہو سکتی

ابو سعید عقیص تمیمی سے روایت ہے ۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ دریائے فرات میں اپنی اِزار پہنے ہوئے غسل فرما رہے تھے ۔ میں ادھر سے گذرا تو عرض کی ، فرزندانِ رسولؐ ! آپ حضرات نے اپنی اِزاروں کو خراب و فاسد کر لیا ۔

اُنھوں نے جواب دیا : اے ابو سعید ! اِزاروں کا خراب و فاسد ہونا ہمارے نزدیک دین کے فاسد و خراب ہونے سے کہیں بہتر ہے اور پھر جس طرح خشکی پر جانور ہوتے ہیں اسی طرح پانی میں بھی جانور رہتے ہیں ۔

پھر آپؑ نے مجھ سے دریافت فرمایا ، تم کہاں جا رہے ہو ؟

میں نے عرض کی یہی پانی لینے آیا ہوں ۔

آپؑ نے پوچھا پانی کیا کرو گے ؟

میں نے عرض کی، دوا کے لیے میں یہ آبِ تلخ پیوں گا، اُمید ہے کہ اس سے جسم کا اماس دور ہو کر پیٹ صاف ہو جائے۔

اُنھوں نے فرمایا: ہم تو نہیں سمجھتے کہ جس شے پر اللہؒ نے لعنت کی ہو اس کو شفا کا ذریعہ بنا دے۔

میں نے عرض کی، یہ کیسے؟

اُنھوں نے فرمایا: اِس طرح کہ جب اللہ تعالیٰ قومِ نوح پر غضبناک ہوا تو آسمان کے دروازے کھول دیے اور موسلا دھار بارش ہونے لگی پھر زمین کو حکم دیا اور اس کے چشموں نے اسے دبالیا تو اللہؒ نے اس پر لعنت کی اور اسے نمکین اور شوریدہ بنا دیا۔

(کافی)

- حمدان بن سلیمان کی روایت میں ہے کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ نے فرمایا کہ:

ابوسعید! تم وہ پانی لے رہے ہو جو ہماری ولایت سے ہر روز تین بار انکار کرتا ہے سنو! اللہ تعالیٰ نے ہماری ولایت پانی پر پیش کی تھی، پس جس پانی نے اقرار کیا وہ شیریں اور خوش ذائقہ ہو گیا، اور جس پانی نے انکار کیا اُس کو اللہ تعالےٰ نے تلخ، نمکین اور کھارا بنا دیا۔

(کافی)

۴ مستحقینِ صدقہ کون لوگ ہیں؟

عبدالرحمٰن عزمی نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے: آپؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام مقامِ صفا پر تشریف فرما تھے کہ ایک سائل نے آکر سوال کیا۔

اُنھوں نے فرمایا: صدقہ لینا تو اسی وقت حلال ہے جب کسی پر کوئی تکلیف دہ قرض ہو، یا اُسے حد درجہ نقصان ہو گیا ہو، یا ایسے فقر میں مبتلا ہو گیا ہو جو اسے زمین گیر کر دے یہ بتا، تیرے اندر ان میں سے کوئی چیز ہے؟

اُس نے عرض کی، جی ہاں۔

یہ سن کر اُن دونوں نے اُسے عطا فرمایا۔

اس سے قبل وہ سائل عبداللہ بن عمر و عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے سوال کر چکا تھا اور ان لوگوں نے بغیر کچھ پوچھے ہوئے اُس کو دے دیا تھا۔ تو وہ سائل پھر پلٹ کر ان لوگوں کے پاس گیا اور کہا: کیا بات ہے کہ آپ لوگوں نے مجھ سے وہ سوال نہیں کیا جو امام حسنؑ اور

امام حسین علیہما السّلام نے کیا۔

پھر اُس نے بتایا کہ مجھ سے امام حسن و امام حسین علیہما السّلام نے یہ سوال دریافت کیا تھا۔

تو اُن لوگوں نے کہا (اُن دونوں کی بات ہی کیا ہے) علم تو اُن کی غذا ہے۔

(کافی۔ کتاب العدہ)

۵ امام حسن و امام حسین علیہما السّلام نے قرض چھوڑ کر وفات پائی

معاویہ بن وہب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے: آپؑ نے فرمایا کہ جب حضرت امام حسن علیہ السّلام نے وفات پائی تو ان پر قرض تھا اور جب حضرت امام حسین علیہ السّلام شہید ہوئے تو اُن پر بھی قرض تھا۔

(اقول) امام زین العابدینؑ نے امام حسینؑ کا قرض ادا کیا

علاّمہ مجلسی علیہ الرّحمہ فرماتے ہیں کہ سیّد ابنِ طاوٗس علیہ الرّحمہ اپنی کتاب "کشف المحجّۃ" میں اپنے اسناد کے ساتھ عبداللہ ابن بکیر کی کتاب سے اور انھوں نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت امام ابوجعفر محمّد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے: آپؑ نے فرمایا کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام نے شہادت پائی تو آپؑ پر قرض تھا اور حضرت علی ابن الحسینؑ امام زین العابدین علیہ السّلام نے اپنی ایک جائیداد تین لاکھ پر فروخت کی تاکہ اس سے حضرت امام حسین علیہ السّلام کے قرض خواہ کو ادا کر دیں جس سے آپؑ نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ادا کریں گے۔

بحار الانوار

باب ۴

نص بر امامتِ حسن مجتبیٰ
علیہ السّلام

ANSAR

(۱) امیرالمومنینؑ کی وصیّت اور اُسکے گواہ

سلیم بن قیس سے روایت ہے کہ جس وقت امیرالمومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام نے اپنے فرزند امام حسن علیہ السّلام کو اپنا وصی بنایا اُس وقت میں بھی وہاں موجود تھا۔ آپؑ نے اپنی وصیّت پر امام حسین علیہ السّلام و محمّد حنفیہؒ اور اپنی تمام اولاد نیز رؤسائے شیعہ اور اہلِ بیتؑ کو گواہ بنایا۔ پھر کتاب اور اسلحے اُن کے سپرد کیے اور فرمایا: اے فرزند! نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں تمھیں اپنا وصی بناؤں اور اپنی کتابیں اور اسلحے تمھارے حوالے کروں جس طرح آنحضرتؐ نے اپنی کتابیں اور اسلحے میرے حوالے کیے تھے، اور مجھے یہ بھی حکم دیا تھا کہ میں تم کو حکم دے دوں کہ جب تمھارا بھی سفرِ آخرت قریب ہو تو یہ سب تبرّکات اپنے بھائی حسینؑ کے حوالے کر دینا۔

پھر امیرالمومنین علیہ السّلام نے امام حسین علیہ السّلام سے فرمایا کہ تمھارے لیے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ حکم دیا تھا کہ تم وقتِ آخر یہ تبرّکات اپنے اس فرزند کے سپرد کر دینا، یہ فرما کر آپؑ نے حضرت علی ابن الحسین علیہ السّلام کا ہاتھ پکڑا۔ پھر آپؑ نے ان سے فرمایا کہ تمھیں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ حکم دیا تھا کہ تم یہ تبرّکات اپنے فرزند محمّد بن علی علیہ السّلام کے حوالے کرنا اور انھیں میری طرف سے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی طرف سے سلام کہنا۔ (اعلام الوریٰ ۔ کلینیؒ)

(۲) امیرالمومنینؑ کی وصیّت

شیخ محمّد یعقوب کلینیؒ نے اپنے اکثر اصحاب سے ان کے اسناد کے ساتھ حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

(اعلام الوریٰ ۔ کلینیؒ)

(۳) اَسرارِ امامت کی تعلیم

اپنے اسناد کے ساتھ حضرت امام محمدّ باقر علیہ السّلام سے روایت ہے آپؑ نے فرمایا کہ جب حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کا وقتِ وفات قریب آیا تو آپؑ نے اپنے فرزند امام حسن علیہ السّلام سے فرمایا: "میرے قریب آؤ تاکہ میں وہ اَسرار تمھارے حوالے کردوں جو اسرار رسول اللہؐ نے میرے حوالے کیے تھے اور وہ امانتیں تمھارے سپرد کردوں جو امانتیں آنحضرتؐ نے میرے سپرد فرمائی تھیں۔

پس امام حسن علیہ السّلام نے بھی اسی طرح وصیّت فرمائی:

(اعلام الوریٰ)

(۴) کوفہ جاتے وقت امیر المومنینؑ نے یہ تبرّکات اُمِّ سلمہؓ کے حوالے کر دیے تھے

صاحبِ اعلام الوریٰ نے اپنے اسناد کے ساتھ شہر بن خوشب سے روایت کی ہے کہ جب امیر المومنین علیہ السّلام کوفہ جانے لگے تو آپؑ نے کتابیں اور وصیّت نامہ حضرت اُمِّ سلمہؓ کے پاس ودیعت رکھ دیا اور جب حضرت امام حسن علیہ السّلام کوفہ سے مدینہ واپس آئے تو حضرت اُمِّ سلمہؓ نے وہ تبرّکات حضرت امام حسن علیہ السّلام کے حوالے کر دیے۔ (اعلام الوریٰ)

بحار الانوار

باب ۵

معجزات

ANSAR

١ ــ خشک درخت کا سرسبز ہوجانا

ہیثم نہدی نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے: آپؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السّلام بغرضِ عمرہ روانہ ہوئے۔ آپؑ کے ہمراہ اولادِ زبیر میں سے بھی ایک شخص تھا جو آپؑ کی امامت کا قائل تھا۔ راستے میں یہ لوگ ایک منزل پر ٹھہرے اور ایک کھجور کے باغ کے نیچے جو پانی نہ پانے کی وجہ سے خشک ہوگیا تھا اُترے۔ امام حسن علیہ السّلام کے لیے ایک درخت کے نیچے فرش کردیا گیا اور اُس مرد زبیری کے لیے قریب ہی دوسرے درخت کے نیچے فرش بچھا دیا گیا۔ زبیری نے سر اُٹھا کر دیکھا اور کہا: کاش! اس درخت پر کھجوریں ہوتیں تو کھا کر لطف حاصل کرتے۔

حضرت امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: کیا تمھارا کھجوریں کھانے کو جی چاہتا ہے؟

اُس نے عرض کی، جی ہاں۔

حضرت امام حسن علیہ السّلام نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند فرمائے اور دعا کی جس کو وہ زبیری نہ سمجھ سکا کہ کیا دعا تھی۔ ناگاہ وہ درخت سرسبز ہوگیا۔ اس میں پتّے اور شاخیں پیدا ہوکر پھل لگے۔

وہ شتربان جس کو کرائے پر لائے تھے، یہ اعجاز دیکھ کر بولا: خدا کی قسم یہ تو سحر ہے

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: تجھ پر وائے ہو یہ سحر نہیں ہے بلکہ فرزندِ رسولؐ کی دعا ہے جو قبول ہوئی۔ پھر وہ اس درخت پر چڑھے اور اتنی کھجوریں توڑیں کہ سب کے لیے کافی ہوگئیں۔ (بصائر الدّرجات، کافی جلد۱ صـ۴۶۲)

- کتاب الخرائج والجرائح میں بھی عبداللہ سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(الخرائج والجرائح)

(۲) اخبار بالغیب

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن جعفر سے فرمایا کہ معاویہ نے آپ دونوں کی مقررہ رقم ارسال کی ہے جو فلاں روز چاند دیکھتے ہی آپ حضرات کو مل جائے گی۔

حضرت کے اس ارشاد کے بموجب وہ رقم اسی دن ملی جس دن آپؑ نے فرمایا تھا اور چاند بھی اسی روز نظر آیا۔ جب ان حضرات کو اپنی اپنی رقوم ملیں تو امام حسن علیہ السلام کے ذمّے بہت سا قرض تھا اسے ادا کیا اور بقیّہ اپنے اہلِ بیت اور موالیوں پر تقسیم کر دیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی اس رقم سے اپنا قرض ادا کیا اور رقم میں جو حصّہ بچ گیا اُس کے تین حصّے کیے۔ ایک حصّہ اپنے اہلِ بیت اور موالیوں پر تقسیم کر دیا اور بقیّہ اپنے اہل و عیال کو دے دیا۔ اور حضرت عبداللہ ابنِ جعفرؓ نے اپنے حصّے کی رقم سے اپنا قرض ادا کیا اور بقیّہ معاویہ کے فرستادہ کو دے دیا، تاکہ وہ جا کر معاویہ کو بتا دے کہ ان حضرات نے اس رقم کا کیا کِیا۔ تو پھر معاویہ نے عبداللہ بن جعفرؓ کے پاس اچھّی خاصی رقم بھیج دی۔

(الخرائج والجرائح)

(۳) ایک حبشی کو فرزندِ نرینہ کی بشارت

مندل بن اُسامہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور اُنھوں نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ: ایک مرتبہ امام حسن علیہ السلام مکّۂ مکرّمہ سے مدینۂ منوّرہ پا پیادہ چلے تو آپؑ کے پائے مبارک پر آماس آ گیا۔ عرض کیا گیا کہ فرزندِ رسولؐ آپؑ سواری پر تشریف رکھیں تاکہ پاؤں کا ورم اُتر جائے۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں میں سواری پر نہ بیٹھوں گا۔ البتّہ یہاں سے چل کر ہم ایک ایسی منزل پر قیام کریں گے جہاں ایک حبشی سے ملاقات ہوگی جس کے پاس ورم کی دوا ہوگی، تم وہ دوا خرید لینا۔

آپؑ کے موالیوں میں سے کسی نے عرض کی، یا حضرت! اب تو کوئی ایسی منزل آنے والی نہیں ہے جس میں دوا فروخت ہوتی ہو۔

آپؑ نے فرمایا: ہاں وہ حبشی ہمارے آگے ہے۔
اس کے بعد سب لوگ کئی میل تک آگے چلے گئے تو وافعتاً انھیں ایک حبشی ملا
امام حسن علیہ السلام نے اپنے مولیٰ (غلام) سے فرمایا۔ دیکھ تیرے سامنے وہ حبشی ہے اُس سے وہ دوا قیمتاً خرید لا۔ (وہ غلام جب خریدنے گیا تو) حبشی نے کہا یہ دوا تم کس کے لیے خرید رہے ہو؟
غلام نے کہا امام حسنؑ ابنِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے لیے۔
حبشی نے کہا، مجھے اُن کے پاس لے چلو۔
جب وہ حبشی آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے عرض کی، فرزندِ رسولؐ! میں آپؑ کا دوستدار ہوں، اس لیے آپؑ سے اس کی قیمت نہ لوں گا۔ بس میرے لیے دعا فرما دیجیے تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے ایک اچھا فرزند عطا فرما دے جو محبِ اہلِ بیت ہو۔ میں اپنی زوجہ کو دردِ زہ میں چھوڑ آیا ہوں۔
آپؑ نے فرمایا: اچھا اپنے گھر واپس ہو جا، تو دیکھے گا کہ اللہ تعالےٰ نے تجھے ایک صحیح و سالم فرزند عطا فرما دیا ہے۔
وہ حبشی خوش خوش واپس ہوا گھر آکر دیکھا تو امام علیہ السلام کی دعا سے فرزند پیدا ہو چکا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ حبشی انتہائی خوشی کے عالم میں پھر امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ کے حق میں دعائے خیر کرنے لگا۔
ادھر امام حسن علیہ السلام نے وہ تیل اپنے پاؤں پر ملا اور ابھی آپؑ کھڑے بھی نہ ہوئے تھے کہ پاؤں کا ورم جاتا رہا۔

(الخرائج والجرائح)

(۴) استجابتِ دعا

حسین بن محمدؒ نے معلّیؒ سے اُنھوں نے احمد بن محمدؒ سے، اُنھوں نے محمدؒ بن علی بن نعمان سے، اُنھوں نے صندل سے، اُنھوں نے ابواُسامہ سے اسی کے مثل (مندرجہ بالا روایت کے مثل) یہاں تک روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے ایک فرزند عنایت فرما دیا جو ہمارے شیعوں میں سے ہوگا۔
(نوٹ) علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام حسنؑ کے اکثر معجزات باب ماجریٰ بینہ وبین معاویہ اور بابِ وفات وغیرہ میں تحریر کر دیے ہیں۔

(۵) کمسنی میں شاہِ روم کے اُن سوالات کے جوابات دینا جن سے معاویہ عاجز رہا :

روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام مقام رحبہ میں تھے کہ ایک شخص آپؑ کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا اور عرض کی : یہ بتائیے کیا میں آپؑ کی رعایا اور آپؑ کے مُلک کا آدمی ہوں ؟

آپؑ نے فرمایا نہیں ، نہ تو میری رعایا میں سے ہے اور نہ میرے مُلک کا آدمی ہے۔ بلکہ ابنِ اصفر (شاہِ روم) نے تجھے چند سوالات دے کر معاویہ کے پاس بھیجا تھا مگر معاویہ اُن سوالات کا جواب نہ دے سکا اور اُس نے اس کے لیے میرے پاس بھیج دیا۔

اُس نے عرض کی ، یا امیر المومنینؑ ! آپؑ نے سچ فرمایا۔ واقعتاً معاویہ نے مجھے پوشیدہ طور پر آپؑ کے پاس بھیجا ہے اور آپؑ مطلع ہوگئے حالانکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو معلوم ہی نہ تھی۔

آپؑ نے فرمایا : وہ سوالات میرے اِن دونوں فرزندوں میں سے جس سے چاہے پوچھ لے۔

اُس نے عرض کی میں یہ سوالات اِس گیسو والے (یعنی حسنؑ) سے پوچھوں گا۔

یہ کہہ کر وہ امام حسن علیہ السلام کے پاس آیا۔

امام حسنؑ نے فرمایا ، تم یہ سوالات دریافت کرنا چاہتے ہو کہ :

(۱) حق و باطل میں کتنا فاصلہ ہے ؟

(۲) زمین و آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے ؟

(۳) مشرق و مغرب کے مابین کتنا بُعد ہے ؟

(۴) قوسِ قزح کیا شے ہے ؟

(۵) زنخہ (مخنّث) کو کیسے پہچانا جائے کہ یہ مذکّر ہے یا مؤنّث ؟

(۶) وہ دس چیزیں کیا ہیں جو ایک سے بڑھ کر دوسری شدید تر ہیں ؟

اُس نے عرض کی : جی ہاں یہی پوچھنا چاہتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا : سُنو !

(۱) حق و باطل میں چار انگشت کا فاصلہ ہے۔ جو اپنی آنکھوں سے دیکھو وہ حق ہے

اور جو اپنے کانوں سے سُنو وہ باطل ہے۔

(۲) زمین و آسمان کے مابین دعائے مظلوم اور نگاہ کی ایک سیر کا فاصلہ ہے۔

(۳) مشرق و مغرب کے مابین آفتاب کی ایک دن کی مسافت کا فاصلہ ہے۔

(۴) قزح تو شیطان کا نام ہے۔ اور یہ درحقیقت قوسِ الٰہی ہے جو سرسبزی اور اہلِ زمین کے لیے غرق سے امان کی علامت ہے۔

(۵) زنخہ (مخنّث) وہ ہے کہ جس کا پتہ نہ چلے کہ یہ مرد ہے یا عورت، اس کے لیے بلوغ کا انتظار کیا جائے اگر وہ مرد ہوگا تو اسے احتلام ہوگا، اگر عورت ہوگی تو اسے خونِ حیض آئے گا اور اُس کے پستان اُبھر آئیں گے۔ ورنہ اُس سے کہا جائے کہ پیشاب کر۔ اگر اُس کے پیشاب کی دھار دیوار پر پہنچے تو وہ مرد ہے اگر اُس کا پیشاب اُس کے پاؤں پر گرے جیسے اونٹنی کا پیشاب گرتا ہے تو وہ عورت ہے۔

(۶) وہ دس چیزیں جن میں ایک سے بڑھ کر ایک شدید تر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ شدید پتھر کو پیدا کیا ہے مگر اس سے زیادہ شدید لوہا ہے جو پتھر کو بھی کاٹ دیتا ہے، اور لوہے سے زیادہ شدید آگ ہے جو لوہے کو پگھلا دیتی ہے اور آگ سے زیادہ شدید پانی ہے اور پانی سے زیادہ شدید بادل ہے، اور بادل سے زیادہ شدید ہوا ہے جو بادل کو اُٹھائے پھرتی ہے، ہوا سے زیادہ شدید مَلک ہے جو ہوا کو حرکت دیتا ہے اور اس مَلک سے زیادہ شدید مَلکُ الموت ہے جو اُسے بھی موت دے گا، اور مَلکُ الموت سے زیادہ شدید وہ موت ہے جو مَلکُ الموت کو بھی مار دے گی اور موت سے زیادہ شدید حکمِ خدا ہے جو موت کو بھی دفع کر دیتا ہے۔ (الخرائج والجرائح)

(۶) تجدیدِ عہد کیلئے ابوسفیانؔ کا آنا اور امام حسنؑ کی گفتگو:

محمد بن اسحاق نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ابوسفیانؔ حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا اور بولا: اے ابوالحسنؑ! میں تمہارے پاس ایک کام سے آیا ہوں۔

آپؑ نے پوچھا کیا کام ہے؟

اُس نے عرض کی، ذرا میرے ساتھ اپنے ابنِ عم محمدؐ کے پاس چلو اور اُن سے کہو کہ وہ مجھ سے از سرِ نو معاہدہ کریں اور ایک عہد نامہ تحریر فرمادیں۔

حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا: اے ابوسفیان! رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تم سے ایک عہد کر چکے ہیں آنحضرتؐ اپنے عہد سے تا ابد نہ پلٹیں گے (نئے عہد کی ضرورت نہیں)۔

اِدھر یہ گفتگو ہو رہی تھی اور اُدھر حضرت فاطمہ زہرا پسِ پردہ تھیں اور سامنے امام حسنؑ بیٹھے تھے جن کی عمر اس وقت چودہ ماہ کی تھی۔

ابوسفیانؔ نے کہا: بنتِ محمدؐ! اِس بچے سے کہو وہ اپنے نانا سے میرے لیے بات کرے اور وہ اپنی اس گفتگو سے عرب و عجم کی سیادت حاصل کرے۔

یہ سُن کر امام حسن علیہ السّلام نے اس کی طرف رُخ کیا اور اپنا ایک ہاتھ اُس کی ناک پر اور دوسرا اُس کی داڑھی پر مارا۔ پھر بحکمِ خدا یوں گویا ہوئے کہ:

"اے ابوسفیان! پہلے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہو تاکہ میں تمہارا شفیع بن سکوں۔"

یہ سُن کر حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا:

"حمد اُس خدا کی جس نے آلِ محمدؐ اور ذرّیتِ محمدؐ مصطفےٰ میں سے ایسے کو پیدا کیا جو یحییٰ بن زکریاؑ کی نظیر ہے وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا۔"

(نوٹ) یہ قصّہ کتبِ سیَر میں ۸ھ کا فتحِ مکّہ کے حالات میں مذکور ہے جب ابوسفیان، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس مشرکین سے عہد نامے کی تجدید اور مدّت میں توسیع کے لیے درخواست لے کر آیا تھا۔ اِس طرح امام حسنؑ کا سن اُس وقت چودہ ماہ نہیں بلکہ پانچ سال کا تھا۔

(سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۳۹۶، مناقب جلد ۱ ص ۲۰۶، ارشاد مفید صفحہ ۶۔ اعلام الوریٰ۔)

○ ایک خبر کی تردید "میرا گھر نہیں جلا":

ابوحمزہ ثمالی نے حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ، ایک مرتبہ امام حسن علیہ السّلام کہیں تشریف فرما تھے کہ کسی نے آکر آپؑ کو

یہ اطلاع دی کہ فرزندِ رسولؐ ! آپؑ کا گھر جل گیا۔
آپؑ نے فرمایا نہیں میرا گھر نہیں جلا۔
اتنے میں ایک دوسرا شخص آیا، اُس نے کہا: فرزندِ رسولؐ ! آپؑ کے گھر کے پہلو میں جو گھر ہے اس میں آگ لگی اور ہم لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اس کے ساتھ آپؑ کا گھر بھی جل جائے گا، مگر اللہ نے اس آگ کا رُخ دوسری طرف پھیر دیا اور آپؑ کا گھر بچ گیا۔

○ زیاد کیلئے بددُعا

ایک مرتبہ کچھ لوگ حضرت حسن بن علی علیہ السّلام کے پاس زیاد لعنؑ کے مظالم کی فریاد لیکر آئے، تو آپؑ نے دونوں ہاتھ بلند کیے اور عرض کی:
" پروردگارا ! تو زیاد بن ابیہ سے ہم پر اور ہمارے شیعوں پر مظالم کا مواخذہ فرما اور اُسے جلد عذاب میں مبتلا فرما کر ہمیں دکھلا دے، بیشک تو ہر شے پر قادر ہے۔"
راوی کا بیان ہے کہ زیاد لعنؑ کے داہنے ہاتھ کے انگوٹھے میں ایک دانہ نکلا اور ورم بڑھ کر گردن تک پہنچ گیا اور اسی میں وہ مر گیا۔

○ حلف کا صحیح طریقہ :

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت امام حسن علیہ السّلام پر ایک ہزار دینار کا جھوٹا دعویٰ کیا، حالانکہ آپؑ پر اس کا کوئی قرض نہ تھا۔ چنانچہ یہ دونوں قاضی شریح کے پاس پہنچے۔ اُس نے امام حسن علیہ السّلام سے کہا: کیا آپؑ حلف اُٹھائیں گے ؟
آپؑ نے فرمایا: اگر یہ حلف سے کہے گا تو اتنی رقم اس کو دے دوں گا۔
شریح نے اس شخص سے کہا کہ کہو:
" باللہ الذی لا الٰہ الا ھو عالم الغیب والشّھادۃ "
امام حسنؑ نے فرمایا، نہیں، میں اِن الفاظ میں حلف نہیں چاہتا، بلکہ، یہ اس طرح کہے: " بِاللہِ اِنَّ لَکَ عَلَیَّ ھٰذَا " اور مجھ سے ایک ہزار دینار لیلے۔
اُس شخص نے یہی کہا، اور ایک ہزار دینار لے لیے لیکن جونہی اپنے مقام سے اُٹھا

اور لڑکھڑا کر گر پڑا اور مر گیا۔ لوگوں نے امام حسنؑ سے اس کے متعلق دریافت کیا۔

آپؑ نے فرمایا، میں ڈرا کہ اگر یہ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہے تو اس توحید کے اقرار کی برکت سے اللہ تعالیٰ اُسے معاف فرما دے گا۔ (اسی بناء پر یہ حلف لیا گیا جس سے اس پر عذاب نازل ہوا۔)

آپؑ کی بددُعا سے مردِ شامی عورت اور اُس کی زوجہ مرد میں تبدیل ہو گئے:

محمد فتال نیشاپوری نے اپنی کتاب "مونس الحزین" میں اپنے اسناد کے ساتھ تحریر کیا ہے کہ کسی شامی نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے معاویہ کے مظالم برداشت کرنے کے متعلق بات کی:

آپؑ نے فرمایا (جس کا مفہوم یہ ہے) کہ اگر میں دعا کروں تو اللہ تعالیٰ عراق کو شام اور شام کو عراق، عورت کو مرد اور مرد کو عورت میں تبدیل فرما دے۔

اُس مردِ شامی نے کہا، بھلا اس پر کون قادر ہے؟

آپؑ نے فرمایا: دُور ہو جا اے عورت، تجھے شرم نہیں آتی کہ مردوں کے درمیان بیٹھی ہوئی ہے۔

آپؑ کا یہ فرمانا تھا کہ اُس شامی نے محسوس کیا کہ وہ عورت بن گیا۔

پھر آپؑ نے فرمایا، اور تیری زوجہ مرد بن گئی۔ تو اس سے حاملہ ہو گا اور تیرے شکم سے مخنث پیدا ہو گا۔

چنانچہ جیسا آپؑ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ پھر وہ مردِ شامی اور اس کی زوجہ دونوں آپؑ کی خدمت میں آئے، توبہ کی اور معافی مانگی۔ آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اور وہ دونوں اپنی پہلی حالت پر آ گئے۔

آپؑ نے اپنے اہلِ بیت کو مطلع فرمایا کہ میری زوجہ مجھے زہر دے گی

حسن بن ابو العلاء نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ:

حضرت امام حسن علیہ السّلام نے اپنے اہلِ بیت سے فرمایا کہ میں زہر سے شہید کیا جاؤں گا۔ جس طرح رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو زہر سے شہید کیا گیا۔

آپؑ کے اہلِ بیت نے کہا، آپؑ کو کون زہر دے گا؟

آپؑ نے فرمایا، میری کوئی کنیز یا میری کوئی زوجہ۔

لوگوں نے کہا، پھر اسے نکال باہر کیجیے یا اپنی زوجیت سے خارج کیجیے اللہ تعالےٰ اُس پر لعنت کرے۔

آپؑ نے فرمایا: افسوس، میں ایسا نہیں کر سکتا، اُسی کے ہاتھوں سے میری موت واقع ہوگی اور اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اگر میں اسے نکال باہر بھی کروں تب بھی اُسی کے ہاتھوں میرا قتل ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا قطعی فیصلہ اور لازمی حکم ہے۔

تھوڑے ہی دنوں بعد معاویہ نے امام حسن علیہ السّلام کی زوجہ کے پاس آدمی بھیجا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد امام حسن علیہ السّلام نے اپنی اُس زوجہ سے پوچھا کیا پینے کے لیے کچھ دودھ ہے؟

اُس نے کہا، جی ہاں۔ اور پھر اُس میں وہ زہر ملا دیا جو معاویہ نے اُس کے پاس بھیجا تھا۔ جب آپؑ نے وہ دودھ پیا تو فوراً جسم میں زہر کا اثر محسوس کیا اور فرمایا: او دشمنِ خدا تو نے مجھے قتل کر دیا، اللہ تعالےٰ تجھے قتل کرے۔ مگر سُن! کہ مجھ جیسا تجھے کوئی شوہر نہ ملے گا، اور اُس دشمن، فاسق اور لعین سے تجھے تا ابد بھلائی نصیب نہ ہوگی

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

⑦ علمِ ارحام:

ابوجعفر بن رستم طبری نے اپنی کتاب "الدلائل" میں اپنے اسناد کے ساتھ ابنِ عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السّلام کے سامنے سے ایک گائے گذری۔

آپؑ نے اُس کو دیکھ کر فرمایا اس کے شکم میں بچّہ ہے اور وہ مادہ ہے، اُس کی پیشانی سفید اور دُم کا سرا بھی سفید ہوگا۔

یہ سُن کر ہم لوگ اُس قصّاب کے ساتھ گئے۔ جب اُس نے ذبح کیا تو دیکھا کہ اُس کے شکم میں واقعاً مادہ بچّہ تھا اور ویسا ہی تھا جیسا آپؑ نے فرمایا تھا۔ یہ دیکھ کر ہم لوگوں نے آپؑ سے کہا، کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے "وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ" (سورۂ لقمان آیۃ ۳۴)

یعنی :(اور وہی جانتا ہے کہ ارحام میں کیا ہے)
پھر آپؑ کو اس کا علم کیسے ہو گیا ؟
آپؑ نے فرمایا : وہ علم مخزون ومکنون ، مجزوم و مکتوم کہ جس پر کوئی ملکِ مقرب اور نبیِ مرسل بھی مطلع نہیں ہے ۔ اس کو سوائے محمدؐ اور اُن کی ذُرّیت کے کوئی نہیں جانتا ۔ (کتاب النّجوم)

(۸) — آپؑ نے امیر المومنینؑ کی زیارت کرائی

شیخ مفید علیہ الرّحمہ نے اپنی کتاب " مولد النّبیؐ و مولد الاصفیاء " میں اپنے اسناد کے ساتھ جابرؓ سے اور اُنھوں نے حضرت امام ابوجعفر محمدؐ باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ حضرت امام حسن علیہ السّلام کے پاس آئے اور عرض کی کہ آپؑ کے پدرِ بزرگوار جو معجزات ہمیں دکھایا کرتے تھے ویسے ہی معجزے آپؑ بھی ہمیں دکھائیے ۔
آپؑ نے فرمایا : کیا تم لوگ اس پر ایمان لاؤ گے ؟
اُنھوں نے عرض کی ، جی ہاں ، بخدا ہم اس پر ایمان لائیں گے ۔
آپؑ نے فرمایا ، کیا تم لوگوں نے میرے پدرِ بزرگوار کو دیکھا ہے ؟
اُنھوں نے عرض کی ، جی ہاں ہم اُن کو اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں ۔
یہ سُن کر آپؑ نے پردے کا ایک گوشہ اُٹھایا ، تو حضرت امیر المومنینؑ پسِ پردہ تشریف فرما تھے ۔ آپؑ نے پوچھا ، کیا تم لوگ اِن کو پہچانتے ہو ؟
سب نے بالاتفاق کہا ، جی ہاں ۔ یہ امیر المومنین علیہ السّلام ہیں ۔ اب ہم لوگ گواہی دیتے ہیں کہ آپؑ واقعاً ولیِ خدا اور امیر المومنین علیہ السّلام کے بعد امام ہیں ۔ آپؑ نے امیر المومنین علیہ السّلام کو اُن کی موت کے بعد ہمیں اس طرح دکھایا ہے جس طرح آپؑ کے پدرِ بزرگوار نے ابوبکر کو مسجدِ قبا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آنحضرتؐ کی زیارت کرائی تھی ۔
آپؑ نے ارشاد فرمایا : تم لوگوں پر وائے ہو ، کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سُنا ہے کہ " وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ○ (سورۃ البقرۃ ۱۵۴)
یعنی : (اور جو اللہ کی راہ میں قتل ہوئے انھیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم اس کا شعور نہیں رکھتے)

جب یہ قولِ خداوندی عام لوگوں کے لیے ہے جو راہِ خدا میں قتل کر دیے گئے ہیں۔ تو پھر ہمارے بارے میں تم لوگ کیا کہو گے ؟

اُنھوں نے کہا، ہم ایمان لائے اور اے فرزندِ رسولؐ! ہم آپؑ کی امامت کی تصدیق کرتے ہیں۔ (کتاب النجوم)

⑨ آپؑ نے معاویہ کی فرمائش پر معجزہ دکھا کر اپنی حجّت قائم کی

ابو محمّد عبداللہ بن محمّد احمری المعروف بہ ابنِ داہر رازی نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسنؑ اور معاویہ کے درمیان صلح ہو چکی تو دونوں ایک کھجوروں کے باغ میں یکجا بیٹھ گئے تو معاویہ نے کہا، اے ابو محمّدؑ! مجھے خبر ملی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کی مقدار وزن میں بتا دیا کرتے تھے، کیا اس طرح کا کچھ علم آپؑ کو بھی ہے ؟ کیونکہ آپؑ حضرات کے شیعوں کا گمان ہے کہ زمین و آسمان میں سے کسی شے کا علم آپؑ حضرات سے پوشیدہ نہیں ہے۔

حضرت امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس کی مقدار وزن میں بتاتے تھے، میں تعداد میں بتاؤں گا۔

معاویہ نے کہا، پھر بتائیے اس درخت پر کتنی عدد کھجوریں ہیں ؟

آپؑ نے فرمایا: چار ہزار اور چار کھجوریں ہیں۔

معاویہ کے حکم سے ساری کھجوریں توڑ کر شمار کی گئیں تو چار ہزار اور تین گنی گئیں۔

آپؑ نے فرمایا، بخدا، نہ میں نے جھوٹ کہا ہے اور نہ مجھے جھٹلایا جا سکتا ہے۔

اتنے میں آپؑ نے دیکھا کہ عبد بن عامر کریز کے ہاتھ میں ایک کھجور ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اے معاویہ! خدا کی قسم، اگر اس کا خیال نہ ہوتا کہ تم کافر ہو جاؤ گے تو میں تمھیں یہ بھی بتا دیتا کہ تم آئندہ کیا کیا کارنامے انجام دو گے۔ یہ اس لیے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانے میں آنحضرتؐ کو جھٹلانے والا مسلمانوں میں کوئی نہ تھا اور تم لوگ جھٹلاؤ گے اور کہو گے کہ حسنؑ تو اس زمانے میں بہت کمسن تھے اُنھوں نے اپنے جد سے سنا ہی کب ہو گا۔ بس اتنا تو سن ہی لو کہ "تم زیاد کو اپنے نسب میں شامل کرو گے، حُجر بن عدی کو قتل کرو گے اور شہر شہر سے بہت سے سر کاٹ کر تمھارے پاس بھیجے جائیں گے

چنانچہ ایسا ہی ہوا، معاویہ نے زیادؑ کو اپنے نسب میں شامل کیا، حُجر بن عدیؓ کو قتل کیا اور عمر بن الحمق خزاعیؓ کا سر کاٹ کر اس کے پاس بھیجا گیا۔

(۱۰) شب و روز میں جو کچھ ہوتا ہے ہم جانتے ہیں

عبدالغفار رجازی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ:
آپؑ نے فرمایا کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس دو شخص بیٹھے ہوئے تھے۔
آپؑ نے ایک سے فرمایا، تم نے گذشتہ شب کو فلاں شخص سے یہ یہ باتیں کہی تھیں
اُس کو بڑا تعجب ہوا اور کہا ارے یہ تو سب کچھ جانتے ہیں
آپؑ نے فرمایا، دن و رات میں جو کچھ بھی ہوتا ہے ہم وہ سب جانتے ہیں۔
پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حلال و حرام اور تنزیل و تاویل کا علم دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ تمام علم حضرت علی علیہ السلام کو دے دیا۔ (الخرائج والجرائح)

(۱۱) آپؑ نے اپنے پدرِ بزرگوار سے فرمایا

حضرت امام حسن علیہ السلام نے (حضرت علی علیہ السلام کے خلیفہ ہونے سے قبل) اپنے پدرِ بزرگوار سے فرمایا: بابا جان! عرب کے لوگوں کی یہ فطرت ہے کہ پہلے جذبات میں بہہ جاتے ہیں بعد میں انھیں ہوش آتا ہے۔ آپؑ دیکھیں گے کہ یہ لوگ دوڑے آئیں گے اور اپنی سواریاں آپؑ کے پاس بٹھائیں گے، اور اگر آپؑ بچھو کی طرح کسی سوراخ میں چھپ کر بھی بیٹھ جائیں تب بھی یہ آپؑ کو ڈھونڈ نکالیں گے۔

بحار الانوار

باب ٦

آپؐ کا مکارمِ اخلاق

علم و فضل، شرف وجلالتِ قدر

اور

نادر احتجاجات

ANSAR

۱ آپؑ کی عبادات، زہد اور تقویٰ

مفضّل بن عمر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے، اُنھوں نے اپنے پدرِ بزرگوار سے، اُنھوں نے اپنے پدرِ عالیقدر سے روایت کی ہے : آپؑ نے فرمایا کہ: حضرت امام حسن ابنِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ علیہ السّلام اپنے زمانے میں سب سے زیادہ عبادت گذار، سب سے بڑے زاہد اور سب سے افضل تھے ۔ آپؑ حج کرتے تھے تو پا پیادہ، بلکہ کبھی کبھی پا برہنہ۔ جب موت کا ذکر کرتے تو گریہ فرماتے، جب قبر کا ذکر کرتے تو گریہ فرماتے، جب حشر و نشر کا ذکر کرتے تو گریہ فرماتے، جب صراط پر سے گذرنے کا ذکر کرتے تو گریہ فرماتے، جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کا ذکر کرتے تو ایک چیخ مارتے اور غش کھا کر گر پڑتے۔

جب اپنے رب کے حضور میں نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو آپؑ کا بند بند کانپنے لگتا۔ جب جنّت و جہنّم کا ذکر کرتے تو عقرب گزیدہ کی طرح تڑپنے لگتے اور اللہ تعالیٰ سے جنّت کے لیے دعا کرتے اور جہنّم سے پناہ چاہتے۔

آپؑ جب قرآن مجید کی تلاوت فرماتے اور اس میں جہاں کہیں بھی "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" آتا، فوراً کہتے لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ۔

آپؑ کو کسی حال میں بھی ذکرِ خدا سے خالی نہیں دیکھا گیا۔ آپؑ سب سے زیادہ صادق اللہجہ، سب سے زیادہ فصیح البیان تھے۔

معاویہ کی فرمائش پر آپؑ نے بےمثال خطبہ ارشاد فرمایا

ایک مرتبہ معاویہ سے کہا گیا کہ کیا اچھا ہوتا اگر آپ حسنؑ ابنِ علیؑ ابنِ ابیطالبؑ سے خطبہ دینے کی فرمائش کرتے، تاکہ ان کا سارا نقص ظاہر ہو جاتا۔

چنانچہ معاویہ نے امام حسن علیہ السّلام کو بلوایا اور کہا کہ آپؑ منبر پر جا کر ہم لوگوں کو کچھ

وعظ و پند کریں۔

پس آپؑ کھڑے ہوئے اور منبر پر تشریف فرما ہونے کے بعد حمد و ثنائے الٰہی بجالائے: پھر فرمایا: اے لوگو! جو ہمیں جانتا ہے وہ تو جانتا ہی ہے، جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ: میں حسنؑ ابنِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہوں۔ میں سیدۃ النساء فاطمہ زہرا بنتِ رسول اللہؐ کا فرزند ہوں، میں اُس کا فرزند ہوں جو تمام مخلوقات میں سب سے بہتر ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند ہوں، میں صاحبِ فضائل کا فرزند ہوں، میں صاحبِ معجزات و دلائل کا فرزند ہوں، میں امیر المومنین کا فرزند ہوں، میں اپنے حق سے محروم کر دیا گیا ہوں، میں اور میرا بھائی حسینؑ دونوں جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار ہیں، میں رکن و مقام کا فرزند ہوں، میں مکّہ و منیٰ کا فرزند ہوں، میں مشعر و عرفات کا فرزند ہوں۔

معاویہ نے کہا، چھوڑیے ان باتوں کو ذرا رُطب کے متعلق کچھ بیان کیجیے۔

آپؑ نے فرمایا: رُطب کے دانے ہوا سے بڑے ہوتے ہیں، گرمی سے پک جاتے ہیں اور ٹھنڈک سے لطیف و طیب ہو جاتے ہیں۔

یہ کہہ کر آپؑ پھر سلسلۂ کلام کی طرف پلٹے اور فرمایا: میں خلقِ خدا کا امام ہوں میں محمدؐ رسول اللہ کا فرزند ہوں۔

یہ سُن کر معاویہ خوفزدہ ہوا کہ آگے نہیں معلوم یہ کیا کہہ دیں اور لوگوں کو حقیقت کا علم ہو جائے تو فتنہ برپا ہو جائے گا۔ اس لیے اُس نے کہا: اے ابو محمدؑ! بس جو کچھ آپؑ نے کہا وہ کافی ہے اب آپؑ منبر سے اتر آئیں۔

امام حسن علیہ السّلام منبر سے نیچے اُتر آئے۔ (امالی صدوقؒ)

۲ وقتِ احتضار گریہ

حضرت امام رضا علیہ السّلام نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسن بن علیؑ ابن ابی طالب علیہ السّلام کا وقتِ وفات قریب آیا تو آپؑ رونے لگے آپؑ سے کہا گیا: فرزندِ رسول! آپؑ گریہ فرماتے ہیں درآنحالیکہ آپؑ کو تو رسول اللہؐ کے پاس ایک خاص مقام حاصل ہے، آپؑ کے تو رسول اللہؐ نے بڑے فضائل و مراتب بیان فرمائے ہیں، پھر یہ کہ آپؑ نے بیس حج پا پیادہ کیے ہیں، تین مرتبہ تو آپؑ نے اپنا نصف مال راہِ خدا میں دیا حد یہ ہے کہ ایک پاؤں کا جوتا اپنے لیے رکھا اور ایک پاؤں کا راہِ خدا میں دیا!

آپؑ نے فرمایا: میرے رونے کی دو وجہیں ہیں، ایک ہولِ قیامت اور دوسری فرقتِ احباب۔ (امالی صدوقؒ)

(۳) پاپیادہ حج:

ابنِ بکیر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام ابوعبداللہ جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ میں نے سُنا ہے کہ حضرت امام حسن بن علی علیہ السّلام نے بیس حج پاپیادہ کیے۔؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں حضرت امام حسنؑ بن علیؑ نے پاپیادہ حج کیے اور محملیں و سواریاں آپؑ کے ساتھ چلتی تھیں۔ (قرب الاسناد)

- ابنِ موسیٰ نے اسدی سے اُنھوں نے نخعی سے، اُنھوں نے حسن بن سعید سے اُنھوں نے مفضّل بن یحییٰ سے اُنھوں نے سلیمان سے اور اُنھوں نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔ (علل الشّرائع)

(۴) بھیک مانگنا صرف تین موقعوں پر جائز ہے

حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے۔ آپؑ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ عثمان بن عفّان مسجدِ نبوی کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک سائل نے اُن سے سوال کیا اور اُنھوں نے اُس کو پانچ درہم دیے جانے کا حکم دیا۔

اس سائل نے کہا (کچھ اور مخیّر حضرات کا) پتہ بتادیجیے۔

عثمان نے کہا، وہ چند نوجوان جو تم کو نظر آرہے ہیں، (یہ کہہ کر اُنھوں نے مسجد کے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا، جہاں امام حسنؑ، امام حسینؑ اور عبداللہ بن جعفر بیٹھے ہوئے تھے) اُس سائل نے اُن حضرات کے پاس پہنچ کر سلام کیا پھر اُن سے سوال کیا۔

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: اے شخص! سوال کرنا، جائز و حلال نہیں ہے مگر صرف تین مواقع پر۔ کوئی ناگہانی مصیبت ہوئے یا قرض نے مجبور کردیا ہوئے یا فقر و افلاس نے پست کردیا ہو۔

بتاؤ! تمھیں ان تینوں میں سے کون سی مجبوری پیش آگئی ہے۔؟

سائل نے عرض کی، جی ہاں اِنہی تینوں میں سے ایک مجبوری ہے۔

امام حسن علیہ السلام نے حکم دیا، اسے پچاس دینار دیدیے جائیں۔ امام حسینؑ نے حکم دیا میری طرف سے اسے اُنچاس (۴۹) دینار دیے جائیں، عبداللہ بن جعفرؓ نے حکم دیا میری طرف سے اس کو اڑتالیس (۴۸) دینار دیے جائیں۔

سائل یہ سب لیکر واپس ہوا اور عثمان بن عفّان کے پاس سے گذرا۔

اُنھوں نے پوچھا کچھ کام بنا؟

سائل نے عرض کی، جی ہاں۔ آپ کے پاس آیا تھا اور آپ نے جو کچھ مجھے دیا تھا وہ تو آپ کو معلوم ہی ہے، مگر آپ نے مجھ سے کچھ نہ پوچھا کہ میں کیوں مانگ رہا ہوں، مگر اُس گیسوؤں والے سے جب میں نے سوال کیا تو اُس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آخر یہ بھیک مانگنے اور سوال کرنے کی کیا وجہ درپیش ہے۔ اِس لیے کہ سوال کرنا صرف تین ہی صورتوں میں جائز ہے۔

میں نے انھیں تین وجوہات میں سے ایک وجہ بتائی۔ اُنھوں نے مجھے پچاس دینار دیے، دوسرے نے اُنچاس دینا دیے، تیسرے نے اڑتالیس دینار دیے۔

عثمان نے کہا: ایسے نوجوان تم کو کہاں ملیں گے۔ یہ صاحبان تو دودھ کے بدلے عِلم پی پی کر بڑے ہوئے ہیں اور خیر و حکمت سے بھرے ہوئے ہیں۔ (خصال)

۵ — کمسنی میں امام حسنؑ کی معجزانہ گفتگو اور کثیر لوگوں کا مسلمان ہونا

ابو لیعقوب یوسف بن جراح نے اپنے اسناد کے ساتھ حذیفہ بن یمان سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ایک پہاڑ پر تھے اور میرا خیال ہے کہ وہ کوہِ حریٰ وغیرہ تھا۔ آپؐ کے ساتھ ابوبکر و عمر و عثمان و علیؑ اور مہاجرینؓ و انصار کی ایک جماعت تھی اور انس بھی موجود تھے۔ حذیفہ آپؐ سے باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں حسنؑ ابنِ علیؑ آہستہ آہستہ وقار کے ساتھ آتے ہوئے نظر آئے۔

جب آنحضرتؐ نے انھیں دیکھا تو فرمایا: جبرئیلؑ ان کو آہستہ آہستہ چلا رہے ہیں اور میکائیل ان کو سنبھالے ہوئے ہیں۔

پھر فرمایا: یہ میرا فرزند ہے، طاہر ہے، میرے نفس سے ہے، میری پسلیوں میں سے

ایک پسلی ہے۔ میرا انوسہ ہے، میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ میرے والد اس پر قربان۔

پھر آنحضرتؐ اُٹھے اور ہم سب بھی آپؐ کے ساتھ اُٹھے۔ آپؐ حسنؑ سے فرماتے جاتے تو میرا سیب (میوۂ دل) ہے، تو میرا پیارا ہے، میری جان ہے۔

پھر آپؐ نے اُن کا ہاتھ پکڑا اور اُن کو ساتھ لیکر چلے، آپؐ کے ساتھ ہم بھی چلے اور آکر ایک جگہ تشریف فرما ہوئے، ہم سب بھی آپؐ کے گرد بیٹھ گئے۔ ہماری نظریں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر جمی ہوئی تھیں مگر آپؐ مسلسل حسنؑ کی طرف دیکھے جا رہے تھے

آپؐ نے فرمایا: یہ بچہ میرے بعد ہادی و مہدی ہوگا۔ یہ ربّ العالمین کی طرف سے میرے پیغام کو عام کرے گا اور میرے آثار سے لوگوں کو روشناس کرائے گا، یہ میری سنّت کو زندہ کرے گا اور اپنے اعمال و افعال میں میرے امور کا ذمّے دار ہوگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی نظر ہے اللہ ج اُس پر رحم فرماتا ہے جس کو اس کی معرفت حاصل ہے جو اِس کے معاملے میں میرے ساتھ نیکی کرے، جو اِس کے بارے میں میرا لحاظ و پاس کرے اللہ تعالیٰ اُس پر رحم فرمائے۔

ابھی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنا سلسلۂ کلام قطع بھی نہیں فرمایا تھا کہ ایک اعرابی اپنی چھڑی گھسیٹتا ہوا آگیا۔

جب آنحضرتؐ نے اُسے دیکھا تو فرمایا: اب تم لوگوں کے پاس ایک ایسا شخص وارد ہو رہا ہے جس کی دُرُشت گفتگو سے تم لوگ کانپ اٹھوگے۔ یہ تم لوگوں سے چند سوالات کرے گا مگر اس کی گفتگو بہت ترش ہوگی۔

اتنے میں وہ اعرابی بھی قریب آپہنچا اور بغیر سلام کیے ہوئے بولا: تم لوگوں میں محمدؐ کون ہے؟

ہم نے کہا، کیا ارادہ ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا، تم اس سے درگذر کرو (بات کرنے دو)

اُس نے کہا: اے محمدؐ! میں نے اِس سے قبل تمھیں نہیں دیکھا تھا اور میں بغیر دیکھے ہی تمھارا دشمن تھا، مگر اب تو دشمنی اور بڑھ گئی۔

آنحضرتؐ یہ سُن کر متبسّم ہوئے لیکن ہم لوگوں کو اُس پر سخت غصّہ آرہا تھا اور ارادہ ہوا کہ اس کے ساتھ کچھ کیا جائے۔

مگر آنحضرتؐ نے اشارے سے منع فرمایا کہ تم لوگ خاموش رہو۔

اعرابی نے کہا: اے محمدؐ! تمھارا خیال ہے کہ تم نبی ہو اور گذشتہ انبیا پر بہتان

رکھتے ہو۔ حالانکہ تمھارے پاس تمھاری نبوّت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

آپؐ نے فرمایا: اے اعرابی! تجھے کیا معلوم (کہ میرے پاس کوئی دلیل ہے یا نہیں)

اُس نے کہا: اچھا اپنی دلیل پیش کرو۔

آپؐ نے فرمایا: اگر تو پسند کرے تو میرے اعضا میں سے ایک عضو دلیل پیش کرے اور یہ سب سے پختہ دلیل ہوگی۔

اعرابی نے کہا، کیا عضو بھی بات چیت کر سکتا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: ہاں۔

پھر فرمایا: اے حسنؑ! اُٹھو۔

اعرابی نے اپنے دل میں کہا، یہ خود تو مقابلے پر آتے نہیں ایک بچّے کو مجھ سے بات کرنے کے لیے کھڑا کر دیا ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا (گھبراؤ نہیں) جو کچھ تو پوچھے گا، یہ بچّہ بتائے گا۔

اتنے میں حسنؑ آگے بڑھے اور بولے: اے اعرابی! ٹھہر جا

ما غبیًا سألت و ابن غبی　　بل فقیھًا اذن و انت الجھول

فان تك قد جھلت فانّ عندی　　شفاء الجھل ما سأل السئول

و بحرًا لا تقسّمہٗ الدّوالی　　تراثًا کان اورثہ الرّسول

ترجمۂ اشعار:

ترجمۂ شعر ۱: تو کسی غبی (کُند ذہن) ابن غبی سے سوال نہیں کرے گا بلکہ جس سے تو سوال کرے گا وہ فقیہ اور سراپا گوش ہے اور تو سخت جاہل ہے۔

ترجمۂ شعر ۲: اور اگر تو جاہل ہے تو میرے پاس مرضِ جہل کا علاج موجود ہے جو تو چاہے سوال کر۔

ترجمۂ شعر ۳: یہ ایک سمندر ہے جو ختم نہیں ہو سکتا، یہ وہ میراث ہے جو اُس کو رسولؐ سے ملی ہے۔

تو نے بڑی زبان درازی و جسارت کی ہے اور حد سے تجاوز کر گیا ہے، تو نے اپنے نفس کو دھوکے میں رکھا ہے مگر انشاء اللہ تعالیٰ تو یہاں سے بغیر ایمان لائے ہوئے نہیں جائے گا۔

یہ سُن کر اعرابی مسکرایا اور کہا: اچھا آگے چلیے۔

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: سُن: تم لوگ اپنے جرگے میں جمع ہوئے اور

ناواقفیت ولاعلمی کی بنا پر جو باتیں تم لوگوں میں پھیلی ہوئی تھیں اُن کا تذکرہ ہوا تو تم لوگوں نے سوچا کہ محمدؐ ایک شاخِ بے ثمر ہیں اُن کے آل اولاد نہیں ہے اور تمام عرب اُن کا دشمن ہے، اُن کے خون کا بدلہ لینے والا کوئی نہ ہوگا اس لیے اُن کو قتل کروگے تو تمھاری قوم تمھیں انعام و اکرام دے گی۔ یہ سوچ کر تم نے قتل کرنے کا پختہ ارادہ کیا اور اپنا نیزہ اُٹھا کر چلے تو تمھاری آنکھوں کی بصارت جاتی رہی، راستہ چلنا دشوار ہوگیا، مگر اس خوف سے کہ کہیں یہ بات مشہور نہ ہو جائے کسی طرح ہمارے پاس آپہنچے، مگر تمھارا آنا تمھارے لیے بہتر ہی ہوا۔

اب میں تمھارے سفر کا مفصّل حال بیان کرتا ہوں سنو! تم اپنے گھر سے رات گئے وقت نکلے تو مطلع بالکل صاف تھا، اتنے میں شدید ہوائیں چلنے لگیں جس سے اندھیرا چھا گیا، بادل گھِر آئے بارش ہونے لگی۔ اب تم (لقیط بن زرارہ کے) اُس سرخ گھوڑے کے مانند ہو گئے (جس کے متعلق اُس نے کہا ہے کہ) اگر یہ آگے بڑھے تو نحر ہو جائے اور پیچھے مڑ کر بھاگے تو اس کی ٹانگیں کاٹ دی جائیں۔ اُس وقت نہ تمھیں کسی چلنے والے کے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی اور نہ کسی آگ روشن کرنے والے کی پھونکوں کی آواز آرہی تھی، گھنگھور گھٹائیں چھا گئیں، آسمان کے سارے ستارے چھپ گئے ایک ستارہ بھی نہ تھا کہ جس سے تم راستے کا اندازہ کرتے اور نہ کوئی ایسا نشان کہ جس سے پتہ چلتا۔ تم عام راستے سے ہٹ گئے اور ایک بہت گہری وادی میں اُتر گئے۔ اس سے اوپر چڑھے تو راستے سے اور دُور ہوتے گئے، ہوا تم کو اُڑائے لیے جا رہی تھی، کانٹے چبھے جا رہے تھے آندھی چل رہی تھی بجلی چمک رہی تھی، ٹیلوں اور پہاڑیوں سے تمھیں وحشت ہو رہی تھی جھاڑیاں کاٹ کھائے جا رہی تھیں، یکایک تم نے دیکھا تو تم ہم لوگوں کے پاس تھے، اب تمھاری آنکھوں میں خوشی دوڑ گئی تمھارا سارا رنج و غم کافور ہو گیا۔

اعرابی نے کہا: صاحبزادے! آپؑ نے یہ کیسے بتا دیا؟ اور یہ سب کچھ بتا کر تو آپؑ نے میرے دل کے دریچے کو کھول دیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ ان تمام حالات کا مشاہدہ کر رہے تھے اور میری کوئی بات آپؑ سے پوشیدہ نہیں گویا آپؑ کے پاس علمِ غیب ہے۔ اچھا اب یہ بتائیے کہ اسلام کیا ہے؟

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اَللّٰہُ اَکْبَر اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْكَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

وہ اعرابی فوراً اسلام لایا اور اچھا مسلمان بن گیا۔ آنحضرتؐ نے اس کو قرآن مجید کی کچھ تعلیم دی، پھر

پھر اُس نے عرض کی، یا رسول اللہؐ! کیا میں اپنی قوم میں جا کر اُنھیں یہ ساری

باتیں بتادوں ؟

آنحضرتؐ نے اُسے اجازت دی، وہ واپس ہوا۔ اِس کے بعد پھر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُس کے ساتھ اُس کی قوم کی ایک جماعت بھی آئی اور سب کے سب دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

چنانچہ اِس کے بعد جب بھی لوگ امام حسن علیہ السلام کو دیکھتے تو کہتے کہ آپؑ کو وہ چیز عطا کی گئی ہے جو دنیا میں کسی کو عطا نہیں ہوئی ہے۔ (کتاب العدد)

(۶) تعزیت کے ایک خط کا جواب

محمدؐ بن مسلم سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ حضرت امام حسن ابنِ علی علیہ السلام کی ایک دختر کے انتقال پر آپؑ کے چند اصحاب نے آپؑ کو تعزیت کا خط لکھا تو آپؑ نے اُن کے خط کے جواب میں یہ تحریر فرمایا :

امّا بعد : میری فلاں دختر کی تعزیت کے سلسلے میں تم لوگوں کا خط مجھے ملا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابتلاء و آزمائش، صبر اور اس کے حکمِ قضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کر کے میں اللہ سے اجر و ثواب کا طالب ہوں۔ واقعًا ان مصائب و حادثات نے ہمیں بہت دُکھ اور تکلیف پہنچائی۔ وہ قابلِ الفت احباب جو ہماری معرفت رکھتے تھے وہ برادرانِ ایمانی جو ہم سے محبت کرتے تھے دیکھنے والے جنھیں دیکھ کر خوش ہو جاتے تھے، آنکھیں جنھیں دیکھ کر ٹھنڈک محسوس کرتی تھیں وہ گذر گئے۔ ان کی زندگی کے ایام پورے ہوگئے، انھیں موت آگئی وہ اپنے اخلاف کو چھوڑ گئے اور کوچ کر گئے۔ اب وہ مُردوں کی قبرستانوں میں ہیں آپس میں پڑوسی ہوکر بھی پڑوسی نہیں ہیں، اتنے قریبی پڑوسی ہوکر بھی نہ آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں نہ ایک دوسرے کی زیارت کو آتے جاتے ہیں۔ ان کے اجسام اپنے اہل و عیال سے دُور ہیں، اُن کی بزم احباب سے خالی ہے۔ جیسے مکانوں میں یہ رہتے تھے، نہ اب ایسا مکان نظر آتا ہے نہ جائے قیام، وہ اپنے مانوس گھروں سے نکل کر ایک پُر وحشت گھر میں ہیں۔ وہ بچّی میری کنیز تھی، وہ اُس راستے پر روانہ ہوگئی جس پر اوّلین جا چکے اور آخرین جائیں گے۔ والسّلام

(امالی مفیدؒ)

⑦ آپؑ ہر لغت پر مکمل دسترس رکھتے تھے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام کے واسطے سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے دو شہر ہیں ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں۔ ان دونوں کی شہرِ پناہ کی دیواریں لوہے کی ہیں۔ ہر شہر میں ایک ایک سونے کے دروازے ہیں جن میں ستر ستر ہزار زبانیں بولی جاتی ہیں ان میں ہر قوم الگ الگ زبان (لغت) استعمال کرتی ہے اور ان تمام زبانوں (لغات) سے مَیں واقف ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ ان دونوں شہروں کے اندر کیا کچھ ہے اور ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت (امام) میرے اور میرے بھائی حسینؑ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ (الخرائج والجرائح)

- احمد بن حسین نے اپنے باپ سے ان ہی اسناد کے ساتھ اسی کے مثل روایت کی ہے۔ (الخرائج والجرائح)
- ابنِ ابی عمیر سے اِسی کے مثل روایت ہے۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب)

⑧ ٹڈی کے پروں پر مکتوب

مَروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام اور عبداللہؓ بن العباسؓ ایک ہی دسترخوان پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ٹڈی آکر دسترخوان پر بیٹھ گئی تو عبداللہؓ بن العباسؓ نے امام حسن علیہ السلام سے پوچھا: اِس ٹڈی کے پروں پر کیا لکھا ہوا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کے پروں پر یہ تحریر ہے:

"اَنَا اللّٰہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اَنَا رُبَّمَا اُبعث الجراد لقومٍ جیاعٍ لیا کلوہ و ربّما أبعثہا نقمۃ علٰی قومٍ فناء کلّ أطعمتہم"

یعنی: (میں ہوں اللہؐ، نہیں ہے کوئی اللہ لیکن میں (سوائے میرے) میں ہی بھیجتا ہوں اِن ٹڈیوں کو کبھی ایسی قوم کی طرف جو بھوکی ہے تاکہ وہ اسے کھائیں اور کبھی بھیجتا ہوں ایک قوم کی طرف بَرِ بنائے عذاب تاکہ یہ اُس قوم کی ساری غذا کھا جائیں۔)

یہ سُن کر عبداللہ ابن عباسؓ نے اُٹھ کر امام حسن علیہ السلام کی پیشانی کو بوسہ دیا اور عرض کی: یہ ہے عِلمِ مکنون۔ (الخرائج والجرائح)

⑨ امام حسنؑ اور طلاق

ابنِ محبوب نے عبداللہ بن سنان سے اور اُنھوں نے حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے: آپؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں آپؑ کے پاس ایک مشورے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ حسنؑ و حسینؑ اور عبداللہ ابن جعفرؓ نے میری دختر سے شادی کا پیغام دیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: جس سے مشورہ لیا جاتا ہے اس کو معتمد سمجھ کر، تو سنو! حسنؑ عورتوں کو طلاق دے دیا کرتے ہیں، لہٰذا تم اپنی بیٹی کی شادی حسینؑ سے کردو۔ وہ تمھاری دختر کے لیے بہتر ثابت ہوں گے۔ (کتاب المحاسن)

⑩ امام حسنؑ شبیہِ رسولؐ تھے

زہری نے انس بن مالک سے روایت کی ہے: ان کا بیان ہے کہ حضرت امام حسن بن علی علیہ السلام سے زیادہ کوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مشابہ نہ تھا (کتاب الارشاد)

⑪ امام حسنؑ کے رُعب وجلال سے راستے بند ہوجاتے تھے

محمّد بن اسحاق نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے کہ بعدِ رسولؐ امام حسن علیہ السلام کو جو شرف لوگوں میں حاصل تھا وہ کسی اور کو نہ تھا۔ آپؑ کے گھر کے دروازے پر آپؑ کے لیے فرش بچھایا جاتا۔ جب آپؑ بیت الشّرف سے باہر تشریف لاتے تو اس فرش پر جلوہ افروز ہوتے اور راستہ بند ہوجاتا۔ آپؑ کی عظمت وجلالت کے پیشِ نظر کوئی ایک شخص بھی اُدھر سے نہ گذرتا تھا۔ جب آپؑ یہ محسوس فرماتے تو اُٹھ کر اندر تشریف لے جاتے اور لوگوں کی اُس راستے سے آمدورفت شروع ہوجاتی تھی۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے خود دیکھا کہ آپؑ سفرِ مکہ میں پا پیادہ چل رہے تھے خلقِ خدا میں سے جس نے بھی آپؑ کو پا پیادہ چلتے دیکھا سواری سے اُتر کر پا پیادہ چلنے لگا، یہانتک کہ سعد بن ابی وقاص کو بھی میں نے پیدل چلتے دیکھا۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب)

○ میری زبان گرہ گیر ہو رہی ہے شاید کوئی بزرگ مجھے دیکھ رہا ہے

ابو سعادات نے اپنی کتاب "الفضائل" میں تحریر کیا ہے کہ حضرت امام حسن ابنِ علی علیہ السلام ابھی صرف سات سال کے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلسِ وعظ میں حاضر رہتے، وحی کی باتیں سنتے، اُسے یاد رکھتے پھر اپنی مادرِ گرامی کے پاس آتے اور اُن سے جو کچھ سنتے وہ سب بیان کر دیتے، اور جب حضرت علیؑ آتے اور حضرت فاطمہ زہراؑ سے بھی نازل ہونے والی آیات کی باتیں بعینہٖ سنتے تو دریافت فرماتے کہ اے بنتِ رسولؐ! آپؑ کو اس کا علم کیسے ہو جاتا ہے؟

حضرت فاطمہ زہراؑ کہتیں کہ مجھے آپؑ کے فرزند حسنؑ سے معلوم ہو جاتا ہے۔

چنانچہ ایک دن حضرت علی علیہ السلام گھر کے کسی گوشے میں چھپ کر بیٹھ گئے اور حسنؑ وحی کے ذریعے سے نازل ہونے والی آیات سن کر آئے، چاہا کہ اپنی والدۂ گرامی کو سنائیں مگر آپؑ کی زبان گرہ گیر ہوئی اور بیان کرنے سے قاصر رہے۔ آپؑ کی والدۂ گرامی کو حیرت ہوئی کہ حسنؑ وحی کی ترجمانی نہیں کر سکے۔

امام حسن علیہ السلام نے عرض کی، آپؑ حیرت نہ کریں، معلوم ہوتا ہے کہ میرا کوئی بزرگ سن رہا ہے اُن کے رُعب سے میری زبان میں تلجلج پیدا ہو گیا ہے۔

یہ سُن کر حضرت علی علیہ السلام باہر تشریف لے آئے اور امام حسن علیہ السلام کا منہ چوم لیا۔

- اور ایک روایت میں ہے کہ امام حسنؑ نے عرض کی، والدۂ گرامی میں بیان نہیں کر سکتا، میری زبان گُنگ ہو رہی ہے شاید کوئی بزرگ مجھے دیکھ رہا ہے۔

(مناقب)

(۱۲) مجھ میں عظمت نہیں، بلکہ اللہ کی دی ہوئی عزت ہے

ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام سے عرض کیا گیا کہ آپؑ میں بڑی عظمت و بزرگی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: (عظمت نہ کہو) مجھ میں عزّت ہے۔

پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (سورۂ منافقون آیت ۸)

یعنی: (اور عزّت تو اللہ کے لیے ہے اور اُس کے رسولؐ اور مومنین کے لیے ہے۔)

(مناقب)

• واصل بن عطا کا قول ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام میں نشانیاں انبیاءؑ کی اور رُعب وجلال بادشاہوں کا سا تھا۔ (مناقب)

(۱۳) حضرت امام حسن علیہ السلام کا زُہد

"روضۃ الواعظین" میں ہے کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام وضو کرنے کے لیے بیٹھتے تو آپؑ کا جوڑ جوڑ کانپنے لگتا، چہرہ زرد پڑ جاتا۔ آپؑ سے اس کی وجہ پوچھی گئی۔

آپؑ نے فرمایا: جو شخص اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہو اُس کا جوڑ و بند کانپنا اور چہرہ زرد پڑ جانا ہی چاہیے۔

○ آپؑ نے گھر کا نصف اثاثہ راہِ خدا میں دو مرتبہ دیا:

جب آپؑ مسجد میں پہنچتے تو اپنا سر اوپر کی طرف کر کے عرض کرتے: پروردگارا! تیرا مہمان تیرے دروازے پر ہے، اے احسان کرنے والے! تیری بارگاہ میں ایک گنہگار حاضر ہوا ہے۔ اے کریم! اپنے کرم سے میری تمام بُرائیوں کو دُور فرمادے۔

عبداللہ بن عمر نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے پچیس حج پا پیادہ کیے، حالانکہ آپؑ کے ہمراہ سواریاں بھی ہوتی تھیں۔

آپؑ نے اپنا آدھا اثاثہ دو مرتبہ راہِ خدا میں خیرات کیا، یہانتک کہ ایک پاؤں کا جوتا راہِ خدا میں دیدیا اور ایک پاؤں کا اپنے پاس رکھا، ایک پاؤں کا موزہ بھی راہِ خدا میں دیدیا اور ایک پاؤں کا اپنے پاس رکھا۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۱۴) دریا میں غسل باحتیاط کرتے تھے

عبدالرحمٰن بن ابی لیلی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام مع اپنی رِدا کے دریائے فرات میں اتر گئے۔ میں نے عرض کی، فرزندِ رسولؐ! اپنے کپڑے تو اُتار لیے ہوتے۔ (تاکہ غسل کرنے میں سہولت ہوتی)

آپؑ نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن! دریا میں پانی کے جانور بھی ہوتے ہیں۔

○ امام حسنؑ کے پُر از موعظت اشعار

ذری کدر الأیام إن صفاءھا
تولّی بأیّام السرور الذّواھب

وکیف یغرّ الدھر من کان بینہ
وبین اللیالی محکمت التجارب

زمانے سے وہ شخص کیسے دھوکا کھا سکتا ہے جس کے سامنے دن رات کے واضح تجربات موجود ہیں۔

یہ دو اشعار بھی آپؑ ہی کے ہیں۔

قُلْ لِلْمُقِیْمِ بِغَیْرِ دَارِ إِقَامَۃ
حَانَ الرَّحِیْل فَوَدِّعِ الْأَحْبَابا

اُس شخص سے کہدو جو اس جگہ مقیم ہے جہاں اُس کے قیام کی جگہ نہیں، کہ کوچ کا وقت آگیا اپنے احباب سے رخصت ہو جاؤ۔

اِنّ الّذین لقیتھم وصحبتھم
صاروا جمیعاً فِی القبورِ تُرابا

تمھارے سارے ملاقاتی اور سارے اصحاب سب کے سب ہی قبر میں مٹی ہو چکے ہیں۔

یہ شعر بھی آپؑ ہی کا ہے :

يَا أَهْلَ لَذَّاتِ دُنْيَا لَا بَقَاءَ لَهَا إِنَّ الْمُقَامَ بِظِلٍّ زَائِلٍ حُمُقٌ	اے دنیا کی لذات سے لطف اندوز ہونے والو ! ڈھلتی ہوئی چھاؤں میں قیام کرنا تو حماقت ہی ہے ۔

نیز یہ دو اشعار بھی آپؑ ہی کے ہیں :

لَكِسْرَةٌ مِنْ خَسِيْسِ الْخُبْزِ تُشْبِعُنِي وَشَرْبَةٌ مِنْ قَرَاحِ الْمَاءِ تَكْفِيْنِي	معمولی روٹی کے ایک ٹکڑے سے میرا پیٹ بھر جاتا ہے ، اور پانی کا ایک پیالہ میرے پینے کے لیے کافی ہے ۔
وَطِمْرَةٌ مِنْ رَقِيْقِ الثَّوْبِ تَسْتُرُنِي حَيًّا وَّإِنْ مُتُّ تَكْفِيْنِي لِتَكْفِيْنِي	بوسیدہ اور ہلکا سا کپڑا ابھی زندگی میں میرے جسم کو ڈھانپ لیتا ہے اور جب میں مرجاؤں گا تو میرے لیے کفن کافی ہوگا ۔

○ سخاوتِ امام حسن علیہ السلام :

- روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام سے کسی شخص نے سوال کیا تو آپؑ نے اُس کو پچاس ہزار درہم اور پانچ سو دینار عطا فرمادیے اور فرمایا : ایک مزدور بُلا لاؤ تاکہ وہ یہ سب تمھارے ساتھ اُٹھا کر پہنچادے ۔

جب وہ مزدور لے آیا تو آپؑ نے ایک سبز رنگ کی خوبصورت ایرانی چادر اُس کو دی اور فرمایا کہ : یہ مزدور کی مزدوری ہے ۔

- ایک مرتبہ ایک اعرابی آپؑ کے پاس آیا ۔ آپؑ نے حکم دیا " اس وقت جو کچھ میرے خزانے میں ہے وہ سب اس کو دیدو ۔ "

جب دیکھا گیا تو خزانے میں اس وقت بیس ہزار دینار تھے آپؑ نے وہ سب ہی اُس اعرابی کو دیدیے ۔

اعرابی نے عرض کی مولا ! آپؑ نے تو کچھ چھوڑا ہی نہیں کہ میں اپنی حاجت بیان کروں اور آپؑ کی مدح کروں ۔

آپؑ نے فرمایا : (سنو ! کہ ہم کیا ہیں)

نَحنُ اُناسٍ نوالنا خضل یَرتع فیہِ الرَّجاءِ و الاَمل	ہم وہ لوگ ہیں کہ ہماری سخاوت کے سبزہ زار میں اُمّید و آس لے کر آنے والے اِس میں سے چر جاتے ہیں۔
تَجودُ قبلَ سُؤال انفُسِنَا خوفاً علیٰ ماء وجہ مَن یَّسل	ہم لوگ سوال سے قبل ہی عطا کر دیتے ہیں تاکہ بیچارے سائل کے چہرے کی آب سوال سے نہ اُتر جائے۔
لو عَلِمَ البحر فضلَ نائِلنا لغاضَ مِن بَعدِ فیضہ خَجل	اگر سمندر کو معلوم ہو جائے کہ ہم لوگ کتنے سخی ہیں، تو وہ بھی اپنی سخاوت پر شرمندہ اور نادم ہو جائے۔

(۱۵) آپؑ کی سخاوت کے چند واقعات

ابوجعفر مدائنی نے ایک طویل بیان میں کہا ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت امام حسنؑ و حضرت امام حسینؑ اور حضرت عبداللہؓ بن جعفر طیارؓ حج کے ارادے سے چلے۔ راستے میں ان کا سامان (ضائع) گم ہو گیا۔ بھوک و پیاس کا غلبہ شدید ہو گیا۔ ایک گھاٹی (دامنِ کوہ) میں ایک خیمہ نظر آیا۔ وہاں ایک بڑھیا تھی، اُس سے پانی کی درخواست کی۔

بُڑھیا نے کہا، یہ بکری ہے اس کا دودھ دُوہ کر پی لو۔

اُنھوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر اُس سے کہا، اب ہمیں کچھ کھلاؤ بھی۔

بُڑھیا نے کہا، میرے پاس اِس بکری کے سوا کچھ نہیں ہے۔ تم میں سے کوئی اس کو ذبح کر دے تو میں آپ لوگوں کے لیے کھانا تیّار کر دوں۔

چنانچہ ان میں سے ایک نے بکری کو ذبح کر کے گوشت بُڑھیا کو دیا، اُس نے گوشت بھون کر اُن کے سامنے رکھ دیا، سب نے حسبِ ضرورت کھایا اور وہیں کچھ دیر قیلولہ کیا پھر جب چلنے لگے تو اُس سے کہا کہ ہم قبیلۂ قریش کے افراد ہیں، اِدھر آ نکلے ہیں جب ہم اپنے وطن واپس ہوں تو ہم سے ملنا، ہم لوگ تمھارے ساتھ اچھّا سلوک کریں گے۔ یہ کہہ کر روانہ ہو گئے۔

جب اُس کا شوہر آیا اور اسے حال معلوم ہوا تو اُس نے بُڑھیا کو زد و کوب کیا۔ پھر کچھ عرصے کے بعد بُڑھیا کے حالات ناگفتہ بہ ہو گئے تو اُس نے وہاں سے کوچ کیا! وہ مدینہ سے گذر رہی تھی کہ امام حسن علیہ السّلام نے دیکھ لیا۔ آپؑ نے اُسے ایک ہزار بکریاں اور

ایک ہزار دینار دیے ۔ اور ایک آدمی کے ساتھ اُس کو حضرت امام حسین علیہ السّلام کے پاس بھیجا، آپؑ نے بھی اس کو اتنا ہی دیا۔ پھر حضرت عبداللہ ابنِ جعفر طیارؓ کے پاس بھیجا اُنھوں نے بھی اُس کو اتنا ہی دیا۔

- بخاری کی روایت ہے کہ: ایک شخص مقروض تھا، امام حسن علیہ السّلام نے اُس کو قرض کی ادائیگی کے لیے رقم دی، پھر سائل نے آپؑ سے کچھ اور مانگا۔

آپؑ نے حکم دیا کہ اس کو چار سو درہم دیے جائیں، مگر لکھتے وقت چار سو درہم کے بجائے چار سو دینار لکھ دیے ۔ پھر آپؑ کو اس تحریر کی جانب متوجہ کیا گیا۔ تو آپؑ نے وہ تحریر لے کر اُس پر چار لاکھ درہم کا اور اضافہ فرما دیا۔

- ایک مرتبہ آپؑ نے سُنا کہ مسجدِ حرام کے پہلو میں ایک شخص اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا ہے کہ وہ اس کو دس ہزار درہم دیدے۔

یہ سُن کر آپؑ اپنے بیت الشرف واپس ہوئے اور اُس شخص کے پاس دس ہزار درہم بھیج دیے۔

- ایک مرتبہ آپؑ مصروفِ طعام تھے کہ کچھ لوگ آپؑ کے پاس آ گئے۔ سلام کیا اور بیٹھ گئے۔

آپؑ نے فرمایا سب لوگ آ جاؤ، یہ کھانا کھانے ہی کے لیے رکھا ہوا ہے۔

- ایک مرتبہ ایک مردِ غاضری آپؑ کے پاس آیا اور عرض کی مجھ سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ آلہٖ وسلّم کی نافرمانی ہو گئی ہے۔

آپؑ نے فرمایا، یہ تو نے بہت بُرا کیا، کیسے ہو گئی؟

اُس نے عرض کی کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ":

"لَا یُفْلِحُ قَوْمٌ مَلَکَتْ عَلَیْهِمُ امْرَأَةٌ"

یعنی : (وہ قوم کبھی فلاح نہ پائے گی جس کی حکمراں عورت ہو۔)

اور میری عورت مجھ پر حاکم بن گئی ہے۔ اُس نے ایک غلام خریدنے کے لیے رقم دی۔ میں نے غلام خریدا، مگر وہ مجھ سے چھوٹ کر بھاگ گیا۔

آپؑ نے فرمایا، پھر تو تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کر۔ اگر تو چاہے تو غلام کی قیمت۔

اُس نے عرض کی، جی ہاں، بس آگے کی ضرورت نہیں۔ میں نے اسی کو اختیار کیا۔

آپؑ نے اُس کو غلام کی قیمت دیدی۔

- فضائلِ عکبری میں اپنے اسناد کے ساتھ ابو اسحاق سے روایت ہے کہ: حضرت امام حسن بن علیؑ علیہ السلام نے جُعدہ بنتِ اشعس سے سنّتِ نبوی کی بنا پر عقد کیا اور اُسے ایک ہزار دینار بھیج دیے۔
- حسن بن سعید نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ: حضرت امام حسن علیہ السلام کے عقد میں دو عورتیں تھیں، ایک تمیمیہ دوسری جعفیہ۔ آپؑ نے دونوں کو ایک ساتھ طلاق دے دی اور مجھے اُن دونوں کے پاس بھیجا کہ جاکر انہیں طلاق کی اطّلاع دیدو۔ اور کہو کہ عدّہ رکھیں، اور آکر مجھے بتاؤ کہ یہ اطّلاع پاکر ان دونوں نے کیا کہا، اور دس ہزار میں سے اتنا اتنا دونوں کو دو۔ نیز اتنا گھی اور اتنا شہد بھی دے دو۔

چنانچہ میں جعفیہ کے پاس آیا اور کہا، تم کو طلاق ہوگئی ہے عدّہ رکھو۔
یہ سُن کر اُس نے ٹھنڈی سانس بھری، پھر کہا، افسوس، اِس جدا ہونے والے محبوب سے میرا ساتھ بہت کم رہا۔
اور تمیمیہ کے پاس جاکر اطّلاع دی تو اُسے یہ بھی پتہ نہ تھا کہ عدّہ کیا ہوتا ہے چنانچہ جب عورتوں نے بتایا تو وہ خاموش رہی۔
میں نے واپس آکر اس کی اطّلاع امام حسنؑ کو دی تو جعفیہ کی بات پر آپؑ زمین کریدنے لگے پھر فرمایا: خیر، اگر میں رُجوع کروں گا تو اسی جعفیہ کی طرف۔

- انس کا بیان ہے کہ امام حسن علیہ السلام کے سامنے آپؑ کی ایک کنیز نے پھولوں کا ایک گلدستہ پیش کیا۔

آپؑ نے فرمایا، جا میں نے تجھے راہِ خدا میں آزاد کیا۔
میں نے عرض کی، اتنی سی بات پر آزاد کردیا؟
آپؑ نے فرمایا: اس ادب کی تعلیم تو ہمیں اللہ تعالیٰ نے دی ہے وہ فرماتا ہے:
"وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا" (سورۃ النسآ آیت ۸۶)
یعنی (اور جب کوئی تمھیں سلام کرے تو تم اس کو بہتر انداز میں سلام کرو)
اور اس کنیز کے لیے سب سے بہتر اس کی آزادی ہے۔

امام حسنؑ کے چند اشعار

سخاوت کی تعریف میں امام حسن علیہ السلام کے یہ چند اشعار ہیں:

إنّ السخاء على العباد فريضة لله يقرأ فى كتاب محكم	کتابِ محکم (قرآن) کے پڑھنے سے یہی پتہ چلتا ہے کہ اللہؐ کے لیے سخاوت کرنا بندوں پر فرض ہے۔
وعد العباد الأسخياء جنانه واعدّ للبخلاء نار جهنّم	اللہ تعالیٰ نے اپنے سخی بندوں سے جنّت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور بخیلوں کے لیے جہنّم فراہم کردی ہے۔
من كان لا تندى يداه بنائل للرّاغبين فليس ذاك بمسلم	جس شخص کا ہاتھ سائلوں کے دینے کے لیے نہیں اُٹھتا وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔

• آپؑ کی سخاوت کے سلسلے میں یہ روایت ہے کہ آپؑ ایک مرتبہ معاویہ کے پاس شام تشریف لے گئے، وہاں آپؑ کے سامنے بہت سا مال اور اس کی فہرست رکھدی گئی۔ جب آپؑ دربار سے اُٹھنے لگے تو کسی غلام نے آپؑ کی جوتیاں سیدھی کردیں، آپؑ نے سارا مال مع فہرست اس کو بخش دیا۔

(۱۶) مجھے تیرے مال کی ضرورت نہیں : تو ابنِ ہندہ ہے، تو میں ابنِ فاطمہؑ ہوں

ایک مرتبہ معاویہ مدینہ آیا اور صبح ہی سے بیٹھ گیا، جو بھی ملاقات کو آتا گیا اُس کو پانچ ہزار سے ایک لاکھ تک حسبِ منزلت عطا کرتا رہا۔ سب کے آخر میں امام حسنؑ تشریف لائے۔

معاویہ نے کہا، اے ابو محمدؑ! تم نے آنے میں تاخیر سے کام لیا۔ شاید تم چاہتے ہو کہ میں قریش میں بخیل سمجھا جاؤں۔ اس لیے تم نے انتظار کیا کہ میرے پاس سارا مال ختم ہو جائے کچھ دینے کو نہ رہے تو آؤ۔ اچھا، اے غلام! آج مجموعی طور پر جتنی داد دہش کی ہے اس کے برابر حسنؑ کو دیدے۔ اور اے ابو محمدؑ! میں ہندہ کا فرزند ہوں۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اے ابو عبدالرحمٰن! مجھے اس کی ضرورت نہیں اسے واپس لیجاؤ، میں بھی فاطمہؑ بنتِ رسولؐ کا لختِ جگر ہوں۔

○ جب کسی کریم کو دھوکا دیا جائے تو وہ دھوکا کھا جاتا ہے:

مبرّد کامل میں مرقوم ہے کہ مروانؒ بن حکمؒ کا بیان ہے کہ مجھے حسنؑ ابنِ علیؑ کا خچّر بیحد پسند تھا۔ مجھ سے ابنِ ابی عتیق نے کہا: اگر میں تجھے وہ خچّر دے دوں تو تجھے میری تیس حاجتیں پوری کرنی پڑیں گی۔

اُس نے کہا، مجھے منظور ہے۔

ابنِ ابی عتیق نے کہا جب قوم جمع ہو تو میں قریش میں سے ایک ایک کے فضائل بیان کرنا شروع کروں گا لیکن امام حسنؑ کی کوئی فضیلت بیان نہ کروں گا تم مجھ پر ملامت کرنا۔

الغرض جب قوم جمع ہوئی تو ابنِ ابی عتیق، قریش میں سے ایک ایک کے فضائل بیان کرنے لگا۔

مروانؒ نے کہا: تو نے ابو محمدؑ کی کوئی فضیلت بیان نہیں کی، حالانکہ اُن کے تو وہ فضائل ہیں جو کسی ایک کے بھی نہیں ہیں۔

ابنِ ابی عتیق نے کہا: میں نے تو اشرافِ قریش کا تذکرہ کیا ہے، ہاں اگر میں انبیاء کا تذکرہ کرتا تو سب سے پہلے اُن کا ذکر کرتا۔

جب حضرت امام حسنؑ مجمع سے نکلے اور اپنی سواری کی طرف بڑھے تو آپؑ کے پیچھے پیچھے ابنِ ابی عتیق بھی چل دیا۔

امام حسن علیہ السّلام نے پوچھا: کیا تجھے مجھ سے کوئی حاجت ہے اور آپؑ نے تبسّم فرمایا:

اُس نے عرض کی، جی ہاں۔ اس خچّر کی۔

یہ سُن کر امام حسنؑ خچّر سے اُتر گئے اور وہ خچّر اُسے عطا فرمایا۔

واقعًا کسی سخی و کریم کو جب دھوکا دیا جاتا ہے تو وہ دھوکا کھا جاتا ہے۔

ایک مردِ شامی کی گستاخی اور آپؑ کا حِلم

مبرّد اور ابنِ عائشہ دونوں نے روایت کی ہے کہ ایک شامی نے آپؑ کو ایک مرتبہ سواری پر دیکھا تو آپؑ کو بُرا بھلا کہنے اور بددعا دینے لگا، مگر امام حسن علیہ السّلام نے اُس کو کوئی جواب نہ دیا۔ جب وہ بُرا بھلا کہہ کر فارغ ہو چکا تو آپؑ اُس کے قریب گئے، اور سلام کیا پھر مسکراتے ہوئے فرمایا: اے شیخ! میرا خیال ہے کہ تم یہاں مسافر ہو شاید تمھیں شُبہ ہوا ہے۔ اگر تم ناراض ہو تو میں تمھیں راضی کروں، اگر کچھ حاجت ہو تو تمھیں عطا کروں، اگر راستہ بھول گئے ہو تو میں راستہ بتاؤں، اگر تمھارا بوجھ وزنی ہے تو میں اُٹھا کر لے چلوں اگر بھوکے ہو تو کھانا کھلاؤں، اگر کپڑے نہ ہوں تو کپڑے پہناؤں، اگر محتاج ہو تو تمھیں مال دے کر غنی کر دوں، اگر تمھیں شہر بدر کیا گیا ہو تو تمھیں پناہ دیدوں، اس کے علاوہ اگر اور کوئی حاجت ہو تو میں اسے پورا کر دوں۔ کیا ہی اچّھا ہوتا اگر تم میرے یہاں مہمان ہوتے کیونکہ میرے پاس جگہ بھی کشادہ ہے، مال و دولت کی بھی کمی نہیں ہے۔ لہٰذا جب تک یہاں سے کوچ کرو، اس وقت تک میرے پاس ہی رہو۔

مردِ شامی آپؑ کی مخلصانہ اور مشفقانہ گفتگو سے اس قدر متاثر ہوا کہ ضبطِ گریہ نہ کر سکا بہت نادم ہوا اور بولا:

"اَشھدُ اَنّكَ خلیفۃ اللہ فی ارضہ، "اللہ اَعلم حَیثُ یَجعلُ رسالتہ" وکُنتَ انتَ وَاَبوكَ اَبغض خلق اللہ اِلیّ وَالاٰنَ اَنتَ اَحبُّ خَلق اللہ اِلیّ "

یعنی: (میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ اللہ کی زمین پر اللہ کے خلیفہ ہیں۔ واقعاً "اللہ تعالیٰ سب سے بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنا امرِ رسالت کس کے حوالے کرے"۔ آج تک میں آپؑ کا اور آپؑ کے پدرِ بزرگوار کا دنیا میں سب سے بڑا دشمن تھا، مگر اِس وقت سے میں آپؑ کو سب سے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔")

یہ کہہ کر وہ اپنا سامان آپؑ کے یہاں لایا اور کوچ کرنے تک آپؑ ہی کا مہمان رہا، اور آپؑ کا پکّا معتقد ہو گیا۔ (مناقب)

(۱۷) حضرت علیؑ کی شان میں مروانؒ کی گستاخی پر آپؑ کی خاموشی اور امام حسینؑ کا جلال:

ابنِ اسحاق عدل سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مروان بن حکمؒ نے خطبہ دیا اس میں حضرت علی علیہ السلام کا تذکرہ کرکے بہت بُرا بھلا کہا، اور امام حسن علیہ السلام وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب یہ خبر حضرت امام حسین علیہ السلام کو ہوئی تو آپؑ مروانؒ کے پاس آئے اور بولے، یا ابن الزرقاء! تیری یہ مجال کہ تو علیؑ کی شان میں گستاخی کرے۔ پھر آپؑ حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کی: اے بھائی! یہ آپؑ کے پدر بزرگوار کو بُرا کہہ رہا تھا اور آپؑ سن رہے تھے لیکن آپؑ نے اُس کو کچھ نہ کہا۔

آپؑ نے فرمایا، (اے اخی حسینؑ!) میں ایسے شخص سے کیا کہوں جو مسلّط کر دیا گیا ہے، وہ جو چاہتا ہے کہتا ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

- مروی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام سے کبھی کسی کے لیے ایک ناگوار کلمہ تک نہیں سُنا گیا، مگر صرف ایک موقع پر، اور وہ یہ کہ آپؑ کے اور عمرو بن عثمان کے درمیان کسی زمین کا تنازع تھا۔ آپؑ نے فرمایا ہمارے پاس عمرو بن عثمان کے لیے سوائے اِس کے کہ اُس کی ناک رگڑ دی جائے اور کچھ نہیں ہے۔

○ حضرت علیؑ نے فرمایا، اے محمدؐ! سنو! حسنؑ فرزندِ رسولؐ اور تم میرے فرزند ہو

یوم جمل، حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت محمدؐ بن حنفیہؒ کو بُلایا اُنھیں اپنا نیزہ دیا اور فرمایا کہ یہ نیزہ لو اور اُس اونٹ پر حملہ کرو۔

محمدؐ حنفیہؒ گئے مگر بنی ضبہ نے اُنھیں آگے نہ بڑھنے دیا۔ جب وہ اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں واپس آئے تو امام حسن علیہ السلام نے اُن کے ہاتھ سے نیزہ لے لیا اور خود اُس اونٹ پر حملہ کرنے کے لیے بڑھے، اور بڑھ کر اونٹ پر نیزے سے وار کر دیا۔ پھر آپؑ اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں آئے، آپؑ کے نیزے میں خون لگا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر محمدؐ بن حنفیہؒ کا چہرہ شرمندگی سے متغیر ہو گیا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: (بیٹا!) بُرا ماننے (یا شرمندہ ہونے) کی بات نہیں، یہ تو فرزندِ رسولؐ ہیں اور تم میرے فرزند ہو۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۱۸) مجھے فرزندِ فاطمہؑ نہیں بلکہ فرزندِ علیؑ کہو

ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام خانۂ کعبہ کے طواف میں مشغول تھے کسی نے آپؑ کو دیکھ کر کہا، یہ فرزندِ فاطمہ زہراؑ ہیں۔

یہ سُن کر آپؑ اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: مجھے فرزندِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کہو اس لیے کہ میرے پدرِ بزرگوار میری والدۂ گرامی سے افضل و بہتر ہیں۔

○ جنگِ صفّین میں امام حسنؑ نے عبداللہ بن عمر کو کھری کھری سُنادی:

جنگِ صفّین کے موقع پر عبداللہ بن عمر نے حضرت امام حسنؑ کو آواز دے کر بلایا اور کہا کہ مجھے آپؑ سے کچھ بات کہنی ہے۔ امام حسن ؑ صف سے باہر نکلے اور اُس کے پاس پہنچ گئے۔

اُس نے کہا، دیکھو! تمھارے والد کے لوگ دشمن ہیں اُن پر سبّ و شتم کرتے ہیں، اس لیے کہ اُن کا دامن خونِ عثمان سے آلودہ ہے، تم اُن کو خلافت سے ہٹا دو تو ہم سب لوگ تمھاری بیعت کرلیں گے۔

یہ سُن کر امام حسن علیہ السلام نے عبداللہ بن عمر کو ایسی ایسی سُنائی کہ وہ دم بخود ہو کر واپس پلٹ گیا۔

اس پر معاویہ نے کہا، یہ بھی تو اپنے باپ (علیؑ) ہی کا بیٹا ہے۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۱۹) شَاھِدٍ وَّمَشْھُوْدٍ کی تفسیر

کمال الدین ابنِ طلحہ نے اپنی کتاب "کشف الغمّہ" میں تحریر کیا ہے کہ: ابوالحسن علی بن احمد واحدی نے اپنی تفسیر "الوسیط" میں اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے

کہ ایک شخص کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں مسجدِ مدینہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی احادیث بیان کر رہا ہے اور لوگ اُس کے گرد بیٹھے ہوئے ہیں:
میں نے اُس سے کہا، مجھے یہ بتائیے کہ قرآن مجید کی آیت شَاھِدٍ وَّمَشْھُود "
سے کیا مراد ہے ؟ (سورۃ البروج آیت ۲)
اُس نے کہا کہ ہاں، شاھد سے مراد یومِ جمعہ ہے اور مشہود سے مراد یومِ عرفہ ہے
یہ سُن کر میں آگے بڑھا تو ایک دوسرا شخص بھی بیٹھا ہوا احادیثِ رسولؐ بیان کر رہا تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ شَاھِدٍ وَّمَشْھُوْد سے کیا مراد ہے ؟
اُس نے کہا شاھد سے مراد یومِ جمعہ اور مشہود سے مراد یومِ نحر (قربانی) ہے
میں وہاں سے بھی آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک کمسن لڑکا جس کا چہرہ دینار کی طرح دمک رہا تھا، بیٹھا ہوا احادیثِ رسولؐ بیان کر رہا تھا۔ میں نے اُس سے بھی پوچھا کہ شاھد ومشہود سے کیا مراد ہے۔ ؟
اُس نے کہا: ہاں، سنو ! شاھد سے مراد محمدؐ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں اور مشہود سے مراد یومِ قیامت ہے۔ کیا تم نے قرآن مجید کی یہ آیات نہیں سُنی ہیں۔
" یَآاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاھِدًا (سورۃ الاحزاب آیت ۴۵)
اور دوسرے مقام پر قرآن مجید میں ہے :
" ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْھُوْدٌ "
(سورۂ ھود آیت ۱۰۳)

- پھر میں نے لوگوں سے پوچھا، وہ پہلے صاحب کون ہیں ؟
لوگوں نے کہا، وہ ابنِ عبّاس ہیں۔
- میں نے پھر پوچھا، وہ دوسرے صاحب کون ہیں ؟
لوگوں نے بتایا کہ وہ عبد اللہ ابنِ عمر ہیں۔
- اور یہ لڑکا کون ہے ؟
لوگوں نے کہا، یہ حسنؑ ابنِ علی بن ابی طالبؑ ہیں۔
اور واقعہ یہ ہے کہ امام حسنؑ کا قول ہی احسن تھا۔

○

○ دنیا مومن کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام غسل فرما کر اپنے بیت الشرف سے نکلے لباسِ فاخرہ زیبِ تن کیے ہوئے، پاکیزہ ہیئت، نورانی صورت حُسنِ ظاہر سے آراستہ، خوشبو سے معطر، چمکتا دمکتا چہرہ، از سر تا پا ظاہری و معنوی خوبیوں سے مکمل، اقبالمندی ہر طرح عیاں، گرد و پیش سے خوشحالی آشکار یعنی قضا و قدر کا یہ فیصلہ کہ خوش بختی ان کا وصفِ خاص ہے، غرضکہ اس شان سے اپنے تیز رفتار بغلے پر سوار ہوئے اور سائلین و ملاقاتیوں کی صفوں کے درمیان اس طرح روانہ ہوئے کہ اگر ان کو حضرت عبد مناف دیکھتے تو اُن پر اتنا فخر و مباہات کرتے کہ سب (حاسدوں) کی ناک رگڑتے اور تفاخر کے دن ہزاروں کے مقابلے کے لیے انھیں رکھتے۔

آپؑ آگے بڑھے ہی تھے کہ میانِ راہ، یہودیوں کا ایک بوڑھا فقیر پھٹے پُرانے کپڑے پہنے ہوئے سامنے آیا۔ بیمار بُری حالت میں، افلاس کا مارا، لاغرِ محض، ہڈی سے چمڑا لگا ہوا، ضعف و ناتوانی سے قدم اُٹھانا دشوار، ایسی بُری حالت کہ جیسے اب دَم اب گھڑی، دھوپ سے سارا جسم جلا بھُنا جا رہا تھا۔ پا برہنہ، عذابِ جذام میں مبتلا، کثیر فاقوں کی وجہ سے پیٹ بالکل کمر سے لگا ہوا، اور کاندھے پر ایک گھڑا پانی سے بھرا ہوا۔

غرض ایسی حالت کہ جسے دیکھ کر سخت سے سخت دل انسان کو بھی ترس آجائے۔ اُس نے امام حسنؑ کو دیکھا تو بولا کہ ذرا ٹھہریئے فرزندِ رسولؐ اور انصاف کیجیے۔

آپؑ نے فرمایا، کس بات کا انصاف؟

اُس نے کہا آپؑ کے جد فرماتے ہیں کہ:

"اَلدُّنیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَالْجَنَّۃُ الْکَافِرِ"

یعنی (دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے۔)

آپؑ مومن ہیں اور میں کافر ہوں۔ مگر میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ دنیا آپؑ کے لیے جنت ہے آپؑ اس سے متنعم و لذت یاب ہو رہے ہیں اور میرے لیے یہ دنیا جہنم ہے۔ اس کی مضرتوں نے مجھے ہلاک اور فقر و فاقے نے تباہ کر رکھا ہے۔

جب امام حسن علیہ السلام نے اس یہودی کی طعنوں سے بھری ہوئی گفتگو سُنی تو آپؑ نے برجستہ، بتائیدِ ایزدی اپنے خزانۂ علم و فہم سے اُس کا جواب اخذ کیا اور فرمایا:

سُن اے شیخ ! دارِ آخرت میں اللہ تعالیٰ نے میرے لیے اور مومنین کے لیے وہ وہ چیزیں مہیّا فرمائی ہیں کہ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سُنا ہے، اگر تو اُن کو دیکھ لے تو تجھے معلوم ہوجائے کہ دارِ آخرت میں منتقل ہونے سے پہلے اس دنیا میں (جس حال میں تو مجھے دیکھ رہا ہے) رہنا واقعتاً میرے لیے قید خانے سے کم نہیں ہے۔ اور دارِ آخرت میں اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے اور کافروں کے لیے جو عذابِ مقیم اور آتشِ جہنّم فراہم کررکھی ہے اگر تو اس کو دیکھ لے تو تیری سمجھ میں آجائے کہ دارِ آخرت میں پہنچنے سے پہلے یہ دُنیا (اور تیری یہ موجودہ حالت) تیرے لیے مقابلتاً جنّت ہے۔ (کشف الغمّہ)

(۲۰) امام حسنؑ کا جُود وسخا :

صاحبِ کتاب "صفۃ الصّفوۃ" نے اپنے اسناد کے ساتھ زید بن جذعان سے روایت کی ہے، اُن کا بیان ہے کہ: حضرت امام حسن علیہ السّلام نے پچیس ۲۵ حج پاپیادہ کیے، حالانکہ سواریاں آپؑ کے ہمراہ ہوتی تھیں۔

آپؑ کے جود وسخا کے متعلّق وہ روایت بھی ہے جو سعید بن عبدالعزیز نے کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السّلام نے ایک شخص کو سُنا کہ وہ دعا مانگ رہا ہے کہ پروردگارا! اُسے کہیں سے دس ہزار درہم دلا دیے۔

یہ سُن کر آپؑ گھر آئے اور اس کے پاس دس ہزار درہم بھیج دیے۔

- نیز ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام کے پاس ایک سائل آیا اور آپؑ سے اپنی حاجت پیش کی۔

آپؑ نے فرمایا: اے شخص! واقعتاً تمھاری حاجت میرے نزدیک بیحد اہم ہے اور ہم خوب جانتے ہیں کہ تمھیں اس سلسلے میں کتنے درہم و دینار کی ضرورت ہے، مگر ممکن ہے کہ میں تمھاری ضرورت کے مطابق نہ دے سکوں، ویسے تو راہِ خدا میں کثیر رقم کا دینا بھی قلیل ہی ہے تاہم جو کچھ میں تمھیں دے سکتا ہوں بس اسی کو قبول کرلو تو بہتر ہے۔

اُس نے عرض کی، فرزندِ رسولؐ! میں آپؑ کی عطاکردہ قلیل رقم لیکر بھی آپؑ کا بیحد شکرگذار ہوں گا۔ اور سمجھوں گا کہ آپؑ نے مالِ کثیر عطا فرما دیا ہے۔

آپؑ نے اپنے منشی و محتسب کو بُلاکر اپنے اخراجات و مصارف کا حساب کرایا اور فرمایا کہ ان تین لاکھ درہموں میں جو خرچ سے فاضل ہے وہ لے آؤ۔

وہ پچاس ہزار درہم لے آیا۔

آپؑ نے فرمایا، اور وہ پانچ سو دینار تم نے کیا کیے ؟

اُس نے عرض کی وہ میرے پاس موجود ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، اسے بھی لے آؤ۔

وہ اُسے بھی لے آیا۔

آپؑ نے یہ سارے درہم و دینار اُس سائل کو عطا فرما دیے اور کہا کہ اِن سب کو اُٹھا کر لے جانے کے لیے مزدور لے آؤ۔

وہ ایک مزدور لے آیا، آپؑ نے اپنی چادر عنایت کی اور فرمایا: یہ چادر مزدور کی مزدوری ہے۔

آپؑ کے غلاموں نے عرض کی، پھر اب ہم لوگوں کے پاس تو کچھ بھی نہیں رہا۔

آپؑ نے فرمایا: نہ سہی، لیکن مجھے اُمّید ہے کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا عظیم اجر و ثواب ہے۔

● آپؑ کے جود و سخا کے متعلق ایک اور روایت ہے جو ابوالحسن مدائنی نے بیان کی ہے۔

اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن و حضرت امام حسین اور جناب عبداللہ ابنِ جعفر طیّار علیہم السّلام حج کے لیے چلے۔ راستے میں ان کا سامانِ سفر ضائع ہو گیا اور بھوک و پیاس نے غلبہ کیا۔ تاہم یہ حضرات مشغولِ سفر تھے کہ ایک خیمے پر نظر گئی وہاں جا کر دیکھا تو خیمے میں ایک ضعیفہ موجود تھی۔ انھوں نے کہا: اے ضعیفہ! تمھارے پاس کچھ پینے کیلئے ہے؟

ضعیفہ نے کہا: ہاں ہاں۔

انھوں نے اپنی اپنی سواریاں بٹھا دیں۔ مگر اس ضعیفہ کے پاس ایک بکری کے سوا کچھ نہ تھا، جو خیمے کے ایک گوشے میں بندھی ہوئی تھی۔

ضعیفہ نے کہا: آپؑ اس بکری کا دودھ دُوھ کر پی لیں۔

ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

پھر پوچھا: اے ضعیفہ! تمھارے پاس کچھ کھانے کے لیے بھی ہے ؟

اُس نے کہا: میرے پاس تو اس بکری کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ تم میں سے کوئی اس بکری کو ذبح کر دے تو میں کھانے کے لیے بھون کر کچھ تیار کر دوں گی۔

یہ سُن کر اُن میں سے ایک نے اُٹھ کر بکری کو ذبح کیا، کھال اتاری اور گوشت ضعیفہ

کو دے دیا، اس نے کھانا تیار کر کے اُن کے سامنے رکھدیا، اُن حضرات نے کھانا کھایا، کچھ دیر ٹھہرے جب چلنے لگے تو بولے کہ ہم لوگ قبیلۂ قریش کے افراد ہیں مدینے میں رہتے ہیں اگر کبھی تمھارا مدینے آنا ہو تو ہم سے ضرور ملنا تاکہ ہم تمھارے ساتھ کچھ حُسنِ سلوک کریں۔ وہ لوگ یہ کہکر وہاں سے رخصت ہوئے۔ ادھر اس ضعیفہ کا شوہر آگیا۔ اُس نے سارا واقعہ اپنے شوہر کو سُنایا تو وہ آگ بگولہ ہوگیا اور بولا: کمبخت تو نے میری بکری ایسے لوگوں کے لیے ذبح کردی جن کو تو پہچانتی بھی نہیں پھر یہ کہتی ہے کہ وہ قبیلۂ قریش کے افراد تھے۔ الغرض کچھ مدت کے بعد ان دونوں کو مدینے جانے کا اتفاق ہوا۔ وہ مدینے میں اونٹ فروخت کر کے دوسرا سامان خریدنے لگے کہ اسی اثنا میں وہ ضعیفہ ایک گلی سے گذری۔ امام حسنؑ نے اُسے پہچان لیا لیکن وہ آپؑ کو نہ پہچان سکی۔ آپؑ نے فوراً اپنے غلام کو دوڑایا کہ اسے بُلالاؤ۔ وہ آئی تو فرمایا: اے خدا کی بندی! کیا تو مجھے پہچانتی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپؑ نے فرمایا: میں فلاں دن اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ تیرا مہمان تھا۔ اُس نے کہا: ہاں ہاں، میرے ماں باپ آپؑ پر فدا ہوں، یاد آیا۔

امام حسنؑ نے حکم دیا کہ صدقات میں آئی ہوئی بکریوں میں سے ایک ہزار بکریاں خرید کر اسے دی جائیں، اس کے علاوہ ایک ہزار دینار بھی اس کو دیے۔ اس کے بعد اپنے غلام کے ساتھ اس ضعیفہ کو امام حسینؑ کے پاس بھیجا۔ اُنھوں نے پوچھا: تمھیں میرے بھائی حسنؑ نے کیا دیا ہے؟ اُس نے کہا: ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار۔ لہٰذا آپؑ نے بھی اُسے اتنا ہی دیے جانے کا حکم دیا۔ پھر آپؑ نے اُسے اپنے غلام کے ساتھ عبداللہ بن جعفرؑ کے پاس بھیجا۔ انھوں نے بھی دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار عطا کیے۔ پھر وہ ضعیفہ اپنے شوہر کے ساتھ واپس چلی گئی۔ مناقب میں ابوجعفر مدائنی سے بھی یہی روایت ہے صرف اتنا فرق ہے کہ عبداللہ بن جعفرؑ نے بھی اس کو امام حسن و حسینؑ کے مانند ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار دیے۔ (کشف الغمہ)

(۲۱) ایک مرد مدنی کا اقرار: میں جُود میں امام حسنؑ و حسینؑ کا مقابلہ نہیں کرسکتا

صاحب "کشف الغمہ" تحریر کرتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام کی سخاوت کا مندرجہ بالا قصہ نمبر (۱۵) بہت مشہور ہے اور یہی واقعہ ایک دوسرے سلسلے سے بھی مروی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ ان تینوں حضرات کے ہمراہ ایک مردِ مدنی بھی سفر کررہا تھا۔ وہ بُڑھیا جب مدینہ آئی تو عبداللہ بن جعفر طیارؑ کے پاس پہنچی، اُنھوں نے کہا، پہلے تم دونوں شہزادوں، حسنؑ و حسینؑ کے پاس جاؤ۔

چنانچہ وہ امام حسن علیہ السلام کے پاس آئی۔ آپؑ نے اُس کو ایک سو اونٹ دیے۔

پھر امام حسین علیہ السّلام کے پاس آئی، آپؑ نے اُس کو ایک ہزار بکریاں عطا کیں۔ اس کے بعد وہ عبد اللہ ابنِ جعفرؓ طیّار کے پاس آئی، اُنھوں نے کہا کہ اونٹ اور بکریاں تو یہ دونوں شہزادے دے ہی چکے اب اس کو ایک لاکھ درہم دیدیے جائیں۔ یہ سب کچھ لیکر، پھر وہ مردِ مدنی کے پاس پہنچی تو اُس نے کہا "میں جود و بخشش میں بھلا اُن حضرات کا کیا مقابلہ کرسکتا ہوں میں تو اُن کا عُشر عشیر بھی نہیں دے سکتا، میں تجھ کو کچھ آٹا اور منقّیٰ دیتا ہوں۔
چنانچہ اُس نے یہ بھی لے لیا اور واپس چلی گئی۔ (کشف الغمۃ)

- ابنِ سیرین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام حسن علیہ السّلام نے ایک عورت سے عقد فرمایا، تو اُس کے پاس سو کنیزیں اور ہر کنیز کے ساتھ ایک ہزار درہم روانہ کیے۔
- "حلیۃ الاولیاء" میں ابو نجیح سے روایت ہے۔ حضرت امام حسنؑ ابنِ علیؑ نے پاپیادہ حج فرمایا اور اپنا آدھا مال فقرا پر تقسیم کردیا۔
- شہاب بن ابی عامر سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام نے دو مرتبہ اپنے مال کا آدھا حصّہ راہِ خدا میں تقسیم کردیا۔ یہانتک کہ ایک پاؤں کا جوتا بھی دیدیا۔
- علی بن زید بن جذعان سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام نے دو مرتبہ اپنا سارا مال راہِ خدا میں دے دیا، اور تین مرتبہ اپنے سارے مال کا نصف حصّہ خیرات کیا، یہانتک کہ ایک پاؤں کا جوتا بھی خیرات کردیا اور ایک پاؤں کا خود رکھ لیا اور ایک پاؤں کا موزہ خیرات کردیا، ایک پاؤں کا خود رکھ لیا۔
- قرہ بن خالد کا بیان ہے ایک مرتبہ میں نے محمّد بن سیرین کے گھر کھانا کھایا۔ جب سیر ہو چکا تو رومال لیا اور کھانے سے ہاتھ اُٹھا لیا۔
اس پر محمّد بن سیرین بولے کہ حضرت امام حسنؑ بن علیؑ کا ارشاد ہے کہ کھانا اتنا اہم نہیں کہ جس میں کسی کے لیے حصّہ چھوڑا جائے۔
- حسن بن سعید نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام نے دو عورتوں سے بیس ہزار اور ایک مشکیزہ شہد پر عقدِ متعہ فرمایا تو اُن میں سے ایک نے یہ مصرع پڑھا:

"متاع قلیل من حبیب مفارق"

لیعنی: (یہ متاعِ قلیل ہے جُدا ہونے والے محبوب کی طرف سے)

ایک مرتبہ ایک شخص نے آپؑ سے آکر کہا کہ فلاں شخص آپؑ کو بُرا کہہ رہا تھا۔ آپؑ نے جواب دیا، تم نے مجھ کو زحمت میں مبتلا کر دیا۔ اب مجھے اپنے لیے اور اُس کے لیے اللہؒ سے طلبِ مغفرت کرنی ہے۔ (کشف الغمہ)

(۲۲) ایک شخص نے نئے انداز سے فقر و افلاس کی شکایت کی تو آپؑ نے فرمایا

مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت امام حسنؑ بن علیؑ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عرض کرنے لگا: یا ابن امیر المومنینؑ! اُس اللہؒ کا واسطہ جس نے آپؑ کو اُن تمام نعمتوں سے نوازا ہے جس کے لیے آپؑ اُس کی بارگاہ میں کسی کی سفارش لیکر نہیں گئے تھے بلکہ یہ سب اُس نے ازخود آپؑ کو عطا فرمایا ہے۔ ذرا میرے اور میرے دشمن کے درمیان انصاف فرما دیجیے۔ وہ ایسا بے رحم اور ظالم ہے کہ نہ کسی بوڑھے کا لحاظ کرتا ہے اور نہ کسی بچے پر رحم کرتا ہے۔

آپؑ تکیے کا سہارا لیے ہوئے تھے، یہ سُن کر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: تیرا دشمن کون ہے جس سے تیری دادخواہی کی جائے؟

اُس نے عرض کی، فقر و افلاس۔

یہ سُن کر آپؑ نے گردن جھکا کر قدرے سکوت فرمایا، پھر سر اُٹھا کر اپنے خادم سے کہا، تیرے پاس جتنی رقم ہے وہ لیکر آ۔

وہ پانچ ہزار درہم لیکر آ گیا اور آپؑ کے سامنے رکھ دیے۔

آپؑ نے فرمایا: اس شخص کو دیدو۔ پھر اُس سے فرمایا: تمھیں ان ہی قسموں کا واسطہ جو تم نے مجھے دی ہیں کہ جب کبھی تمھارا یہ دشمن تم پر ستم ڈھانے کے لیے آئے تو تم میرے ہی پاس دادخواہی کے لیے فوراً آنا۔ (کتاب العدد)

(۲۳) آپؑ کا ایک مختصر اور جامع خطبہ

احمد بن قاسم نے سلسلہ وار ابوالجارود سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ ایک مرتبہ امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت

امام حسن علیہ السلام سے فرمایا : اے بیٹا حسنؑ! آج تم خطبہ دو۔ اور اُمّہات اور اپنی اولاد سے فرمایا کہ تم سب کھڑے ہو کر میرے فرزند کا خطبہ سُنو!

امام حسن علیہ السلام کھڑے ہوئے، پہلے حمدِ الٰہی بجالائے، نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر درود بھیجا، اس کے بعد ارشاد فرمایا: امیرالمومنینؑ ایسے باب اور ایسے بیت ہیں کہ جو اس میں داخل ہوا اُس نے امن پایا اور جو اس سے نکل بھاگا وہ کافر ہوا۔ یہ میرا قول ہے میں اپنے اور تم سب کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طالب ہوں۔

یہ فرما کر آپؑ منبر سے نیچے اُتر آئے۔ تو حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام اُٹھے اور امام حسن علیہ السلام کی پیشانی کا بوسہ لیا اور فرمایا، میرے ماں باپ تم پر فدا پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی:

"ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝"

(سورۂ آلِ عمران آیت ۳۴)

یعنی: (اُن میں سے بعض بعضوں کی ذرّیت ہیں۔ اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔)

(تفسیر فرات)

(۲۴) باپ کے سامنے بیٹے کو تقریر میں حجاب

ابوجعفر حسنی اور حسن بن حیاش نے ایک سلسلے کے ساتھ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: اے فرزند! کھڑے ہو کر خطاب کرو، میں بھی تو سنوں کہ تم کیسا خطبہ دیتے ہو۔

اُنھوں نے عرض کی، بابا جان! میں آپؑ کی موجودگی میں یہ جسارت کیسے کر سکتا ہوں اس لیے کہ جب میں دورانِ تقریر آپؑ پر نظر کروں گا تو اپنی کم مائیگی پر مجھے حجاب آئے گا۔

چنانچہ حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے تمام اُمّہات اور اپنی اولاد کو جمع کیا اور خود ایک طرف چھپ کر بیٹھ گئے تاکہ اپنے فرزند دلبند کی تقریر سُنیں۔ اس کے بعد امام حسن علیہ السلام اُٹھے اور اس طرح خطبہ شروع کیا۔

○ خطبۂ امام حسنؑ : حمد اُس اللہ کی جو ایسا یکتا ہے کہ اس کی تشبیہ بھی ممکن نہیں وہ ہمیشہ سے ہے بغیر پیدائش کے وہ قائم ہے

بغیر کلفت کے، وہ خالق ہے بغیر مثال کے، وہ موصوف ہے بغیر غایت کے، وہ معروف ہے بغیر محدودیت کے، وہ صاحبِ عزت ہے، وہ ہمیشہ سے قدیم ہے اور قدم میں رہے گا، سب کے دل اُس کی ہیبت سے لرزتے ہیں، اس کی عزت و قوت کے آگے عقلیں گم ہیں، اس کی قدرت کے سامنے گردنیں خم ہیں، کوئی بشر اس امر کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اس کی جبروتیت کتنی ہے، لوگ اس کے جلال کی حقیقت کا ادراک بھی نہیں کر سکتے۔ اس کی مخلوق خوب جانتی ہے کہ وہ لامحدود ہے، وہ دنیا کی آنکھوں کو دیکھتا ہے، دنیا کی آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں، وہ لطیف و خبیر ہے۔

اَمّا بَعدُ، حقیقت یہ ہے کہ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ایک ایسا باب ہیں کہ جو اس میں داخل ہوا وہ مومن ہے اور جو اس سے باہر نکل گیا وہ کافر ہے، یہ میں کہتا ہوں اور یہ میرا قول ہے اور میں اپنے اور تم سب کے لیے اللہؔ سے مغفرت کا طالب ہوں۔

پھر حضرت علی علیہ السلام اُٹھے اور امام حسن علیہ السلام کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا۔ "ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ"

(تفسیر فرات)

(۲۵) شرطِ قبولیتِ دعا

کتاب العدہ میں اپنے اسناد کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے عبداللہ بن جعفر طیار سے ملاقات کی اور فرمایا: اے عبداللہ! وہ مومن کیسے ہو سکتا ہے جو اللہ کی تقسیم سے ناراض ہو، اس کی منزلت کو حقیر سمجھے حالانکہ اس پر حاکم اللہؔ ہے۔ سنو! جس شخص کے دل میں سوائے رضائے الٰہی کے اور کوئی وسوسہ نہ ہو، تو میں ضامن ہوں کہ وہ دعا کرے گا تو اس کی دعا قبول ہو گی۔ (کافی)

(۲۶) اپنی ساکھ قائم رکھنے کیلئے قرض

کتاب العدہ میں ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ میں کچھ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اب امام حسن علیہ السلام کا ہاتھ خالی ہے اُن کے پاس کوئی مال و دولت نہیں ہے۔ تو آپؑ نے مدینہ میں ایک شخص کے

پاس اپنا آدمی بھیج کر اس سے ایک ہزار درہم قرض لیے اور صدقات کی رقوم وصول کرنے والے محصّل کے پاس وہ رقم ارسال کردی اور کہلا بھیجا کہ یہ ہمارے مال کی زکوٰۃ ہے۔ تو لوگوں کی یہ غلط فہمی دُور ہوگئی اور سمجھ گئے کہ امام حسن علیہ السلام خالی ہاتھ نہیں ہیں اُن کے پاس مال ہے جب ہی تو اُنھوں نے اپنے مال کی زکوٰۃ نکالی ہے۔ (کافی)

(۲۷) پاپیادہ حج:

ابنِ بکیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ حضرت امام حسن علیہ السلام جب حج کے لیے تشریف لیجاتے تو محملیں اور سواریاں ساتھ ہوتیں اور آپؑ پاپیادہ چلا کرتے۔ (کافی)

(۲۸) آپؑ نے فقراء کی دعوت قبول فرمالی

کتاب "الفتون" ابنِ احمد مؤدّب اور "نزہتہ الابصار" ابنِ مہدی میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام چند فقراء کی طرف سے ہوکر گذرے، وہ لوگ کچھ ٹکڑے زمین پر رکھے ہوئے تھے اور ارادہ کررہے تھے کہ بیٹھیں اور چُن چُن کر انھیں کھائیں۔

جب اُنھوں نے آپؑ کو دیکھا تو بولے: اے دخترِ رسولؐ کے فرزند! آپؑ بھی تشریف لائیے اور ہمارے ساتھ کھانا کھائیے۔

یہ سُن کر آپؑ سواری سے اُترے اور فرمایا:

"اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ"

(اللہ تکبّر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔)

یہ کہہ کر آپؑ اُن کے ساتھ بیٹھ گئے اور کھانے لگے یہاں تک کہ تمام فقراء سیر ہوگئے اور آپؑ کی برکت سے خوراک اپنے حال پر باقی رہی۔

پھر آپؑ نے اُن لوگوں کو اپنے یہاں دعوت دی، انھیں کھانا کھلایا اور کپڑے پہنائے۔

- حاکم نے اپنی کتاب امالی میں حضرت امام حسن علیہ السلام کے لیے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا، اگر کسی کو اپنے جد پر فخر ہے تو میرے جد رسول اللہؐ ہیں، اگر

کسی کو اپنی ماں پر ناز ہے تو میری ماں بتولِ عذرا ہیں، اگر کسی کو اپنے ملاقاتیوں پر ناز ہے، تو میرے ملاقاتی جبریل امینؑ ہیں۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

(۲۹) جانوروں پر ترحُّم

مناقب کی بعض معتبر کتابوں میں اپنے اسناد کے ساتھ نجیح سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ آپؑ کھانا تناول فرما رہے ہیں اور ایک کتّا آپؑ کے سامنے بیٹھا تھا۔ آپؑ ایک لقمہ خود کھاتے اور ایک لقمہ کتّے کو ڈال دیتے۔

میں نے عرض کی، فرزندِ رسولؐ! آپؑ اس کتّے کو بھگا کیوں نہیں دیتے؟

آپؑ نے فرمایا، اسے رہنے دو مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ ایک ذی روح میرے سامنے ہو میں کھانا کھاتا رہوں اور اسے نہ کھلاؤں۔

○ مروان علیہ اللعنۃ کی گستاخی

موثّق راویوں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مروان بن حکم علیہما اللعنۃ نے حضرت امام حسن علیہ السّلام پر سبّ و شتم کیا۔ جب وہ سب کچھ کہہ چکا تو آپؑ نے فرمایا:

سُن! میں تجھے معاف نہ کروں گا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کروں گا، اگر تو نے یہ باتیں سچ کہی ہیں تو اللہ تعالیٰ تجھے تیرے سچ کی جزا دے گا اور اگر تو نے جھوٹ کہا ہے تو اللہ تعالیٰ تیرے اس جھوٹ کی سزا دے گا کیونکہ خداوندِ عالم مجھ سے بھی زیادہ سخت سزا دینے والا ہے۔

○ عفو و درگذر

ایک روایت میں ہے کہ آپؑ کے ایک غلام سے کوئی ایسی خطا سرزد ہو گئی جس سے وہ مستحقِ سزا تھا۔

آپؑ نے اُس کو زدوکوب کرنے کا حکم دیا۔

غلام نے عرض کی، اے میرے آقا! "وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ"

آپؑ نے فرمایا: جا میں نے تجھے معاف کیا

اُس نے پھر کہا: اے میرے آقا! "وَ اللہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ"

آپؑ نے فرمایا: جا میں نے تجھے راہِ خدا میں آزاد کیا۔ میں نے جو کچھ تجھ کو عطا کیا تھا یہ اس پر مستزاد ہے۔

(۳۰) علمِ فقہ پر عبور:

محمّد بن مسلم سے روایت ہے: اُن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت سنی ہے اُن دونوں حضرات نے بیان فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السّلام حضرت امیر المومنینؑ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ لوگ آئے اور بولے اے ابو محمّدؑ! ہم لوگ امیر المومنینؑ سے ملنا چاہتے ہیں۔

آپؑ نے دریافت فرمایا: کیا کام ہے؟

اُنھوں نے عرض کی، ایک مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: وہ مسئلہ کیا ہے ہمیں بھی تو بتاؤ؟

اُنھوں نے عرض کی، مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنی عورت کے ساتھ ہمبستر ہوا۔ جب وہ فارغ ہو کر اُٹھا تو عورت بھی اٹھی اور اُس نے جا کر ایک باکرہ کنیز سے سحق کیا اور اپنے بدن میں پڑا ہوا نطفہ اُس کے بدن میں انڈیل دیا۔ وہ کنیز حاملہ ہو گئی۔ اس کے لیے حکم شرعی کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: مسئلہ تو واقعاً مشکل ہے جس کے لیے حضرت ابو الحسنؑ ہی درکار ہیں، مگر میں بھی اس مسئلہ کا حل بتاتا ہوں، اگر میں نے صحیح جواب بتا دیا تو سمجھنا کہ یہ امر اللہ ہی کی جانب سے ہے اور امیر المومنینؑ کی جانب سے ہے، اور اگر میں نے جواب میں غلطی کی تو سمجھ لو کہ یہ میری طرف سے ہے، مگر انشاء اللہ تعالیٰ غلطی کا امکان نہیں ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: سنو! اس کا جواب یہ ہے کہ اُس عورت سے اس باکرہ کنیز کا مہر لیا جائے گا، اِس لیے کہ بچہ پیدا ہو ہی نہیں سکتا جبتک کہ اس کی بکارت زائل نہ ہو۔ پھر اُس عورت کو رجم و سنگسار کیا جائے گا، کیونکہ وہ محصنہ اور شوہر دار ہے، اور اُس کنیز کے متعلق انتظار کیا جائے گا یہانتک کہ اُس کے بطن سے بچّہ پیدا ہو۔ جب وہ پیدا ہو جائے تو بچّہ صاحبِ نطفہ یعنی اس کے باپ کو واپس کیا جائے گا اور اُس کنیز کو زنا کی حد کے برابر کوڑے لگائے جائیں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر وہ لوگ امام حسنؑ کے پاس سے حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت

ہیں آتے۔

آپؑ نے فرمایا، تم لوگوں نے حسنؑ سے کیا مسئلہ پوچھا، اور اُنھوں نے تمہارے مسئلے کا کیا جواب دیا۔؟

اُن لوگوں نے امام حسنؑ کے حل کردہ مسئلے کی تفصیل بتائی۔

آپؑ نے فرمایا، اگر یہ مسئلہ مجھ سے پوچھا جاتا، تو جو کچھ میرے فرزند نے کہا ہے اس سے زائد میں بھی نہ بتاتا۔ (مسئلہ حل ہو چکا مزید ضرورت نہیں)

(کافی)

(۳۱) دربارِ معاویہ میں امام حسنؑ کا خطبہ

مروی ہے کہ ایک مرتبہ عمرو بن العاص نے معاویہ سے کہا کہ حسنؑ بن علیؑ کو آدمی بھیج کر بلایا جائے اور آپ انھیں حکم دیں کہ منبر پر جا کر خطبہ دیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ خطاب نہ کر سکیں اور ناکام رہیں، یہ ایسی بات ہمارے ہاتھ آجائے گی کہ ہم لوگ اُن پر طعنہ زن ہو سکیں گے۔

چنانچہ معاویہ نے امام حسن علیہ السّلام کو بُلوایا اور رؤسائے اہلِ شام کو بھی جمع کیا، امام حسنؑ منبر پر تشریف لے گئے۔

حمد و ثنائے الٰہی بجالائے، پھر فرمایا: اے لوگو! جو ہمیں پہچانتا ہے اُس کے نزدیک میں پہچانا ہوا ہوں، مگر جو نہیں پہچانتا اس کو بتا دوں کہ میں اسلام میں سب سے پہلے مسلمان ابنِ عمِ رسولؐ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کا فرزند ہوں میری والدۂ گرامی فاطمہؑ بنتِ رسول اللہؐ ہیں، میرے جدِ نامدار حضرت محمدؐ بن عبداللہ نبیِؐ رحمت ہیں، میں بشیر کا فرزند ہوں، میں سراجِ منیر کا فرزند ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گئے، میں اُن کا فرزند ہوں جو سارے جِنّ و انس کی طرف مبعوث برسالت ہوئے۔

(ابھی آپؑ نے یہاں تک فرمایا تھا کہ) معاویہ بولا، اے ابو محمدؑ! ذرا رُطب (کھجور) کی تعریف کیجیے۔

اُس کا مقصد آپؑ کو شرمندہ کرنا تھا۔

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: ہوا کھجوروں کو بڑھاتی ہے گرمی اس کو پکاتی ہے، رات اس کو ٹھنڈک پہنچاتی ہے اور اس میں لطافت و لذت پیدا کرتی ہے۔

یہ کہہ کر امام حسن علیہ السّلام نے پھر اپنے سابقہ سلسلۂ کلام کو شروع کر دیا اور

فرمایا: میں اس کا فرزند ہوں جو مستجاب الدّعوات ہے، میں اُس کا فرزند ہوں جو صاحبِ شفاعت اور واجب الاطاعت ہے، میں اس کا فرزند ہوں جو سب سے پہلے اپنی قبر سے خاک جھاڑتا ہوا اُٹھے گا، میں اس کا فرزند ہوں جو جنّت کے دروازے کو دستک دے گا اور وہ کھول دیا جائے گا، میں اس کا فرزند ہوں جس کی معیّت میں ملائکہ نے مقاتلہ کیا اور جس کے لیے مالِ غنیمت حلال ہوا، اور ایک ماہ کی مسافت تک اس کے رُعب سے فتح ہوئی۔

پھر آپؑ اسی طرح مسلسل اسی انداز میں اپنا تعارف کراتے رہے۔ یہانتک کہ معاویہ کی آنکھوں میں دنیا تیرہ و تاریک ہوگئی۔ اہلِ شام وغیرہم میں سے جو لوگ آپؑ کو نہیں جانتے تھے وہ بھی جان گئے کہ حسنؑ کون ہیں۔

اس کے بعد آپؑ منبر سے اُتر آئے۔ تو معاویہ نے آپؑ سے کہا:

اے حسنؑ! تم کو اُمید تھی کہ تم خلیفہ بنو گے، مگر اس منزل پر نہیں پہنچے۔

امام حسن علیہ السّلام نے جواب دیا: سنو! خلیفہ وہ ہے جو سیرتِ رسولؐ پر چلے اور حکمِ خدا پر عمل کرے۔ خلیفہ وہ نہیں ہے جو ظلم و جور کرے، سُنّتوں کو معطّل کردے اور دنیا کو اپنا مائی باپ بنالے، یہ تو بادشاہت ہے جو ایک بادشاہ سے دوسرے بادشاہ کو ملتی ہے کچھ دن وہ مزے اُڑا لیتا ہے، پھر اس کی بادشاہت ختم ہوجاتی ہے اس کو لذّتوں کی بدہضمی ہوجاتی ہے اور اس کی سزا اس کو بھگتنی پڑتی ہے۔ چنانچہ، اس کے متعلق اللہ کا ارشاد ہے:

"اِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ"۔

(سورۃ الانبیاء آیت ۱۱۱)۔

یعنی: (میں سمجھتا ہوں کہ شاید یہ تمھارے لیے آزمائش اور ایک معیّنہ مدّت تک کی پونجی ہے۔)

یہ فرما کر آپؑ نے معاویہ کی طرف اشارہ کیا، پھر اُٹھ کھڑے ہوئے اور واپس روانہ ہوگئے۔

معاویہ نے عمرو بن العاص سے کہا: بخدا تیرا ارادہ مجھے رُسوا کرنے کا تھا جو تونے مجھے یہ مشورہ دیا۔ اہلِ شام وغیرہم ابتک تو یہی جانتے تھے کہ حسب و نسب میں ہمارا کوئی مثل نہیں ہے مگر آج حسنؑ نے بتادیا۔

عمرو بن العاص نے جواب دیا، یہ تو ایسی بات ہوگئی ہے جسے دفن نہیں کیا جاسکتا اور یہ لوگوں میں اس قدر مشہور ہے کہ جس کو بدلا نہیں جاسکتا۔

یہ سُن کر معاویہ خاموش ہوگیا۔ (احتجاج طبرسی)

(۳۲) امام حسنؑ کے فیصلے

قاضی نعمان نے اپنی کتاب "شرح الاخبار" میں اپنے اسناد کے ساتھ تحریر کیا ہے کہ: ایک مرتبہ ایک اعرابی نے حضرت ابوبکر سے مسئلہ پوچھا کہ میں حالتِ احرام میں تھا مجھے شترمرغ کے چند انڈے ملے، میں نے انھیں بھون کر کھالیا۔ اب مجھ پر اس کا کیا کفارہ واجب ہے؟

اُنھوں نے کہا، اے اعرابی! تمھارا مسئلہ مشکل ہے، جاؤ عمر سے دریافت کرو۔ وہ اُن کے پاس گیا تو اُنھوں نے اُسے عبدالرحمٰن کے پاس بھیجا۔ وہ بھی نہ بتا سکے۔ جب یہ سب عاجز ہوگئے تو بولے کہ اُس کشادہ پیشانی والے کے پاس چلے جاؤ۔ تو وہ حضرت علیؑ کے پاس آیا، تو آپؑ نے فرمایا:

(یہ بھی کوئی مشکل مسئلہ ہے) اسے تو میرے ان دونوں فرزندوں میں سے کسی سے دریافت کرلو۔

امام حسنؑ اُس سے مخاطب ہوئے اور کہا، اے اعرابی! کیا تیرے پاس اونٹ بھی ہیں؟

اُس نے کہا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا، پھر جتنے شترمرغ کے انڈے تم نے کھائے ہیں، اتنی ہی اونٹنیاں لو، اُنھیں حاملہ کراؤ، جب اُن کے بچّے پیدا ہوں تو انھیں خانۂ کعبہ کی طرف لے جاؤ اور قربانی کرو۔

امیرالمومنین علیہ السّلام وہاں موجود تھے ہی۔ آپؑ نے فرمایا، مگر اونٹنیوں میں سے بعض کا حمل ساقط بھی تو ہوجاتا ہے؟

امام حسن علیہ السّلام نے عرض کی، جی ہاں۔ اگر بعض اونٹنی کا حمل ساقط ہوجاتا ہے تو بعض انڈا بھی تو گندہ ہوجاتا ہے۔

امیرالمومنین علیہ السّلام نے فرمایا: اے لوگو! جس ذات نے حضرت سلیمانؑ بن داؤد کو فہم عطا فرمایا تھا، اُسی نے اِس بچّے کو بھی زیورِ فہم وذکا عطا فرمایا ہے۔

(مناقب)

- علّامہ مجلسی علیہ الرّحمہ فرماتے ہیں کہ امام حسن علیہ السّلام کے بہت سے قضایا

فقیہ و کافی کی کتاب الحدود و کتاب قضایا و کتاب الدیات میں موجود ہیں بخوفِ طوالت میں اسے نقل نہیں کر رہا ہوں۔

(۳۲) مدینہ میں منازلِ جبریلؑ

ابنِ سنان نے ایک مرد کوفی سے روایت کی، کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسنؑ نے ایک شخص سے گفتگو کرتے ہوئے پوچھا: تم کس شہر کے رہنے والے ہو۔؟

اُس نے عرض کی، میں کوفہ کا باشندہ ہوں۔

آپؑ نے فرمایا، اگر تم اس وقت مدینہ میں ہوتے تو میں تمھیں اپنے گھروں میں منازلِ جبریل امینؑ دکھاتا۔

○ خطبۂ امام حسن علیہ السّلام

محمدؐ بن سیرین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السّلام نے اپنے فرزند امام حسن علیہ السّلام سے کہا، لوگوں کو جمع کرو۔

جب لوگوں جمع ہو گئے تو امام حسن علیہ السّلام نے مجمع کو اس طرح خطاب کیا، پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجالائے، کلمۂ شہادتین زبان سے جاری کیا، پھر فرمایا:

اے لوگو! سنو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی ذات کے لیے منتخب فرمایا، اپنے دین کے لیے ہمیں پسند فرمایا، اپنی مخلوقات میں سے ہمیں چن لیا اور ہم پر اپنی کتاب اور اپنی وحی نازل کی۔ خدا کی قسم اب اگر کوئی شخص ہمارے حق کی ادائیگی میں ذرا بھی کوتاہی کریگا تو اللہ تعالےٰ اُس کو اس کا حق دینے میں دنیا و آخرت دونوں جگہ کمی کر دے گا اور اس کا پتہ تم لوگوں کو کچھ دنوں بعد چلے گا۔

پھر امام حسن علیہ السّلام منبر سے اُترے اور لوگوں کے جمع ہونے کی خبر اپنے پدر بزرگوار کو دی۔ اُنھوں نے آپؑ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا: میرے ماں باپ تم پر قربان "ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۝"

○

منبرِ شام پر امام حسنؑ کا خطبہ اور عمرو بن العاص کی گستاخی

"عقدالفرید" ابنِ عبدربہ واندلسی اور مدائنی نے بھی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ عمرو بن العاص نے معاویہ سے کہا اگر تم حسنؑ بن علیؑ کو حکم دیتے کہ وہ منبر پر جا کر لوگوں سے خطاب کریں تو ہو سکتا ہے کہ وہ تقریر نہ کر سکیں اور لوگوں کی نظر میں اُن کی وقعت و منزلت کم ہو جائے۔

چنانچہ معاویہ نے ایسا ہی کیا، امام حسنؑ کو خطبہ دینے کے لیے کہا۔ آپؑ منبر پر گئے حمد و ثناء کی، پھر فرمایا: اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے، مگر جو نہیں پہچانتا وہ آگاہ ہو، کہ میں حسنؑ بن علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہوں۔ میں سب سے پہلے اسلام لانے والے کا فرزند ہوں، میری مادرِ گرامی فاطمہؑ بنتِ رسول اللہؐ ہیں۔ میں بشیر و نذیر کا فرزند ہوں، میں اُس کا فرزند ہوں جو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا۔

اور ابنِ عبدربہ کی روایت میں ہے کہ: آپؑ نے فرمایا۔ اگر تم لوگ اس روئے زمین پر اپنے نبیؐ کے فرزند کو تلاش کروگے تو میرے اور میرے بھائی کے سوا کسی اور کو نہ پاؤ گے۔

ابھی آپؑ کی تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ معاویہ نے آواز دی۔ اے ابو محمدؑ! ذرا آپؑ رُطب (کھجور) کی تعریف کریں، (اِس سے اُس کا مقصد یہ تھا کہ امام حسنؑ شرمندہ ہوں اور اُن کا سلسلۂ کلام منقطع ہو جائے۔)

آپؑ نے فرمایا: سنو! ہوا کھجوروں کو گدراتی ہے، دھوپ انھیں پکاتی ہے، رات انھیں ٹھنڈک پہنچاتی اور لذّت پیدا کرتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: سنو! بادِ شمالی اس کو گابھا کرتی ہے، بادِ جنوب اس میں پھل نکالتی ہے، سورج اس کو پکاتا ہے، چاند اس میں لذّت پیدا کرتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ عمرو بن العاص نے کہا: اے ابو محمدؑ! اگر کسی کو پائخانے کی حاجت ہو تو کیا کرے؟

آپؑ نے فرمایا، وہ چٹیل میدان میں اتنی دور نکل جائے کہ لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو جائے اور قبلہ کی طرف آگا پیچھا کر کے نہ بیٹھے، پائخانے سے فارغ ہو کر کسی ہڈی یا گوبر سے استنجا نہ کرے، ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے۔ (عقدالفرید۔ مناقب)

(۳۴) شام کے منبر پر خطبۂ امام حسنؑ

منہال بن عمر سے روایت ہے کہ: ایک مرتبہ معاویہ نے حضرت امام حسنؑ سے کہا آپؑ منبر پر جاکر اپنا نسب بیان کیجیے۔

چنانچہ آپؑ منبر پر تشریف لے گئے۔ پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجالائے پھر فرمایا: اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے، مگر جو نہیں پہچانتا میں اسے بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں (سنو!) میں مکّہ و منیٰ کا فرزند ہوں، میں مروہ و صفا کا فرزند ہوں، میں نبی مصطفٰیؐ کا فرزند ہوں، میں اُس کا فرزند ہوں جو اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں سے بھی بلند ہے، میں اُس کا فرزند ہوں جس کے چہرے اور محاسن پر شرم وحیا کا غازہ تھا میں سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہراؑ کا فرزند ہوں اور اُس کا فرزند ہوں جو تمام عیوب سے پاک تھا، جس کا دامن ہر طرح سے صاف و ستھرا تھا۔

ابھی آپؑ کی تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ موذّن نے اذان دی اور بولا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

آپؑ نے فرمایا، اے معاویہ! یہ بتا، یہ محمدؐ کون ہیں؟ یہ محمدؐ میرے باپ ہیں یا تیرے باپ ہیں؟ اگر تو یہ کہے کہ یہ میرے باپ نہیں ہیں تو تُو کافر ہے اور اگر تو اقرار کرے کہ "واقعاً محمدؐ تیرے باپ ہیں" تو تُو میرے حق کا اقرار کرے گا۔

پھر فرمایا: قبیلۂ قریش سارے عرب پر محض اس لیے فخر کرتا ہے کہ محمدؐ ان میں سے ہیں اور اہلِ عرب سارے عجم پر محض اس لیے فخر کرتے ہیں کہ محمدؐ ان میں سے ہیں۔ اور اہلِ عجم بھی عرب کے حق کو اس لیے تسلیم کرتے ہیں کہ محمدؐ ان میں سے ہیں۔ (غضب کی بات یہ ہے کہ)، قریش نے سارے حقوق ہم لوگوں کے نام سے حاصل کیے لیکن ہمیں ہمارے حقوق نہیں دیے۔

(۳۵) شاہِ روم کے سوالات کا جواب

شاہِ روم نے معاویہ کے پاس یہ تین سوالات لکھ بھیجے کہ بتاؤ ؟

(۱) وہ جگہ کون سی ہے جو آسمان کے عین وسط میں ہے ؟

(۲) وہ قطرۂ خون کونسا ہے جو سب سے پہلے زمین پر گرا۔؟

(۴) وہ کون سی جگہ ہے جس پر سورج کی شعاع صرف ایک مرتبہ پڑی ؟

معاویہ ان سوالات کے جوابات نہ دے سکا تو اس نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے التجا کی۔

آپؑ نے فرمایا کہ ۱؎ خانۂ کعبہ وسطِ آسمان ہے۔ ۲؎ پہلا قطرۂ خون جو زمین پر گرا وہ حضرت حوّاؑ کا ہے۔ ۳؎ اور وہ جگہ جہاں سورج کی شعاع ایک بار پڑی، دریائے نیل کی وہ جگہ ہے جہاں حضرت موسیٰؑ نے اپنا عصا مارا تھا (اور سطحِ دریا ظاہر ہوئی اُس سطح پر صرف ایک بار سورج کی شعاع پڑی اور سطحِ آب مل گئی پھر اب تک ظاہر نہ ہوئی)

ایک مردِ شامی کے سوالات

بادشاہِ روم کے سوالات کا جواب بھی امام حسن علیہ السلام ہی نے دیا۔ آپؑ سے دریافت کیا گیا کہ : وہ مقام کونسا ہے جس کا کوئی قبلہ نہیں ؟

آپؑ نے فرمایا : خانۂ کعبہ کا کوئی قبلہ نہیں (وہ خود قبلہ ہے)

دوسرا سوال، وہ کون ہے جس کی کسی سے قرابت داری نہیں ؟

آپؑ نے فرمایا "وہ رب ہے۔"

مردِ شامی نے آپؑ سے دریافت کیا کہ یہ بتائیے کہ :

حق و باطل میں کتنا فاصلہ ہے ؟

فرمایا : صرف چار انگشت کا۔ جو آنکھ سے دیکھ لو وہ حق ہے، جو کان سے سنو وہ اکثر باطل ہوتا ہے۔

پوچھا : ایمان و یقین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔ ؟

فرمایا : چار انگشت کا فاصلہ ہے۔ جو بات ہم سُنیں اس پر ایمان، جو آنکھ سے دیکھ لیں اُس پر یقین۔

پوچھا : آسمان و زمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے ؟

فرمایا : ایک نظر کا اور مظلوم کی دعا کے پہنچنے کا۔

پوچھا : مشرق و مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے ؟

فرمایا : آفتاب کی ایک دن کی مسافت بھر۔

○ امام حسنؑ کی وجہ سے نمازِ عیدین میں : سات اور پانچ تکبیریں سنّت ہوئیں

ابوالفضل شیبانی نے اپنی کتاب "امالی" میں اور ابنِ ولید نے اپنے اسناد کے ساتھ جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام (ابھی اتنے کمسن تھے کہ) ان کی زبان سے صاف الفاظ نہیں نکلتے تھے، رُک رُک کر بولتے تھے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ عید کے لیے چلے تو آپؐ کے ساتھ امام حسنؑ بن علیؑ بھی تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ کر نماز شروع فرمائی امام حسنؑ نے بھی اَللّٰہُ اَکْبَر کہا، آنحضرتؐ بہت خوش ہوئے اور مسلسل تکبیریں کہتے رہے اور آپؐ کے ساتھ امام حسنؑ بھی تکبیریں کہتے رہے یہاں تک کہ آپؐ نے سات مرتبہ تکبیر کہی اور امام حسنؑ بھی تکبیر کہتے رہے، ساتویں تکبیر پر امام حسنؑ نے توقف کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی توقف فرمایا (اور پہلی رکعت پڑھی اس کے بعد) دوسری رکعت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اُٹھے اور تکبیر کہی تو امام حسنؑ نے بھی تکبیر کہی۔ چنانچہ رسول اللہؐ نے مسلسل پانچ تکبیریں کہیں اور آپؐ کے ساتھ امام حسنؑ بھی تکبیر کہتے رہے۔ پانچویں تکبیر پر امام حسنؑ ٹھہر گئے تو رسول اللہؐ بھی ٹھہر گئے۔ اس بِنا پر عیدین کی نمازوں میں اتنی تکبیریں سنّتِ رسولؐ قرار پائیں۔

- اور ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ امام حسین علیہ السلام کا ہے۔

○ پاپیادہ سفرِ حج :

عبدالحمید بن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں تحریر کیا ہے کہ:

محمد بن حبیب نے اپنی کتاب "امالی" میں روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے پچیس ۲۵ حج پاپیادہ کیے جبکہ سواریاں آپؑ کے ہمراہ چلتی تھیں۔ اور دو مرتبہ اپنا سارا مال راہِ خدا میں دیا۔ اور تین مرتبہ اپنا آدھا مال راہِ خدا میں تصدق کیا، یہاں تک کہ ایک پاؤں کا جوتا اور ایک پاؤں کا موزہ بھی دیدیا۔ اور ایک پاؤں کا جوتا اور موزہ رکھ لیا۔

○

○ شر سے بچنے کیلئے مال خرچ کرنا بھی خیر ہے

مروی ہے کہ: ایک مرتبہ امام حسن علیہ السلام نے ایک شاعر کو کچھ عطا فرمایا: تو آپؑ کے ہمنشینوں میں سے کسی نے کہا، سبحان اللہ، شاعر تو اللہ تعالیٰ کی معصیت کرتا ہے اور غلط اور بہتان نظم کیا کرتا ہے (آپؑ نے ایسے شخص کو عطا فرمایا۔)

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اے بندۂ خدا! سُن، تیرا بہتر مال وہ ہے جس کو تو اپنی عزّت بچانے پر صرف کر دے۔ کارِ خیر یہ بھی ہے کہ شر سے خود کو بچایا جائے۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۳۶) آپؑ کی زبان پر کبھی کسی کیلئے کلمۂ فحش جاری نہ ہوا

زبیر بن بکّار اور ابنِ عون نے عمیر بن اسحاق سے روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ میں نے حسن بن علی علیہ السلام سے کبھی کوئی کلمۂ فحش کسی کے لیے نہیں سُنا۔

چنانچہ امام حسنؑ اور عمرو بن عثمان کے درمیان کسی زمین کا تنازعہ تھا حضرت امام حسین علیہ السلام نے تصفیہ کے لیے ایک بات پیش کی عمرو بن عثمان نہ مانا۔

اس پر حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا (چھوڑو) اب میرے لیے اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں کہ اس کی ناک رگڑ دی جائے۔

آپؑ کا سخت ترین جملہ اور فحش جملہ بس یہ تھا جو آپؑ سے سُنا گیا۔

(کتاب العدد)

(۳۷) منبرِ کوفہ پر امام حسنؑ کا ایک خطبہ امیر المومنینؑ کی موجودگی میں

بیان کیا جاتا ہے کہ اہلِ کوفہ میں سے ایک گروہ حضرت امام حسن علیہ السلام پر طعنہ زن ہوا کرتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ امام حسن علیہ السلام تو بالکل ہی کم سخن اور گُنگ ہیں یہ اپنی حقّانیت کی کوئی دلیل قائم نہ کر سکیں گے۔

یہ بات امیر المومنین علیہ السلام تک پہنچی تو آپؑ نے امام حسن علیہ السلام کو بُلایا

اور فرمایا: اے فرزندِ رسولؐ! اہلِ کوفہ نے تمہارے متعلق ایسی بات کہی ہے جو مجھے بُری معلوم ہوئی

امام حسنؑ نے عرض کیا: یاامیرالمومنین! یہ لوگ کیا کہتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: یہ کہتے ہیں کہ حسنؑ تو زبان کے گونگے ہیں یہ کوئی حجّت قائم نہیں کرسکتے۔ لہٰذا یہ منبر ہے اس پر کھڑے ہو کر لوگوں کو بتاؤ۔

امام حسنؑ نے عرض کیا: یاامیرالمومنینؑ! اگر آپؑ میری نظر کے سامنے ہوں گے تو میں بول نہ سکوں گا۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اچّھا، میں تمہارے مجمعے کے بالکل پیچھے بیٹھوں گا۔

پھر آپؑ نے نمازِ جامعہ کا اعلان فرمادیا۔ لوگ جمع ہوتے، امام حسن علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے اور ایک مختصر مگر فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ لوگوں کا روتے روتے بُرا حال ہوگیا۔ اس کے بعد فرمایا:

"اے لوگو! تم اپنے پروردگار کی طرف سے عطا کردہ عقل سے کام لو۔ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ و نوحؑ و آلِ ابراہیمؑ و آلِ عمرانؑ کو تمام عالمین پر منتخب کیا۔ ان میں بعض بعض کی ذرّیت ہے اور اللہ سُننے والا اور جاننے والا ہے۔"

ہم لوگ آدمؑ کی ذرّیت میں سے ہیں، نوحؑ کے خاندان سے ہیں، ابراہیمؑ کی منتخب اولاد ہیں، نسلِ اسمٰعیلؑ کا خلاصہ ہیں اور حضرت محمدؐ کی آلؑ میں سے ہیں۔ ہم لوگ تمہارے درمیان ایسے ہیں جیسے یہ بلند و بالا آسمان، یہ فرشِ زمین اور یہ چمکتا ہوا سورج، ہم لوگ مثل شجرِ زیتون کے ہیں جو نہ شرقی ہے نہ غربی جس کا تیل بابرکت ہے، اس شجر کی جڑ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں، علیؑ ابنِ ابی طالبؑ اس کا تنا ہیں اور خدا کی قسم ہم لوگ اس شجر کے پھل ہیں جو شخص اس شجر کی کسی شاخ سے متعلّق ہوا اُس نے نجات پائی اور جس نے اس کو چھوڑ دیا وہ جہنّم میں گرا۔"

امام حسن علیہ السلام کی یہ تقریر سن کر امیرالمومنین علیہ السلام مجمع کے کنارے سے اُٹھے اس حال میں کہ آپؑ کی ردا آپؑ کے پیچھے سے گھسٹتی جاتی تھی یہاںتک کہ آپؑ امام حسنؑ کے ساتھ منبر پر بلند ہوتے، اُن کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا: فرزندِ رسولؐ! تم نے اپنی حجّت قوم پر ثابت کردی، ان لوگوں پر تمہاری اطاعت واجب ہے اور ویل اور جہنّم ہے اُس کے لیے جو تمہارا مخالف ہو۔

(کتاب العدد)

○ ○ ○

بحار الانوار

باب

خطبہ امام حسنؑ

بعدِ شہادتِ امیرالمومنینؑ

اور لوگوں کی بیعت کا حال

ANSAR

(۱) ـــ خطبۂ امام حسنؑ بعد شہادتِ امیرالمومنینؑ

جابر نے شمالی سے اور اُنھوں نے حبیب بن عمر سے روایت کی ہے جس شب کو امیرالمومنین علیہ السلام نے شہادت پائی اس کے دوسرے دن حضرت امام حسنؑ منبر پر خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد ارشاد فرمایا:

اے لوگو! اس شب میں قرآن نازل ہوا، اسی شب میں حضرت عیسٰیؑ بن مریم آسمان پر اُٹھائے گئے، اسی شب میں یوشعؑ بن نون قتل ہوئے اور اسی شب میں حضرت امیرالمومنینؑ میرے پدرِ بزرگوار نے بھی رحلت فرمائی۔ خدا کی قسم ان سے قبل گذرنے والے اوصیاء ہوں یا ان کے بعد آنے والے اوصیاء ہوں جنّت کی طرف جانے میں میرے پدرِ بزرگوار سے کوئی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میرے پدرِ عالی قدر کو کسی جنگ پر روانہ کرتے تو جبرئیلؑ امین آپؑ کے داہنے ہوتے اور میکائیلؑ آپؑ کے بائیں ہوتے۔

اُنھوں نے سونے اور چاندی کے سکّوں میں سے سات سو درہم کے سوا کچھ نہیں چھوڑا اور یہ بھی وہ رقم ہے جو آپؑ کی عطاء سے بچ رہی تھی جس سے آپؑ اپنے اہلِ بیت کے لیے ایک خادم خریدنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ (امالی شیخ صدوقؒ)

(۲) ـــ خطبۂ امام حسنؑ بیعت کے بعد

ہشّام بن حسّان سے روایت ہے، اُن کا بیان ہے کہ جب (بعدِ شہادت امیرالمومنینؑ) لوگوں نے امام حسن علیہ السلام کی خلافت کے لیے بیعت کرلی تو میں نے سُنا کہ آپؑ لوگوں کے مجمع سے خطاب فرما رہے تھے۔ چنانچہ آپؑ نے اپنے اس خطبے میں فرمایا:

"ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے وہ گروہ ہیں جو غالب ہونے والا ہے، ہم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی قریب ترین عترت ہیں، ہم آنحضرتؐ کے طیّب وطاہر اہلِ بیت ہیں

ہم ان دو گراں قدر چیزوں میں سے ایک ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمّت میں چھوڑ گئے ہیں۔ ہم ثانی ہیں کتاب اللہ کے، جس میں ہر شے کی تفصیل موجود ہے جس کے قریب باطل نہ سامنے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔ اس کتاب کی تفسیر بآواز بلند ہمیں پکارتی ہے اور ہم اس کی تاویل اپنے ظن و گمان پر نہیں کرتے، بلکہ یقین کی بنا پر اس کے حقائق بیان کرتے ہیں۔ لہٰذا تم لوگوں کو چاہیے کہ ہماری ہی اطاعت کرو جو تم پر فرض ہے اس لیے کہ اللہ کی اطاعت اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کے ساتھ ہی ساتھ ہماری اطاعت کا بھی حکم ہے:

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ" (سورۃ النّساء آیت ۵۹)

ترجمہ: (اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور اُن کی جو تم میں سے صاحبانِ امر ہوں۔)

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

"وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ" (سورۃ النّساء آیت ۸۳)

ترجمہ: (اور اگر وہ اُس کو رسولؐ کے اور اپنوں میں سے صاحبانِ امر کے سامنے پیش کر دیتے تو اُن میں سے تحقیق کرنے والے لوگ اُس کی حقیقت کو جان لیتے۔)

پھر فرمایا:

اور دیکھو! میں تم لوگوں کو شیطانؑ کی پکار سے ڈراتا ہوں وہ تمہارا کُھلّم کُھلّا دشمن ہے ورنہ تم لوگ اس کے دوستدار ہو جاتے جس کے لیے وہ کہتا ہے کہ:

"لَا غَالِبَ لَکُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّکُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتَانِ نَکَصَ عَلٰى عَقِبَیْهِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْکُمْ اِنِّیْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ" • (سورۃ الانفال آیت ۴۸)

ترجمہ: (آج لوگوں میں سے کوئی ایسا نہیں جو تم پر غالب آسکے اور میں تمہارا مددگار ہوں پھر جب دونوں لشکر مقابل ہوئے تو وہ (شیطانؑ) اپنے اُلٹے پاؤں بھاگ نکلا اور کہنے لگا، میں تو تم سے بالکل الگ ہوں، میں وہ چیزیں دیکھ رہا ہوں کہ جو حقیقتاً، تم نہیں دیکھ سکتے۔)

اُس وقت تم لوگ نیزوں، تلواروں، ڈنڈوں اور تیروں کا نشانہ بن جاؤ گے پھر اُس وقت کسی کا ایمان لانا نفع نہ دے گا جبتک کہ وہ پہلے ایمان نہ لاچکا ہو اور اپنے ایمان سے اس نے کسبِ خیر نہ کیا ہو۔ (مجالس مفید، امالی شیخ مفیدؒ)

۳ — خطبۂ امام حسنؑ بعد شہادتِ امیرالمومنینؑ

ابو طفیل سے روایت ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے بعد وفات امیرالمومنینؑ خطبہ دیا اور اس میں امیرالمومنین علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آپؑ خاتم الوصیین اور خاتم الانبیاء کے وصی تھے۔ آپؑ صدّیقین و شہداء و صالحین کے امیر تھے۔

اس کے بعد فرمایا:

اے لوگو! تم سے ایک ایسا شخص جُدا ہو گیا کہ جس سے نہ اوّلین سبقت لیجا سکے اور نہ آخرین اس کے مراتب تک پہنچ سکیں گے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں لشکر کا علمدار بنا کر بھیجتے تو جبریل امینؑ آپؑ کے داہنے جانب اور میکائیلؑ آپؑ کے بائیں طرف ہوتے اور جبتک اللہ تعالیٰ ان کو فتح نہ دیدے وہ پلٹتے نہ تھے۔ اُنھوں نے اپنے ترکے میں نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار سوائے تھوڑی سی رقم کے جو آپؑ اپنے ایک کمسن بچّے کے لیے چھوڑ گئے۔ اس کے علاوہ بیت المال میں بھی سوائے سات سو درہم کے، جو آپؑ کے وظیفے سے بچ رہے تھے اور وہ بھی اِس لیے بچائے تھے کہ اُمِ کلثومؑ کے لیے ایک خادم خریدتے۔

پھر فرمایا: جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے مگر جو نہیں پہچانتا اُس کو معلوم ہو کہ میں حضرت محمدؐ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند حسنؑ ہوں۔

پھر آپؑ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی جو حضرت یوسف علیہ السلام کا قول ہے:

"وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ"

ترجمہ:۔ (میں نے اپنے آباء ابراہیمؑ واسحٰقؑ اور یعقوبؑ کی پیروی کی) (سورۂ یوسف آیت ۳۸)

پھر فرمایا: میں بشیر کا فرزند ہوں، میں نذیر کا فرزند ہوں، میں اُس کا فرزند ہوں جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا تھا، میں سراجِ منیر کا فرزند ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا تھا، میں اُن اہلِ بیتؑ میں سے ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے رجس کو دُور رکھا اور اس طرح پاک رکھا جو پاک رکھنے کا حق ہے، میں اُن اہلِ بیتؑ میں سے ہوں جن پر جبریلؑ نازل ہوا کرتے تھے اور پھر وہیں سے پرواز کر جایا کرتے تھے، میں اُن اہلِ بیتؑ

ہیں سے ہوں جن کی مودّت اور ولایت اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہے۔ چنانچہ اُس قرآن میں جو حضرت محمدؐ پر نازل کیا گیا ہے فرمایا:

"قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ط وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً ...." (سورۂ شوریٰ آیت ۲۳)

ترجمہ: (کہدیجیے، میں تم سے اس کا (رسالت کا) کوئی صلہ نہیں مانگتا سوائے اقربا کی محبّت کے اور جس کسی نے یہ نیکی کمائی . . . .)

اقترافِ حسنہ (نیکی کمانا) سے مراد ہماری مودّت ہے۔ (امالی شیخ مفید)

تفسیرِ فرات میں بھی ابوالفضل سے اسی کے مثل روایت ہے۔ (تفسیرِ فرات)

(۴) امام حسنؑ کے نام مشہور وصیّت نامہ

حضرت امام حسنؑ علیہ السّلام اپنے پدرِ بزرگوار کی طرف سے آپؑ کے اہل وعیال اور اولاد و اصحاب پر وصی تھے۔ امیرالمومنینؑ نے اپنے اوقاف وصدقات کے متعلّق امام حسنؑ کو وصیّت فرمائی تھی۔ اس کے لیے ایک مشہور عہد نامہ اور وصیّت نامہ تحریر فرمایا تھا۔ جو ارکانِ دین اور حکمت کے سرچشموں اور آدابِ زندگی پر مشتمل تھا اور آپؑ کے اس وصیّت نامے کو جمہور علماء نے بھی نقل کیا ہے اور اکثر فقہا نے اس سے اپنے دینی ودنیاوی مسائل حل کیے ہیں۔ جب امیرالمومنین علیہ السّلام نے وفات (شہادت) پائی تو امام حسن علیہ السّلام نے خطبہ دیا جس میں اپنے حقِّ امامت وخلافت کو بیان کیا تو آپؑ کے پدرِ بزرگوار کے اصحاب نے آپؑ کی بیعت اس امر پر کی کہ جس سے ان کی جنگ اس سے میری جنگ جس سے اُن کی صلح اُس سے میری صلح۔

○ خطبۂ امام حسنؑ اور بیعتِ عام

ابومخنف لوط بن یحییٰ نے اشعث بن سوار سے اور اُنھوں نے ابواسحاق سبیعی وغیرہ سے روایت کی ہے، اُن کا بیان ہے کہ: جس شب کو حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام نے وفات پائی، اس کی صبح کو حضرت امام حسن ابنِ علی علیہ السّلام نے خطبہ دیا۔

پہلے آپؑ حمد وثنائے الٰہی بجالائے پھر رسول اللہؐ پر درود بھیجا، پھر فرمایا کہ:

آج کی شب اُس ہستی نے وفات (شہادت) پائی ہے کہ جس سے کسی عمل میں نہ اوّلین میں سے کوئی سبقت حاصل کرسکا اور نہ آخرین میں سے کوئی شخص کسی عمل میں اُس کا ہم پلّہ ہوسکے گا۔ آپؑ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ جہاد پر جاتے تو اپنی جان پر کھیل کر آنحضرتؐ کی حفاظت کرتے اور آنحضرتؐ اپنے لشکر کا علم اُن کو دے کر جنگ کے لیے روانہ کرتے تو جبریل امینؑ اُن کے داہنے جانب اور میکائیلؑ اُن کے بائیں جانب ہوتے اور یہ اُس وقت تک نہ پلٹتے جبتک کہ اللہ تعالےٰ اُن کے دونوں ہاتھوں پر فتح نہ دیدے۔

اسی شب میں حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ بھی آسمان پر اُٹھائے گئے تھے۔ اسی شب میں حضرت یوشعؑ بن نون نے وفات پائی تھی (جو حضرت موسیٰؑ کے وصی تھے)

آپؑ نے نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار سوائے سات سو درہم کے جو آپؑ کے وظیفے میں سے بچے ہوئے تھے تاکہ وہ اس رقم سے اپنے اہلِ بیت کے لیے ایک خادم خرید فرمادیں۔

یہ کہہ کر امام حسن علیہ السّلام کے گریہ گلوگیر ہوا آپ رونے لگے اور آپؑ کے ساتھ مجمع بھی رونے لگا۔ اس کے بعد فرمایا:

میں بشیر کا فرزند ہوں، میں نذیر کا فرزند ہوں، میں اُس کا فرزند ہوں جو اللہ کے اذن سے اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والا تھا، میں سراجِ منیر کا فرزند ہوں میں اُن اہلِ بیتؑ میں سے ہوں جن سے اللہ تعالےٰ نے رجس کو دُور رکھّا اور انھیں اس طرح پاک رکھّا ہے جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے، میں اُن اہلِ بیتؑ میں سے ہوں جن کی مودّت اللہ نے اپنی کتاب میں فرض کی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۔ (سورۂ شوریٰ آیت ۲۳)

ترجمہ: (کہہ دیجیے (اے رسولؐ!) میں تم سے اس (رسالت) کا کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اقربا کی مودّت کے اور جس کسی نے یہ نیکی کمائی، ہم اُس کی اِس نیکی (محبّت) میں اور اضافہ کردیں گے۔)

پھر فرمایا: اس آیت میں حَسَنَۃً سے مراد ہم اہلِ بیتؑ کی مودّت ہے۔

اس کے بعد آپؑ بیٹھ گئے تو آپؑ کے سامنے عبداللہ ابنِ عبّاسؓ کھڑے ہوئے اور بولے:۔ ... اے لوگو! یہ تمھارے نبیؐ کے فرزند ہیں، یہ تمھارے امام کے وصی ہیں، لہٰذا ان کی بیعت کرو۔

لوگوں نے ان کی بات مان لی اور کہا یہ ہمارے لیے سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں، اور

اِن کا حق ہم لوگوں پر سب سے زیادہ ہے؛

یہ کہہ کر سب لوگ آپؑ کی خلافت کی بیعت کے لیے بڑھے۔

یہ واقعہ روزِ جمعہ ۲۱ ماہِ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ کا ہے۔

پھر آپؑ نے اپنے عمّال مقرر کیے، امراء کو احکامات جاری کیے اور ابنِ عباسؓ کو بصرہ روانہ کیا اور اپنے امور کی دیکھ بھال کرنے لگے۔ (ارشاد، مفیدؒ)

علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ اس خطبے کی روایت ابن ابی الحدید نے ابوالفرج سے اُنھوں نے ابواسحاق سبیعی سے، اُنھوں نے ہبیرہ بن مریم سے کی ہے۔ نیز یہ خطبہ میں نے کتاب مقاتل ابوالفرج اصفہانی میں بھی دیکھا ہے۔

(۵) وقتِ بیعت آپؑ کا سِن

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی وفات (شہادت) کے بعد امام حسنؑ کی بیعت بروز جمعہ ۲۱ ماہ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ میں کی گئی اور وقتِ بیعت آپؑ کا سِن سینتیس سال کا تھا۔ (مناقب)

- ہشام بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امیرالمومنین علیہ السلام قتل کر دیے گئے تو امام حسن علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے چاہا کہ مجمع سے خطاب کریں مگر گریہ گلوگیر ہوا، تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر کھڑے ہوئے اور فرمایا:

حمد اس خدا کی جو اوّل ہے اور ازل سے واحد ہے عظیم ہیبت والا ہے، اپنی کبریائی اور جبروت میں سب سے بڑا ہے۔ اس نے جس چیز کو ایجاد کیا یا جس چیز کو پیدا کیا وہ خود ہی کیا، ایسا نہیں تھا کہ اس سے پہلے کوئی شے رہی ہو کہ جس کی مثال کو سامنے رکھ کر یہ چیزیں پیدا کی ہوں، ہمارا رب لطیف ہے، ربوبیّت کا لطف و کرم رکھتا ہے۔ جو چیزیں ایجاد کیں اپنے علم و خبر کی بنا پر، جو چیزیں پیدا کیں وہ اپنی قدرت سے حکم دے کر، اُس کی خلقت کا کوئی بدلنے والا نہیں اور اس کی صنعت کا کوئی تغیر دینے والا نہیں، اس کی حکمت کا کوئی جاننے والا نہیں، اس کے حکم کا کوئی رد کرنے والا نہیں، اس کی دعوت کا کوئی ٹھکرانے والا نہیں اس نے جو چاہا پیدا کیا۔ اس کی سلطنت کو زوال نہیں، اس کی مدّتِ سلطنت ختم ہونے والی نہیں، وہ ہر شے کے اوپر ہے اور بلند ہے وہ ہر شے کے قریب ہے، اس کی تجلّی ہر مخلوق پر ہے مگر اس کو کوئی دیکھ نہیں سکتا وہ اعلیٰ ترین منزل پر ہے وہ خود اپنے نور کے پردوں میں ہے، وہ خود

اپنی بلندی کی وجہ سے بلند ہے اور مخلوق کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے اس نے مخلوقات پر اپنی طرف سے گواہ مبعوث فرمائے، اور اس نے مخلوقات میں بشارت دینے والے اور اُس کے عذاب سے ڈرانے والے انبیاء بھیجے تاکہ جس کو ہلاک کرے تو دلیل کے ساتھ اور جس کو حیات بخشے تو دلیل کے ساتھ یہ انبیاء اس لیے آئے تاکہ بندے اپنے رب کو پہچانیں، جس سے وہ ناواقف ہیں اس کی ربوبیّت کا اقرار کریں جس سے ان کو انکار رہے۔

حمد اُس خدا کی جس نے ہم اہلِ بیتؑ کو بہترین خلافت سے نوازا۔ ہم لوگ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سوگ میں عند اللہ اجر کے طالب ہیں۔ اور امیر المومنین علیہ السّلام کے سوگ میں بھی اجر و ثواب کے امّیدوار ہیں، اُن کی وفات سے سارے شرق و غرب پر مصیبت نازل ہوگئی۔

خدا کی قسم، امیر المومنینؑ نے اپنے ترکے میں سوائے چار سو درہم کے نہ کوئی اور درہم چھوڑا، نہ دینار۔ اور اس رقم سے وہ چاہتے تھے کہ اپنے گھر والوں کے لیے ایک غلام خرید فرمائیں، اور میرے پیارے جد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھ سے بیان فرمایا کہ امرِ امامت کے مالک ہمارے اہلِ بیتؑ میں سے بارہ امام ہوں گے، اور ہم سے ہر ایک یا تو قتل کیا جائے گا یا زہر سے شہید کیا جائے گا۔

پھر آپؑ منبر سے اُتر آئے، ابنِ ملجم کو طلب کیا۔ وہ آیا تو کہنے لگا:

فرزندِ رسولؐ! آپؑ مجھے زندہ چھوڑیں تو میں آپؑ کے لیے مفید رہوں گا، اور شام میں آپؑ کے دشمن کو ختم کروں گا۔

مگر امام حسن علیہ السّلام نے تلوار اُٹھائی، اُس نے اپنے ہاتھ سے تلوار کو روکا تو اُس کی انگلی کٹ گئی۔ پھر آپؑ نے اُس کے سر کے بالکل بیچ میں تلوار ماری اور اسے قتل کر دیا اللہ تعالیٰ، ابنِ ملجم ملعون پر لعنت کرے۔

بحار الانوار

باب ۸

صلح کے علل و اسباب

ANSAR

① اگر آپؑ صلح قبول نہ کرتے تو معاملہ عظیم تر ہو جاتا

عمر ابن ابی نصر نے سدیر سے روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ: ایک مرتبہ میں اپنے فرزند کے ہمراہ حضرت امام ابوجعفر محمدؐ باقر علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر تھا۔

آپؑ نے فرمایا: اے سدیر! تم میرے سامنے اپنے اعتقادات بیان کرو، اگر ان میں افراط واغراق ہوگا تو میں تمھیں اس سے باز رہنے اور آگاہ کرنے کی ہدایت کروں گا اور اگر ان میں تفریط وتقصیر پاؤں گا تو صحیح کی طرف رہنمائی کروں گا۔

سدیر کا بیان ہے کہ میں آنجناب کے سامنے اپنے معتقدات بیان کرتا گیا، تو ایک مقام پر امام محمدؐ باقر علیہ السّلام نے فرمایا: ٹھہر جاؤ، میں تمھیں بتاتا ہوں۔

سنو! وہ علم جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علی علیہ السّلام کے سپرد فرمایا تھا جو اس کا عارف اور معتقد ہے وہ مومن اور جو اس کا منکر ہے وہ کافر ہے اُن کے بعد (اُس علم کے وارث) امام حسن علیہ السّلام ہوئے۔

میں نے عرض کیا، مگر اُن کی وہ منزلت کہاں، اُنھوں نے تو اپنی وہ منزلت معاویہ کے حوالے کردی؟

آپؑ نے فرمایا، خاموش! اُنھوں نے جو کچھ کیا وہ اسے خوب جانتے تھے، اگر آپؑ ایسا نہ کرتے تو معاملہ عظیم سے عظیم تر ہو جاتا۔ (علل الشرائع جلد ۱ صفحہ ۲۰۰)

② جب منکرِ تنزیل سے صلح ہو سکتی ہے تو منکرِ تاویل سے کیوں نہیں ہو سکتی

(امام حسنؑ کا جواب)

ابو سعید عقیص سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام حسنؑ

ابنِ علیؑ ابنِ ابی طالب علیہ السلام سے عرض کیا کہ : فرزندِ رسولؐ ! جب آپؑ کو معلوم تھا کہ حق آپؑ کا ہے کسی دوسرے کا نہیں ہے اور معاویہ گمراہ اور باغی ہے تو پھر آپؑ نے اُس کی صلح کی پیشکش کو کیوں قبول فرمایا ؟

آپؑ نے فرمایا : اے ابوسعید ! یہ بتاؤ ، کیا میں اللہ کی مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کی حجت اور اپنے پدرِ بزرگوار کے بعد لوگوں کا امام نہیں ہوں ؟

میں نے عرض کیا ، جی ہاں (آپؑ یقیناً امام و حجتِ خدا ہیں)

آپؑ نے فرمایا : کیا میں وہ نہیں ہوں کہ میرے لیے اور میرے بھائی کے لیے جنابِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا تھا کہ حسنؑ و حسینؑ ، یہ دونوں امام ہیں خواہ وہ (امامت کے لیے) کھڑے ہوں یا بیٹھے رہیں ؟

میں نے عرض کیا جی ہاں (بیشک)

آپؑ نے فرمایا : پھر میں اگر اس کے لیے کھڑا ہوتا تو بھی امام رہتا اور اب جبکہ میں بیٹھا ہوں تب بھی امام ہوں ۔

اے ابوسعید ! میرے صلح قبول کرنے میں بھی وہی مصلحت تھی جو حدیبیہ سے پلٹتے وقت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بنی ضمرہ و بنی اشجع اور اہلِ مکّہ کی صلح کی پیشکش قبول کرنے میں مصلحت تھی ۔ وہ لوگ تو سرے سے وحی و تنزیل ہی کے منکر تھے اور معاویہ اور اصحابِ معاویہ تو صرف تاویل کے منکر ہیں ۔

اے ابوسعید ! جبکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے امام ہوں تو پھر میں جنگ کروں یا صلح ، میرے کسی اقدام میں خامی اور نقص ممکن نہیں خواہ میری مصلحت لوگوں کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے ۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے جب کشتی میں سوراخ کیا ایک لڑکے کو قتل کیا ، اور ایک گرتی ہوئی دیوار کو سنبھال دیا ، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اُن کے اِن تمام افعال پر ناراض ہوئے کیونکہ اس کی حکمت و مصلحت اُن پر مشتبہ تھی مگر جب حضرت خضرؑ نے اُن کو مصلحت بتائی تو وہ راضی ہو گئے ۔

بس یہی حال میرا ہے کہ میری صلح کی مصلحت تم لوگوں کو نہیں معلوم اس لیے تم لوگ مجھ سے ناراض ہو ، سنو ! اگر میں ایسا نہ کرتا تو معاویہ روئے زمین پر ہمارے کسی ایک شیعہ کو بغیر قتل کیے نہ چھوڑتا ۔ (علل الشرائع جلد ۱ صفحہ ۲۰)

(نوٹ) اس کے بعد شیخ صدوق علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ محمد بن بحر شیبانی رضؓ نے اپنی

مشہور کتاب "الفروق بین الاباطیل والحقوق" میں جناب امام حسن علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان معاہدے کا ذکر کیا ہے اور اس سلسلے میں اُنھوں نے یوسف بن مازن راسبی کی روایت کے متعلق ایک سائل کے سوال کا جواب دیا ہے، وہ روایت یہ ہے کہ:

بیان کیا ابوبکر محمد بن حسن بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری نے کہ بیان کیا مجھ سے زید بن اخرم نے اور اُن سے بیان کیا ابوداؤد نے، اُن سے بیان کیا قاسم بن فضل نے، اُن سے بیان کیا یوسف بن مازن راسبی نے کہ امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے ان شرائط پر صلح کی کہ:

شرائطِ صلح حسبِ روایت یوسف بن مازن راسبی:

① معاویہ اپنے لیے کبھی امیر المومنین کا لقب اختیار نہ کرے گا۔
② وہ آپؑ کو اپنے سامنے کسی قسم کی گواہی دینے کی زحمت نہ دے گا۔
③ وہ حضرت علیؑ کے شیعوں سے کوئی تعرض نہ کرے گا۔
④ وہ لوگ جو جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے ساتھ رہ کر شہید ہوئے ہیں اُن کی اولاد کو ایک لاکھ درہم دے گا، اور یہ رقم دارِ ابجرد کے خراج سے ادا کرے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ دیکھیے کتنی لطیف ترکیب سے امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کو امامتِ مومنین سے ساقط کر دیا۔

پھر یوسف بن مازن راسبی کہتا ہے کہ میں نے قاسم بن مخیمہ کو بیان کرتے ہوئے سُنا کہ معاویہ نے جو عہد امام حسن علیہ السلام سے کیے تھے اُن میں سے کسی ایک عہد کو بھی اس نے پورا نہیں کیا، اس لیے کہ میں نے امام حسن علیہ السلام کا وہ خط دیکھا ہے جو آپؑ نے معاویہ کو لکھا تھا اور جس میں آپؑ نے اُن تمام مظالم اور بدعہدیوں کو ایک ایک کر کے گنوایا تھا جو اُس نے خود آپؑ اور شیعانِ علیؑ پر ڈھائے تھے۔ چنانچہ اس خط میں آپؑ نے سب سے پہلے عبداللہ بن یحییٰ حضرمی اور ان کے ساتھ قتل کیے جانے والوں کو تحریر فرمایا ہے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یوسف بن مازن راسبی نے امام حسنؑ اور

معاویہ کے معاملے میں جو کچھ بیان کیا ہے ایک طرح کا صلح نامہ اور معاہدہ کہا جائے گا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ آگے بڑھ کر یہ کہتا ہے کہ: "مگر معاویہ نے امام حسنؑ سے جو عہد کیے تھے اس نے ان میں سے ایک کو بھی پورا نہیں کیا۔" یہ نہیں کہا کہ امام حسنؑ نے اس بات پر معاویہ کی بیعت کی تھی۔ اس لیے کہ بیعت میں خود بیعت کرنے والا عہد کیا کرتا ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ اس کو پورا کرے۔

بیعت نہ کرنے کی سب سے مستحکم اور ٹھوس دلیل یہ ہے کہ آپؑ نے معاہدے میں یہ شرط رکھ دی تھی کہ معاویہ کبھی اپنے لیے امیرالمومنین کا لقب اختیار نہ کرے گا۔ اس لیے کہ امام حسنؑ خود اپنی نظر میں تو مومن بہرحال تھے۔ لہٰذا آپؑ نے اُس سے عہد لیا کہ تو خود کو امیرالمومنین نہ کہنا۔ اس کا مطلب یہ ہے تو خود کو میرا اور حقیقی مومنین کا امیر نہ سمجھنا۔

(۳) — میں نے اپنے شیعوں کی بھلائی کیلئے صلح کی ہے

ابوسعید عقیص سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کی طرف سے صلح کی پیشکش قبول فرمائی تو کچھ لوگ آپؑ کے پاس آئے اور اُنھوں نے اس صلح پر آپؑ کی ملامت کی۔

آپؑ نے فرمایا: وائے ہو تم لوگوں پر، تمھیں کیا معلوم کہ میں نے کیا کِیا؟ خدا کی قسم میں نے جو کیا ہے وہ اپنے شیعوں کی بھلائی کے لیے ہر اُس چیز سے بہتر کیا ہے جس پر آفتاب طلوع کرتا یا غروب کرتا ہے۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں تم لوگوں کا امام ہوں، اور میری اطاعت تم لوگوں پر فرض ہے، میں جوانانِ جنّت کے دو سرداروں میں سے ایک ہوں اور میری جنّت کی سرداری پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے نص فرمادی ہے؟

لوگوں نے کہا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے جب کشتی میں سوراخ کیا، گرتی ہوئی دیوار کو سیدھا کیا اور ایک لڑکے کو قتل کیا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ناگوار ہوا اس لیے کہ اس میں جو راز اور جو حکمت تھی وہ انھیں معلوم نہ تھی اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام کا عمل پُر از حکمت اور درست تھا۔

کیا تمھیں نہیں معلوم کہ ہم لوگوں میں سے ہر ایک اپنے زمانے کے ظالم و سرکش سے مقہور رہے گا، سوائے قائم (آلِ محمدؐ) عجؑ کے جن کے پیچھے حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ روح اللہ

نماز پڑھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی ولادت کو پوشیدہ رکھا اور ان کی ذات کو پردۂ غیب میں رکھے گا تاکہ کوئی شخص اُن پر قابو پانے کی کوشش ہی نہ کر سکے۔ وہ میرے بھائی حسینؑ کی اولاد میں سے ان کی نویں پشت میں ہوں گے۔ جو کنیزانِ عالم کی سردار (نرجس خاتونؑ) کے بطن سے ہوں گے، اللہ تعالیٰ اُن کے زمانۂ غیبت میں ان کی عمر کو طویل کر دے گا، پھر ان کو ظاہر فرمائے گا تو وہ ایک ایسے جوان کی صورت میں ہوں گے جس کی عمر چالیس سال ہو۔ تاکہ دنیا والوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے (احتجاج طبرسی ص ۱۴۸)

• کمال الدین و اتمام النعمہ میں سدیر سے بھی اسی کے مثل روایت ہے۔

(کمال الدین جلد ۱ ص ۲۳۲)

(۴) اگر میں جنگ کرتا تو یہ لوگ میری گردن پکڑ کر معاویہ کے حوالے کر دیتے

زید بن وہب جہنی سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام پر مدائن میں نیزے سے وار کیا تو میں حاضرِ خدمت ہوا۔ آپؑ اُس وقت شدید درد و تکلیف میں مبتلا تھے۔

میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! لوگ (اس واقعے سے) بہت حیران و پریشان ہیں، اب آپؑ کی کیا رائے ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ: میری نظر میں خدا کی قسم معاویہ میرے لیے ان لوگوں سے بہتر ہے ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ ہمارے گروہ کے ہیں مگر ان لوگوں نے ہمیں قتل کرنا چاہا، ہمارا سارا سامان لوٹ لیا اور ہمارا سارا مال و اسباب چھین لیا۔ خدا کی قسم، اگر میں معاویہ سے یہ عہد لیکر معاملہ طے کر لیتا کہ وہ ہمارا خون نہ بہائے گا اور ہمارے اہل و عیال کو پناہ دے گا تو یہ اس سے بہتر تھا کہ یہ لوگ ہمیں قتل کر دیں اور ہمارے خاندان کو تباہ و برباد کر دیں۔

سنو! وہ تو خیریت ہی ہوئی کہ میں نے معاویہ سے ابھی جنگ نہیں چھیڑی تھی، ورنہ یہ لوگ تو میری گردن پکڑ کر مجھے اس کے حوالے کر دیتے۔

خدا کی قسم، اگر میں معاویہ سے باعزت صلح کر لوں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ میں اُس کا قیدی بنا دیا جاؤں، پھر وہ یا مجھے قتل کر دے یا مجھ پر احسان کر کے میری جان بخش دے اور بنی ہاشم کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کے سامنے سر جھک جائے اور معاویہ اور اس کی اولاد ہمیشہ ہمارے زندوں اور مُردوں پر احسان جتاتے پھریں۔

امامِ غائب کیلئے امیر المومنینؑ کی پیشگوئی :

زید بن وہب جہنی راوی ہیں کہ میں نے امام حسن علیہ السلام سے عرض کیا کہ:
فرزندِ رسولؐ ! کیا آپؑ اپنے گروہ کو اس طرح چھوڑ دیں گے جیسے بھیڑوں کا وہ جُھنڈ جس کا کوئی چرواہا نہ ہو ؟

آپؑ نے فرمایا: اچھا تو اے جہنی بھائی ! پھر تم ہی بتاؤ کہ میں کیا کروں ؟ خدا کی قسم، مجھے یاد ہے اور ثقات نے مجھے بتایا ہے کہ ایک دن امیر المومنین علیہ السلام نے مجھے خوش و مسرور دیکھا تو فرمایا: اے حسنؑ ! تم خوش ہو رہے ہو ؟ اُس دن تمہارا کیا حال ہو گا، جب تم دیکھو گے کہ تمہارا باپ قتل کر دیا گیا۔ اُس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب اس امارت پر بنی اُمیّہ کا قبضہ ہو گا، اور اس کا امیر ایک بڑے حلق اور وسیع آنتوں والا ہو گا کتنا ہی کھائے اُس کا جی سیر نہ ہو گا۔ جب وہ مرے گا تو نہ آسمانوں میں کوئی اُس کا مددگار ہو گا اور نہ زمین پر اُس کا کوئی ہمدرد۔ شرق سے غرب تک اُس کا تسلّط ہو گا۔ لوگ اُس کے مطیع ہو جائیں گے، اُس کی سلطنت طویل ہو گی، وہ بدعت و گمراہی کو رواج دے گا، حق اور سنّتِ رسولؐ مردہ و بیجان ہو کر رہ جائے گی، وہ مال اپنے ہی دوستوں میں تقسیم کرے گا اور اس کے حقداروں کو محروم رکھے گا، اس کے مُلک میں مومن ذلّت کی زندگی بسر کرے گا، اُس کی سلطنت میں فاسقوں کو تقویت حاصل ہو گی۔ وہ (مسلمانوں کا مال) اپنے مددگاروں میں باری باری تقسیم کرے گا اللہ کے بندوں کو اپنا غلام سمجھے گا، اُس کی سلطنت میں حق کی راہیں مسدود ہوں گی، باطل کھل کر سامنے آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں پر لعنت کی جائے گی، وہ اپنے مخالفین کو قتل کرے گا اور اپنے موافقین کو مقرّب بنالے گا۔

اسی طرح ہوتا رہے گا، یہانتک کہ آخر زمانے میں خصوصاً اس وقت جبکہ بہت ہی سخت دور آئے گا، اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بھیجے گا جس سے لوگ ناواقف ہوں گے اور اسے ملائکہ کی تائید حاصل ہو گی۔ اللہ اُس کی نصرت کرنے والوں کو گزند نہ پہنچنے دے گا، اپنی نشانیوں سے اس کی مدد فرمائے گا، روئے زمین پر اس کو غالب رکھے گا، سب لوگ خواہ خوشی سے خواہ مجبوراً اس کے مطیع ہو جائیں گے، وہ ساری زمین کو عدل و انصاف اور روشنی و بُرہان سے بھر دے گا، طول و عرض میں جتنے ممالک ہوں گے وہ سب اس کے زیرِ نگیں ہوں گے اُس وقت کوئی کافر بغیر ایمان لائے نہ بچے گا۔ کوئی بد قماش بغیر صالح بنے ہوئے نہ رہ

جائے گا، اُس کی حکومت میں تمام درندے اصلاح قبول کرلیں گے۔ زمین اپنے نباتات کو اُگل دے گی، آسمان سے برکتیں نازل ہوں گی، زمین کے خزانے اُبل پڑیں گے اور وہ چالیس سال تک مشرق و مغرب پر حکومت کرے گا، وہ لوگ بڑے خوش نصیب ہوں گے جو اُس کے عہد کو پائیں گے اور اس کی گفتگو کو سُنیں گے۔ (احتجاج صـ ۱۴۹-۱۴۸)

⑤ ساری قوم کی آواز تھی اَلبقاء اَلحیاۃ

اعلام الدّین دیلمی میں مذکور ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام نے اپنے پدرِ بزرگوار کی شہادت کے بعد ایک خطبہ دیا، جس میں پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجالائے، پھر فرمایا:

خدا کی قسم میں اہلِ شام کے ساتھ جنگ سے اس لیے نہیں کترا رہا ہوں کہ میں دب گیا، یا میری فوج قلیل ہے، بلکہ اس لیے کہ پہلے ہم لوگ اتحاد و اتفاق اور صبر و استقلال کے ساتھ ان سے جنگ کرتے تھے، مگر اب وہ اتحاد آپس کی عداوت سے بدل گیا ہے، اور صبر و استقلال کی جگہ بے صبری آگئی ہے، پہلے تم لوگ ہمارے ساتھ چلتے تھے تو تمھاری دنیا کے آگے تمھارا دین ہوتا تھا، اور اب تمھارا یہ حال ہے کہ تمھارے دین کے آگے تمھاری دنیا ہے پہلے تم ہمارے لیے تھے اور ہم تم لوگوں کے لیے، مگر آج تم لوگ ہماری مخالفت پر کمربستہ ہو۔

پھر تم دو مقتولین میں پھنسے ہوئے ہو، ایک صفّین کے مقتولین جن پر تم لوگ آنسو بہاتے ہو، دوسرے نہروان کے مقتولین، جن کے خون کا تم لوگ انتقام لینا چاہتے ہو مگر سُنو! صرف آنسو بہانے والے کبھی کامیاب نہ ہوں گے اور انتقام کے طالب انتقام لے لیں گے۔

معاویہ نے مجھے ایک ایسے امر کی دعوت دی ہے جس میں نہ عزّت ہے اور نہ انصاف۔ اب تم لوگ بتاؤ کہ تمھارا کیا ارادہ ہے؟ اگر تمھیں اپنی جان عزیز ہے تو میں اس کی دعوت کو بادلِ ناخواستہ قبول کرلوں، اور اگر تم لوگ جان پر کھیلنے کو تیار ہو تو ہم بھی اللہ کی راہ میں اسے صَرف کرنے کے لیے تیّار ہیں اور فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیں۔

سارے مجمع نے آواز دی ہمیں بقا چاہیے ہمیں زندگی چاہیے۔

(اعلام الدّین دیلمی)

(نوٹ) اس خطبے کو چند فقرات کے فرق کے ساتھ ابنِ اثیر جذری نے جلد ۲ صـ ۱۳ میں "اسد الغابہ" سے نقل کیا ہے۔ نیز تذکرۃ الخواص صـ ۱۱۲ میں بھی تھوڑے فرق کے ساتھ یہ خطبہ موجود ہے۔

⑥ — صلح کے بعد خطبۂ امام حسنؑ

سلیم بن قیس سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ (صلح نامے کی تکمیل کے بعد) جب حضرت امام حسن علیہ السلام اور معاویہ ایک جگہ جمع ہوئے۔ آپؑ منبر پر تشریف لے گئے حمد وثنائے الٰہی کے بعد آپؑ مجمع سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

اے لوگو! معاویہ کا خیال ہے کہ میں نے اس کو خلافت کا اہل سمجھا ہے اور خود کو اس کا اہل نہیں سمجھا ہے مگر معاویہ کا یہ خیال غلط ہے از روئے کتابِ خدا اور از روئے قولِ رسولؐ میں تمام لوگوں میں اس کا سب سے زیادہ اہل ہوں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر سارے لوگ میری بیعت، میری اطاعت اور میری نصرت کرتے تو میں انھیں آسمان کا قطرہ قطرہ اور زمین کی برکتوں کا خزانہ عطا کرتا۔

اچھا، اے معاویہ! تو بتا کہ تجھے اِس امرِ خلافت کی لالچ کیوں ہے؟ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرما گئے ہیں کہ اگر کسی قوم میں سب سے زیادہ صاحبِ علم موجود ہو، اور اسے چھوڑ کر اس قوم کا کوئی شخص عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے تو پھر یہ حکومت ہمیشہ سفلوں کے ہاتھوں میں چلتی رہے گی۔ یہاں تک کہ وہ قوم گوسالہ پرستی کی طرف پلٹ جائے گی۔

چنانچہ (انبیاءِ ماسبق کی تاریخوں میں اس کی مثال موجود ہے کہ) بنی اسرائیل نے حضرت ہارونؑ کو چھوڑا اور گوسالہ کی پرستش کرنے لگے، حالانکہ انھیں معلوم تھا کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ ہیں بس اسی طرح اس اُمّت نے علیؑ کو چھوڑا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سُن چکے تھے کہ علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے حاصل تھی سوائے نبوّت کے، اس لیے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

علاوہ بریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اگرچہ اپنی قوم کو اللہ ج کی طرف دعوت دیتے تھے (مگر ایک وقت ایسا آیا کہ) انھیں اپنی قوم کو چھوڑ کر غار میں پناہ لینا پڑی اس لیے کہ آپؐ نے کسی کو اپنا مددگار نہ پایا۔ اگر آپؐ کو وہاں مددگار مل جاتے تو آپؐ غار کی پناہ نہ لیتے۔ بالکل اسی طرح اے معاویہ! اگر مجھے اعوان وانصار مل جاتے تو میں ہرگز تجھ سے صلح نہ کرتا۔

نیز، جب حضرت ہارونؑ کو اُن کی قوم نے کمزور بنا دیا اور قریب تھا کہ اُن کو

قتل کر دے، اُن کے پاس نہ کوئی ناصر تھا نہ مددگار، تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو اختیار دے دیا اور نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو بھی اختیار ملا جب وہ اپنی قوم سے نکل کر چلے گئے کیونکہ آپؐ نے بھی اس قوم سے جنگ کرنے کے لیے اعوان و انصار نہیں پائے تھے۔ اسی طرح مجھے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختیار حاصل ہے جبکہ اُمت نے مجھے چھوڑ کر غیر کی بیعت کر لی اور میری کوئی مدد کرنے والا نہیں۔

یہ انبیاءِ ماسبق کی سُنّتیں اور مثالیں ہیں جس کی ایک دوسرا پیروی کرتا چلا آرہا ہے۔ اے لوگو! اگر تم لوگ مشرق سے مغرب تک تلاش کرو گے تو تمھیں روئے زمین پر ایک شخص بھی نہ ملے گا جو نبیؐ کا فرزند ہو، سوائے میرے اور میرے بھائی کے۔

(۷) صلح پر لوگوں کا اعتراض اور آپؑ کا جواب :

ابوحمزہ نے حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ (صلح کے بعد) ایک شخص جس کا نام سفیان بن لیلیٰ تھا اپنی سواری پر امام حسن علیہ السّلام کے پاس پہنچا، آپؑ اُس وقت اپنے صحنِ خانہ میں تشریف فرما تھے۔ اُس نے آواز دی:

"اے مومنین کے رسوا کرنے والے تجھ پر سلام۔

آپؑ نے فرمایا: سواری سے اُترو اور جلدی نہ کرو۔

یہ سُن کر وہ سواری سے اُترا، اپنی سواری کو صحنِ خانہ میں باندھا اور خراماں خراماں چل کر آپؑ کے پاس پہنچا۔

آپؑ نے فرمایا: ابھی تم نے کیا کہا تھا؟

اُس نے کہا کہ میں نے کہا تھا، اے مومنین کے رسوا کرنے والے تجھ پر سلام۔

آپؑ نے پوچھا: یہ تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ میں نے مومنین کو رسوا اور ذلیل کیا۔

اُس نے کہا: اس لیے کہ آپؑ نے اُمت کی حکومت تو سنبھالی مگر پھر اس کا ہار اپنی گردن سے اُتار کر اس سرکش و ظالم کے گلے میں ڈال دیا جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے خلاف حکم چلاتا ہے۔

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: سُنو! میں بتاتا ہوں کہ میں نے ایسا کیوں کیا۔ میں نے اپنے پدرِ بزرگوار کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ

کچھ زیادہ دن نہ گذریں گے کہ اس اُمت کی باگ ڈور ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں چلی جائے گی جس کا حلق کشادہ ہوگا، پیٹ بڑا ہوگا وہ کتنا بھی کھائے اُس کا جی سیر نہ ہوگا"۔

اور ایسا شخص یہی معاویہ ہے، اِس لیے میں نے ایسا کیا۔

اچھا یہ بتاؤ تم میرے پاس کیوں آئے ہو۔

اُس نے کہا، آپؑ کی محبت کھینچ لائی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: واللہ،

اُس نے کہا، واللہ،

آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم اگر کوئی بندہ دیلم میں بھی اسیر ہو اور ہماری محبت رکھتا ہے تو ہماری محبت اُس کو ہمیشہ نفع پہنچائے گی۔ ہماری محبت سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے ہوا کی وجہ سے درختوں سے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ (رجال کشی ص ۷۳)

• اختصاص میں بھی علی بن نعمان سے اسی کے مثل روایت ہے۔ (اختصاص ص ۸۲)

(۸) صلح کا مقصد مسلمانوں کو خونریزی سے بچانا اور اللہ کی خوشنودی ہے

دولابی نے مرفوعاً جبیر بن نفیر سے اور اُنھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں مدینہ گیا تو حضرت امام حسن علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: "عرب کے بڑے بڑے سردار میرے قابو میں تھے، میری جس سے صلح ہوتی وہ اس سے صلح رکھتے جس سے میری جنگ ہوتی وہ اُس سے جنگ کرتے، مگر میں نے اس (حکومت) کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کے لیے ایسا کیا ہے۔"

نیز روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسنؑ کو دیکھ کر فرمایا: "پروردگارا! تو اس کو سلامت رکھ اور اس کے ذریعے اُمت کو بھی صلح و سلامتی عطا فرما۔" (کشف الغمہ)

(۹) اُمتِ مسلمہ کے حق میں صلح حق ہے

محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ: آپؑ نے فرمایا:

"خدا کی قسم جو کچھ بھی حضرت امام حسن بن علی علیہ السّلام نے کیا وہ اُمّتِ مسلمہ کے حق میں تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر آفتاب طالع ہوتا ہے۔"

خدا کی قسم قرآن مجید کی یہ آیت (اطاعتِ امام کے لیے) نازل ہوئی ہے۔

"اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ" (سورۃ النساء آیت ۷۷)

ترجمہ (کیا تم اُن لوگوں کو نہیں دیکھتے جن سے کہا گیا کہ جہاد و قتال سے ہاتھ روک لو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔")

تو وہ زمانے اور قتال پر مُصِر ہوئے:

"فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ" (سورۃ النساء آیت ۷۷)

ترجمہ (مگر جب قتال اُن پر واجب کیا گیا) تو . .

"قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ..." (سورۃ النساء آیت ۷۷)

ترجمہ (اُن لوگوں نے کہا، ہمارے پروردگار، تو نے (ابھی) ہم پر قتال کیوں واجب کر دیا، تو نے اسے مدّتِ قریب تک کے لیے کیوں نہ مؤخّر کر دیا۔)

"نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ" (سورۃ ابراہیم آیت ۴۴)

(تاکہ ہم تیری اس دعوت (حکم) کو قبول کرتے اور رسولوں کی اتّباع کرتے۔)

یعنی وہ لوگ یہ چاہتے تھے کہ حکمِ قتال عہدِ امام قائمؑ تک کے لیے مؤخّر کر دیا جاتا

(روضۃ الکافی صفحہ ۳۳)

اِس سلسلے کی بعض احادیث بابِ شہادتِ امام حسن علیہ السّلام میں ہدیۂ ناظرین کی جائیں گی۔

۵ اسبابِ صلح: (ضمیمہ)

علاّمہ سیّد مرتضیٰ علیہ الرّحمہ نے اپنی کتاب "تنزیہ الانبیاء" میں تحریر فرمایا ہے کہ: "اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام کے پاس کیا عذر ہے اپنے اس اقدام پر، کہ انھوں نے خلافت وحکومت سے خود دستبردار ہو کر اسے معاویہ کے سپرد کر دیا، حالانکہ اُس کا فسق وفجور ظاہر و آشکارا تھا۔ اسبابِ خلافت سے اُس کا

دُور کا بھی واسطہ نہ تھا، وہ ان صفات سے بالکل عاری تھا جو ایک خلافت کے مستحق میں ہونی چاہیے۔ اس کے بعد آپؑ اس کے عطایا کو بھی قبول فرماتے ہیں اور اس سے میل ملاپ بھی رکھنے لگے، حالانکہ آپؑ کے مددگاروں کی تعداد بھی حاضر تھی، آپؑ کے اصحاب بھی کم نہ تھے اور آپؑ کی بیعت کرنے والے ایسے تھے کہ آپؑ کے لیے اپنی جان اور اپنا مال قربان کرنے کے لیے بھی تیار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ صلح کے بعد وہ لوگ آپؑ کو "مُذِلَّ المُؤْمِنِیْن" کے نام سے پکارنے لگے اور آپؑ کے منہ پر آپؑ کو بُرا کہنے لگے ؟

جواب :

اس اعتراض کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ جب کھلی ہوئی حجتوں اور مضبوط و مستحکم دلیلوں سے یہ بات ثابت ہے کہ آپؑ امام ہیں، معصوم ہیں، آپؑ مؤید و موفق من اللہ ہیں تو ضروری ہے کہ آپؑ کے تمام اقدامات کو تسلیم کر لیا جائے اور انھیں صحت پر محمول کیا جائے۔ اگر اس کے اسباب تفصیلاً معلوم نہ ہوں اور اگر معلوم بھی ہوں تو وہ طبیعت کو پسند نہ ہوں جیسا کہ ان اسباب کا خلاصہ، میں اپنی ان کتابوں میں پیش کر چکا ہوں۔

اب رہ گیا یہ کہ وہ کیا سبب اور کیا امر داعی ہوا جس کی بنا پر آپؑ نے یہ اقدام فرمایا؟ تو وہ بالکل صاف اور واضح ہے۔

بات یہ تھی کہ آپؑ کے گرد جو آپؑ کے اصحاب کا حلقہ تھا وہ اگرچہ تعداد میں زیادہ تھا، مگر اُن میں سے اکثر کے دلوں میں کھوٹ تھی، ان کے قلوب صاف نہ تھے، وہ معاویہ کی دولت کی طرف آنکھیں بند کر کے کھلم کھلا گرے جا رہے تھے۔ وہ لوگ آپؑ سے تو اس کا اظہار کر رہے تھے کہ ہم آپؑ کے ناصر و مددگار ہیں، اور آپؑ کو جنگ کے لیے ابھار رہے تھے لیکن چاہتے یہ تھے کہ آپؑ کو گھیر کر لے چلیں اور معاویہ کے حوالے کر دیں؛ مگر قبل اس کے کہ آپؑ اُن کے فریب میں آئیں، آپؑ نے اسے محسوس کر لیا اور ان لوگوں کے مکر و فریب میں نہ آئے اور موقع و وقت کے گزر جانے سے پہلے آپؑ حکومت سے دستبردار ہو گئے۔ چنانچہ آپؑ نے اس بات کو مختلف مواقع پر اور مختلف الفاظ میں واضح بھی فرما دیا کہ:

"میں نے اپنے اور اپنے خاندان اور اپنے مخلص اصحاب کے مقدس خون کو بہنے سے بچانے کے لیے جنگ بندی اور عارضی صلح کی پیشکش کو قبول کر لیا۔"

نیز جب آپؑ نے معاویہ کو بذریعۂ خط یہ اطلاع دی کہ میرے پدر بزرگوار کی شہادت کے بعد لوگوں نے میری بیعت کر لی ہے لہٰذا تم بھی میری اطاعت سے روگردانی نہ کرو۔

تو معاویہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ اگر میں یہ سمجھتا کہ تم مجھ سے بہتر حکومت چلا سکتے ہو

مجھ سے بہتر لوگوں پر نظم و ضبط قائم رکھ سکتے ہو، مجھ سے بہتر دشمنانِ اسلام کے مقابلے میں حیلہ و تدبیر سے کام لے سکتے ہو اور تمام امور پر تم مجھ سے بہتر قابو پا سکتے ہو تو ضرور تمہاری بیعت کر لینا، درآنحالیکہ میں جانتا ہوں کہ ہر بھلائی تم میں موجود ہے۔

اُس نے اپنے اس خط میں یہ بھی لکھا کہ، اب ہمارا اور تمھارا معاملہ بالکل ویسا ہی ہے جیسے بعدِ وفاتِ (شہادت) رسولؐ ابوبکر اور تم لوگوں کا معاملہ تھا۔

پھر آپ نے کوفہ میں اپنے اصحاب کے سامنے انھیں جہاد پر آمادہ کرنے کے لیے ایک خطبہ دیا، اس میں جہاد کی فضیلت اور صبر و استقلال اور ثباتِ قدم کا اجر و ثواب بیان کیا اور کہا کہ تم لوگ اپنے لشکر کو یکجا کر کے گھاٹی میں پہنچاؤ۔

مگر سب خاموش رہے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ عدی بن حاتم نے جب یہ دیکھا تو پکار کر کہا "سبحان اللہ، تم لوگ اپنے امام کے حکم پر لبیک نہیں کہتے۔ اچھا، مصر کے خطبا کہاں ہیں۔؟

یہ سن کر قیس بن سعد وغیرہ اُٹھے اور خوب خوب بولے۔ مگر مجھے معلوم ہے کہ جو شخص قول میں تحفّظِ ذہنی سے کام لے گا وہ عمل میں تو بدرجۂ اولیٰ ایسا ہی کرے گا۔

اور انہی لوگوں میں سے تو ایک شخص تھا جو ساباط کے اندر کمین گاہ میں بیٹھ گیا اور اپنی کدال سے آپؑ پر حملہ آور ہوا جو آپؑ کی ران پر لگی اور اسے پھاڑتی ہوئی ہڈی تک پہنچ گئی۔ آپؑ کو زخمی حالت میں مدائن پہنچا دیا گیا۔ وہاں کے والی اُس وقت مختارؒ کے چچا سعد بن مسعود تھے۔ امیرالمومنین علیہ السلام ہی نے انھیں وہاں کا والی مقرر فرمایا تھا۔ انھوں نے آپؑ کو اپنے گھر میں رکھا، طبیب بلایا، اُن کی تیمارداری کی۔ جب صحتیاب ہو گئے تو آپؑ کو قصرِ بیض المدائن منتقل کر دیا۔

غور کا مقام ہے کہ ایسی قوم سے سلامتی کی اُمید کون رکھ سکتا ہے، چہ جائیکہ یہ اُمید رکھی جائے کہ وہ لوگ آپؑ کی نصرت و مدد کریں گے۔

ایک مرتبہ حجر بن عدی نے آپؑ سے کہا کہ آپؑ نے تو مومنین کا منھ کالا کر دیا۔ تو اس کے جواب میں آپؑ نے فرمایا:

" اس قوم میں سے ہر ایک تو ایسا نہیں ہے کہ جو تم چاہتے ہو وہی وہ بھی چاہے اور جو تمھاری رائے ہے وہی اس کی بھی رائے ہو۔ سنو! مَیں نے جو کچھ کیا ہے وہ محض تم لوگوں کی بقا کے لیے کیا ہے۔

● عبّاس بن ہشام نے اپنے باپ سے، اُنھوں نے ابی مخنف سے، اُنھوں نے

ابو الکنود عبد الرحمٰن بن عبید سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کی صلح کی پیشکش کو قبول فرمالیا تو اس ترکِ قتال اور جنگ بندی پر قوم آپس میں اظہارِ افسوس کرنے لگی۔

چنانچہ اس صلح کے دو سال بعد ایک گروہ نے آکر آپؑ سے ملاقات کی اور سلیمان بن صرد خزاعی نے آپؑ سے کہا کہ ہم لوگوں کو ابتک تعجب ہے کہ معاویہ سے آپؑ نے صلح کیوں کرلی جبکہ صرف اہلِ کوفہ میں سے آپؑ کے پاس چالیس ہزار کی فوج تھی جو اپنے گھر بیٹھے ہوئے وظیفہ پارہی تھی اور اُن کے ساتھ اُن کی اولاد اور متّبعین بھی تھے، اور اُن کے علاوہ اہلِ بصرہ وحجاز میں بھی آپؑ کے شیعہ موجود تھے۔

پھر آپؑ نے اس معاہدے میں نہ اپنے تحفّظ کے لیے کوئی دفعہ رکھی اور نہ بیت المال کے عطیہ میں سے کوئی حصہ مقرر کرایا۔ اور پھر اگر آپؑ کو یہ کرنا ہی تھا تو تمام اہلِ مشرق و مغرب میں سے ذی وجوہ اشخاص کو اس معاہدے پر گواہ بناتے اور اس معاہدے میں یہ لکھتے کہ معاویہ کے بعد حکومت آپؑ کو ملے گی۔ تو یہاں تک بھی گوارا کرنا ہم لوگوں کے لیے آسان ہوتا۔ مگر اس نے تو آپؑ سے معاہدے میں جو چیز رکھی اس میں سے کسی ایک کو بھی پورا نہیں کیا بلکہ معاہدے کے فوراً بعد بھرے مجمعے میں کہہ دیا کہ میں نے کچھ شرطیں قبول کیں جو کچھ وعدے کیے تو وہ صرف اس لیے کہ جنگ کی آگ نہ بھڑکے اور فتنہ ختم ہو جائے۔ اب جبکہ سب لوگ ایک ہو گئے تو وہ ساری شرطیں اور سارا معاہدہ میرے پاؤں کے نیچے ہے۔

خدا کی قسم، اس سے اس کی مراد آپؑ تھے اور آپؑ کے اور اُس کے درمیان کا معاہدہ تھا۔ اس طرح اُس نے معاہدے کو خود ہی توڑ دیا۔

لہٰذا، اب اگر آپؑ چاہیں تو کسی حیلے سے جنگ ازسرِنو شروع کردیں۔ اور مجھے اجازت دیں کہ میں آپؑ سے پہلے کوفہ پہنچوں وہاں سے معاویہ کے عامل کو نکال باہر کروں اور سلیمان کے ساتھ جو لوگ آئے تھے ان سب نے بھی یہی کہا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے جواب دیا: سنو! تم لوگ ہمارے شیعہ اور ہمارے دوستدار ہو، اگر میرا مقصد دنیاوی اقتدار اور حصولِ سلطنت ہوتا، تو میں ایسا کرتا اور پھر اس کے لیے دوڑ بھاگ کرتا، اور جنگ چھیڑتا۔ معاویہ نہ مجھ سے زیادہ بہادر ہے اور نہ ایسا ہے کہ اس پر کوئی قابو نہ پاسکے۔

مگر میں تم لوگوں کی رائے سے متّفق نہیں ہوں۔ میں نے جو کچھ کیا اس کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اُمّتِ مسلمہ کا خون نہ بہے۔ اس لیے تم لوگ راضی برضائے الٰہی رہو۔

اس کی حکومت کو مان لو، اپنے گھروں میں بیٹھو اور جنگ وجدال سے ہاتھ روک لو۔ یا آپؑ نے یہ فرمایا کہ تم لوگ اپنا ہاتھ روکے رکھو یہانتک کہ اس فاجر سے نجات ملے۔

بہرحال حضرت امام حسن علیہ السلام کے مندرجہ بالا کلام سے دلوں کی تشفی ہوجاتی ہے اور اس سلسلے میں جتنے شبہات ہیں وہ سب دُور ہوجاتے ہیں۔

- نیز روایت کی گئی ہے کہ جب معاویہ نے آپؑ سے درخواست کی کہ آپؑ مجمعے میں خطبہ دیں اور ہمیں بتائیں کہ آپؑ کے دل میں اس سلسلے میں کیا ہے۔؟ تو آپؑ کھڑے ہوئے پہلے حمد وثنائے الٰہی بجالائے پھر فرمایا:

"اے لوگو! اگر تم جابلق اور جابرس (مشرق ومغرب) کے درمیان ڈھونڈو کہ کوئی ایسا شخص مل جائے جس کے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں تو تمھیں سوائے میرے اور میرے بھائی حسینؑ کے اور کوئی نہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اولیاء کے ذریعے تم لوگوں کی ہدایت فرماتی ہے۔ سنو! حکومت جو میرا حق ہے اس کے لیے معاویہ مجھ سے جھگڑے پر آمادہ ہے۔ لہٰذا محض صلاحِ اُمّت کے لیے اور اس لیے کہ اُمّت کا خون نہ بہے مَیں نے اسے چھوڑ دیا۔ اور تم لوگ میری بیعت اِس پر کرچکے ہو کہ جس سے میری صلح ہوگی اُس سے تم لوگوں کی بھی صلح ہوگی۔ لہٰذا میرا ارادہ ہے کہ مَیں اس سے صلح کرلوں، اس لیے کہ میری رائے میں خونریزی سے بہتر یہ ہے کہ ایسی بات کردی جائے جس میں خونریزی نہ ہو۔ اسی میں مَیں نے تم لوگوں کی بھلائی چاہی، اور یہ کہ جو شخص آئندہ حکومت کا متمنّی ہو اس کے لیے میرا یہ عمل حجت بن جائے۔

الغرض حضرت امام حسن علیہ السلام نے (اسبابِ صلح) کے متعلق جتنی باتیں کہیں ان سب سے یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتا ہے کہ آپؑ مقہور ومغلوب اور صلح کرلینے پر مجبور تھے۔ آپؑ نے صلح کرکے دینِ اسلام اور اُمّتِ مسلمہ کو ضررِ عظیم سے بچالیا۔

لیکن سائل کا دوسرا سوال، یہ کہ:

حضرت امام حسن علیہ السلام اپنی امامت سے دستبردار ہوگئے:

تو نعوذ باللہ، ایسا نہیں ہے۔ اِس لیے کہ کسی امام سے حصولِ امامت کے بعد یہ عہدۂ امامت نکل نہیں سکتا، اور ہمارے اکثر مخالفین کے نزدیک بھی امامت وخلافت کے متعلق یہی ہے کہ اگر کوئی امام وخلیفہ اپنی امامت وخلافت سے دستبردار بھی ہوجائے تو یہ عہدہ اس سے نکل نہیں سکتا۔ ہاں، یہ عہدہ اس سے اُس وقت نکل جائے گا جب وہ دین میں کوئی بدعت کرے گا گناہانِ کبیرہ کا مرتکب ہو۔ اور اس کی دستبرداری مؤثر بھی ہوگی تو اس وقت جب وہ بلاجبر واکراہ خود اپنے اختیار سے دستبردار ہوا ہو۔ اگر بجبر واکراہ دستبردار ہوا ہے تو اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔

نیز آپؑ نے امرِ امامت وخلافت معاویہ کے حوالے نہیں کیا، بلکہ آپؑ نے مقاتلہ اور مغالبہ سے ہاتھ روکا اور جنگ بندی اس لیے قبول کرلی کہ آپؑ کے اعوان وانصار مفقود تھے۔ ہرطرف انتشار وافتراق تھا اس لیے معاویہ کو قہر وغلبہ حاصل ہوگیا، اور اگر بالفرض آپؑ نے اس کو زبانی تسلیم بھی کرلیا ہو تو چونکہ بجبر واکراہ تسلیم کیا، اس لیے اس کا کوئی اثر نہیں۔

تیسری بات بیعت کی۔ اگر بیعت سے مراد ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اظہارِ رضا کرنا اور جنگ سے کنارہ کش ہونا ہے تو ایسا ہوسکتا ہے لیکن میں اس کے اسباب بیان کرچکا اور یہ کہ وہ کس طرح بجبر واکراہ واقع ہوا، اس لیے آپؑ پر اس کی کوئی حجت قائم نہیں کی جاسکتی جس طرح آپؑ کے پدرِ بزرگوار سے خلفاءِ متقدمین کی خلافت پر رضا کا اظہار کرایا گیا تو اُن پر بھی کوئی حجت قائم نہ ہوسکی تھی۔

اور اگر بیعت سے مراد یہ ہے کہ آپؑ نے بخوشی ورغبت اپنی رضا کا اظہار کیا تو حالات شاہد ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ آپؑ کے تمام مشہور خطبات واقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؑ نے مجبوراً با دلِ ناخواستہ ایسا کیا، ورنہ وہ ہمیشہ یہی سمجھتے رہے کہ خلافت ہماری ہے ہم اس خلافت کے تمام لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں ہم جھگڑے سے بچ رہے ہیں تاکہ دینِ اسلام اور اُمتِ مسلمہ پر کوئی آنچ نہ آئے۔

چوتھی بات یہ کہ معاویہ سے آپؑ نے عطایا قبول کیے:

تو جہاں میں نے حضرت امیرالمومنینؑ کے عمل کو پیش کیا وہاں پورے دلائل کے ساتھ واضح کردیا ہے کہ کسی ظالم وجابر واہلِ جور واستبداد سے اُس کا لینا جائز ہے اس کے لینے میں نہ کوئی حرج ہے نہ یہ باعثِ ملامت ہے اور صلہ وبخشش لینا تو مناسب بلکہ واجب ہے اس لیے کہ ہر وہ مال جو کسی ایسے شخص کے ہاتھ میں ہو جو اُمتِ مسلمہ کی حکومت پر زبردستی قابض ہوگیا ہو، امام پر اور تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس سے چھین لیں خواہ بخوشی ہو خواہ بجبر واکراہ اور اس مال کو برمحل صرف کردیں۔

اور کسی کو حق نہیں جو یہ کہے کہ آپؑ معاویہ سے جو کچھ بطورِ صلہ قبول فرماتے تھے اس کو صرف اپنی ذات یا اپنے اہل وعیال پر صَرف کرتے تھے دوسرے کو نہیں دیتے تھے اِس لیے کہ یہ وہ چیز ہے کہ جبتک اس کا قطعی علم نہ ہو اس کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔ اُس وقت تک وہ اس میں سے خود اپنے اور اپنے اہل وعیال پر بھی صَرف نہ فرماتے تھے، اس لیے کہ اس میں خود آپؑ کا اور آپؑ کے اہل وعیال کا بھی حق بنتا تھا اور لازماً وہ اس میں سے مستحقین کو بھی دیتے تھے، مگر اس بات کا اظہار کیونکر ہوتا، اِس لیے کہ آپؑ بربنائے تقیہ یہ کام پوشیدہ طور پر کرتے تھے

لہٰذا آپؑ کو ضرورت تھی کہ یہ اموال آپؑ ازراہِ صلہ قبول فرمائیں اور اس کی بھی ضرورت تھی کہ آپؑ ان اموال کو یا اس میں سے کچھ حصّے کو مستحقین مسلمین تک پوشیدہ طور سے پہنچا دیں چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ آپؑ اپنے مال کا کثیر حصّہ تصدق فرمادیا کرتے تھے، اِس لیے فقرا کی امداد اور حاجتمندوں کی حاجت روائی شاید اسی سلسلے کی کڑیاں ہوں۔

اب رہ گیا معاویہ سے اظہارِ دوستی؛

تو یہ آپؑ نے کبھی نہیں کیا اور نہ اسے چھپایا۔ یہ بات آپؑ کے کلام سے ظاہر ہے خواہ معاویہ کے سامنے ہو خواہ اس کی غیر موجودگی میں اور اگر آپؑ ایسا کسی خوف کی بنا پر اصلاحِ احوال یا عظیم شر سے محفوظ رہنے کے لیے کرتے بھی تو یہ آپؑ پر واجب تھا اِس لیے کہ آپؑ کے پدرِ بزرگوار نے بھی تو اپنے متقدّمین کے ساتھ شرِ عظیم سے محفوظ رہنے کے لیے ایسا ہی کیا تھا۔

اور سب سے زیادہ تعجّب لوگوں کے اس دعوے پر ہے کہ امام حسن علیہ السّلام معاویہ کی امامت کے قائل ہو گئے تھے؛ اس لیے کہ یہ بات بدیہی طور پر ظاہر ہے کہ آپؑ اس کا یقین رکھتے اور صاف صاف کہتے تھے کہ معاویہ اس قابل بھی نہیں کہ کوئی امام یا نائبِ امام اس کو اپنی طرف سے کسی جگہ کا والی بنائے چہ جائیکہ خود معاویہ کی امامت کا قائل ہونا۔

اس طرح کا خیال تو صرف اسی شخص کا ہوگا جو عامی و جاہل ہو حشوی ہو اور اپنے بزرگوں کی تقلید سے مجبور رہو۔

(نوٹ) صلح کے اسباب کے متعلّق وہ روایات جو اِن ابواب میں پیش کردی گئی ہیں اس کے دیکھنے کے بعد میرے خیال میں اب اس موضوع پر کسی تفصیلی بحث کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

بحار الانوار

باب ۹

کیفیتِ مصالحت

[illegible]

(۱) امام حسنؑ کیلئے معاویہ کی سازش

معاویہ نے عمرو بن حریث و اشعث بن قیس و حجر بن حارث وشیث بن ربعی کے پاس ان کے چشموں پر فرداً فرداً ایک ایک جاسوس بھیجے اور انھیں یہ پیغام دیا کہ اگر تم حسن بن علیؑ کو قتل کردو تو میں تمھیں دو لاکھ درہم اور شامی فوج کا ایک دستہ دوں گا نیز اپنی دختروں میں سے کسی ایک دختر سے تمھاری شادی کردوں گا۔

جب یہ خبر امام حسن علیہ السلام کو ملی تو آپؑ نے احتیاط شروع کردی، اپنے لباس کے نیچے زرہ پہننے لگے، اور جب بھی ان لوگوں کے ساتھ نماز کے لیے جاتے تو اندر زرہ پہن لیا کرتے

چنانچہ ان ہی میں سے کسی ایک نے ایک مرتبہ آپؑ پر بحالتِ نماز میں تیر چلایا، مگر وہ کارگر نہ ہوا اس لیے کہ آپؑ زرہ پہنے ہوئے تھے۔ مگر جب آپؑ مظلم ساباط سے ہو کر گذر رہے تھے تو ان ہی میں سے کسی ایک نے آپؑ پر زہر آلود خنجر سے حملہ کردیا، جس سے آپؑ زخمی ہو گئے۔ آپؑ نے حکم دیا کہ مجھے بطن جریحی پر پہنچاؤ۔ وہاں کے عامل اُس وقت مختارؒ کے چچا ابن ابی عبید بن مسعود تھے۔

پھر آپؑ نے ان لوگوں سے فرمایا: تم لوگوں پر وائے ہو، سنو! معاویہ نے میرے قتل پر جو وعدہ تم لوگوں سے کیا ہے وہ ہرگز پورا نہ کرے گا اور میرا خیال ہے کہ اگر میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے کر صلح کرلوں تو بھی وہ مجھے نہ چھوڑے گا کہ میں اپنے جد کے دین کی تبلیغ کرسکوں۔ ہاں، یہ تو کرسکتا ہوں کہ بالکل تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہوں، مگر جو اس کا نتیجہ ہوگا وہ بھی سن لو، گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمھاری اولاد بنی امیہ کی اولاد کے دروازے پر ایک ایک قطرہ پانی اور دانے دانے کا سوال کررہی ہے اور وہ لوگ تمھاری اولاد کو نہ پانی دیتے ہیں نہ دانہ۔ خیر

"وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝" (الشعرا ۲۲۷)

یعنی (ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ کس انقلاب نے ان کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا ہے۔)

یہ سن کر وہ لوگ آپؑ سے معذرت خواہ ہونے لگے مگر اب ان کا عذر بے سود تھا اور فوراً امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کو یہ خط تحریر فرمایا:

اما بعد: "میری آرزو تھی کہ میں حق کو زندہ کروں گا اور باطل کو مٹا دوں گا مگر میری یہ آرزو یاس سے بدل گئی۔ ہاں تمھاری مراد پوری ہو گئی۔ لو، میں یہ حکومت تمھارے لیے چھوڑتا ہوں، اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میرے حکومت کے چھوڑنے کی وجہ سے تمھاری عاقبت تباہ ہو جائے گی، مگر خیر میری چند شرطیں ہیں جو میں تمھارے سامنے رکھتا ہوں، اگرچہ ہماری ان شرطوں کو پورا کرنا یقیناً تمھارے لیے گراں ہوگا، لیکن اگر عہد شکنی کرو گے تو بھی اس کے بوجھ تلے دبے ہی رہو گے اس سے ہلکے نہیں ہو سکتے۔"

اس کے بعد آپؑ نے ایک دوسرے کاغذ پر شرائط تحریر کیے اور اُسے قسم دلائی کہ ان شرائط کو پورا کرنا، غدّاری نہ کرنا۔ اور اے معاویہ! تو بھی عنقریب اسی طرح نادم و پشیمان ہوگا جس طرح تیرے علاوہ دوسرے لوگ باطل کے لیے برسرِ پیکار ہو کر یا حق کو چھوڑ کر بیٹھ رہنے پر نادم و پشیمان ہوئے، مگر اُس وقت ندامت و پشیمانی کچھ کام نہ دے گی۔ والسّلام

(عیون اخبار الرضا)

(نوٹ) حضرت امام حسن علیہ السلام کی نظر میں بہت سے لوگوں کی ندامتیں اور پشیمانیاں تھیں۔ مثلاً۔ ۱۔ زبیر جو جنگِ جمل کے موقعے پر نادم ہوئے۔ جس کا ذکر امیر المومنینؑ نے بھی کیا ہے۔

۲۔ عبداللہ ابنِ عمر ابنِ خطّاب جن کے فضائل میں سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ جب ان کے سامنے کوئی قابلِ افسوس بات ہوتی تو کہتے، مجھے دنیا میں کسی بات پر افسوس نہیں ہے، افسوس فقط اس کا ہے کہ میں نے علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے ساتھ مل کر گروہِ باغی سے جنگ کیوں نہ کی، کیوں بیٹھا رہ گیا۔

۳۔ حضرت امّ المومنین عائشہ، جب ان کو کوئی شخص جنگِ جمل یاد دلاتا تو فرماتی تھیں، بس ایک شدنی تھی جو ہو گئی۔ خدا کی قسم، اگر بالفرض رسول اللہؐ سے میرے بیس فرزند مانند عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشّام کے ہوتے اور اُن کی موت یا اُن کے قتل پر مجھے رونا پڑتا تو میرے لیے یہ آسان تھا، اس افسوس سے جو میں علیؑ سے جنگ کرنے کے لیے نکلی۔

۴۔ سعد بن ابی وقاص کو جب یہ خبر ملی کہ حضرت علی علیہ السلام نے ذوالثدیہ کو قتل کر دیا ہے تو اُسے اپنی ابتدا سے آخر تک تمام باتیں یاد آئیں، اُسے بڑا قلق اور رنج ہوا اور بولا۔ "خدا کی قسم، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ بات ایسی ہے تو میں اُن کے

پاس جاتا خواہ گھٹنوں کے بل کیوں نہ ہو۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ جب معاویہ آیا تو سعد بن ابی وقاص اس کے پاس گئے۔

معاویہ نے کہا، اے ابو اسحاق! امامِ مظلوم (عثمان) کے خون کا عوض لینے میں تم ہماری مدد کیوں نہیں کرتے؟

سعد نے جواب دیا کہ: سنو! اگرچہ میں نے آنحضرتؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ "علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔"... مگر اس کے باوجود میں نے تیرے ساتھ رہ کر علیؑ سے جنگ کی۔

معاویہ نے کہا، واقعاً کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سن چکے تھے؟

سعد نے جواب دیا، ہاں، اور اگر ایسا نہ سنا ہو تو اللہ جؔ کرے یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں۔

معاویہ نے کہا (یہ سننے کے بعد بھی جب تم ان سے جنگ کر چکے) تو پھر اب تمھارے پاس ہماری مدد نہ کرنے اور بیٹھ رہنے کے متعلق کوئی عذر نہیں۔ اس لیے کہ اگر واقعاً میں نے اپنے کان سے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہوتا تو اس کے بعد میں علیؑ سے ہرگز ہرگز جنگ نہ کرتا۔

امام حسنؑ کا خط معاویہ کے نام

ابنِ ابی الحدید معتزلی نے اپنی کتاب "شرح نہج البلاغہ" میں ابوالفرج اصفہانی کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے ایک خط معاویہ کے نام جندب بن عبداللہ یزدی کی معرفت روانہ کیا، اور اس میں تحریر کیا کہ:

"یہ خط ہے حسنؑ بن علیؑ امیر المومنینؑ کا معاویہ بن ابی سفیان کے نام۔

سلام علیکم: میں اس اللہ جؔ کی حمد کرتا ہوں کہ جس کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے۔

امّا بعد: تم پر واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام عالمین کے لیے رحمت اور مومنین کے لیے احسان بنا کر بھیجا، اور آنحضرتؐ نے کارِ رسالت کو بدرجۂ اتم انجام دیا، اس میں کوئی کوتاہی نہیں کی جب آپؐ کے ذریعے اللہ تعالیٰ حق کو ظاہر کر چکا اور شرک کو مٹا چکا تو قبیلۂ قریش کو

ایک خصوصیت سے نوازا اور یہ کہا:

" اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ " (سورۃ الزخرف آیت ۴۴)

(بیشک یہ ذکر تمہارے لیے ہے اور تمہاری قوم کے لیے بھی ہے)

پھر جب آنحضرت ؐ نے وفات پائی تو آپ ؐ کی سلطنت وحکومت کے لیے اہلِ عرب میں نزاع شروع ہوگئی تو قبیلۂ قریش نے ان کے سامنے یہ دلیل پیش کی کہ ہم لوگ اُن ؐ کے قبیلہ کے ہیں، اُن ؐ کے خاندان کے ہیں۔ لہٰذا ہم لوگ اُن ؐ کے وارث ہیں، تم لوگوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ محمد ؐ کی سلطنت وحکومت کے لیے ہم سے جھگڑا کرو۔ اہلِ عرب نے دیکھا قریش بات توصحیح کہتے ہیں، جو لوگ محمد ؐ کی سلطنت کے لیے ان سے جھگڑیں گے ان کے مقابلے میں قریش کی حجت ودلیل کی کوئی رد نہیں۔ لہٰذا اہلِ عرب خاموش ہوگئے اور یہ سلطنت وحکومت انھوں نے قبیلۂ قریش کے سپرد کردی۔

پھر جو دلیل قریش نے اہلِ عرب کے سامنے پیش کی تھی وہی دلیل ہم لوگوں نے قریش کے سامنے پیش کی۔ تو اُنھوں نے وہ انصاف ہمارے ساتھ نہیں کیا جو عرب والوں نے اُن کے ساتھ کیا تھا۔ ان لوگوں نے یہ حکومت اہلِ عرب کے مقابلے میں اس دلیل اور اس انصاف پر پائی، مگر جب ہم آلِ محمد ؐ نے وہی دلیل اُن کے سامنے پیش کی اور ان سے انصاف کے طالب ہوئے تو اُنھوں نے ہمیں بھگا دیا اور ہم لوگوں پر ظلم کیا اور ناانصافی کرنے پر سب کے سب متحد ہوگئے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی ایک وعدہ گاہِ انصاف ہے اور وہی حاکم و مددگار ہے۔

جن لوگوں نے ہمارے حق کو اور ہمارے نبی ؐ کی حکومت کو ہم سے چھینا وہ خواہ کتنے ہی صاحبِ فضیلت اور سابق الاسلام رہے ہوں، ہمیں اُن پر تعجب ہے کہ یہ ناانصافی اُنھوں نے کیسے کی؟ اور ہم لوگ اس وقت خاموش رہے جھگڑا آگے نہیں بڑھایا، اس خوف سے کہ منافقین اس جھگڑے سے فائدہ اُٹھائیں گے اور دین میں فساد پھیلائیں گے۔

مگر آج تو اے معاویہ! تجھ پر ہر شخص کو تعجب ہوگا کہ تو ایک ایسی چیز کی طرف لپک رہا ہے جس کا تو اہل نہیں ہے، نہ تجھے کوئی دینی فضیلت حاصل ہے اور نہ تو اسلام میں کوئی ممدوح شخصیت ہے۔ تو عرب کے گروہوں میں سے ایک گروہ کا فرزند ہے، تو قریش میں ان لوگوں کا فرزند ہے جو رسول اللہ ؐ کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ اللہ تعالیٰ ہی تجھ سے اس کا حساب لے گا۔ تو جب عنقریب واپس جائے گا تو تجھے معلوم ہوجائے گا کہ آخرت کا گھر کس کے لیے ہے۔ بخدا، تو عنقریب اپنے رب کے دربار میں حاضر ہوگا اور وہ تجھے تیرے ان اعمال کا بدلہ دے گا جو تو اپنے جانے سے پہلے بھیج چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے۔

(میرے پدرِ عالی قدر) حضرت علی علیہ السّلام نے شہادت پائی اُن پر اللہ کی رحمت ہو جس دم آپ کی روح قبض ہوئی، جس دن آپ پر اللہ نے اسلام کے ذریعے احسان فرمایا، اور جس دن وہ پھر زندہ اُٹھائے جائیں گے، ان کے بعد مسلمانوں نے اُن کی حکومت کا مجھے والی بنایا۔ مَیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اِس مٹنے والی دنیا سے کوئی ایسی چیز نہ دے جس سے میری آخرت کی نعمات میں کمی ہو۔

مَیں یہ خط تجھے اس لیے لکھ رہا ہوں تاکہ مَیں تیرے معاملے میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بَری الذمہ ہو جاؤں۔ دیکھ! اگر تو میری بات مان جاتا ہے تو تجھے آخرت میں اجرِ عظیم ملے گا اور اس میں اُمّتِ مسلمہ کی بھلائی بھی ہوگی۔ باطل پر ضد اور ہٹ دھرمی چھوڑ دے اور جس طرح تمام مسلمانوں نے میری بیعت کی ہے اسی طرح تو بھی بیعت کر لے، اس لیے کہ تو خود جانتا ہے کہ مَیں اِس امرِ خلافت کا سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک حقدار ہوں، بلکہ ہر اُس شخص کے نزدیک بھی جس کا دل تقویٰ و انابت کی طرف مائل ہے۔

معاویہ! دیکھ، خدا سے ڈر، سرکشی چھوڑ اور مسلمانوں کو خونریزی سے بچا۔ بخدا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تجھے اس خونریزی سے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ تسلیم و اطاعت کی منزل کی جانب قدم بڑھا اور اُس شخص سے جھگڑا نہ کر جو امرِ خلافت کا سب سے زیادہ حقدار ہے تاکہ جنگ و عناد کی بھڑکتی ہوئی آگ ٹھنڈی پڑ جائے۔ یہ بھی گوش گذار کیے دیتا ہوں کہ اگر تُو نے انکار کیا اور اپنی سرکشی اور گمراہی پر جما رہا تو مَیں مسلمانوں کی فوج لیکر تیرے علاقے میں اُترنے ہی والا ہوں، پھر اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور یقیناً وہی تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

معاویہ کا جواب:

معاویہ نے امام حسن علیہ السّلام کے اس خط کے جواب میں یہ لکھا:

تم نے جو مجھے صلح اور امن و آشتی کی دعوت دی ہے اُسے مَیں سمجھا لیکن اگر میں یہ سمجھتا کہ تم رعایا پر مجھ سے زیادہ نظم و ضبط قائم رکھ سکتے ہو اور اس اُمّت کے معاملے میں تم مجھ سے زیادہ احتیاط سے کام لے سکتے ہو، مجھ سے بہتر سیاست کر سکتے ہو اور تمام مال و دولت کو مجھ سے زیادہ قوّت کے ساتھ سنبھال سکتے ہو اور دشمنوں کے مقابلے کی تم مجھ سے بہتر تدبیر کر سکتے ہو، تو یقیناً مَیں تمھاری دعوت کو قبول کر لیتا، اور تمھیں اِس خلافت کا اہل سمجھتا۔ لیکن مجھے معلوم ہے، مَیں تم سے زیادہ طویل عرصے تک والی رہا ہوں۔ اِس اُمّت

کا تم سے زیادہ مجھے تجربہ ہے۔ مَیں تم سے زیادہ مُسن ہوں اس لیے مَیں اس امر کا زیادہ حقدار ہوں، تم نے جس حکومت و خلافت کے تسلیم کرنے کی مجھے دعوت دی ہے، اس حکومت و خلافت کے لیے تم مجھے تسلیم کرو، میری اطاعت کرو اور میرے بعد امامت و خلافت تمھارے لیے ہوگی۔ نیز اہلِ عراق کے بیت المال میں اس وقت جتنی رقم ہے وہ سب تمھاری ہے جہاں چاہو لے جاؤ اور عراق کے جس صوبے کا بھی تم چاہو اس کا خراج اپنی گذر بسر کے لیے لیتے رہنا تمھیں ہر سال پہنچتا رہے گا۔

اُمّید ہے کہ تم میری اطاعت سے روگردانی نہ کروگے۔ اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت پر میری اور تمھاری دونوں کی مدد فرمائے۔ وَالسَّلام:

جندب کا بیان ہے کہ جب میں معاویہ کا یہ جوابی خط لیکر امام حسن علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ: وہ شخص آپؑ پر فوج کشی کی تیاری کر رہا ہے بہتر یہ ہے کہ آپؑ اپنا لشکر لے کر آگے بڑھ جائیں تاکہ جنگ اس کی سرحد میں ہو، اور اگر آپؑ کا یہ خیال ہے کہ ہم اس کو اپنا مطیع و منقاد بنا کر رہیں گے، تو اس کے لیے آپؑ کو صفین سے بھی بڑی جنگ لڑنی پڑے گی۔

آپؑ نے فرمایا: دیکھو! مَیں کچھ کروں گا۔

پھر اُنھوں نے میرا مشورہ قبول نہیں کیا اور اسے بھلا دیا۔

(مقاتل الطّالبین ص۳۷ تا ص۴۰)

(۲) ــــ امام حسن و امام حسین علیہما السّلام معاویہ کو اچھا نہیں سمجھتے تھے

ابنِ علوان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اور آپؑ نے اپنے پدرِ بزرگوار سے روایت کی ہے۔ آپؑ نے بیان فرمایا کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام اور حضرت امام حسین علیہ السّلام دونوں معاویہ پر تنقید بھی کیا کرتے، اسے بُرا بھی کہتے اور اس کا جزیہ بھی قبول کیا کرتے تھے۔ (قرب الاسناد)

(۳) ــــ صلح کے بعد امام حسنؑ کا خطبہ

صلح کے بعد معاویہ نے امام حسن علیہ السّلام سے کہا: ذرا کچھ ہم لوگوں کے فضائل

بیان کیجیے۔

یہ سُن کر آپؑ اُٹھے اور منبر پر تشریف فرما ہو کر پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے، پھر محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجا اس کے بعد فرمایا:

اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے، مگر جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے کہ میں کون ہوں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا فرزند حسنؑ ہوں، میں بشیر و نذیر کا فرزند ہوں، میں اُس کا فرزند ہوں جو رسالت کے لیے منتخب ہوا۔ میں اُس کا فرزند ہوں جس پر ملائکہ درود بھیجتے ہیں، میں اُس کا فرزند ہوں جس کے صدقے میں اِس اُمّت کو شرف ملا۔ میں اُس کا فرزند ہوں جن کے پاس جبرئیل امین اللہ کا پیغام لیکر نازل ہوا کرتے تھے، میں اُس کا فرزند ہوں جو تمام عالمین کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا۔

اتنا سُن کر معاویہ اپنی دیرینہ عداوت و حسد کو نہ چھپا سکا اور بولا:

اے حسنؑ! ذرا رُطب (کھجور) کی تعریف کیجیے کہ وہ کیسے پیدا ہوتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہوا اس کو بارآور کرتی ہے، سورج اس کو گدراتا ہے، چاند اس میں رنگ پیدا کرتا ہے، گرمی اس کو پکاتی ہے اور رات اس میں ٹھنڈک پیدا کرتی ہے۔

یہ کہہ کر آپؑ پھر اپنے سلسلۂ کلام کی طرف پلٹ گئے اور فرمایا:

میں اُس کا فرزند ہوں جس کی دعا اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوئی، میں اس کا فرزند ہوں جو اپنے اور اپنے رب کے درمیان دو کمانوں کا فاصلہ رکھتا تھا یا اس سے بھی کم، میں اس کا فرزند ہوں جس کے سامنے قبیلۂ قریش مجبور ہو کر جھکے، میں اس کا فرزند ہوں جس کا اتباع کرنے والا خوش نصیب اور انھیں چھوڑنے والا بدنصیب ہے، میں اس کا فرزند ہوں جس کے پاس آسمان کی خبریں مسلسل آتی رہیں۔ میں اُن کا فرزند ہوں جن سے اللہ نے رجس کو دُور رکھا ہے اور انھیں پاک رکھا ہے جو پاک رکھنے کا حق ہے۔ (ابھی آپؑ نے یہیں تک کہا تھا کہ)

معاویہ پھر بولا۔ اے حسنؑ! میرا خیال ہے کہ تمھارا نفس تم کو خلافت کے لیے اُبھار رہا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اے معاویہ! وائے ہو تجھ پر، خلیفہ وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سیرت پر چلے اور حکم خدا پر عمل کرے اور میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم لوگ ہدایت کے پرچم ہیں اور تقویٰ کے مینار ہیں اور تو اے معاویہ! سنّتوں کو مٹانے والا اور بدعتوں کو زندہ کرنے والا ہے، تو نے اللہ کے بندوں کو اپنا غلام و کنیز سمجھ لیا ہے، دینِ خدا کو کھیل جانتا ہے لیکن دیکھ! جس نشے میں تو ہے وہ ہرن ہو جائے گا، اب تیری زندگی تھوڑی سی ہے مگر اس کا عذا

ہمیشہ باقی رہ جائے گا۔

اے معاویہ! خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ نے دو مُلک پیدا کیے ہیں ایک مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں۔ ایک کا نام جابلقا ہے اور دوسرے کا نام جابلسا ہے اور ان دونوں میں ہمارے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کوئی دوسرا رسول نہیں بھیجا گیا۔

شبِ قدر کون سی شب ہے ؟

(دورانِ خطبۂ امام حسنؑ) معاویہ نے پھر کہا، اچھا، اے ابو محمدؑ! ہمیں یہ بتائیے کہ شبِ قدر کون سی شب ہے ؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں، اس طرح کے مسائل پوچھا کرو۔ سنو! اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا کیے، سات زمینیں پیدا کیں، جنوں کو سات سے پیدا کیا اور انسانوں کو سات سے پیدا کیا۔ لہٰذا تم شبِ قدر کو ۲۳ رسے ۲۷ رتک کے درمیان تلاش کرو۔

اس کے بعد آپؑ وہاں سے اُٹھ کر چلے آئے۔ (تحفۃ العقول)

خطبۂ امام حسنؑ بروایت ابنِ ابی الحدید

ابنِ ابی الحدید معتزلی کا بیان ہے کہ ابوالحسن مدائنی نے روایت کی ہے کہ صلح کے بعد معاویہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے کہا کہ آپؑ لوگوں کے سامنے کوئی خطبہ دیں۔

آپؑ نے اس سے انکار کیا تو اُس نے قسم دے کر کہا۔ جب آپؑ مجبور ہوئے تو آپؑ کے لیے ایک کرسی رکھی گئی۔ آپؑ اس پر تشریف فرما ہوئے اس کے بعد فرمایا:

حمد اُس خدا کی جو اپنے مُلک کا اکیلا مالک ہے اور اپنی ربوبیت میں واحد و یکتا ہے۔ وہ جسے چاہے مُلک عطا کرے اور جس سے چاہے چھین لے اُس خدا کی حمد جس نے ہماری وجہ سے تم مومنین کو مکرّم کیا۔ تمھارے اوّلین کو شرک سے نکالا، تمھارے آخرین کو خونریزی سے بچایا۔ تم لوگوں کے سامنے ہم پہلے بھی سخت مصائب میں مبتلا تھے اور اب بھی ہیں خواہ تم لوگ شکر گذار بنو یا ناشکری کرو۔

اے لوگو! علیؑ کے رب نے جس وقت علیؑ کی روح قبض کی اس وقت وہ علیؑ کو سب سے زیادہ جانتا تھا۔ اُن کو ایسے فضائل سے مختص کیا کہ وہ فضائل تم میں نہیں ہیں اور

نہ تم آئندہ وہ فضائل پا سکتے ہو۔

افسوس، افسوس، غور کرو کتنے عرصے تک تم لوگوں نے ان کے امور کو تہہ و بالا کرنے کی کوشش کی مگر اللہؐ نے ان کی بات اونچی ہی رکھی۔ انھوں نے بدر اور دیگر غزوات میں تم لوگوں سے جنگ کی، تمھیں جرعہ ہائے تلخ پلائے، تمھاری گردنیں جھکا دیں، لہٰذا اگر تم لوگ ان سے بغض رکھو تو کیا یہ قابلِ ملامت نہیں۔

خدا کی قسم اس اُمّتِ محمدی کی قیادت اور سیادت جبتک بنی اُمیہ میں رہے گی، کبھی آسودہ حالی نہیں دیکھ سکتے، چونکہ تم لوگوں نے طاغوت کی اطاعت کرلی اور اب اپنے شیاطین کی طرف مائل ہو، اس لیے اللہؐ نے تم لوگوں کو ایسے فتنے میں مبتلا کر دیا ہے جس سے تم بغیر ہلاک ہوئے نہیں بچ سکتے۔ خیر تم لوگوں نے اپنی رغبتِ بد اور کوتاہیٔ عقل کی وجہ سے جو کچھ ماضی میں کیا یا آئندہ کرو گے اس کا حساب اللہؐ کے سامنے دینا ہوگا۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

اے اہلِ کوفہ! کل تم سے ایک ایسا شخص جُدا ہوا جو اللہؐ کے تیروں میں سے ایک ایسا تیر تھا جو اللہؐ کے دشمنوں کو ٹھیک اپنا نشانہ بناتا تھا۔ قریش کے فاسق و فاجر لوگوں کے لیے تباہی و بربادی کا سبب تھا۔ وہ ہمیشہ ان کی گردنیں پکڑ کر سینے پر سوار ہو جاتا تھا، وہ نہ اللہ تعالےٰ کے معاملے میں کبھی لائقِ ملامت رہا، نہ مالِ خدا میں کبھی بددیانتی کرتا تھا، نہ دشمنانِ خدا سے جنگ میں اُس نے کبھی منھ موڑا۔ اُس نے کتابِ خدا کے اصل مقصد کو پورا کیا۔ قرآن کے ہر حکم کو قبول کیا اُس کی رہنمائی پر گامزن رہا اور نہ اللہؐ کے معاملے میں اُس نے کسی ملامت کرنے والے کی پرواکی۔ اللہ تعالیٰ اُن پر اپنی طرف سے دُرود اور رحمت نازل فرمائے۔

معاویہ نے آپؑ کے اس خطبے کو سن کر کہا۔ جلد باز اکثر غلطی کر بیٹھتا ہے اور تاخیر سے کام لینے والا اکثر صحیح اقدام کرتا ہے۔ واقعاً مجھے کیا ضرورت پڑی تھی کہ میں نے جلد بازی میں امام حسنؑ سے خطبے کی فرمائش کر دی۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید)

۴ — امام حسنؑ سے اہلِ لشکر کی غدّاری

حارث ہمدانی سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد لوگ حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور بولے: آپؑ اپنے پدرِ بزرگوار کے نائب اور اُن کے وصی ہیں۔ ہم لوگ آپؑ کی بات سُنیں گے اور آپؑ کی اطاعت کریں گے اب آپؑ حکم فرمائیں۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ جھوٹے ہو، جب تم لوگوں نے اُس کے ساتھ وفا نہ کی جو مجھ سے بہتر تھا تو پھر میرے ساتھ کیا وفا کروگے۔ تم لوگوں کی بات پر میں کیسے اطمینان اور بھروسہ کروں۔ اچھا، اگر تم سچے ہو تو لشکر گاہِ مدائن ہماری اور تمہاری وعدہ گاہ ہے وہاں مجھ سے ملاقات کرو۔

یہ کہہ کر آپؑ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور آپؑ کے ساتھ جو لوگ جانا چاہتے تھے وہ بھی اپنی سواریوں پر بیٹھ گئے، مگر اکثریت نے ساتھ چھوڑ دیا، جو کہا تھا اس پر قائم نہیں رہے جو وعدہ کیا تھا اُس کو پورا نہیں کیا اور جس طرح اِس سے پہلے اِن لوگوں نے امیرالمومنین علیہ السلام سے دھوکا کیا تھا اسی طرح امام حسن علیہ السلام سے بھی دھوکا کیا۔

جب آپؑ نے یہ حال دیکھا تو کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا۔ اس میں فرمایا:

"آخر تم لوگوں نے ہمارے ساتھ بھی وہی دھوکا کیا جو مجھ سے پہلے (امیرالمومنینؑ) کے ساتھ دھوکا کر چکے ہو۔ اچھا یہ بتاؤ کہ مجھے چھوڑنے کے بعد تم لوگ کس امام کی ہمراہی و معیّت میں جنگ کروگے۔ کیا اس کافر و ظالم کے ساتھ رہ کر جو کبھی اللہؐ اور اس کے رسولؐ پر ایمان ہی نہیں لایا اور اس نے اور بنی اُمیہ نے اپنے کو مسلمان ظاہر بھی کیا تو صرف تلوار کے ڈر سے۔

دیکھو! اگر بنی امیہ کا کوئی فرد باقی نہ رہ جائے صرف اس میں سے ایک بوڑھی عورت کہ جس کے منہ میں دانت بھی نہ ہو تو وہ باقی رہ جائے وہ بھی دینِ خدا سے روگردانی کرے گی۔ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے (کسی غیر کا نہیں)

پھر آپؑ نے چار ہزار کے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ فرمایا جو بنی کندہ پر مشتمل تھا اور اُسے حکم دیا کہ آگے بڑھ کر مقامِ ابنار پر پڑاؤ ڈالے اور جبتک میرا کوئی حکم نہ پہنچے تم لوگ کوئی اقدام نہ کرنا۔

غرض جب اس لشکر نے وہاں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اور معاویہ کو خبر ہوئی تو اس نے سردارِ لشکر کندہ کے پاس قاصد بھیج کر کہلایا کہ اگر تم ہمارے پاس آجاؤ تو میں تم کو شام و جزیرہ کے کسی علاقے کا والی بنادوں گا۔

نیز اس کے پاس پانچ لاکھ درہم بھی بھیجے۔ اس دشمنِ خدا کندی سردار نے درہم لے لیے اور امام حسن علیہ السلام کا ساتھ چھوڑ کر اپنے مخصوصین واہلِ خاندان میں سے دوسو آدمیوں کے ساتھ معاویہ سے جا ملا۔

یہ خبر جب امام حسن علیہ السلام کو پہنچی تو آپؑ نے ایک خطبہ دیا اور فرمایا:

اے لوگو سنو! وہ کندی معاویہ سے جا ملا، اُس نے میرے اور تمھارے ساتھ

غداری کی ہے۔ دیکھو! مَیں تم لوگوں کو بار بار بتا چکا ہوں کہ تم لوگوں میں وفا نہیں ہے، تم دنیا کے بندے ہو مگر مَیں اس کی جگہ دوسرے شخص کو بھیجوں گا اور مجھے معلوم ہے وہ شخص بھی ہمارے ساتھ وہی کرے گا جو اُس کا ساتھی کر چکا ہے، وہ ہمارے معاملے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا کوئی پاس و لحاظ نہ کرے گا۔

پھر آپؑ نے قبیلۂ مراد کے ایک شخص کو چار ہزار کا لشکر دے کر بھیجا اور لوگوں کے سامنے اس کو کھڑا کر کے اُسے تاکید کی، پھر مجمع کو یہ بھی بتایا کہ کندی کی طرح یہ بھی غداری کرے گا۔ مگر اس نے سب کے سامنے حلف سے کہا کہ مَیں ایسا نہیں کروں گا۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: دیکھ لینا، یہ بھی غداری کرے گا۔

اب جبکہ یہ مرادی چار ہزار کا لشکر لے کر انبار پہنچا تو معاویہ نے اس کے پاس بھی اپنے قاصد بھیجے اور وہی لکھا جو اس سے پہلے اس مردِ کندی کو لکھ چکا تھا اور اس کے پاس بھی پانچ لاکھ درہم بھیجے اور وعدہ کیا کہ شام اور جزیرہ میں جو علاقہ تو پسند کرے گا میں تجھے اس کا والی بنا دوں گا۔

چنانچہ اس مرادی نے بھی امام حسن علیہ السلام کا ساتھ چھوڑا اور معاویہ سے جا ملا۔ اس نے اپنے عہد و حلف کا بھی لحاظ نہ کیا۔ یہ اطلاع جب امام حسن علیہ السلام کے پاس پہنچی تو آپؑ نے پھر مجمع کو خطاب فرمایا، اور کہا: میں بار بار تم کو بتا چکا ہوں کہ تم لوگ اللہ کے عہد کو پورا نہ کرو گے، اور دیکھو! وہ تمہارا قبیلۂ مراد کا ساتھی بھی ہم سب سے غداری کر گیا اور معاویہ کی طرف چلا گیا۔

اس کے بعد معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کو خط لکھا کہ:

"اے ابنِ عم! آپؑ ہمارے اور اپنے درمیان قرابت کا لحاظ کریں دیکھیں کہ لوگوں نے اس سے پہلے آپؑ کے پدرِ بزرگوار سے غداری کی تھی اسی طرح آپؑ سے بھی غداری کی ہے۔"

ادھر مجمع نے امام حسن علیہ السلام سے کہا کہ صرف چند آدمیوں کی غداری اور بدعہدی سے کیا ہوتا ہے جبکہ ہم سب لوگ آپؑ کے ساتھ ہیں۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اچھا، میں ایک بار تمہیں پھر موقع دیتا ہوں اگرچہ یہ مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ بھی غداری سے باز نہ آؤ گے، اب ہمارا پڑاؤ مقامِ نخیلہ میں ہوگا، وہاں اگر مجھ سے ملو تو بہتر ہے مگر بخدا، مَیں جانتا ہوں کہ تم عہد کو پورا نہ کرو گے اور پیماں شکنی کرو گے۔

اس کے بعد امام حسن علیہ السلام نخیلہ کی جانب روانہ ہوئے وہاں آپؑ

نے دس دن تک قیام فرمایا، مگر وہاں چار ہزار آدمیوں کے سوا اور کوئی نہیں پہنچا۔ انتظارِ بسیار کے بعد آپؑ کوفہ کی جانب واپس ہوئے اور برسرِ منبر ایک خطبہ دیا کہ:

”بڑا تعجب ہے اس قوم سے جس کو نہ کوئی شرم و حیا ہے اور نہ جس کا کوئی دین ہے۔ خدا کی قسم اگر میں یہ امرِ حکومت اِس (معاویہ) کے سپرد کر دوں تو تم لوگوں کو بنی امیّہ کے ہاتھوں تا ابد چین نصیب نہ ہو گا۔ خدا کی قسم، یہ لوگ تم کو اس قدر ستائیں گے کہ تم لوگ تمنّا کرو گے کہ کاش تم پر اس کے بدلے کسی حبشی کی حکومت ہوتی۔ خیر، اگر ہم تم لوگوں کو اپنا مُعین و مددگار پاتے تو ہرگز حکومت اس کے حوالے نہ کرتے۔ اس لیے کہ یہ بنی امیّہ کے لیے حرام ہے مگر اے دنیا کے بندو! تم پر تُف ہے۔“

پھر اہلِ کوفہ میں سے اکثر نے معاویہ کو خط لکھا کہ ہم لوگ تمھارے ساتھ ہیں اگر تم چاہو تو ہم لوگ امام حسنؑ کو گرفتار کر کے تمھارے پاس بھیج دیں۔

اس کے بعد ان لوگوں نے امام حسنؑ کے خیمے پر حملہ کر دیا، اُسے لوٹ لیا اور اُن پر کسی اسلحہ سے وار کر کے زخمی کر دیا۔

پھر امام حسن علیہ السّلام نے معاویہ کو اس کے خط کے جواب میں لکھا:

”یاد رکھو! یہ حکومت یہ خلافت صرف میرا اور میرے اہلِ بیت کا حق ہے اور تیرے لیے اور تیرے خاندان کے لیے حرام ہے۔ یہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے خود سُنا ہے:“

خدا کی قسم اگر میں ایسے لوگوں کو پاتا جو میرے حق کو پہچانتے اس سے انکار نہ کرتے اور حق پر ثابت قدم ہوتے تو ہرگز یہ حکومت تیرے حوالے نہ کرتا اور تجھے تیری اس سرکشی کا مزا چکھا دیتا۔

اس کے بعد آپؑ کوفہ واپس آ گئے۔ (الخرائج والجرائح)

(۵) اہلِ عراق کی غداری اور امامؑ کا معاویہ سے صلح پر مجبور ہونا

جب معاویہ بن ابی سفیان کو یہ خبر ملی کہ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ نے شہادت پائی اور لوگوں نے ان کے فرزند امام حسن علیہ السّلام کی بیعت کر لی ہے

تو اس نے قبیلۂ حمیر کے ایک شخص کو جاسوس بنا کر کوفہ میں اور بنی قین میں سے ایک شخص کو جاسوس بنا کر بصرہ روانہ کیا، تاکہ یہ لوگ وہاں کے حالات سے بذریعۂ تحریر مطلع کرتے رہیں اور امام حسن علیہ السلام کے خلاف سازشیں کریں۔

امام حسن علیہ السلام کو اس کا علم ہو گیا۔ آپؑ نے حکم دیا کہ حمیری کو کوفہ میں بنی لحام سے اور قینی کو بنی سلیم سے نکالا جائے۔

چنانچہ انھیں تلاش کیا گیا اور ان کی گردنیں ماری گئیں۔

اس کے بعد آپؑ نے معاویہ کو خط لکھا: امّا بعد: تم نے لوگوں کو بہکانے اور سازش کرنے کے لیے اپنے آدمی بھیجے اور لوگ دیکھ رہے ہیں کہ گویا تم ٹکرانا چاہتے ہو اور مجھے بھی اس کا یقین ہے۔ لہٰذا انتظار کرو۔ انشاء اللہ۔

معاویہ نے آپؑ کے خط کا جواب دیا: جس کی تفصیل کی یہاں چنداں ضرورت نہیں اور اس کے بعد امام حسن علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان متعدد خطوط و مراسلات آتے اور گئے۔ جن میں امام حسن علیہ السلام نے اپنے استحقاقِ حکومت کی دلیلیں اپنے پدرِ بزرگوار پر جن لوگوں نے تقدم حاصل کیا اور ابنِ عمِ رسولؐ کی حکومت کو جن لوگوں نے چھین لینا چاہا، اُن پر تنقید فرمائی کہ جن کی تفصیل باعثِ طوالت ہے۔

اس کے بعد معاویہ نے عراق کا قصد کیا تاکہ اس پر قبضہ کرے۔ چنانچہ جب وہ جسر منبج تک پہنچ گیا (جو حدودِ شام میں حلب سے دس فرسخ پر واقع ہے) تو امام حسنؑ نے بھی اپنی جگہ سے حرکت فرمائی اور حجر بن عدیؓ کو روانہ کیا تاکہ تمام عُمّال کو کوچ کا حکم دے اور لوگوں کو جہاد کے لیے آمادہ کرے۔ پہلے تو لوگوں نے سستی دکھائی، پھر آمادہ ہوئے۔ آپؑ کے پاس مخلوط قسم کی فوج جمع ہو گئی۔ کچھ ان میں آپ کے اور آپؑ کے پدرِ بزرگوار کے دوستدار تھے کچھ ان میں حکمیں کی رائے پر تھے جو قتال پر معاویہ کو ترجیح دیتے تھے، کچھ فساد برپا کرنے والے عناصر تھے جو مالِ غنیمت کی طمع میں ساتھ ہو گئے تھے۔ بعض لوگ شک میں مبتلا تھے کہ حق کدھر ہے بعض اپنے روسائے قبیلہ کی اتباع میں آئے تھے جنھیں دین سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

الغرض امام حسن علیہ السلام اپنی فوج کو لیے ہوئے حمامِ عمر پہنچے، پھر دیرِ کعب کا راستہ لیا اور ساباط میں پل سے ہٹ کر منزل کی۔ وہاں شب بسر فرمائی۔ جب صبح ہوئی تو ارادہ ہوا کہ اپنے ساتھیوں کو آزما کر دیکھیں کہ وہ کہاں تک میری اطاعت میں پختہ ہیں اور یہ کہ دوست اور دشمن میں امتیاز ہو جائے اور معاویہ اور اہلِ شام سے مقابلہ اور جنگ کی صورت میں اپنی بصیرت پر عمل کریں۔

لہٰذا آپؑ نے حکم دیا کہ نمازِ جماعت کے لیے اعلان کر دیا جائے۔ اور جب سب لوگ جمع ہو گئے تو منبر پر گئے اور ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا

"اللہ ہی سزاوارِ حمد ہے جب کبھی بھی حمد کرنے والے حمد کریں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اس اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں، جب بھی گواہی دینے والے اس کی گواہی دیں' نیز میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں جن کو اللہ نے حق کے ساتھ بشارت دینے والا بنا کر بھیجا اور ان کو اپنی وحی کا امانت دار بنایا' اللہ ان پر اور ان کی آل پر دُرود بھیجے۔

امابعد' بخدا میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے فضل و کرم سے اللہ کی مخلوق کو سب سے زیادہ نصیحت کرنے والا ہو جاؤں، نہ کسی مسلمان سے کینہ رکھوں نہ کسی کا بُرا چاہوں۔ سُنو! وہ باہمی اتحاد جسے تم ناپسند کر رہے ہو وہ تمھارے لیے اس افتراق سے بہتر ہے جس کو تم لوگ پسند کرتے ہو۔ اور یہ بھی سمجھ لو کہ میں تم لوگوں کے لیے تم سے بہتر نگاہ رکھتا ہوں لہٰذا میرے حکم کی مخالفت اور میری رائے کو مسترد نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ میری اور تم لوگوں کی مغفرت فرمائے اور ہمیں اور تمھیں ایسی شے کی طرف رہنمائی فرمائے جس میں اس کی رضا و مشیت ہو۔

راوی کا بیان ہے کہ آپؑ کے یہ فقرات سُن کر مجمع میں سے لوگ ایک دوسرے کو تکنے لگے اور بولے کیا خیال ہے؟ ان کے اس کہنے کا کیا مطلب نکل رہا ہے؟

کچھ لوگوں نے کہا ہمارا تو یہ خیال ہے کہ ان کا ارادہ معاویہ سے صلح کر لینے اور اسے حکومت سپرد کر دینے کا ہے۔

یہ سن کر مجمعے سے آواز آئی' پھر تو بخدا یہ شخص کافر ہو گیا'

یہ کہہ کر لوگوں نے آپؑ کے خیمے پر حملہ کر دیا' اسے لُوٹ لیا یہانتک کہ وہ مصلّیٰ جس پر آپؑ محوِ عبادت تھے نیچے سے گھسیٹ لیا۔ پھر عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن جعال ازدی نے بڑھ کر آپؑ کے دوش سے ردا چھین لی اور بغیر ردا صرف تلوار لٹکائے ہوئے باقی رہ گئے۔

چنانچہ آپؑ نے اپنی سواری کا گھوڑا طلب کیا اور اس پر بیٹھ گئے' آپؑ کے گرد آپؑ کے شیعوں اور مخصوصین نے حلقہ کر لیا' اور آپؑ پر حملہ آوروں کو دفع کرتے رہے۔

آپؑ نے حکم دیا کہ اہلِ ربیعہ و ہمدان کو بُلاؤ۔

وہ لوگ آ کر آپؑ کے گرد حلقہ بند ہو گئے اور اسی طرح وہ سب لوگوں کے حملوں کا دفاع کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔

جب آپؑ کا گذر مظلم ساباط سے ہوا تو بنی اسد کا ایک شخص جراح بن سنان نامی آپؑ کی طرف تیزی سے دوڑتا ہوا آیا اور آپؑ کے گھوڑے کی لجام پکڑ کر برچھی سے آپؑ کی ران پر حملہ کردیا جو آپؑ کی ران کو چیرتی ہوئی ہڈی تک اتر گئی۔ امام حسنؑ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کے گلے میں ڈال دیا اور دونوں زمین پر گر گئے۔ اتنے میں امام حسنؑ کے شیعوں میں سے عبداللہ بن خطل طائی نام کے ایک شخص نے جھپٹ کر اُس کے ہاتھ سے برچھی چھین لی اور اس سے اُس کے پیٹ پر دھکا دیا کہ اتنے میں اُس کا ساتھی ظبیان بن عمارہ اس پر گر پڑا اور اس کی ناک کٹ گئی جس سے وہ مر گیا۔ اور دوسرے کو گرفتار کر کے قتل کردیا گیا۔

اب امام حسن علیہ السلام کو ایک چارپائی پر اُٹھا کر مدائن لایا گیا اور آپؑ کو سعد بن مسعود ثقفی کے یہاں لایا گیا جو امیرالمومنین علیہ السلام کے زمانے میں وہاں کا عامل تھا اور امام حسن علیہ السلام نے اُسے برقرار رکھا تھا۔ وہاں امام حسن علیہ السلام نے خود اپنے زخم کا علاج کیا

پھر روسائے قبائل نے درپردہ معاویہ کو خطوط لکھے، اُس کو اپنی اطاعت کا یقین دلایا اور اُسے اس طرف آنے کی دعوت دی، اور لکھا کہ ہم لوگ ضامن ہیں کہ جب تیرا لشکر قریب آجائے گا تو ہم لوگ امام حسن علیہ السلام کو پکڑ کر تیرے حوالے کردیں گے یا دھوکے سے انھیں قتل کردیں گے۔

اس کی اطّلاع امام حسن علیہ السلام کو ملی۔ پھر قیس بن سعد کا خط بھی آپؑ کو موصول ہوا، جس کو آپؑ نے عبیداللہ بن عبّاس کے کوفہ سے روانگی کے وقت اس کے ساتھ کردیا تھا اور حکم دیا تھا کہ اس کو اپنی سرحد میں داخل نہ ہونے دے اور اگر اس گیرودار میں وہ کام آجائے تو اس کی جگہ قیس بن سعد امیرِ لشکر رہے گا۔

قیس بن سعد کے خط سے آپؑ کو یہ اطّلاع ملی کہ ان لوگوں نے معاویہ کو مقامِ حبونیہ پر جو مسکن کے بالمقابل ہے وہاں اُتارا ہے اور معاویہ نے عبیداللہ بن عبّاس کو اپنی طرف آجانے کی لالچ دلائی اور ایک لاکھ درہم دینے کو کہا، جس میں نصف فوراً دے گا اور نصف کوفہ میں داخل ہونے کے بعد۔

چنانچہ عبیداللہ بن عبّاس راتوں رات چپکے سے اپنے مخصوصین کے ساتھ معاویہ کے لشکر میں چلا گیا۔ جب صبح ہوئی تو فوج نے دیکھا کہ ان کا امیر ہی غائب ہے۔ پھر قیس بن سعد نے ان کو نماز پڑھائی اور ان کے امور کے نگراں بن گئے۔

اب امام حسن علیہ السلام کو مزید احساس ہوا کہ قوم نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا اور اہلِ حکمین کی نیّتیں خراب ہیں اس لیے وہ سب آپؑ کو بُرا کہتے، کافر قرار دیتے ہیں

اور آپؑ کے خون کو حلال گردانتے ہیں اور اسی لیے ان لوگوں نے آپؑ کا سارا مال و اسباب لُوٹ لیا ہے اور اب آپؑ کے ساتھ آپؑ کے اور آپؑ کے پدرِ بزرگوار کے چند مخصوصین اور شیعوں کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں جو اِن اہلِ حکمین کے فریب میں نہ آیا ہو۔ یہ اتنی کم تعداد میں ہیں کہ شام کی فوجوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

پھر معاویہ نے آپ کو جنگ بندی اور صلح کے لیے خط لکھا اور اُس نے وہاں خطوط بھیج دیے جو امام حسنؑ کے فوجی سرداروں نے اس کو لکھا تھا کہ ہم لوگ امام حسنؑ کو گرفتار کر کے تیرے حوالے کر دیں گے یا دھوکے سے قتل کر دیں گے۔ نیز اُس نے یہ بھی لکھا کہ وہ اِس صلح کے لیے جتنی بھی شرطیں ہوں تسلیم کر کے وعدہ کرتا ہے کہ اس کی وفا کرے گا، اگرچہ امام حسنؑ کو معاویہ کی باتوں پر بھروسہ نہ تھا اور وہ جانتے تھے کہ یہ سب کچھ اس کا حیلہ اور فریب ہے مگر اس کے قبول کرنے کے سوا آپؑ کے پاس کوئی چارہ نہ تھا کہ جنگ بند کریں اور صلح کی پیشکش قبول کر لیں اس لیے کہ آپؑ کے ساتھ والے ایسے تھے کہ جیسا میں نے بتایا کہ وہ اپنی نظر میں آپؑ کو حق پر نہیں سمجھتے تھے، فتنہ و فساد برپا کرنا چاہتے تھے، بلکہ ان میں سے اکثر تو آپؑ کے خون کے پیاسے تھے۔ پھر آپؑ کے چچازاد بھائی (عبیداللہ ابنِ عبّاس) کا ساتھ چھوڑ دینا اور جمہور مسلمین کا دنیا کی طرف مائل ہونا اور آخرت کی طرف رُخ نہ کرنا۔

صلحنامے کے شرائط :

مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر امام حسن علیہ السلام کو بڑی حجت کے بعد عند اللہ اور عند النّاس خود کو معذور سمجھتے ہوئے معاویہ کی بات مان لینی پڑی۔

آپؑ نے صلحنامے میں مندرجہ ذیل شرائط رکھّے۔

۱ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام پر سبّ وشتم کو ترک کر دیا جائے گا۔

۲ حضرت علی امیرالمومنین علیہ السلام کے شیعوں کو امان دی جائے گی اور انھیں کسی طرح کا کوئی گزند نہ پہنچایا جائے گا۔

۳ ہر حقدار کو اُس کا حق پہنچایا جائے گا۔

معاویہ نے یہ تمام شرطیں قبول کر لیں اور حلف کے ساتھ اس امر کا وعدہ کیا کہ وہ اِن شرائط کو پورا کرے گا۔

الغرض جب جنگ بندی اور صلحنامے کی ساری کارروائی مکمّل ہو چکی تو معاویہ

وہاں سے روانہ ہوا اور نخیلہ پر پہنچ کر ٹھہرا۔ جمعے کا دن تھا، لوگوں کے ساتھ دوپہر کی نماز پڑھی اور مندرجہ ذیل خطبہ دیا۔

"لوگو! سنو، میں نے تم لوگوں سے جنگ کی تو نہ اس لیے کہ تم لوگ نماز پڑھو، نہ اس لیے کہ تم لوگ روزہ رکھو، نہ اس لیے کہ تم لوگ فریضۂ حج ادا کرو، نہ اس لیے کہ تم لوگ زکوٰۃ ادا کرو، کیونکہ یہ سب تو تم لوگ کرتے ہی ہو، بلکہ میں نے جنگ اس لیے کی تھی کہ تم لوگوں پر حکومت کروں اور وہ اللہ نے مجھے عطا کردی حالانکہ تم لوگ اس کو ناپسند کرتے رہے ہے۔ واضح ہو کہ میں نے حسنؑ سے چند باتوں کا وعدہ کیا ہے اور انھیں زبان دی ہے، مگر اب وہ سب میرے پاؤں کے نیچے ہے میں ان میں سے کسی ایک وعدے کو بھی پورا نہ کروں گا۔"

یہ کہہ کر وہ کوفہ میں داخل ہوا اور وہاں چند دن قیام کیا۔ جب اہلِ کوفہ سے بیعت لینے کا کام بھی مکمل ہوگیا تو اس نے ایک خطبہ دیا اور اس میں امیرالمومنین علیہ السلام کی اور امام حسن علیہ السلام کی بدگوئی کی۔ اس مجمعے میں امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام بھی موجود تھے۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السلام اُٹھے کہ اس کی رد کریں، مگر امام حسن علیہ السلام نے انھیں پکڑ لیا کہ تم خاموش رہو۔ پھر خود اُٹھے اور فرمایا:

"اے علیؑ کا اِن الفاظ میں ذکر کرنے والے سُن! میں حسنؑ ہوں میرے والدِ بزرگوار علیؑ ہیں اور تو معاویہ ہے تیرا باپ صخر ہے۔ میری والدۂ گرامی فاطمہؑ ہیں تیری ماں ہندہ ہے، میرے جد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں اور تیرا جد حرب ہے، میری جدۂ ماجدہ حضرت خدیجہؑ ہیں اور تیری دادی قتیلہ ہے۔ اب ہم دونوں میں از روئے حسب ونسب اور از روئے ذکر و شرف جو کمتر ہو۔ اور جو کفر و نفاق میں آگے ہو اس پر اللہ کی لعنت۔"

اور مجمعے نے آواز دی آمین آمین۔ (ارشاد شیخ مفید ؒ صہ ۱۷۳۔ ۱۷۰)

(مقاتل الطالبین)

عبدالحمید بن ابی الحدید کا بیان ہے کہ جب معاویہ عراق کی طرف چلا اور جسرِ منبج تک پہنچا تو (کوفے میں) نمازِ جمعہ کے لیے اعلان ہوا۔ جب لوگ جمع ہوگئے تو امام حسن علیہ السلام گھر سے نکلے منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

"اَمّا بعد: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جہاد واجب کیا ہے اور اس کا نام کراہت رکھا پھر اُس نے جہاد کرنے والے مومنین سے فرمایا کہ:

صبر سے کام لینا اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

"اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰابِرِیْنَ۔ (سورۂ انفال آیت ۴۶)

لہٰذا اے لوگو! جو تم چاہتے ہو وہ بغیر سختیاں جھیلے اور بغیر صبر کیے نہیں پا سکتے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ معاویہ کو اس امر کا پتہ چل گیا ہے کہ ہم لوگوں کا لشکر کشی کا ارادہ ہے اس لیے اُس نے خود ہی پیش قدمی کی ہے۔ لہٰذا اللہ تمہارا بھلا کرے نکل کھڑے ہو اور مقامِ نخیلہ پر اپنے لشکر گاہ میں جا پہنچو۔ وہاں جمع ہو کر ہم بھی دیکھیں اور تم بھی دیکھو کہ مناسب کیا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ سارے مجمع پر سکوت طاری تھا کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

جب عدی بن حاتم نے یہ دیکھا تو اُٹھے اور بولے:

" دیکھو! میں حاتم کا فرزند ہوں۔ واہ واہ کس قدر بُرا موقف ہے تمہارا کہ اپنے امام اور اپنے نبیؐ کے نواسے کو جواب تک نہیں دیتے۔ اچھا، مصر کے وہ خطباء کہاں ہیں جن کی زبانیں دعوے تو بڑے بڑے کرتی ہیں مگر جب موقع آتا ہے تو لومڑی کی طرح بھاگ نکلتے ہیں۔ کیا تم لوگ اللہ کی ناراضگی اور نافرمانی اور ننگ و عار سے بھی نہیں ڈرتے۔

پھر وہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی طرف رُخ کرکے بولے:

آپؑ صحیح راستے پر ہیں مگر آپؑ کے پہلو بہ پہلو دشواریاں ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپؑ کو ان دشواریوں سے نکلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اچھا لیجیے ہم نے اپنے لشکر گاہ کا رُخ کیا۔ اب جو ہمارا ساتھ دینا چاہے وہ ساتھ دے یہ کہہ کر وہ مسجد سے نکلے۔ بابِ مسجد پر سواری موجود تھی، اُس پر سوار ہوئے اور سیدھے نخیلہ کی طرف روانہ ہوگئے اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ میری ضروریات کا سامان وہاں پہنچا دینا۔

اس طرح عدی بن حاتم حضرت امام حسن علیہ السلام کے لشکر کے پہلے سپاہی تھے اِس کے بعد قیس بن عبادہ انصاری اور معقل بن قیس ریاحی و زیاد بن خصفہ تیمی ان لوگوں نے دوسروں کی لعنت ملامت کی انھیں جہاد پر اُبھارا اور حضرت امام حسن علیہ السلام سے ان لوگوں نے بھی وہی کہا جو عدی بن حاتم نے کہا تھا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے ان لوگوں کو جواب دیا: اللہ تم لوگوں پر رحم فرمائے تم لوگ سچے ہو اور میں تو ہمیشہ سے تم لوگوں کو جانتا ہوں کہ تم میں صدقِ نیّت، وفا اور مودّتِ صحیحہ ہے۔ اللہ تمھیں جزائے خیر دے۔

یہ کہہ کر آپؑ منبر سے اُتر آئے۔

اس کے بعد لوگ مسجد سے نکلے اور لشکر مرتب ہونے لگا اور خروج کا سامان کیا جانے لگا۔

اِدھر امام حسن علیہ السلام بھی گھر سے نکل کر لشکر گاہ کی طرف آئے اور کوفہ پر اپنا نائب مغیرہ بن نوفل بن حارث کو بنایا، اور اُسے حکم دیا کہ لوگوں کو آمادۂ جہاد کر کے میری طرف روانہ کرے۔

الغرض حضرت امام حسن علیہ السلام ایک لشکرِ عظیم کے ساتھ روانہ ہوئے اور دیرِ عبدالرحمٰن پر منزل فرمائی۔ وہاں تین دن قیام فرمایا، تاکہ پورا لشکر جمع ہو جائے۔

اس کے بعد آپؑ نے عبیداللہ ابنِ عباس کو بُلایا اور فرمایا: اے ابنِ عم! میں تمھارے ساتھ بارہ ہزار کا لشکر اور چند قاریانِ مصر جن میں سے ہر ایک اپنی جگہ ایک دستہ ہے، بھیج رہا ہوں، ان کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آنا، انھیں اپنی مجلس میں تقرب دینا، اِس لیے کہ یہ لوگ امیر المومنین علیہ السلام کے قابلِ بھروسہ اور باوثوق لوگوں میں سے باقی بچے ہیں۔ ان سب کو ہمراہ لیکر فرات کے کنارے جاؤ، دریا عبور کرو۔ آگے بڑھو گے تو تمھیں مسکن ملے گا، وہاں سے اور آگے چلو گے تو معاویہ کے مدِّمقابل ہو گے۔ اور جب تمھارا اور اس کا سامنا ہو تو اُس وقت تک ہاتھ روکے رہنا کہ میں بھی آجاؤں، اس لیے کہ میں بھی تمھارے پیچھے پیچھے ہی آرہا ہوں لیکن ہر روز مجھے اپنے حالات سے مطلع کرتے رہنا اور ان دونوں سے مشورہ لیتے رہنا یعنی جب تک وہ جنگ نہ چھیڑے تم بھی نہ چھیڑنا۔ اور اگر تمھیں کوئی گزند پہنچے تو پھر تمھاری جگہ قیس بن سعد ہوں گے اور اگر ان کو بھی کوئی خدانخواستہ گزند پہنچ جائے تو پھر ان کی جگہ سعید بن قیس امیرِ لشکر ہوں گے۔

الغرض عبیداللہ ابنِ عباس سارا لشکر لیکر چلے اور شینور پہنچے اور وہاں سے چل کر مقام شاہی پہنچے، اور وہاں سے فرات کے کنارے کنارے مسکن پہنچے۔

اِدھر امام حسن علیہ السلام حمام عمر کے راستے پر چلے تو دیرِ کعب پہنچے۔ پھر وہاں سے صبح کو چلے تو ساباط پر خیمہ زن ہوئے۔ اور وہاں وہ واقعات پیش آئے جن کا ذکر اس سے قبل کیا جا چکا ہے۔

دوسری طرف معاویہ چلا اور قریہ حبونیہ پہنچا۔ ادھر سے عبیداللہ بن عباس بڑھے اور اُنھوں نے بھی اپنا پڑاؤ معاویہ کے بالکل مقابل ڈال دیا۔ دوسرے دن معاویہ نے عبیداللہ ابن عباس سے کہلایا کہ امام حسنؑ کی مجھ سے صلح پر خط وکتابت ہو چکی ہے اور وہ حکومت میرے سپرد کرنے والے ہیں۔ لہٰذا اگر تم اس وقت سے پہلے میرے حلقۂ اطاعت میں

آجاؤ گے تو تم متبوع ٹھہرو گے اور دوسرے لوگ تمھارے متبّع ہوں گے، ورنہ تم متبوع نہیں بلکہ متبّع سمجھے جاؤ گے اور اگر تم میرے پاس آجاؤ تو ایک لاکھ درہم دوں گا، جس میں سے فی الحال نصف دوں گا اور کوفہ میں داخل ہوں گا تو دوسرے نصف بھی دے دوں گا۔

اس پیغام کو سُن کر عبید اللہ شب کے وقت چھپ کر معاویہ کے لشکر میں جا پہنچے اور معاویہ نے ان سے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔

اِدھر جب صبح ہوئی تو لشکر کو انتظار ہوا کہ عبید اللہ ابن عبّاس آئیں تو اُن کے ساتھ نمازِ صبح پڑھیں۔ مگر وہ موجود ہوتے تو نکلتے۔ بالآخر لوگوں نے تلاش کیا مگر وہ نہ ملے اور قیس بن سعد نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور خطاب کیا۔ اس میں عبید اللہ کا ذکر کیا اور انھیں سخت سُست کہا۔ پھر اہلِ لشکر کو صبر و ثبات کا حکم دیا اور دشمن کے مقابلے میں آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

اہلِ لشکر نے کہا کہ ہم آپ کی اطاعت کے لیے تیار ہیں آپ اللہ کا نام لیکر ہمارے ساتھ آگے بڑھیں:

پھر وہاں سے دشمن کی طرف آگے بڑھ گئے۔

یہ دیکھ کر معاویہ کی طرف سے بسر بن ارطاۃ نکلا، اُس نے اہلِ عراق کو آواز دی کہ وائے ہو تم لوگوں پر، یہ کیا کر رہے ہو، تمھارا سردارِ لشکر تو ہمارے یہاں آکر بیعت کر چکا ہے اور تمھارے امام حسنؑ نے صلح کر لی ہے۔ پھر کیوں تم لوگ اپنی جان دیتے ہو؟

یہ سُن کر قیس بن سعد نے اپنے لشکر کو پکار کر کہا: تم لوگ دو باتوں میں سے ایک پر تیّار ہو جاؤ۔ یا تو بغیر امام کی موجودگی کے جنگ شروع کر دو۔ یا پھر جاکر اس گمراہ کی تم بھی بیعت کر لو۔

لوگوں نے کہا: ہم لوگ تو بغیر امامؑ کی موجودگی کے جنگ کریں گے۔

چنانچہ وہ لوگ بڑھے اور اہلِ شام پر حملہ کر کے انھیں پس پا ہونے پر مجبور کیا۔

پھر معاویہ نے قیس بن سعد کو خط لکّھا۔ اس میں اپنی طرف آنے کی دعوت دی اور امان کا وعدہ کیا۔

قیس نے اس کے جواب میں لکّھا "نہیں خدا کی قسم ایسا ہرگز نہ ہوگا، بلکہ ایسا اُس وقت ہی ہو سکتا ہے جب میرے اور تیرے درمیان نیزہ ہوگا۔

جب معاویہ اس کے اس جواب پر مایوس ہوا تو اس کو دوسرا خط لکّھا کہ تو یہودی ابنِ یہودی ہے بلاوجہ تکلیف اُٹھا رہا ہے اور اپنی جان کو ایسے کام کے لیے ہلاک کر رہا ہے جس میں

تیرا کوئی فائدہ نہیں اس لیے کہ اگر فریقین میں سے وہ غالب ہوا جو تجھے محبوب ہے تو وہ بھی تجھے نکال دے گا اور اگر وہ غالب آیا جو تیرا مبغوض ہے تو وہ تجھے قتل کر دے گا اور تیرا باپ تو ہمیشہ دوسرے کی کمان پر زہ چڑھاتا اور بغیر کسی غرض کے تیر چلاتا تھا۔ اسی لیے اس کی قوم نے اس کا ساتھ نہ دیا یہاں تک کہ اس کی موت کا دن آگیا اور وہ مقامِ حوران میں شہر بدر کیا ہوا عالمِ مسافرت میں مرگیا۔" وَالسَّلام

قیس بن سعد نے معاویہ کے خط کے جواب میں تحریر کیا کہ:

" امّا بعد، بیشک تو بُت پرست ابنِ بُت پرست ہے جبر یہ اسلام میں داخل ہوا اور جبتک رہا افتراق پیدا کرتا رہا اور بخوشی دائرۂ اسلام سے نکل گیا۔ اللہ تعالےٰ نے اسلام کے اندر تیرا کوئی حصّہ نہیں رکھا۔ تو ہمیشہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرتا رہا اور مشرکین کے گروہوں میں شامل رہا، تو ہمیشہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کے مومن بندوں کا دشمن رہا، اور تو نے جو میرے باپ کے متعلق کہا ہے، تو سُن، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ انھوں نے ہمیشہ اپنی ہی کمان پر زہ چڑھائی اور اپنی ہی غرض کے لیے تیر چلایا، مگر ان لوگوں نے شور مچایا جو اُن کی گرد کو نہیں پا سکتے تھے اور اُن کے شرف تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ تیرا خیال ہے کہ میں یہودی ابنِ یہودی ہوں۔ تو سُن، یہ تو بھی جانتا ہے اور سارے لوگ جانتے ہیں کہ میں اور میرے والد ہمیشہ اس دین کے دشمن رہے جس کو چھوڑ چکے تھے اور اس دین کے ناصر و مددگار رہے جس میں داخل ہوئے تھے۔ وَالسَّلام

معاویہ نے جب قیس بن سعد کا یہ خط پڑھا تو اُسے غیظ آگیا اور چاہا کہ اس کا جواب لکھے مگر عمرو بن عاص نے کہا نہیں اُسے چھوڑو۔ اگر تم اُسے جواب دو گے تو وہ اس سے بھی زیادہ سخت جواب دے گا۔ اور اگر اسے چھوڑ دو گے تو جیسے سب لوگ تمھاری بیعت کریں گے وہ بھی کرلے گا۔

لہٰذا معاویہ رُک گیا۔ پھر معاویہ نے عبداللہ بن عامر اور عبدالرحمٰن بن سمرہ کو امام حسن علیہ السلام کے پاس صلح کا پیغام دے کر بھیجا۔ ان دونوں نے آکر آپؑ کو صلح کی پیشکش کی اور معاویہ کی شرائط آپؑ کے سامنے رکھیں کہ ابتک جو گذر گیا وہ گذر گیا آئندہ اس کے پیچھے کوئی نہیں پڑے، علیؑ کے شیعوں میں سے کسی ایک کو بھی کوئی گزند نہ پہنچایا جائے گا۔ اور علیؑ کا جب بھی ذکر کیا جائے گا تو خیر کے ساتھ۔

پھر امام حسن علیہ السلام نے جن شرائط کا اضافہ کیا وہ بھی اس صلحنامے میں لکھدیں۔ تو معاویہ کے اس صلحنامے کو امام حسنؑ نے قبول کرلیا۔ اور قیس بن سعد اپنے تمام

ساتھیوں کو لیکر کوفہ واپس ہو گیا۔

- سعید بن سوید سے روایت ہے کہ معاویہ نے نخیلہ میں ہم لوگوں کے ساتھ نمازِ جمعہ کے خطبے میں کہا۔ خدا کی قسم میں نے تم لوگوں سے اس بات کے لیے جنگ نہیں کی ہے کہ تم لوگ نماز پڑھو، روزہ رکھو، حج بجالاؤ اور زکوٰۃ ادا کرو اس لیے کہ یہ سب کام تو تم لوگ کرتے ہی ہو میری جنگ تو صرف اس لیے تھی کہ مجھے تم لوگوں پر حکومت مل جائے مگر اللہ نے تم لوگوں کی مرضی کے خلاف یہ حکومت عطا ہی کر دی۔
- عبداللہ بن شریک جب اس کا تذکرہ کرتے تو کہا کرتے کہ خدا کی قسم یہ حد درجہ ہتک اور رسوائی کی بات ہے۔
- ابوالفرج کا بیان ہے کہ پھر معاویہ کوفہ کے اندر نخیلہ میں خطبہ دینے کے بعد داخل ہوا۔ اس انداز سے کہ اُس کے آگے آگے خالد بن عرفطہ تھا اور اُس کے ساتھ حبیب بن حمار اس کا جھنڈا اُٹھائے ہوئے تھا۔ کوفہ میں آکر وہ مسجدِ کوفہ میں باب الفیل سے داخل ہوا اور لوگ اُس کے پاس جمع ہو گئے۔
- ابوالفرج نے عکار بن سائب کی ایک روایت اپنے اسناد کے ساتھ نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی ابن ابی طالبؑ منبرِ کوفہ پر خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور اُس نے کہا: یا امیرالمومنینؑ! خالد بن عرفطہ مر گیا۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں، خدا کی قسم وہ نہیں مرا ہے اور نہ مرے گا جبتک کہ وہ مسجد کے اُس دروازے سے داخل نہ ہو جائے۔

یہ کہہ کر آپؑ نے باب الفیل کی طرف اشارہ کیا۔ پھر فرمایا:

اس کے ساتھ گمراہی کا جھنڈا ہوگا جسے حبیب بن حمار اُٹھائے ہوئے ہوگا۔

راوی کا بیان ہے کہ اتنے میں مجمع سے ایک شخص اُٹھا اور بولا: یا امیرالمومنینؑ! میں حبیب بن حمار ہوں، مگر میں تو آپؑ کا دوستدار اور شیعہ ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہوگا جیسا میں نے کہا ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ معاویہ کے آگے آگے خالد بن عرفطہ تھا اور اس کے ساتھ حبیب بن حمار اس کا جھنڈا اُٹھائے ہوئے تھا۔

ابوالفرج کہتے ہیں کہ مالک بن سعید کا بیان ہے کہ یہ واقعہ مجھ سے اعمش نے بیان کیا اور کہا، یہ واقعہ مجھ سے اس گھر والے نے بیان کیا۔ (یہ کہہ کر اس نے سائب بن عکار کے گھر کی طرف اشارہ کیا) کہ اُس نے امیرالمومنین علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا تھا۔

ابو الفرج کا مزید بیان ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان صلح کی تکمیل ہو چکی تو معاویہ نے قیس بن سعد کے پاس آدمی بھیجا کہ آکر میری بیعت کرو۔ اور قیس بن سعد کو آنا پڑا۔ وہ ایک طویل القامت شخص تھا، اور اونچے گھوڑے پر سوار ہوا کرتا تھا پھر بھی اس کے پاؤں زمین پر خط دیا کرتے تھے۔

جب لوگوں نے چاہا کہ قیس بن سعد کو معاویہ کے سامنے پیش کریں تو اُس نے کہا: میں نے تو قسم کھائی ہے کہ میں معاویہ سے اُس وقت ہی ملاقات کروں گا جب میرے اور اُس کے درمیان نیزہ یا تلوار ہوگی۔

معاویہ نے حکم دیا کہ نیزہ اور تلوار لاکر سامنے رکھ دی جائے تاکہ اُس کی قسم اُتر جائے۔

اور ابو الفرج نے تحریر کیا ہے کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان صلح ہو چکی تو قیس بن سعد اپنے چار ہزار لشکر کے ساتھ گوشہ گیر ہو گیا اور اُس نے معاویہ کی بیعت سے انکار کر دیا پھر اسے زبردستی بیعت کے لیے لایا گیا۔ معاویہ تخت پر بیٹھا تھا اور اُن کے لیے ایک کرسی رکھ دی گئی۔

معاویہ نے پوچھا، اے قیس! کیوں اب تو میری بیعت کرو گے؟

اُنھوں نے کہا، ہاں اور اپنا ہاتھ کھول کر اپنے زانو پر رکھ دیا۔ معاویہ کی طرف نہیں بڑھایا، بلکہ معاویہ نے خود ہی اپنے تخت سے جُھک کر قیس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اس طرح بیعت لے لی۔ (مقاتل الطالبین ص۵)

(۶) کوفے میں بعد شہادتِ امیر المومنین ع حضرت امام حسن علیہ السلام کا خطبہ

کتاب "مناقب" میں ہے کہ جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام شہادت پر فائز ہو چکے تو حضرت امام حسن علیہ السلام نے کوفے میں خطبہ دیا کہ:

"اے لوگو! آگاہ رہو کہ یہ دُنیا بلاؤں اور فتنوں کا گھر ہے اور یہاں کی ہر شے زوال پذیر اور مضمحل ہونے والی ہے۔ خطبہ دیتے ہوئے جب آپؑ نے یہ فرمایا کہ میں تم سے بیعت لیتا ہوں، اس بات پر کہ جس سے میں جنگ کروں تم بھی جنگ کرو اور جس سے میں صلح کروں تم بھی صلح کرو۔"

تو سارے مجمعے نے پکار کر کہا، ہم لوگوں کو بسر و چشم منظور ہے اے مومنین کے

امام ! آپؑ جو حکم فرمائیں ہم لوگ آپؑ کی اطاعت کریں گے۔

پھر آپؑ نے وہاں دو ماہ قیام فرمایا، اور اپنے عمّال کو از سرِ نو ترتیب دیا۔ عبداللہ کو بصرے بھیجا تو معاویہ نے عراق کی راہ لی۔ امام حسن علیہ السلام نے اُس کو خط لکھا: " امّا بعد: تم پر واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو سارے عالمین کے لیے رحمت بناکر بھیجا اور آپؐ کے ہاتھوں حق کو غالب کیا اور شرک کا قلع قمع کرایا۔ اُن کی وجہ سے اہلِ عرب کو بالعموم عزّت بخشی، پھر ان میں سے بالخصوص جسے چاہا شرف عطا فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

" وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَ لِقَوْمِكَ " (سورہ زخرف آیت ۴۴)

ترجمۂ آیت: (اور بیشک یہ تیرے لیے اور تیری قوم کے لیے ایک نصیحت ہے)

مگر جب آپؐ نے رحلت فرمائی تو آپؐ کے بعد اہلِ عرب حکومت کے لیے آپس میں جھگڑنے لگے۔ انصار نے کہا:

" مِنّا اميرٌ و مِنكم اميرٌ " (ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے)

تو قریش نے کہا، ہم لوگ محمدؐ کے وارث ہیں اور ان کے اہلِ خاندان ہیں۔ ہم حقدار ہیں۔ ہم سے اُن کی حکومت اور سلطنت کے لیے جھگڑا نہ کرو۔

اور اہلِ عرب نے قریش کی اس دلیل کو مان کر ان کے حق کو تسلیم کرلیا، مگر وہی دلیل جسے اہلِ عرب نے قریش کے لیے تسلیم کرلیا تھا، جب ہم اہلِ بیتؑ نے قریش کے سامنے پیش کی تو قریش نے اس کے ماننے سے انکار کردیا، اور ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا۔"

معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کے خط کا جواب جندب یزدی کی معرفت یہ دیا۔

" تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے متعلق اپنے خط میں جو کچھ لکھا وہ میں سمجھا، واقعاً وہ اوّلین وآخرین میں سب سے زیادہ فضل وشرف کے حقدار ہیں، پھر تم نے جو یہ لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد مسلمانوں کے درمیان حکومت کے لیے نزاع ہوئی تو اس میں تم صاف وصریحاً فلاں و فلاں وابوعبیدہ وغیرہ کی عیب جوئی اور چغلی کررہے ہو۔ تمھاری یہ بات مجھے ناگوار گذری اس لیے کہ ساری اُمّت جانتی ہے کہ قریش اس حکومت کے زیادہ حقدار ہیں۔ تمھیں یہ بھی معلوم ہے کہ حکمین نے فیصلہ کیا کیا تھا، پھر تم اپنے باپ کے حق کی وجہ سے اس حکومت کا مطالبہ مجھ سے کیوں کررہے ہو جبکہ تمھارے باپ ہی حکومت سے خارج ہوچکے تھے۔

پھر معاویہ نے لکھا: امّا بعد: بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے

معاملے میں جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کے حکم کو کوئی پسِ پشت ڈالنے والا نہیں ہے۔ وہ بہت حساب کرنے والا ہے۔

مگر خبردار! کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھاری موت ان کمینے اور پست لوگوں کے ہاتھوں لکھی ہو اور اس سے مایوس ہی رہو کہ تم ہم لوگوں میں کوئی نقص نکال سکو۔ ہاں، اگر تم اپنے موجودہ دعوے کو چھوڑ دو اور میری خلافت تسلیم کر لو تو میں نے جو وعدہ کیا ہے اس کو وفا اور تمھاری شرطوں کو پورا کروں گا۔ اور میرے بعد خلافت تمھارے لیے ہوگی کیونکہ تم تمام لوگوں میں سب سے بہتر ٹھہرو گے۔

● ایک روایت میں یہ ہے کہ معاویہ نے خط کے جواب میں لکھا کہ اگر میں جانتا کہ تم حکومت کرنے کے لیے مجھ سے زیادہ قوی شخص ہو لوگوں میں مجھ سے زیادہ نظم و ضبط قائم کرنے میں بہتر ہو دشمنوں کے خلاف مجھ سے زیادہ حیلہ و تدبیر کرنے والے ہو اور بیت المال کی مجھ سے زیادہ حفاظت کرنے والے ہو تو میں یقیناً تمھاری بیعت کر لیتا اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ تم ہر خیمہ کے اہل ہو۔"

اس کے بعد لکھا کہ: "میرا اور تمھارا معاملہ بالکل مشابہ ہے اس معاملے سے جو بعدِ رسولؐ، ابوبکر اور تمھارے باپ کے درمیان پیش آیا تھا۔"

امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کے اس خط کا جواب یہ دیا کہ:

اما بعد: تمھارا خط مجھے ملا، اس میں چند باتوں کا تم نے تذکرہ کیا ہے، اس پر مطلع ہوا، مگر اس کا جواب اس لیے چھوڑتا ہوں کہ کہیں فساد نہ برپا ہو جائے اور فتنہ و فساد سے تو میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ اب تم حق کے تابع ہو جاؤ، اس لیے کہ تم خوب جانتے ہو کہ اس کا اھل کون ہے، اگر میں جھوٹ کہتا ہوں تو اس کا گناہ مجھ پر ہے۔"

اس کے بعد معاویہ نے لوگوں کو کوچ کا حکم دیا، جب وہ اپنی فوج کے ساتھ منزلِ جسرِ منبج پر پہنچا تو امام حسن علیہ السلام نے بھی حجر بن عدیؓ کو روانہ کیا اور جہاد کے لیے لوگوں کو کوچ کا حکم دیا۔ پہلے تو لوگوں نے سستی دکھائی، پھر ان میں کچھ جذبۂ جہاد ابھرا، اس لیے کہ آپؑ کے لشکر میں مختلف خیالات کے لوگ موجود تھے کچھ آپؑ کے شیعہ تھے، کچھ حکمیّن والے تھے، کچھ وہ لوگ تھے جو شک میں مبتلا تھے کہ حق کس طرف ہے اور کچھ لوگوں میں قبائلی تعصّب تھا، کچھ کا مقصد صرف فتنہ و فساد تھا۔ غرض ایسے ہی لوگوں کے ساتھ آپؑ بھی منزلِ حمامِ عمر تک جا پہنچے۔

شرائطِ صلح از صاحب مناقب

صاحبِ مناقب نے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے سارے رونما ہونے والے واقعات لکھے اور آخر میں تحریر کیا کہ : پھر امام حسن علیہ السلام نے عبداللہ بن حارث بن عبدالمطلب کو معاویہ کے پاس بھیجا، تاکہ اس امر کی توثیق اور تاکید ہو جائے کہ وہ مسلمانوں میں

۱۔ کتابِ خدا اور سنّتِ رسولؐ پر عمل کرے گا۔

۲۔ اس کے بعد امیر کا انتخاب شوریٰ سے ہوگا۔

۳۔ وہ حضرت علی علیہ السلام پر سبّ وشتم ترک کردے گا۔

۴۔ وہ شیعان علیؑ کو امن و امان سے رہنے دے گا اور ان میں کسی ایک سے بھی کوئی تعرّض نہ کرے گا۔

۵۔ وہ صاحبِ حق کا حق اس تک پہنچائے گا۔

۶۔ وہ آپؑ کے حق میں پچاس ہزار درہم سالانہ کا اضافہ کرے گا۔

معاویہ نے ان تمام شرائط کو قبول کیا اور حلف اُٹھایا کہ اس کی پابندی کرے گا اس عہدنامے پر عبداللہ بن حارث، عمرو بن ابی سلمہ، عبداللہ بن عامر ابنِ کریز اور عبدالرحمٰن بن ابی سمرہ وغیرہ گواہ بنے۔

- ایک اور روایت میں ہے کہ معاویہ سے صلح کے موقعے پر امام حسن علیہ السلام نے ایک مختصر سی تقریر فرمائی اور اس میں فرمایا :

”اے لوگو! اگر تم جابلقا اور جابلسا (مشرق ومغرب) کے درمیان کسی ایسے شخص کو تلاش کرو کہ جس کے جد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہوں تو تم سوائے میرے اور میرے بھائی کے کسی کو نہ پاؤ گے۔ معاویہ نے مجھ سے جھگڑا کیا اُس حق کے بارے میں جو واقعتاً میرا ہے تو جس نے صلاحِ اُمّت کی خاطر اور محض اس لیے کہ مسلمان خونریزی سے بچ سکیں، میں نے اپنے حق کو چھوڑ دیا۔ تم لوگ اس بات پر بیعت کر چکے ہو کہ جس سے میری صلح ہوگی اس سے تم لوگوں کی بھی صلح ہوگی۔ تو میں نے صلح ہی کو بہتر سمجھا اور یہ اس لیے بھی کہ آئندہ جو بھی امارت وحکومت کی تمنّا کرے اُس کے لیے میرا یہ عمل حجت بن جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ دَور تم لوگوں کے لیے پُرفتن ہوگا اور ایک عرصے تک کے لیے مفید بھی۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ میں نے صلح اور جنگ بندی

اس لیے کی کہ امّت خونریزی سے محفوظ رہے۔ نیز مجھے اپنی اور اپنے خاندان اور مخلص اصحاب کی جان کا بھی خطرہ تھا۔

- یہ بھی روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ اے اہلِ عراق! میں نے تمھیں تین باتوں کی وجہ سے چھوڑا۔

۱۔ تم نے میرے پدرِ بزرگوار کو قتل کیا ۲۔ تم نے مجھے نیزے سے زخمی کیا۔ اور
۳۔ تم نے میرا سارا مال واسباب لوٹ لیا۔

- ایک روایت میں ہے کہ صلح کے بعد حضرت امام حسین علیہ السّلام اپنے بھائی حضرت امام حسن علیہ السّلام کے پاس روتے ہوئے آئے اور جب واپس ہوئے تو ہنستے ہوئے۔

آپؑ کے غلاموں نے کہا، یہ کیا؟

آپؑ نے فرمایا، میں نے اپنے بھائی سے پوچھا کہ آپؑ کے حکومت وخلافت سپرد کر دینے کا کیا سبب ہوا؟ تو انھوں نے فرمایا وہی سبب ہوا جو میرے پدرِ بزرگوار کو مجھ سے پہلے ہو چکا تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر معاویہ نے امام حسین علیہ السّلام کو بیعت کے لیے طلب کیا، تو امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا اے معاویہ! اِن کو بیعت کے لیے جبر و زبردستی مجبور نہ کرو۔ یہ تا ابد بیعت نہ کریں گے خواہ قتل ہو جائیں، اور یہ قتل نہ ہوں گے جبتک کہ ان کے اہلِ بیت نہ قتل ہو جائیں اور ان کے اہلِ بیت قتل نہ ہوں گے جبتک کہ سارے اہلِ شام قتل نہ ہو جائیں۔

- مسیّب بن نجبہ فزاری وسلیمان بن صرد خزاعی نے امام حسن علیہ السّلام سے عرض کیا کہ: ہم لوگوں کو ابتک تعجّب ہے کہ آپؑ کے پاس بصرہ اور حجاز کے علاوہ صرف کوفے کی چالیس ہزار فوج تھی اور پھر بھی آپؑ نے معاویہ سے صلح کر لی؟

آپؑ نے فرمایا: اے مسیّب! ہاں ایسا ہی ہوا، مگر اب تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟

انھوں نے کہا: ہماری رائے تو یہ ہے کہ آپؑ پلٹ جائیں، کیونکہ اس نے وہ معاہدہ توڑ دیا۔

آپؑ نے فرمایا: اے مسیّب! غدّاری اور نقضِ عہد میں کوئی بھلائی نہیں۔ اگر میں ارادہ بھی کروں، تو نہیں کر سکتا۔

اور صلح کے بعد حجر بن عدی نے عرض کی، کاش! آج کے دن سے پہلے آپؑ

بھی مر جاتے اور آپؑ کے ساتھ ہم لوگ بھی مر جاتے، یہ دن دیکھنا تو نہ پڑتا اس لیے کہ ہم لوگ اپنا مقصد نہ پاکر غمگین واپس ہوئے اور وہ لوگ اپنا مقصد پاکر خوش و مسرور واپس ہوئے۔

امام حسن علیہ السلام اُس وقت تو خاموش رہے مگر جب تنہائی میں اس سے ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ: اے حجر! میں نے مجلسِ معاویہ میں تمھاری باتیں سُنیں۔ مگر ہر شخص تو وہ نہیں چاہتا جو تم چاہتے ہو۔ ہر شخص تو وہ رائے نہیں رکھتا جو تمھاری رائے ہے۔ خدا کی قسم، میں نے جو کچھ کیا ہے وہ صرف تم لوگوں کی بقا کے لیے کیا ہے۔

○ صلح پر لوگوں کی طعنہ زنی اور آپؑ کا جواب

تفسیر ثعلبی، مُسند موصلی اور جامع ترمذی میں ہے (یہاں الفاظ جامع ترمذی کے ہیں) کہ:

"یوسف بن مازن راسبی سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام نے صلح کی پیشکش قبول فرمائی تو ان کی ملامت کی جانے لگی اور انھیں پکارا جانے لگا کہ اے مومنین کو ذلیل کرنے والے اور چہروں کو سیاہ کرنے والے!

تو آپؑ نے فرمایا: دیکھو! میری ملامت نہ کرو۔ اس صلح کرنے میں مصلحت تھی (سنو! میں بتاؤں کہ) نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا "کہ بنی اُمیّہ کے لوگ ایک کے بعد ایک خطبہ دے رہے ہیں۔"

یہ دیکھ کر آپؐ کو سخت ملال ہوا تو حضرت جبریل امینؑ سورۃ الکوثر اور سورۃ القدر لے کر نازل ہوئے۔

دوسری روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اس خواب کے بعد پہلے یہ آیت نازل ہوئی:

"اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ۝ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ۝"

(سورۃ الشعرا آیات ۲۰۵ تا ۲۰۷)

ترجمہ: (اگر ہم انھیں برسوں آسودگی عطا فرمائیں۔ پھر ان کے پاس وہ (عذاب) آجائے جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا تھا تو وہ آسودگی جو انھیں عطا کی گئی تھی ان کے کس کام آئی (آئے گی)؟

اس کے بعد سورۃ القدر نازل ہوا: یعنی اللہ تعالیٰ نے شبِ قدر کو اپنے نبی کے لیے ایک ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا جو بنی امیہ کی حکومت کا دَور ہو گا۔

- نیز سعید بن یسار و سہل بن سہل سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے خواب میں دیکھا کہ اُن کے منبر پر بندر چڑھتے اور اُترتے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپؐ کو ایسا دُکھ ہوا کہ پھر مرتے دَم تک آپؐ کو کسی نے ہنستے نہیں دیکھا۔
- نیز، یہی روایت حضرت امام جعفر بن امام محمدؑ علیہ السّلام سے بھی ہے۔
- مُسند موصلی میں ہے کہ آپؐ نے خواب میں دیکھا کہ آپؐ کے منبر پر سُوَر چڑھ رہے ہیں وغیرہ۔
- قاسم بن فضل حرانی کا بیان ہے کہ ہم لوگوں نے بنی اُمیّہ کی حکومت کے زمانے کو شمار کیا وہ ایک ہزار مہینوں پر مشتمل تھی۔
- عبدالحمید بن ابی الحدید نے ابوالفرج اصفہانی کے حوالے سے پورے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے۔

سفیان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں صلح کے بعد حضرت حسن بن علی علیہ السّلام کے پاس گیا، دیکھا کہ وہ اپنے گھر کے صحن میں بیٹھے ہوئے ہیں اور آپؐ کے پاس ایک گروہ تھا میں نے پکار کر کہا اَلسّلامُ علیكَ یا مذلّ المومنین (اے مومنین کو ذلیل کرنے والے تم پر سلام۔

آپؑ نے جواب دیا۔ وعلیكَ السّلام یا سفیان: اُتر کر آؤ۔

میں اُترا، اپنی سواری باندھی اور آپؐ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

آپؑ نے پوچھا: ابھی تم نے کیا کہا تھا؟

میں نے کہا کہ: السلام علیكَ یا مذلّ المومنین۔

آپؑ نے فرمایا: مگر تمھارے منہ سے ہمارے لیے یہ کیوں نکلا؟

میں نے کہا: خدا کی قسم آپؑ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، آپؑ نے تو اس سرکش سے صلح کر کے اور اس لعین جگر خوارہ کے بیٹے کو حکومت سپرد کر کے ہم لوگوں کی گردنیں جھکا دیں۔ حالانکہ آپؑ کے پاس ایک لاکھ فوج تھی جو آپؑ کے سامنے جان دے دیتی اور اللہ تمام لوگوں کو آپؑ پر متّفق کر دیتا۔

آپؑ نے فرمایا: اے سفیان! ہم اہلِ بیت کو جب ایک حقیقت کا عِلم ہو جاتا ہے تو پھر ہم اسے نہیں چھوڑتے۔ میں نے حضرت علی علیہ السّلام کو بیان کرتے

ہوئے سُنا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیان فرماتے ہوئے سُنا کہ:

"کچھ زیادہ شب و روز نہ گذریں گے کہ اس اُمّت کی حکومت ایک ایسے شخص کو ملے گی جس کی سُرین بھاری ہوگی، حلق پھیلا ہوا ہوگا، وہ کتنا بھی کھا جائے اُس کا پیٹ نہ بھرے گا اللہ تعالیٰ اس کو نگاہِ رحمت سے کبھی نہ دیکھے گا، وہ اُس وقت مرے گا جب آسمان پر اس کی طرف سے کوئی معذرت چاہنے والا اور زمین پر اُس کا کوئی مددگار و ناصر نہ ہوگا" اور وہ معاویہ ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیّت کو پورا کر کے رہے گا۔

ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ موذّن نے اذان دے دی، ہم لوگ کھڑے ہو گئے اور ایک شخص کے پاس گئے جو اپنی اونٹنی کو دوہ رہا تھا۔ اُس نے ایک برتن میں دودھ دیا جسے آپؑ نے کھڑے کھڑے پی لیا اور مجھے بھی پلایا۔ پھر ہم لوگ ٹہلتے ہوئے مسجد میں گئے۔

آپؑ نے فرمایا: اے سفیان تم یہاں کس کام سے آئے تھے؟

میں نے عرض کیا کہ صرف آپؑ لوگوں کی محبّت مجھے یہاں کھینچ لائی تھی۔ اُس ذات کی قسم جس نے محمدؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اے سفیان! پھر یہ خوشخبری سُن لو کہ میں نے حضرت علیؑ کو یہ بیان کرتے ہوئے سُنا کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ:

"میرے اہلِ بیت اور اُمّت میں سے جو اُن کے محب اور دوستدار ہیں حوضِ کوثر پر اس طرح وارد ہوں گے" (یہ کہہ کر آپؑ نے ہاتھ کی دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا جس میں سے ایک انگلی بڑی تھی اور ایک چھوٹی۔)

اور اے سفیان دوسری خوشخبری یہ بھی سُن لو کہ:

"یہ دنیا ہر نیکوکار و بدکار کے لیے اُس وقت تک کشادہ ہے کہ جبتک آلِ محمدؐ میں سے امامِؑ حق ظہور نہ فرمائے۔"

(کتاب مناقب۔ جامع ترمذی)

(۸) معاویہ سے چھ ماہ تک جنگ اور عبیداللہ ابنِ عبّاس کی غدّاری

فضل بن شاذان نے اپنی ایک کتاب میں تحریر کیا ہے کہ حضرت امام حسنؑ

اپنے پدرِ بزرگوار کی شہادت کے بعد ماہِ شوّال میں معاویہ سے جنگ کے لیے نکلے اور مقامِ کسکر میں دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہوئی۔ چھ ماہ تک جنگ جاری رہی۔ امام حسن علیہ السّلام نے اپنے چچازاد بھائی عبیداللہ ابنِ عبّاس کو اپنے لشکر کے آگے رکھا تھا۔ معاویہ نے اس کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجدیے تو وہ لشکر کا عَلم لیے ہوئے آگے بڑھا اور معاویہ کے لشکر سے جا ملا۔ اِدھر امام حسن علیہ السّلام کا لشکر بغیر سردار کے رہ گیا تو قیس بن سعد بن عبادہ نے کھڑے ہو کر لشکر سے خطاب کیا کہ:

"اے لوگو! تم لوگ اس جیسے شخص کے جانے سے ہول میں نہ پڑو کیونکہ یہ اور اس کا باپ دونوں ہی ایسے تھے کہ ان سے کبھی کوئی خیر نہیں دیکھا گیا۔"

اس کے بعد وہ لشکر کو ہدایات دینے لگا۔ مگر امام حسن علیہ السّلام پر ربیع الاوّل کے مہینے میں اُن کے لشکر میں سے کچھ لوگوں نے حملہ کر دیا، اُن کا خیمہ لوٹ لیا اور سارا سامان لے گئے اور ابنِ بشر اسدی نے آپؑ کی کمر پر نیزے کا وار کر دیا جس سے زخمی ہو کر آپؑ مدائن چلے گئے۔ آپؑ نے وہاں مختار کے چچا ابنِ عبید کے یہاں پناہ لی۔

(رجال کشی)

- مقاتل الطّالبین ابی الفرج اصفہانی میں ہے کہ قیس بن سعد نے اپنے لشکر کو یوں خطاب کیا کہ:

"اے لوگو! اس بزدل نے جو کام کیا ہے اس سے خاطر برداشتہ نہ ہو اور اس کو کوئی اہمیّت نہ دو اور ہول میں نہ پڑو۔ یہ اور اس کا باپ اور اس کا بھائی سب ایسے ہی تھے کہ جنھوں نے کبھی کوئی اچھّا کام نہیں کیا۔ اس کا باپ رسولِ خداؐ کا چچا تھا۔ بدر میں جنگ کے لیے نکلا تو ابوالیسر کعب بن عمرو انصاری نے اس کو گرفتار کر لیا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں لایا، تو آپؐ نے اس کا فدیہ لیا اور مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ اس کے بھائی کو بصرے کا والی بنایا گیا، اس نے مالِ خدا اور مالِ مسلمین میں چوری کی اور اس سے کنیزیں خریدیں اور یہ سمجھا کہ یہ اس کے لیے حلال ہے اور خود اُس کو بھی یمن کا والی بنایا گیا وہاں یہ بسر بن ارطاۃ کے مقابلے سے گریز کر کے وہاں اپنے لڑکے کو چھوڑ کر بھاگا۔ چنانچہ اس کے لڑکے کو لوگوں نے قتل کر دیا اور اب جو کچھ اس نے کیا وہ تمھارے سامنے ہے۔"

پھر اس نے پکار کر کہا:

اے لوگو! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ شخص ہم لوگوں کی فوج سے نکل گیا۔ آؤ اب ہم سب مل کر دشمن سے جنگ کریں گے۔ (مقاتل الطّالبین ص۴۲)

(۱۱) حکومت حاصل کرنے کیلئے خونریزی مناسب نہیں

شعبی کا بیان ہے کہ جس وقت مقامِ نخیلہ میں امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح فرمائی، میں وہاں موجود تھا۔ معاویہ نے امام حسن علیہ السلام سے کہا کہ آپؑ کھڑے ہو کر مجمعے کو بتائیں کہ آپؑ نے یہ حکومت چھوڑ دی اور اسے میرے سپرد کر دیا ہے

امام حسن علیہ السلام اُٹھے، حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے پھر فرمایا:

امّا بعد: سب سے زیادہ ہوشیار وہ ہے جو متقی ہے اور سب سے زیادہ احمق وہ ہے جو فاسق و فاجر ہے۔ یہ حکومت جس کے متعلق میرے اور معاویہ کے درمیان اختلاف ہے۔ اگر یہ اس کا حق ہے تو پھر وہ مجھ سے زیادہ اس کا حقدار ہے اور اگر یہ میرا حق ہے تو پھر بھی میں نے اسے صلاحِ اُمت اور خونریزی سے بچنے کے لیے چھوڑا تاکہ تم لوگوں کی آزمائش ہو جائے۔

(کشف الغمہ ص۱۴۱، اسد الغابہ جلد۲ ص۱۴)

(۱۲) ہم لوگ ہی خلافت کے مستحق اور اہل ہیں

ابو عمر زاذان سے روایت ہے، اُن کا بیان ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام معاویہ سے صلح فرما چکے تو معاویہ نے لوگوں کو جمع کیا، منبر پر گیا، خطبہ دیا اور بولا کہ حسنؑ ابنِ علیؑ نے مجھے خلافت کا اہل سمجھا اور خود کو اس کا اہل نہیں سمجھا۔

اُس وقت امام حسن علیہ السلام منبر کے قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ جب وہ خطبے سے فارغ ہوا تو امام حسن علیہ السلام کھڑے ہوئے، حمدِ خدا بجا لائے، پھر واقعۂ مباہلہ کا تذکرہ کیا اور فرمایا:

"پس (آیۂ مباہلہ نازل ہونے کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم انفسنا کی جگہ میرے پدرِ بزرگوار کو، ابنائنا کی جگہ مجھے اور میرے بھائی کو اور نسائنا کی جگہ میری والدۂ گرامی کو لے گئے، اس لیے کہ ہم ہی لوگ اُن کے اھل اور اُن کی آل ہیں۔ وہ ہم سے ہیں اور ہم اُن سے ہیں۔

اور جب آیۂ تطہیر نازل ہوئی تو ہم ہی لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اُمِّ سلمہؓ کی چادر میں جمع کیا جو خیبری چادر تھی اور فرمایا :

"اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰؤُلَاۤءِ اَھْلُ بَیْتِیْ وَ عِتْرَتِیْ وَ اَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَ طَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا"

یعنی : (پروردگارا! بلاشبہ یہی میرے اہلِ بیت اور میری عترت ہیں اور تو ان سے ہر طرح کے رِجس کو دُور رکھ اور انھیں ایسا پاک رکھ جیسا پاکیزگی و طہارت کا حق ہے۔"

پس اس چادر کے اندر سوائے میرے اور میرے بھائی اور میرے پدرِ بزرگوار اور میری والدۂ گرامی کے اور کوئی دوسرا رسول اللہؐ کے ساتھ نہ تھا۔
نیز کسی کو اجازت نہیں کہ مسجد کے اندر سوائے میرے جدِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور میرے پدرِ بزرگوار کے، داخل ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہم لوگوں پر خصوصی فضل و کرم ہے۔

پھر تم لوگ یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ رسول اللہؐ کے نزدیک ہماری کیا قدر و منزلت تھی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حکم دیا کہ مسجد کے اندر کھلنے والے ہر ایک کے دروازے بند کر دیے جائیں سوائے ہم لوگوں کے دروازے کے۔

اس بات پر لوگوں کو گلہ ہوا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: سُنو! میں نے اپنی مرضی سے نہ کسی کا دروازہ بند کرایا ہے اور نہ کسی کا دروازہ کھلا رکھا ہے بلکہ یہ بند کرنے اور کھلے رہنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

معاویہ کو یہ غلط فہمی ہے کہ میں نے اس کو خلافت کا اَہل سمجھ لیا ہے اور خود کو اس کے لیے نا اَہل سمجھا ہے۔ معاویہ جھوٹ بولتا ہے۔ ہم لوگ کتابِ خدا اور قولِ رسولؐ کی بنا پر اس خلافت کے حقیقی اَہل اور مستحق ہیں، مگر جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے رحلت فرمائی ہے ہم اَہلِ بیتؑ اُس وقت سے اب تک مسلسل مظلوم رہے۔ اور اللہ ہی اس کا فیصلہ فرمائے گا۔ ہمارے حقوق ان لوگوں نے غصب کیے ہیں، جبراً ہماری گردنوں پر سوار ہو گئے ہیں، ہمارے خلاف لوگوں کو بھڑکایا ہے۔ مالِ فئ (غنیمت) میں سے بھی ہمارا حصّہ دینا بند کر دیا اور ہماری مادرِ گرامی کو جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہبہ کر گئے تھے اُسے بھی غصب کر لیا۔

میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر رسول اللہؐ کی جدائی کے بعد لوگ میرے

پدرِ بزرگوار کی بیعت کر لیتے تو وہ زمین و آسمان کی برکتوں سے اس قدر فیضیاب ہوتے کہ اے معاویہ آج تو اس کی قطعی لالچ نہ کرتا۔ مگر جب یہ خلافت اپنے معدن سے نکل گئی تو اس کے لیے قریش نے جھگڑے شروع کر دیے اور آزاد کردۂ رسولؐ اور اُن کی اولاد کو یعنی تجھے اور تیرے اصحاب کو بھی اس کی حرص دامنگیر ہوئی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرما گئے ہیں کہ جب کسی قوم کا والی وحکمراں کوئی ایسا شخص ہو کہ اس سے بھی زیادہ صاحبِ علم اس قوم میں موجود ہو تو وہ مسلسل پستی کی طرف جائے گی۔ یہانتک کہ وہ اس پستی پر پلٹ کر پہنچ جائے گی جس کو وہ چھوڑ کر آگے بڑھی تھی۔

چنانچہ بنی اسرائیل نے حضرت ہارونؑ کو چھوڑا درآنحالیکہ وہ جانتے تھے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ ہیں، مگر اس کے باوجود وہ سامری کے متبع ہو گئے۔ اور اس اُمت نے میرے پدرِ بزرگوار کو چھوڑ کر غیروں کی بیعت کر لی۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سُن چکے تھے کہ:

"یَا عَلِیُّ اَنْتَ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی" لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ"

یعنی: (اے علیؑ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ سوائے نبوّت کے)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو دیکھ چکے تھے۔ آپؐ نے میرے پدرِ بزرگوار کو غدیرِ خم کے دن اپنا جانشین مقرّر کر دیا تھا اور حکم دیا تھا کہ جو لوگ اس مجمعے میں موجود ہیں اُن کا فریضہ ہے کہ اُن لوگوں کو بتا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنی قوم کو اللہ کی طرف دعوت دے رہے تھے مگر (دیکھا کہ قتل کا منصوبہ ہے تو) بھاگ کر غار میں پناہ لی اور اگر آپؐ اپنے مددگار پاتے تو ہرگز نہ بھاگتے۔

میرے پدرِ بزرگوار نے بھی (تلوار نہ اُٹھائی) اپنا ہاتھ روکا، انھیں قسم دیدے کر اپنا حق منوانے کی سعی کرتے رہے، فریاد کرتے رہے، مگر کوئی فریاد کو نہ پہنچا۔

جب ہارونؑ کو بنی اسرائیل نے کمزور بنا دیا اور قریب تھا کہ انھیں قتل کر دیں تو انھیں اللہ تعالیٰ نے گنجائش دیدی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو بھی اللہ تعالیٰ نے گنجائش دیدی جبکہ آپؐ نے غار میں پناہ لی، اس لیے کہ انھیں مددگار نہیں ملے۔ اسی طرح میرے پدرِ بزرگوار کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے گنجائش مل گئی۔ اب اس اُمّت نے ہم لوگوں کو چھوڑ کر اے معاویہ! تیری بیعت کر لی۔ اگلے وقت کی یہ رسمیں اور مثالیں ہیں جو ایک کے پیچھے ایک چلی آ رہی ہیں۔

اے لوگو! یقین کرو کہ اگر تم لوگ مشرق و مغرب کے درمیان کسی ایسے شخص کو تلاش کرو جو فرزندِ نبیؐ ہو، تو سوائے میرے اور میرے بھائی کے اور کسی کو نہ پاؤ گے۔ اور میں نے بیرِ صلح

کرلی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ شاید یہ تم لوگوں کے لیے آزمائش کا دَور ہو اور ایک معینہ مدت کے لیے ہو۔ (امالی شیخ)

(۱۴۳) حضرت امام حسنؑ کا خط معاویہ کے نام

حضرت امام حسن علیہ السلام کے مکاتیب میں سے ایک خط یہ ہے جو آپؑ نے امیر المومنین علیہ السلام کی وفات کے بعد جب سب لوگ آپؑ کی بیعت کر چکے تو آپؑ نے معاویہ کو تحریر فرمایا تھا۔

"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ یہ خط ہے اللہ کے بندے حسن ابنِ امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے معاویہ بن صخرا کے نام۔

اَمّا بَعْدُ: واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو سارے عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا، اُنؐ کے ذریعے حق کو ظاہر فرمایا اور باطل کو مٹایا، اہلِ شرک کو ذلیل کیا، اور اہلِ عرب کو عموماً اور ان میں سے جس کو چاہا خصوصاً عزّت و شرف بخشا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "یہ ذکر تمھارا ہے اور تمھاری قوم کا ہے"۔

جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے وفات فرمائی تو آپؐ کے بعد آپؐ کی حکومت کے لیے عرب میں نزاع چھڑ گئی۔ انصار نے کہا "مِنَّا اَمِیۡرٌ وَ مِنۡکُمۡ اَمِیۡرٌ"، (یعنی ایک امیر ہمارا ہوگا اور ایک امیر تمھارا ہوگا")

اور قریش نے کہا ہم لوگ محمدؐ کے وارث ہیں، اُن کے خاندان کے ہیں، لہٰذا، محمدؐ کی حکومت کے لیے ہم لوگوں سے نزاع نہ کرو۔

اِس دلیل پر اہلِ عرب خاموش ہو گئے اور قریش کے حق کو تسلیم کر لیا۔ مگر اب ہم آنحضرتؐ کے حقیقی وارث ہیں اُنؐ کے ذوالقربیٰ ہیں، لہٰذا اس کے لیے تمھارا ہم لوگوں سے نزاع کرنا ناحق ہے اس کا اثر اسلام میں ممدوح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمارے درمیان انصاف کرے گا۔ اور میری دعا تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو اِس دنیا میں ایسی چیز نہ دے جس سے ہمارے آخرت کے حصّے میں کمی ہو۔

اور تمھیں معلوم ہو کہ جب امیر المومنین علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام اِس دُنیا سے رخصت ہونے لگے تو اُنھوںؑ نے اپنے بعد مجھے اس حکومت کا والی مقرر فرما دیا تھا۔

پس، اے معاویہ! اللہ سے ڈرو، اُمّتِ محمدؐ کا خیال کرو اور وہ کام کرو جس سے یہ خونریزی سے

محفوظ رہے اور امورِ اُمّت درست ہوں۔ والسّلام

امام حسن علیہ السّلام کی تحریروں میں سے ایک تحریر وہ بھی ہے جو آپؑ نے اپنے اور معاویہ کے درمیان بطور صلحنامے کے تحریر فرمایا تھا۔ اس لیے کہ وہ چاہتے تھے کہ اُمّتِ محمّدؐ کا خون نہ بہے اور فتنہ و فساد کی آگ بُجھ جائے۔ وہ تحریر یہ ہے۔

○ تحریر امام حسنؑ معاویہ کے نام مع شرائطِ صلح :

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ یہ وہ شرائط ہیں جن پر حسنؑ ابن علیؑ ابنِ ابی طالبؑ نے معاویہ بن ابی سفیان سے صلح منظور کی۔ صلح اس امر پر کی ہے کہ وہ مسلمانوں کی حکومت اس کے حوالے کردیں گے بشرطیکہ :

۱۔ وہ (معاویہ) مسلمانوں پر حکومت کتابِ خدا و سنّتِ رسولِ خداؐ اور سیرتِ خلفائے صالحین کے مطابق کرے گا۔

۲۔ معاویہ بن ابی سفیان اپنے بعد کے لیے کسی کو اپنا ولیعہد نہیں بنائے گا، بلکہ یہ امر اس کے بعد شوریٰ بین المسلمین کے ذریعے طے پائے گا۔

۳۔ وہ تمام لوگوں کو امان دے گا۔ خواہ وہ اللہ کی زمین کے کسی حصّے میں بستے ہوں چاہے وہ اہلِ شام ہوں یا اہلِ عراق یا وہ اہلِ حجاز ہوں، اہلِ یمن ہوں یا کسی اور خطّے کے رہنے والے ہوں۔

۴۔ علیؑ بن ابی طالبؑ کے اصحاب اور آپؑ کے دوستداروں کی جان، اُن کا مال، اُن کی عورتیں اور اُن کے بچّے ہر طرح محفوظ و مامون رہیں گے، اُن کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔

۵۔ اور معاویہ بن ابی سفیان اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہے کہ وہ اِن شرائط کی پابندی کرے گا، اس عہد کو پورا کرے گا اور امام حسنؑ بن علیؑ، ان کے بھائی حسینؑ ابنِ علیؑ اور اہلِ بیتِ رسول اللہؐ میں سے کسی فرد کا بھی بُرا نہ چاہے گا، نہ بظاہر اور نہ بباطن۔ اور یہ لوگ دنیا کے کسی گوشے میں بھی ہوں وہ (معاویہ) ان لوگوں کو خوفزدہ نہ کرے گا۔

اِس صلح نامے کے گواہ فلاں فلاں ہیں اور ویسے تو اللہ ہی گواہی کے لیے بہت کافی ہے۔ والسّلام

○ صلح کے بعد امام حسن علیہ السّلام کا خطبہ

جب صلح کی بات پختہ ہوگئی تو معاویہ نے امام حسن علیہ السّلام سے گذارش کی کہ آپؑ لوگوں کے مجمعے میں اعلان کر دیں کہ آپؑ نے معاویہ سے صلح کر لی ہے اور حکومت اس کے سپرد کر دی ہے۔

آپؑ نے اسے قبول فرمالیا۔ اور کھڑے ہو کر حمد وثنائے الٰہی بجالائے پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر دُرود بھیجا، اس کے بعد فرمایا:

اے لوگو! سمجھداروں میں سب سے زیادہ سمجھدار شخص متّقی ہے اور احمقوں میں سب سے زیادہ احمق شخص فاسق وفاجر ہے۔ سُنو! اگر تم لوگ جابلق وجابلس (مشرق و مغرب) کے درمیان کسی ایسے شخص کو تلاش کرو جس کے جدِّ بزرگوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہوں، تو تم لوگ سوائے میرے اور میرے بھائی حسینؑ کے اور کسی کو نہ پاؤ گے۔ نیز تمھیں معلوم ہے کہ اللہ تعالٰی نے میرے جد حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ذریعے تم لوگوں کی ہدایت فرمائی تمھیں گمراہی سے نکالا، تم سے جہالت دُور کی، تم لوگ ذلیل تھے تمھیں عزّت بخشی، تم لوگ قلّت میں تھے تم میں کثرت پیدا کی۔ اس معاویہ نے مجھ سے اس حق کے لیے جھگڑا کیا جو واقعتًا میرا حق ہے اس کا نہیں ہے مگر میں نے سوچا کہ کسی طرح اُمّت جد کی بھلائی ہو اور فتنہ وفساد ختم ہو۔ تم لوگ میری بیعت اس بات پر کر چکے ہو کہ جس سے میری جنگ ہوگی اس سے تم لوگوں کی بھی جنگ ہوگی اور جس سے میری صلح ہوگی اس سے تمھاری بھی صلح ہوگی۔ لہٰذا میں نے طے کیا کہ میں معاویہ سے صلح کرلوں اور اپنے اور اس کے درمیان جنگ وجدال ختم کر دوں، کیونکہ میری رائے میں خونریزی سے بہتر یہ ہے کہ صلح ہو۔ اس صلح سے میرا مقصد صرف تم لوگوں کی بھلائی اور بقا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ دَور تمھاری آزمائش کا ہے جو ایک مدّتِ معیّنہ تک چلے گا۔

○ رجعت کے سلسلے کی ایک روایت

کتاب الغیبۃ میں ایک طویل روایت ہے جو رجعت (قربِ قیامت میں ائمہؑ وانبیائے اولوالعزم کا دوبارہ ظاہر ہونا) کے سلسلے میں مفضّل بن عمر نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: "اے مفضّل! (جب رجعت ہوگی تو) امام حسن علیہ السّلام اپنے

جدِّ بزرگوار حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں جائیں گے اور عرض کریں گے نانا جان! میں امیرالمومنینؑ کے ساتھ (مدینے سے ترکِ وطن کرکے) کوفے میں رہا یہانتک کہ وہ عبدالرحمن بن ملجم علیہ اللعن کی تلوار کی ضرب سے شہید ہوگئے اور اُنھوں نے مجھے اپنا وصی اسی طرح مقرّر فرمایا جس طرح آپؐ نے اُن کو اپنا وصی مقرّر فرمایا تھا۔ معاویہ کو میرے پدر بزرگوار کی شہادت کی خبر ملی تو اُس نے زیاد ملعون کو ڈیڑھ لاکھ فوج دے کر کوفے کی جانب روانہ کیا اور اُسے حکم دیا کہ وہ مجھے اور میرے بھائی حسینؑ کو میرے سارے بھائیوں اور میرے اہلِ بیت اور میرے شیعوں اور دوستداروں کو گرفتار کرے اور ہم لوگوں سے معاویہ کے لیے بیعت لے۔ جو بیعت سے انکار کرے اس کی گردن مار دے اور اس کا سر معاویہ کے پاس بھیج دے۔ *

* منبرِ کوفہ پر امام حسنؑ کا خطبہ (مسلسل)

* جب مجھے معاویہ کے اس اقدام کا علم ہوا تو میں گھر سے نکلا اور نماز کے لیے مسجدِ کوفہ پہنچا، پھر منبر پر گیا تو لوگ جمع ہوگئے۔ میں نے خطبہ شروع کیا۔ پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجالایا اس کے بعد کہا:

"اے گروہِ مردم! سارا دیار مٹ گیا، سارے آثار محو ہوگئے۔ اب صبر ممکن نہیں گروہِ شیطانی اور بد دیانتوں کی حکومت نے بے قرار کردیا ہے۔ خدا کی قسم! اس وقت آیاتِ قرآنی کا مطلب واضح ہوا، اس کے مشکلات ظاہر ہوئے، ہمیں اسی وقت توقع تھی کہ اس آیت کی پوری تاویل سامنے آجائے گی:

"وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـئًا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝" (سورۂ آلِ عمران آیت ۱۴۴)

ترجمۂ آیت:-

(اور محمدؐ نہیں ہیں مگر رسول، ان سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔ اگر وہ مرجائیں یا قتل ہوجائیں تو کیا تم لوگ اپنے پچھلے دین پر واپس لوٹ جاؤ گے۔ جو بھی اپنے پچھلے دین کی طرف پھرا، وہ اللہ کو کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا۔ اور اللہ شکر گذاروں کو جزا دے گا۔)

میرے جد نے رحلت فرمائی، میرے پدرِ بزرگوار قتل کر دیے گئے لوگوں کے دلوں میں وسواس خناس بولنے لگا اور فتنے کا زاغ کائیں کائیں کرنے لگا، تم لوگوں نے سنّتِ رسولؐ کی مخالفت شروع کر دی۔ ہائے وہ فتنہ کسقدر اندھا اور بہرا تھا کہ نہ کسی پکارنے والے کی آواز سنتا تھا اور نہ کسی منادی کی ندا پر لبیک کہتا تھا، نہ فتنہ پرور لوگوں کی مخالفت پر آمادہ تھا۔ کلمۂ نفاق کھل کر سامنے آگیا، افتراق و انشقاق کے پرچم لہرانے لگے۔ شام و عراق کی مراقی فوجیں برسرِ پیکار ہو گئیں۔

خیر، اے لوگو! اللہ تم پر رحم کرے اب پھر سے شروع کرو اور نورِ واضح اور علمِ بے پایاں کی طرف آجاؤ، اُس نور کی طرف آجاؤ جو بُجھایا نہیں جا سکتا، اُس حق کی طرف قدم بڑھاؤ جو چھپایا نہیں جا سکتا۔

اے لوگو! خوابِ غفلت سے چونکو، گہرے اندھیرے سے نکلو، اُس ذات کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا ہے، جو مخلوقات کا پالنے والا ہے، جو بڑا اعظمت والا ہے، اگر تم لوگوں میں سے ایک گروہ بھی صفائیٔ قلب اور خلوصِ نیّت سے میرے ساتھ ہو جائے جس میں نفاق کا شائبہ اور افتراق کا خیال نہ ہو تو میں تلوار کے ساتھ قدم قدم پر جہاد کروں گا، تلواروں، نیزوں اور سواروں سے گھیر کر اُس کا راستہ تنگ کر دوں گا۔ اللہ تم لوگوں پر رحم کرے بولو! کیا ارادہ ہے؟

مگر معلوم ہوتا تھا کہ تمام لوگوں کے منہ میں خاموشی کی لگام لگی ہوئی ہے، سوائے بیس افراد کے کہ وہ اُٹھ کر بولے:

"فرزندِ رسولؐ! ہم لوگوں کو صرف اپنے نفسوں اور اپنی تلواروں پر اختیار ہے۔ ہم حاضر ہیں جو حکم دیجیے بخوشی قبول کریں گے۔ آپؑ کی رائے پر چلیں گے۔ آپؑ جو چاہیں ہمیں حکم دیں"

پس میں نے نظر اُٹھا کر داہنے اور بائیں دیکھا، مگر سوائے اُن بیس آدمیوں کے اور کوئی بھی نظر نہ آیا۔ فوراً میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھے اس وقت اپنے جدِّ امجد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سیرت پر عمل کرنا چاہیے۔ وہ بھی ایک عرصے تک چھپ کر اللہ کی عبادت کرتے رہے حالانکہ اُس وقت آپؐ کے پاس اُنتالیس آدمی موجود تھے، مگر اللہ تعالےٰ نے چالیس پورے کر دیے تب آپؐ نے حکمِ خدا اور امرِ الٰہی کو ظاہر فرمایا۔

پس اسی طرح اگر میرے پاس بھی چالیس آدمی ہوتے تو میں راہِ خدا میں جہاد کرتا اور پورا پورا جہاد کا حق ادا کر دیتا۔

پھر میں نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کیا، پروردگارا! تو دیکھتا

تو یہ کہ میں نے ان لوگوں کو نیکی کی طرف دعوت دی، بُرائیوں سے ڈرایا، امر و نہی سے کام لیا مگر یہ لوگ دعوت دینے والے کی آواز پر لبیک کہنے سے غافل ہیں اور نصرت چھوڑ بیٹھے ہیں، اطاعت میں کوتاہی کر رہے ہیں اور دشمنوں کی مدد کر رہے ہیں۔ لہٰذا پروردگارا! تو ان پر اپنی طرف سے ایسا عذاب نازل فرما جو اس ظالم قوم سے کبھی رد نہ ہو سکے۔ یہ کہکر منبر سے اتر آیا۔

اس کے بعد میں، نے کوفے کو چھوڑا اور مدینہ واپس چلا آیا اور معاویہ کی فوج نے تمام مسلمانوں کو خوب ہی لوٹا، اور ان لوگوں کو تہہ تیغ کیا جو اس سے لڑ نہیں رہے تھے، عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کیا۔ میں ان لوگوں کو بتا آیا ہوں کہ تم لوگوں میں وفا نہیں ہے، میری بیعت توڑ کر معاویہ کی بات قبول کرو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا میں نے کہا تھا۔

آلِ محمدؐ پر اُمتِ محمدؐ کے مظالم

عبدالحمید ابنِ ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق ابنِ امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے کسی صحابی سے فرمایا:

"اے فلاں! تمھیں معلوم ہے کہ ہم لوگوں نے قریش کے کیسے کیسے مظالم برداشت کیے۔ اور اُنھوں نے ہمیں کس کس طرح ستایا۔ ہمارے شیعوں اور دوستداروں کو ان لوگوں نے کیا کیا دُکھ دیے؟

سُنو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت فرمائی، وہ اُمت کو بتا گئے کہ ہم اہلِ بیت اُمت میں سب سے افضل و اولیٰ ہیں مگر قریش نے خلافت و حکومت کے معاملے میں ہمیں نظر انداز کیا اس کو اصلی معدن سے نکال کر ہماری ہی دلیل کو انصار کے سامنے پیش کیا (انھوں نے خاموشی سے تسلیم کرلیا۔) پھر قریش نے یکے بعد دیگرے عنانِ حکومت سنبھالی۔ یہانتک کہ جب حکومت ہم لوگوں تک پلٹ کر آئی تو ان ہی لوگوں نے ہماری بیعت توڑی اور ہم سے جنگ چھیڑی اور صاحبِ حکومت کو مسلسل اُلجھائے رکھا، یہانتک کہ انھیں قتل کر دیا۔

پھر اُن کے فرزند حسنؑ سے بیعت کی گئی تو اُن سے بھی غداری کی، انھیں صلح پر مجبور کر دیا اور اہلِ عراق نے تو ان پر حملہ کر کے خنجر سے زخمی کیا، سارا مال و اسباب لوٹ لیا۔ پھر اُن کے زخموں کا علاج کیا گیا، بالآخر انھوں نے معاویہ سے بحالتِ مجبوری صلح کرلی اور اس طرح اُنھوں نے اپنی اور اپنے اہلِ بیت کی جان بچائی۔

اس کے بعد اہلِ عراق میں سے بیس ہزار افراد نے امام حسینؑ کی بیعت قبول کی اور اُن

سے بھی غدّاری کی اور ان سے جنگ کرنے کے لیے آئے۔ حالانکہ ابھی ان کی بیعت ان لوگوں کی گردنوں پر تھی، بالآخر انھیں بھی قتل کر دیا۔

اس کے بعد ہم اہلِ بیت مسلسل ذلیل کیے جاتے رہے، ظلم سہتے رہے، حقیر بنائے گئے، حق سے محروم رکھے گئے، قتل کیے گئے، خوف کے عالم میں زندگی بسر کرتے رہے، ہمیں ہمیشہ اپنی اور اپنے دوستوں کی جان کا خطرہ رہا۔ پھر کاذبوں اور منکروں کو اپنے کذب و انکار کی وجہ سے موقع ملا کہ وہ ہر شہر میں والیانِ حکومت، قاضیانِ بدطینت اور عاملانِ دوں فطرت کے دربار میں تقرّب حاصل کرلیں۔ پھر انھوں نے جھوٹی اور مصنوعی حدیثیں بیان کرنی شروع کر دیں اور ہم لوگوں سے منسوب کر کے ایسی ایسی روایتیں بیان کیں کہ ہم لوگوں نے نہ کبھی کہا تھا اور نہ کبھی کیا تھا، تاکہ سب لوگ ہمارے دشمن بن جائیں اور بعدِ وفاتِ امام حسنؑ عہدِ معاویہ میں تو وہ چیزیں اور زیادہ ہوگئیں حالت یہ ہوئی کہ ہر شہر میں ہمارے شیعہ قتل کیے گئے اور محض شُبہے پر کہ یہ محبِّ اہلِ بیت ہے، اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے۔ جو شخص ہماری محبّت اور ہم سے وابستگی کا ذکر کرتا اُسے قید کر دیا جاتا، اُس کا مال و اسباب لوٹ لیا جاتا، اُس کا گھر مسمار کر دیا جاتا۔ اور عبید اللہ ابنِ زیادؒ سے قاتلِ امام حسینؑ تک تو یہ بلائیں اور یہ مصیبتیں سخت سے سخت اور زیادہ سے زیادہ تر ہوتی گئیں۔ اس کے بعد حجّاجؒ کا زمانہ آیا تو اس نے ان شیعوں کا پوری طرح قتلِ عام شروع کر دیا۔ ذرا سے شُبہے یا ذرا سی تہمت پر انھیں گرفتار کر لیا جاتا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگوں کو کافر و زندیق کہا جانا پسند تھا مگر شیعانِ علیؑ کہا جانا پسند نہ تھا۔ نیز یہ عالم ہوگیا کہ وہ راوی جن کا تذکرہ خیر سے ہوتا ہے اور شاید وہ پرہیزگار اور سچّے بھی سمجھے جاتے ہیں، وہ ایسی عجیب و غریب احادیث اپنے گذشتہ خلفاء کے فضائل میں بیان کرنے لگے کہ حیرت ہوتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو ایسی کوئی شے پیدا کی اور نہ ایسا ممکن ہے، نہ ہوا ہے۔ مگر راویوں کی کثرت کی وجہ سے وہ اس روایت کو صحیح سمجھتا ہے۔

بحار الانوار

باب ۱۱

وہ واقعات جو
امام حسنؑ و معاویہ و اصحابِ معاویہ
کے درمیان پیش آئے

① دربارِ معاویہ میں شانِ امیرالمومنینؑ پر سبّ و شتم ......!

شعبی و ابومخنف و یزید بن ابی حبیب مصری سے روایت کی گئی ہے ان سب کا بیان ہے کہ تاریخِ اسلام میں کوئی دن ایسا نظر نہیں آتا کہ جس میں لوگ مباحثے اور مناظرے کے لیے جمع ہوئے ہوں اور اس میں اتنا شور و غل ہوا ہو اور اتنی بلند آواز سے گفتگو ہوتی ہو اور اتنے شدید مبالغے سے کام لیا گیا ہو جتنا اس دن ہوا جب معاویہ بن ابی سفیان کے پاس عمرو بن عثمان بن عفان و عمرو بن العاص و عتبہ بن ابی سفیان، ولید بن عتبہ بن ابی معیط اور مغیرہ بن شعبہ جمع ہوئے اور سب نے ایک بات پر اتّفاق کیا۔

عمرو بن العاص نے معاویہ سے کہا: آپ حسنؑ بن علیؑ کے پاس آدمی بھیج کر انھیں کیوں نہیں یہاں بُلاتے۔ انھوں نے اپنے باپ کی سیرت کو زندہ کیا ہے اور ایسا زندہ کیا ہے کہ اُن کے پیچھے لوگ بھاگتے ہیں تو اُن کے جوتے چٹخ کرتے ہیں۔ جو وہ حکم دیتے ہیں اس کی تعمیل کی جاتی ہے اور جو کہتے ہیں اس کی تصدیق کی جاتی ہے اور یہی دونوں باتیں ایسی ہیں جو انھیں اس سے بھی زیادہ بلندی پر پہنچا دیں گی۔ اگر تم انھیں یہاں بُلواؤ تو ہم لوگ اُن کی اور اُن کے باپ کی منقصت کریں، اُن پر اور اُن کے باپ پر سبّ و شتم کریں، اُن کی اور اُن کے باپ کی قدر و منزلت کو گھٹائیں اور اس کے لیے جم کر بیٹھیں تاکہ اُن کے متعلق بات سچ ثابت ہو۔

معاویہ نے کہا، مگر مجھے ڈر ہے کہ وہ تم لوگوں کی گردنوں میں ذلت کا ایسا طوق نہ ڈال دیں جو قبر میں جاتے وقت بھی تم لوگوں کی گردنوں سے نہ اُتر سکے۔ خدا کی قسم، میں انھیں جب بھی دیکھتا، اُن کے قریب جانے سے گھبراتا ہوں کہ کہیں ڈانٹ نہ پڑ جائے۔

عمرو بن العاص نے کہا، کیا تمھیں اس کا ڈر ہے کہ اُن کا باطل ہمارے حق پر اور اُن کا مرض ہماری صحت پر حاوی آجائے گا؟

معاویہ نے کہا، نہیں۔

عمرو بن العاص نے کہا، تو پھر انھیں بُلا بھیجو۔

عُتبہ نے کہا، میں اس رائے سے متفق نہیں ہوں، خدا کی قسم وہ جتنے زیادہ اور بڑے بڑے کیڑے تمھارے اندر نکال دیں گے اِس سے زیادہ تم لوگ اُن میں نہیں نکال سکتے۔ معلوم ہے اُن کا تعلق اُس خاندان سے ہے جو بحث ومناظرے والا ہے۔

بالآخر لوگوں نے حضرت امام حسن علیہ السّلام کے پاس آدمی بھیجا۔ اُس نے آپؑ سے جاکر کہا کہ معاویہ نے آپؑ کو بُلایا ہے۔

آپؑ نے پوچھا، اُس کے پاس اور کون ہے؟

آدمی نے کہا، اُس کے پاس فلاں فلاں لوگ ہیں۔

امام حسنؑ نے فرمایا: آخر ان سبھوں پر چھت کیوں نہیں پھٹ پڑتی اور اُن پر ایسا کوئی عذاب نازل کیوں نہیں ہوجاتا کہ جس کی اُن کو خبر بھی نہ ہو۔

اِس کے بعد آپؑ نے خادمہ کو آواز دی کہ میرا لباس لاؤ، اس کے بعد آپؑ نے یہ دُعا پڑھی:

دُعائے فَرَج

"اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَدْرَأُبِكَ فِىْ نُحُوْرِهِمْ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ وَاَسْتَعِيْنُ بِكَ عَلَيْهِمْ فَاكْفِنِيْهِمْ بِمَا شِئْتَ وَاَنّٰى شِئْتَ مِنْ حَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔"

ترجمہ۔ "پروردگارا! میں تیرے ذریعے ان لوگوں کی گردنوں کو نشانہ بناتا ہوں اور اِن لوگوں کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اِن لوگوں کے مقابلے میں تجھ سے مدد چاہتا ہوں پس میری مدد فرما جس چیز سے چاہے اور جب چاہے۔ اپنی قوّت وطاقت کے ساتھ اے ارحم الرّاحمین۔"

پھر آپؑ نے اس فرستادہ سے کہا، یہ دعائے فرج ہے۔

اس کے بعد جب آپؑ معاویہ کے پاس پہنچے تو اُس نے مرحبا اور خوش آمدید کہتے ہوئے مصافحہ کیا۔

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: تمھارا تحیہ سلامتی کی علامت ہے اور مصافحہ بتاتا ہے کہ جان کی امان ہے۔

معاویہ نے کہا، ہاں ایسا ہی ہے۔ اِن لوگوں نے آپؑ کے پاس میرے منع کرنے کے باوجود آدمی بھیج کر آپؑ کو بُلایا ہے تاکہ آپؑ کو قائل کر دیں کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے اور انھیں آپؑ کے باپ نے قتل کیا۔ لہٰذا ان کی باتیں سُنیں اور اس کا جواب دیں اور جیسی باتیں یہ لوگ کریں ویسا ہی جواب آپؑ بھی دیں اور ان کے جواب میں میری موجودگی آپؑ کے لیے مانع نہ ہونی چاہیے۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا، سبحان اللہ، کیا بات کہی ہے یہ گھر کسی اور کا نہیں تیرا ہے اس گھر میں تو تیرا ہی حکم چلے گا۔ واللہ، جو ان لوگوں نے ارادہ کیا ہے اس میں تمھاری مرضی ہے تمھیں شرم کرنی چاہیے کہ تم فحش پر راضی ہو گئے اور اگر تمھاری مرضی نہ تھی مگر یہ لوگ تم پر غالب آگئے تو تمھیں شرم کرنی چاہیے کہ تم اتنے کمزور ہو۔ آخر ان دو باتوں میں سے کسی ایک کا اقرار اور اعتذار تو کرو۔ مگر جہاں تک میرا تعلق ہے اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ لوگ اس مقصد سے یہاں جمع ہیں تو میں بھی ان ہی کی تعداد کے برابر بنی ہاشم میں سے کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ لاتا۔ مجھے تنہا پا کر یہ لوگ اپنی کثرت سے مجھے مرعوب کرنا چاہیں گے، مگر خیر اللہ تعالےٰ میرا پشت پناہ آج بھی ہے اور آج کے بعد بھی۔ اچھا اب یہ لوگ جو کچھ کہنا چاہیں کہیں مَیں سُنوں گا:

"اور نہیں ہے کوئی قوّت اور نہیں ہے کوئی طاقت مگر صرف اللہ بزرگ و برتر کی دی ہوئی۔"

سب سے پہلے عمرو بن عثمان بن عفان نے گفتگو کا آغاز کیا اور بولا:

آج جیسا دن تو کبھی سُننے میں نہیں آیا کہ خلیفۃ المسلمین عثمان بن عفان کے قتل کے بعد بنی عبدالمطّلب کے افراد روئے زمین پر آج بھی باقی ہیں۔ افسوس یہ اُن کی بہن کے فرزند تھے، اسلام میں صاحبِ فضیلت و منزلت تھے، رسول اللہؐ کے خاص صحابہ میں سے تھے مگر بدقسمتی سے اِن لوگوں نے ظلم و فتنہ پروری و حسد کی بنا پر اُن کا خون ناحق بہایا اور اس چیز کے طالب ہوئے جس کے وہ اہل نہ تھے۔ ہائے کس قدر ذلّت و رسوائی کی بات ہے حسنؑ اور سارے بنی عبدالمطّلب قاتلانِ عثمان بن عفان ابھی زندہ ہیں روئے زمین پر چل پھر رہے ہیں، اور عثمان اپنے خاک و خون میں غلطاں ہیں اور ان ہی کا خون نہیں بلکہ جنگِ بدر کے انیس[19] مقتولین بنی امیّہ کا خون ابھی تم لوگوں کے ذمّے باقی ہے۔

اس کے بعد عمرو بن العاص پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجا لایا، اس کے بعد بولا:

اے فرزندِ ابوتراب! ہم لوگوں نے تمھارے پاس آدمی بھیج کر اس لیے بُلایا ہے کہ

تاکہ تم پر ثابت کردیں کہ تمھارے باپ نے ابوبکر صدّیق کو زہر دیا، عمر فاروق کے قتل میں شریک رہے اور عثمان ذوالنّورین کو اُنھوں نے ناحق قتل کرایا، اور اس خلافت کے دعویدار ہوئے جس کا اُن کو کوئی حق نہ تھا۔ اُنھوں نے عثمان کی بُرائیاں کیں اور اُن کے خلاف فتنہ و فساد برپا کردیا۔

عمرو بن العاص نے مزید کہا:

اے بنی عبدالمطّلب! اللہ کبھی یہ نہیں کرے گا کہ حکومت تم لوگوں کو عطا کرے اور تم لوگ وہ کام نافذ کرو جو تمھارے لیے حلال نہیں ہے۔ اور اے حسنؑ! تمھارے دل میں تو یہ ہے کہ تم امیرالمومنین بننے والے ہو مگر تمھارے پاس اس کے لیے نہ عقل ہے اور نہ سمجھ، یہ تو تم سے سلب کرلی گئی ہے پھر تم کیسے بنو گے، تمھیں تو قریش میں احمق سمجھ کر چھوڑ دیا گیا ہے یہ سب تمھارے باپ کی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ ہم لوگوں نے تمھیں اس لیے بُلایا ہے کہ تمھیں بھی گالیاں سُنائیں اور تمھارے باپ کو بھی، اور تمھارے لیے یہ ممکن نہیں کہ ہم پر عتاب کرو، ہماری کسی بات کی تکذیب کرو اور اگر تمھارا خیال ہے کہ ہم لوگ جھوٹ بول رہے ہیں اور تم لوگوں پر اتہام لگا رہے ہیں یا خلافِ حق گفتگو کر رہے ہیں تو بات کرو، ورنہ سمجھ لو کہ تم اور تمھارے باپ بدترین مخلوق ہیں۔

خیر تمھارے باپ سے تو اللہ نے ہم لوگوں کو چھٹکارا دلا دیا۔ اب رہ گئے تم، تو تم ہم لوگوں کے قابو میں ہو اور تمھارے لیے ہم لوگ کچھ طے کریں گے، اگر ہم لوگوں نے تمھیں قتل کردیا تو نہ اللہ کے نزدیک یہ کوئی گناہ ہوگا اور نہ لوگوں کے نزدیک یہ کوئی بُرائی اور عیب ہے۔

پھر عتبہ بن ابی سفیان بولا: اور گفتگو کی ابتدا اس نے اس طرح کی کہ:

اے حسن! تمھارے باپ قریش کے لیے بدترین انسان تھے وہ سب سے زیادہ قطع رحم کرنے والے سب سے زیادہ خون بہانے والے تھے۔ اور تمھارا شمار تو حضرت عثمان کے قاتلوں میں ہے۔ ہم لوگوں کو حق پہنچتا ہے کہ اِس جرم کی پاداش میں تمھیں قتل کردیں یہ سزا تم پر ازروئے کتابِ خدا ہے اور اِس ہی بنا پر ہم لوگ تم کو قتل کرنے والے ہیں۔ تمھارے باپ سے تو اللہ نے چھٹکارا دیا وہ قتل ہوگئے، اب جو تم خلافت کی آس لگائے ہوئے ہو تو یہ ممکن نہیں۔

پھر ولید بن عتبہ بن ابی سلیط نے بھی اسی طرح کی بات کی جیسی اس کے ساتھیوں نے کی تھی اور بولا:

اے گروہِ بنی ہاشم! سب سے پہلے تم ہی لوگوں نے عثمان کی عیب گیری شروع کی اُن کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا، یہاں تک کہ خلافت کی حرص میں تم لوگوں نے انھیں قتل کر ڈالا

اور حکومت کی لالچ کی، طلبِ دنیا کے لیے تم لوگوں نے قطع رحم کیا، اُمت کی ہلاکت اور خونریزی پر اُتر آئے حالانکہ عثمان رشتے میں تم لوگوں کا ماموں ہوتا تھا اور وہ کتنا اچھا ماموں تھا۔ نیز وہ رشتے میں تم لوگوں کا داماد بھی ہوتا تھا اور وہ کتنا اچھا داماد تھا۔ مگر سب سے پہلے تم ہی لوگوں نے اس سے حسد کیا اور اس پر طعنہ زنی شروع کی، یہاں تک کہ اُس کے قتل کے مرتکب ہوئے۔ بتاؤ کیا رائے ہے؟ اللہ تعالےٰ تم لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟

پھر مغیرہ بن شعبہ بولا اور اس کی ساری گفتگو علی علیہ السّلام کی بُرائی کرنے پر تھی۔ اُس نے کہا:

اے حسنؑ! حقیقت یہ ہے کہ عثمانؓ مظلوم قتل ہوئے اور تمھارے باپ کسی بہانے بھی اِس قتل سے بَری نہیں ہو سکتے۔ اور اس کے علاوہ، اے حسنؑ! ہم لوگوں کا خیال ہے تمھارے باپ کے گروہ کے لوگ ہی عثمان کے قاتل ہیں۔ وہ ان سب کو پناہ دیے ہوئے تھے، ان کا دفاع کرتے تھے اور عثمان کے قتل پر راضی تھے۔ واللہ، وہ طویل السّیف اور زبان دراز تھے، وہ زندوں کو قتل کیا کرتے اور مُردوں پر عیب لگایا کرتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ بنی ہاشم، بنی اُمیّہ کے لیے اچھے ہیں مگر اس سے زیادہ اچھے بنی اُمیّہ، بنی ہاشم کے لیے ہیں۔ اور تم جسقدر اچھے معاویہ کے لیے ہو اس سے زیادہ اچھا معاویہ تمھارے لیے ہے۔

اے حسنؑ! تمھارے باپ تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اُن کی حیات ہی میں دشمن تھے۔ اُنھوں نے آنحضرتؐ کی وفات سے پہلے اُن کے قتل کا ارادہ بھی کیا، مگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اُن کے ارادے کی خبر ہو گئی۔ پھر وہ ابوبکر کی بیعت کے لیے تیّار نہ ہوئے تو اُنھیں قید کر کے لایا گیا، اس کے بعد اُنھوں نے ابوبکر کے خلاف سازش کی اور اُنھیں زہر دے کر قتل کرا دیا، اِس کے بعد عمر سے آمادۂ فساد ہوتے اور اُن کی گردن مار دینے کا ارادہ کیا اور اُن کے قتل میں شریک رہے۔ پھر عثمان پر طعنہ زنی کی اور اُنھیں قتل کروا دیا، وہ اِن سب کے خون میں شریک رہے۔ پھر،

اے حسنؑ! تم ہی بتاؤ اللہ کی طرف سے ایسے شخص کو کیا منزلت اور فضیلت مل سکتی ہے؟ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب منزل میں وعدہ کیا ہے کہ وہ مقتول کے وارث و والی کو طاقت دے گا اور معاویہ اس مقتول کا والی و وارث ہے جو ناحق قتل ہوا۔ لہٰذا اگر ہم لوگ تمھیں اور تمھارے بھائی کو قتل کر دیں تو یہ حق پہنچتا ہے۔ خدا کی قسم، عثمان کے خون کا عوض صرف خونِ علی نہیں ہو سکتا۔ اور اے بنی عبدالمطّلب! یہ بھی سُن لو کہ اللہ کبھی ایسا نہیں کرے گا کہ نبوّت اور حکومت دونوں تمھارے خاندان میں جمع کر دے۔

اتنا کہہ کر مغیرہ خاموش ہوا تو،

حضرت ابو محمدؐ حسن ابنِ علی علیہ السلام نے تکلّم کے لیے لب کھولے اور بولے۔

" حمد اُس خدا کی جس نے تمھارے پہلے والوں کی ہدایت ہمارے پہلے والوں کے ذریعے کی اور تمھارے آخر والوں کی ہدایت ہمارے آخر والوں سے کی اور دُرود وسلام ہو ہمارے بزرگ و سردار محمدؐ نبی پر اور اُن کی آلؑ پر۔"

اِس کے بعد فرمایا:

(تم لوگ تو کہہ چکے) اب میری بات سُنو، اور اے معاویہ! پہلے میں تجھ سے اپنی گفتگو کا آغاز کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر آپؑ معاویہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

خدا کی قسم، اے ازرق! تیرے سوا کسی اور نے مجھے بُرا نہیں کہا اور نہ اِن لوگوں نے مجھے بُرا کہا، نیز، نہ تیرے سوا کسی اور نے مجھے دشنام کیا اور نہ ان لوگوں نے مجھے بُرا کہا۔ بلکہ صرف تو نے مجھے بُرا کہا اور صرف تو نے مجھے دشنام دیا محض اپنی بدزبانی و کجروی و سرکشی اور ہم لوگوں سے حسد کی بنا پر اور محض اِس لیے کہ تجھے حضرت محمدؐ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے پُرانی اور نئی ہر طرح کی دشمنی ہے۔

اے ازرق! ذرا غور کر کہ بخدا، اگر میں اور یہ لوگ مسجدِ رسولؐ میں بیٹھ کر بحث کرتے اور ہمارے گرد مہاجرین و انصار ہوتے تو ان کی مجال نہ تھی کہ اس طرح منہ شگافی کرتے جس طرح یہ لوگ اب کر رہے ہیں، اور نہ یہ اِس طرح پیش آتے جس طرح اِس وقت پیش آرہے ہیں۔

اچھا، اب اے گروہِ مرداں! جو یہاں جمع ہو اور ہمارے خلاف ایک دوسرے کے معاون بنے ہوئے ہو، مجھ سے سُنو! اور جس سچ اور حق بات کا تمھیں علم ہے اُسے نہ چھپانا اور جو بات غلط کہوں اُس کی تصدیق نہ کرنا۔ اور اے معاویہ! میں پہلے تجھ ہی سے شروع کرتا ہوں اور تیرے متعلق میں وہی کہوں گا جو تجھ میں ہے۔

اب میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تم لوگ جانتے ہو کہ وہ شخص جس پر تم لوگ سبّ وشتم کرتے ہو یہ وہی ہے جس کو دونوں قبلوں کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہے۔؟ اور اے معاویہ! تو اِسے اس وقت ضلالت وگمراہی سمجھتا تھا اور لات وعزّیٰ کی پرستش کرتا تھا؟ یہ وہی شخص تو ہے جس نے دونوں موقعوں پر بیعت کی (بیعتِ رضوان کے موقعے پر بھی اور بیعتِ فتح مکّہ کے موقعے پر بھی) جبکہ اے معاویہ! تم

اوّل کافر ہے اور آخر میں ناکث اور بیعت شکنی کے مرتکب ہوئے۔

پھر فرمایا، میں تمھیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں، بتاؤ کیا تمھارے علم میں ہے کہ میں سچ کہہ رہا ہوں کہ یہی شخص (جس پر تم سبّ وشتم کرتے ہو) غزوۂ بدر میں تم لوگوں سے جنگ کرنے کے لیے رسول اللہ کے ساتھ جب آیا تو اس کے ہاتھ میں رسول اللہؐ کا علم تھا، اور اے معاویہ! تیرے ہاتھ میں مشرکین کا جھنڈا تھا، تو لات وعزیٰ کی پرستش کرتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور مومنین سے جنگ کو فرض اور واجب سمجھتا تھا۔ اور جب یہی شخص تم لوگوں سے جنگ کرنے کے لیے غزوۂ اُحد میں آیا تو اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا علم تھا اور تیرے ساتھ اے معاویہ! مشرکین کا جھنڈا تھا۔ تمام مواقع پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی حجّت کو واضح اور آپؐ کی دعوت کو حق ثابت کیا آپؐ کی خبر کی تصدیق کی آپؐ کے علَم کو سربلند رکھا اور ان تمام مواقع پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دیکھا کہ آپؐ اس شخص (حضرت علیؑ) سے بہت خوش اور راضی ہیں۔

پھر میں تم لوگوں کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، بتاؤ کیا تمھارے علم میں ہے کہ:
رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بنی قریظہ وبنی نضیر کے قلعے کا محاصرہ کیا، پھر عمر بن خطّاب کو مہاجرین کا علمبردار بنا کر اور سعد بن معاذ کو انصار کا علمبردار بنا کر محاذِ جنگ پر روانہ کیا۔ سعد بن معاذ جنگ کرتے ہوئے زخمی ہوئے تو اسی حالت میں اُٹھا کر لائے گئے مگر عمر بن خطّاب بھاگ کر واپس آگئے۔ وہ اپنے اہلِ لشکر کو بُزدل کہتے تھے اور اُن کے اہلِ لشکر اُن کو بُزدل کہتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"لاعطین الرایۃ غداً رجلاً کراراً غیر فرار یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ یفتح اللہ علی یدیہ۔"

یعنی: (لازماً کل میں ایسے مرد کو اپنا علم عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے محبت کرتے ہوں گے وہ کرّار وغیرِ فرّار ہوگا وہ اس وقت تک نہیں واپس ہوگا جبتک اللہ اُس کے دونوں ہاتھوں پر فتح نہ دے دے۔"

یہ سُن کر حضرت ابوبکر وحضرت عمر اور ان دونوں کے علاوہ اور بھی مہاجرین و انصار نے آنحضرتؐ کے سامنے خود کو اس کے لیے پیش کیا۔ اور حضرت علیؑ اس وقت آشوبِ چشم میں مبتلا تھے، مگر آنحضرتؐ نے اسی حالت میں ان کو بلوایا اور اپنا لعابِ دہن ان کی آنکھوں میں لگایا آنکھیں فوراً اچھی ہوگئیں۔ پھر آپؐ نے اپنا علَم ان کو عطا فرمایا۔ وہ لیکر گئے اور جبتک

اللہ نے ان کے ہاتھوں پر فتح نہ دے دی محاذِ جنگ سے واپس نہ آئے۔ اور اے معاویہ! تو اُس وقت مکے میں دشمنِ خدا اور دشمنِ رسول بنا ہوا تھا۔ اب تم ہی بتاؤ کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی مدد کرنے والا اور اللہ اور اس کے رسولؐ سے دشمنی رکھنے والا، کیا دونوں برابر ہو جائیں گے۔؟

اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تو اُسلام بھی لایا تو صدقِ دل سے اسلام نہیں لایا بلکہ ڈر کی وجہ سے تو نے کلمۂ اسلام زبان پر جاری کر لیا جو کچھ زبان پر تھا وہ دل میں نہ تھا۔

میں تم لوگوں کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، بتاؤ کیا تمھارے علم میں ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے موقعے پر علیؑ کو مدینہ میں اپنا نائب بنا کر چلے تو منافقین نے طرح طرح کی باتیں کہنی شروع کیں (کہ رسول اللہ ان سے ناراض ہیں) تو علیؑ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ! مجھے یہاں چھوڑ کر نہ جائیں، اس لیے کہ آپؐ نے کسی غزوے میں مجھے نہیں چھوڑا، ہمیشہ اپنے ساتھ لے گئے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: "اے علیؑ! تم میرے وصی اور میرے خلیفہ ہو میرے اہلِ بیت میں تمھاری منزلت وہی ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے حاصل تھی۔"

اس کے بعد آنحضرتؐ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

"اے لوگو! جس نے مجھے دوست رکھا اُس نے اللہ کو دوست رکھا اور جس نے علیؑ کو دوست رکھا اُس نے مجھے دوست رکھا، جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے علیؑ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی جس نے مجھ سے محبّت کی اس نے اللہ سے محبّت کی اور جس نے علیؑ سے محبّت کی اُس نے مجھ سے محبّت کی۔"

میں پھر تم لوگوں کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، بتاؤ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ حجۃ الوداع کے موقعے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اے لوگو! میں نے تم لوگوں کے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں ایک کتابِ خدا ہے، اس میں جن چیزوں کو حلال کیا گیا ہے انھیں حلال سمجھنا اور جن چیزوں کو حرام کیا گیا ہے ان کو حرام سمجھنا۔ قرآن کی محکم آیتوں پر عمل کرنا اور متشابہ آیتوں پر ایمان رکھنا اور یہ کہنا کہ قرآن میں جو آیتیں اللہ نے نازل فرمائی ہیں ان سب پر ہم لوگ ایمان لائے۔ دوسرے میرے اہلِ بیتؑ اور میری عترت سے محبّت رکھنا اور ان لوگوں کو دوست رکھنا جو ہمارے اہلِ بیتؑ

کو دوست رکھے اور ان کے دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد کرنا۔ یہ دونوں چیزیں جبتک قیامت کے دن حوضِ کوثر پر میرے پاس نہ پہنچ جائیں مسلسل تمھارے درمیان باقی رہیں گی۔"

اُس وقت آپؐ منبر پر تھے، آپؐ نے علیؑ کو قریب بُلایا اور اُن کے بازوؤں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ کر کہا:

"پروردگارا! تُو اُسے دوست رکھ جو اِسے دوست رکھے، تُو اُسے دشمن رکھ جو اِسے دشمن رکھے، پروردگارا! جو علیؑ کو دشمن رکھے تُو اُسے نہ زمین میں بیٹھنے کی جگہ دے، نہ آسمان میں بلند ہونے کی، بلکہ جہنّم کے سب سے نیچے کے طبقے (ھاویہ) میں اُسے پہنچادے۔"

—— میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کیا تمھیں معلوم ہے کہ:
رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک مرتبہ حضرت علیؑ سے فرمایا:

"اے علیؑ! تم قیامت کے دن میرے حوضِ (کوثر) سے لوگوں کو اس طرح کھدیر (بھگا) دوگے جس طرح تم لوگ کسی اجنبی اونٹ کو اپنے گلّے سے مار کر بھگا دیتے ہو۔"

—— میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ، کیا تمھیں معلوم ہے کہ:
رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مرضِ موت میں مبتلا تھے، حضرت علیؑ آپؐ کی خدمت میں گئے تو آنحضرتؐ انھیں دیکھ کر گریہ فرمانے لگے۔ حضرت علیؑ نے پوچھا:

یا رسول اللہؐ! آپؐ کے گریہ کرنے کا کیا سبب ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: اے علیؑ! میں اس پر گریہ کرتا ہوں کہ "میری اُمّت کے لوگوں کے دلوں میں تمھاری طرف سے کدورتیں پوشیدہ ہیں جسے یہ لوگ میری وفات کے بعد ظاہر کریں گے۔"

—— میں تمھیں اللہ کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں، کیا تمھیں معلوم ہے جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا وقتِ وفات قریب ہوا تو آپؐ کے اہلِ بیت آپؐ کے پاس جمع تھے تو آپؐ نے فرمایا:

"پروردگارا! یہی میرے اہل اور میری عترت ہیں، تُو دوست رکھ اُس کو جو اِن کو دوست رکھے۔ تُو اِن کے دشمنوں کے خلاف اِن کی مدد فرما۔" (پھر فرمایا)

"اِنّما مثل اھل بیتی فیکم کسفینۃ نوحؑ من دخل فیھا

نجا وَمَنْ تخلّفَ عَنْهَا غَرِقَ "

یعنی (بیشک میرے اہلِ بیت کی مثال تم لوگوں کے درمیان سفینۂ نوحؑ کی ہے جو اس سفینے میں داخل ہوا اُس نے نجات پائی جس نے اس کو چھوڑ دیا وہ غرق ہو گیا۔)

میں تمھیں خدا کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں، بتاؤ، کیا تمھیں معلوم ہے کہ اصحابِ رسولؐ میں سب سے پہلے حضرت علیؑ نے سارے لذّاتِ دنیا کو اپنے اوپر حرام کیا تو، یہ آیت نازل ہوئی: " يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ٥ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ٥ (سورۃ المائدہ آیت ۸۷-۸۸)

ترجمۂ آیت: (اے ایمان والو! وہ پاک و طیّب چیزیں جو اللہ نے تم لوگوں پر حلال کردی ہیں انھیں اپنے اوپر حرام نہ کرلو، اور حد سے تجاوز نہ کرو اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور جو حلال و طیّب روزی اللہ نے تم کو دی ہے اُسے کھاؤ اور ڈرو اُس اللہ سے جس پر تم ایمان لائے ہو۔)

نیز علیؑ کے پاس علمِ منایا (موت کا علم) وعلمِ قضایا وفصل الخطاب ورسوخ العلم اور شانِ نزول قرآن کا علم تھا اور وہ اس گروہ میں شامل ہیں جن کی تعداد دس تھی اور جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی کہ یہ لوگ واقعی مومن ہیں اور تم لوگوں کا شمار اس گروہ سے ہے جس کی تعداد بھی تقریباً اتنی ہی تھی اور جن کے لیے زبانِ رسالتؐ سے لعنت کی گئی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تمھارے سارے گھرانے پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لعنت کی تھی۔

میں تمھیں اللہ کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں بتاؤ کیا تمھیں یاد ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تمھیں بُلانے کے لیے آدمی بھیجا تاکہ تم سے بنی خزیمہ کے لیے خط لکھوائیں جن پر خالد بن ولید نے ظلم کیا تھا تو رسولؐ کے فرستادہ نے آکر کہا "وہ ابھی کھانا کھا رہا ہے"۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تیرے پاس تین مرتبہ پے در پے آدمی بھیجا اور ہر مرتبہ فرستادہ نے آکر یہی کہ " وہ ابھی کھانا کھا رہا ہے " تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بد دُعا کی کہ: "پروردگارا! اِس کا پیٹ کبھی نہ بھرے "، اور خدا کی قسم، یہ کھانے کا عذاب تجھ پر تا قیامت چلتا رہے گا۔

امام حسن علیہ السلام نے پھر فرمایا:

میں تم لوگوں کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، بتاؤ تمھیں علم ہے کہ میں سچ کہہ رہا ہوں اور وہ یہ کہ اے معاویہ! ایک مرتبہ تمھارا باپ سُرخ اونٹ پر سوار تھا تمھارا بھائی اس کی نکیل پکڑے ہوئے آگے آگے تھا اور تم اونٹ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور یہ جنگِ احزاب کا موقع تھا، آنحضرت صؐ نے دیکھا تو اونٹ پر سوار راکب، اونٹ کے آگے چلنے والے قائد اونٹ کے پیچھے چلنے والے سائق تینوں پر لعنت کی۔ تیرا باپ اونٹ پر راکب تھا تو اونٹ کے پیچھے سائق تھا اور تیرا بھائی اونٹ کے آگے قائد تھا جو اس وقت یہاں بیٹھا ہوا ہے۔

پھر فرمایا:

میں تم لوگوں کو اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں، بتاؤ کیا تمھیں معلوم ہے کہ:

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ابوسفیان پر سات موقعوں پر لعنت کی۔

۱۔ سب سے پہلے جس وقت آپؐ مکّے سے مدینے کے لیے اور ابوسفیان شام سے آیا تو اُس نے آپؐ کو سخت سُست کہا اور گالی دی اور ارادہ کیا کہ آپؐ پر حملہ کرے مگر اللہ تعالیٰ نے اُس کو واپس کر دیا۔

۲۔ دوسرے، یومِ عیر (اونٹوں کے قافلے کے دن) جسے ابوسفیان نے بھگا دیا تاکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے بچ جائے۔

۳۔ تیسرے، یومِ اُحد اس دن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ ہم لوگوں کا مولا ہے تم لوگوں کا کوئی مولا نہیں تو ابوسفیان نے جواب میں کہا ہم لوگوں کا عزّیٰ ہے تم لوگوں کا کوئی عزّیٰ نہیں۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ اور اس کے رسولؐ اور تمام مومنین نے اُس پر لعنت کی۔

۴۔ چوتھے، جس دن ابوسفیان نے تمام قریش اور ہوازن کو لیکر آیا اور عیینہ غطفان و یہود کو لیکر آیا، مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں پلٹا دیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

"وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۚ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ۔" (سورۃ الاحزاب آیت ۲۵)

اس میں ابوسفیان اور اس کے اصحاب کو کفّار سے تعبیر کیا گیا ہے اور اے معاویہ! تُو اس وقت مکّے میں اپنے باپ کے دین پر تھا اور حضرت علیؑ اُس وقت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ اُن کے دین پر تھے۔

۵۔ "پانچویں یومِ احزاب" جس دن ابوسفیان لعنؒ تمام قریش کو اور عیینہ بن حصین بن بدر غطفان کو لے کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے قائدین سائقین اور متبعین پر لعنت فرمائی تو عرض کیا گیا، یا رسول اللہؐ! کیا اس کے پیچھے پیچھے کوئی مومن نہیں آرہا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: صرف پیچھے پیچھے آنے سے مومن پر لعنت کا کوئی اثر نہیں پڑے گا مگر ان کے قائدین میں کوئی مومن نہیں ہے نہ اس میں کوئی نجات یافتہ ہے۔

۶۔ چھٹے: قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ"

(سورۃ الفتح آیت ۲۵)

ترجمۂ آیت: (وہ وہی ہیں جنھوں نے کفر اختیار کیا اور تمھیں مسجدِ حرام سے اور قربانی کے جانوروں کو اُن کی قربان گاہ پر پہنچنے سے روکا۔)

تم نے اور تمھارے باپ نے اور مشرکینِ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجدِ حرام تک پہنچنے سے روکا۔ اور اس میں بھی تم لوگوں کو کافر کہا گیا ہے۔

۷۔ ساتویں: یومِ ثنیہ (گھاٹے والے دن) یہ وہ دن تھا جس میں بارہ آدمیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دھاوا (حملہ) کیا۔ ان میں سات آدمی بنی اُمیّہ میں سے تھے اور پانچ پورے قریش میں سے۔ تو اللہ اور اُس کے رسولؐ نے اُن پر لعنت بھیجی۔

اس کے بعد امام حسن علیہ السلام نے فرمایا:

میں تم لوگوں کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، بتاؤ، کیا تمھیں علم ہے کہ جب مسجدِ رسولؐ میں عثمان کی بیعت کی جاری تھی تو ابوسفیان لعنؒ ان کے پاس آکر بولا:

اے بھتیجے! کیا ہم لوگوں پر کوئی آنکھ (نگراں) ہے؟

انھوں نے کہا نہیں۔

ابوسفیان نے کہا، پھر تو یہ خلافت بنی اُمیّہ کے خوابوں میں ہی گردش کرتی رہنی چاہیے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں ابوسفیان کی جان ہے کہ نہ کوئی جنّت ہے اور نہ کوئی جہنّم ہے۔

(نوٹ) اسی مضمون کی روایت استیعاب اور اصابہ جلد ۴ صفحہ ۸۷ میں بھی موجود ہے۔

نیز فرمایا: میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، بتاؤ، کیا تم لوگوں کو

معلوم ہے کہ جب عثمان کی بیعت کی جا چکی تو ابوسفیانؓ نے امام حسین علیہ السلام سے کہا بھتیجے ذرا مجھے بقیعِ غرقد لے چلو۔ امام حسینؑ اسے لیکر بقیع گئے تو اس نے قبروں کے درمیان کھڑے ہو کر کہا: "اے قبروں میں سونے والو! جس چیز کے لیے تم ہم لوگوں سے جنگ کیا کرتے تھے وہ آج ہم لوگوں کے ہاتھ آگئی اور تمھاری ہڈیاں بوسیدہ ہو رہی ہیں۔"

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: "اے بوڑھے! خدا تیرا چہرہ سیاہ کرے"۔

یہ کہہ کر آپؑ نے اُس کے ہاتھ کو پکڑ کر جھٹک دیا اور اگر نعمان بن بشیر ابوسفیانؓ کا ہاتھ پکڑ کر اسے واپس نہ لاتا تو یقین ہے کہ وہ ہلاک ہو جاتا۔

الغرض، اے معاویہ! یہ باتیں تجھ سے متعلق ہیں کیا تو میری ان باتوں میں سے کسی ایک بات کی بھی رد کر سکتا ہے؟

نیز تیرے مطاعن میں سے ایک یہ بھی ہے، اے معاویہ! کہ تیرا باپ ابوسفیانؓ چاہتا تھا کہ اسلام لائے مگر تُو نے اس کو ایک شعر لکھ بھیجا جو قریش میں بہت مشہور تھا اور اِس طرح تُو نے اس کو اسلام لانے سے روک دیا۔

اور یہ بھی سُن لے کہ تجھے عمر ابن خطاب نے شام کا والی بنایا تو اُس وقت تُو نے خیانت کی، پھر تجھے عثمان نے والی بنایا تو تُو اُس کی موت کی تمنا کرتا تھا، اور ان میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ تُو نے حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کی باوجودیکہ تُو اُن کے فضل و شرف اور علم کو جانتا تھا، اور یہ بھی جانتا تھا کہ وہ اللہ اور اللہ کے بندوں کے نزدیک تجھ سے اور تیرے علاوہ دوسروں سے اس خلافت کے زیادہ حقدار تھے، مگر تُو نے اپنے مکر و فریب سے لوگوں کو اندھا بنا دیا اور خلقِ خدا کا خون اِس طرح بہایا جیسے کوئی آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو اور سزا سے نہ ڈرتا ہو۔ خیر، جب تیرا وقت پورا ہو جائے گا تو تُو بدترین جگہ جائے گا اللہ تعالٰی بھی تجھ پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔

اے معاویہ! یہ تیرے خاص خاص مطاعن ہیں، تیرے دیگر عیوب اور برائیوں کو میں بخوفِ طوالت چھوڑتا ہوں۔

اچھا اب اے عمر بن عثمان! تم اپنی حماقت کی وجہ سے اس لائق نہیں کہ ان امور میں دخل دو۔ تمھاری مثال تو بالکل اُس مچھر کی طرح ہے جس نے کھجور کے درخت سے کہا کہ اپنے کو سنبھالو، میں تم پر سے اُترنا چاہتا ہوں۔

تو کھجور کے درخت نے جواب دیا: میاں مچھر! تم مجھ پر جب بیٹھے تھے اُس وقت مجھے کونسا تمھارا بوجھ محسوس ہوا تھا کہ اب جب تم اُترو گے تو مجھے کوئی دھچکا لگے گا۔ اِسی طرح

بخدا میرے نزدیک تمھاری دوستی ہی کی کب اہمیت تھی کہ آج تمھاری دشمنی مجھ پر گراں گذرے گی۔ اچھا، جو باتیں تم نے کہی ہیں اُن کا جواب بھی سُن لو۔

یہ بتاؤ کہ تم جو علیؑ کو بُرا کہتے ہو وہ کیوں ؟ کیا اُن کے حسب میں کوئی نقص ہے ؟ یا رسول اللہؐ سے اُن کا کوئی دُور کا بھی لگاؤ نہ تھا، یا اُنھوں نے اسلام کو کوئی گزند پہنچایا ، یا اپنے کسی فیصلے میں ناانصافی سے کام لیا ، یا وہ دُنیا کے حریص تھے ؟ اگر تم ان میں سے کوئی ایک بات بھی کہو گے تو جھوٹ ہی کہو گے۔

تمھارا یہ کہنا کہ غزوۂ بدر میں جو انیسؔ مشرکینِ بنی اُمیہ قتل ہوئے تمھارے ان انیسؔ مقتولین کا خون ہم لوگوں پر باقی ہے ، تو سُنو ! یہ سب حکمِ خدا اور حکمِ رسولؐ سے قتل ہوئے تھے ، اور میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بنی ہاشم میں سے بھی انیسؔ اور انیسؔ کے بعد تین قتل ہوں گے۔ اس کے بعد بنی اُمیہ میں سے انیسؔ اور انیسؔ افراد ایک ہی مقام پر قتل ہوں گے یہ ان مقتولین کے علاوہ ہیں جو مختلف مقامات پر قتل ہوں گے اور جن کا شمار اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ

"جب چھپکلی کے تیس بچے پیدا ہو جائیں گے تو وہ لوگ مالِ خدا کو باری باری کھائیں گے ، اللہ کے بندوں کو اپنا غلام بنائیں گے ، کتابِ خدا میں دخل اندازی کریں گے ، اور جب اُن کی تعداد تین سو دس ہو جائے گی تو لعنت کے مستحق ہو جائیں گے اور جب اُن کی تعداد چار سو پچھتر تک پہنچ جائے گی تو ایک کھجور کے چبانے میں جتنا وقت لگتا ہے اس سے بھی کم وقت اُن کی ہلاکت میں لگے گا۔"

ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ حکم بن ابی العاص آ گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : دھیمی آواز سے باتیں کرو چھپکلی سُن رہی ہے۔

یہ بات اُس وقت ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں ان لوگوں کو دیکھ لیا تھا اور یہ کہ آپؐ کے بعد اس اُمت پر ان لوگوں میں سے کون حاکم ہو گا یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیحد دُکھ اور قلق ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی : "لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ"

(شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔)

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا : " پس میں گواہی دیتا ہوں کہ علیؑ ابن

ابی طالبؑ کی شہادت کے بعد تم لوگوں کی سلطنت صرف ہزار مہینے ہی قائم رہے گی جس کی مدّت اللہ تعالٰے نے اپنی کتاب میں بتادی ہے۔

اور اب تو اے عمرو بن العاص عیب دار، لعین اور ابتر تو کتا ہے، تیری پیدائش اس طرح ہوئی کہ تیری ماں زانیہ تھی تو کئی مشترک نطفوں سے پیدا ہوا اِس لیے تیرے دعویدار قریش کے بہت سے مرد تھے۔ ان میں سے ابوسفیان بن حرب و ولید بن مغیرہ و عثمان بن حارث و نضر بن حارث بن کلدہ اور عاص بن وائل تھے۔ ہر ایک کو دعویٰ تھا کہ تُو اس کے نطفے سے پیدا ہوا ہے، مگر جیت اُس کی ہوئی جو از روئے حسب سب سے زیادہ لئیم و خبیث اور زانی تھا۔

پھر جب تُو بڑا ہوا تو بولا کہ میں محمدؐ کا دشمن ہوں۔ اور عاص بن وائل نے کہا کہ محمدؐ ایک منقطع النسل شخص ہیں اُن کے کوئی اولاد نہیں۔ تو آیت نازل ہوئی کہ:

"اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔"

(اے رسولؐ! بیشک تمہارا دشمن (ہی) منقطع النسل ہے۔)

تیرا حال یہ تھا کہ تیری ماں عبدالقیس کے پاس حرام کاری کے لیے جایا کرتی، کبھی گھروں میں جاتی، کبھی اُن کے مردوں کے پاس وادیوں میں جاتی اور ہر مقام پر دیکھا جاتا کہ رسول اللہؐ کا تُو سب سے بڑا دشمن ہے اور سب سے زیادہ تکذیب کرنے والا ہے۔

علاوہ ازیں، تُو بھی ان اصحاب کی کشتی میں تھا جو نجاشی کے پاس حبشہ گئے تھے تاکہ نجاشی کو جعفر بن ابی طالبؑ اور تمام مہاجرین کا خون بہانے کے لیے طیش دلائیں، مگر تیری مکاریوں نے خود تجھے گھیر لیا۔ تیری ساری کوششیں رائیگاں ہوگئیں، تیری آرزوئیں خاک میں مل گئیں، تیری ساری دوڑ دھوپ بیکار ہوئی، تیری ساری باتیں جھوٹی ثابت ہوئیں اور کافروں کی بات نیچی اور اللہ کی بات اونچی ہوگئی۔

اور عثمان کے متعلق تیری باتیں تو اے بے حیا اور اے بے دین! تُو نے ہی تو ان کے خلاف آگ بھڑکائی اور پھر بھاگ کر فلسطین چلا گیا اور اُن کا کام تمام ہونے کا انتظار کرتا رہا، جب تجھے عثمان کے قتل کی خبر ملی تو تُو معاویہ سے مل گیا، اور اے خبیث! اس طرح تُو نے دوسرے کی دنیا کے لیے اپنے دین کو فروخت کردیا۔

ہم تیری ملامت اس لیے نہیں کر رہے ہیں کہ تو ہم لوگوں کا دشمن ہے بلکہ تُو دورِ جاہلیت اور اسلام دونوں میں نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا دشمن تھا۔ چنانچہ تُو نے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ہجو میں ستّر اشعار کہے۔ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو

اس کی خبر ہوئی تو آپؑ نے کہا:

"پروردگارا! نہ میں شعر کہتا ہوں اور نہ شعر کہنا مجھے زیب دیتا ہے
تو عمرو بن العاص پر اُس کے ہر شعر کے عوض ایک ہزار لعنت بھیج۔"

پھر اے عمرو بن العاص، اے غیر کی دنیا پر اپنے دین کو قربان کرنے والے! تُو نجاشی کے پاس دوبارہ تحفے اور ہدیے لیکر گیا، مگر یہ تیرا دوسرا سفر بھی پہلے کی طرح ناکام رہا اور ہر مرتبہ تُو مایوس و بے نیلِ مرام ہی واپس آیا۔ یہ سب تُو نے جعفرؓ اور اصحابِ جعفرؓ کو ہلاک کرانے کے ارادے سے کیا تھا۔

اب اے ولید بن عقبہ! تو سُن، بخدا علیؑ سے بُغض رکھنے پر میں تجھے کیا ملامت کروں، اس لیے کہ انھوں نے تیری شراب نوشی کی سزا پر تجھے اسّی (۸۰) کوڑے لگائے، غزوۂ بدر میں تیرے باپ کو قتل کیا، تاہم تو اُن پر سب و شتم کیسے کر سکتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو قرآن کی دس آیات میں مومن کہا ہے اور تجھے فاسق کے نام سے یاد کیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

"اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۗ لَا يَسْتَوُونَ"

(سورۃ السجدۃ آیت ۱۸)

نیز فرماتا ہے:

"اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ۔" (سورۃ الحجرات آیت ۶)

اور قریش کے تذکرے میں تیرا کیا کام تُو، تو اہلِ صفوریہ کے ایک گدھے کا بچّہ ہے جس کا نام ذکوان ہے۔

(نوٹ) تذکرۃ ابنِ جوزی ص۱۱۸ کے اندر ولید کے قصّے میں ہے کہ ۲۶ھ میں جب ولید بن عقبہ والیٔ کوفہ تھا تو اُس نے شراب کے نشے میں صبح کی نماز چار رکعت پڑھا دی۔ لوگ حضرت عثمان کے پاس آئے اور اُنھوں نے گواہی دی کہ ولید نے شراب پی تھی، تو حضرت عثمان نے اپنا دُرّہ حضرت علیؑ کی طرف پھینکا اور کہا، تم اس پر حد جاری کرو۔ حضرت علیؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا، اُٹھو اور اس پر حد جاری کرو۔ امام حسنؑ نے معذرت چاہی تو آپؑ نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کی طرف وہ کوڑا بڑھایا اور فرمایا تم حد جاری کرو، عثمان کے خوف سے وہ بھی تیار نہ ہوئے۔ تو حضرت علیؑ خود ہی اُٹھے ولید کے پاس پہنچے اور چالیس کوڑے لگائے اس لیے کہ وہ کوڑا دو شاخ والا تھا۔ جب ولید نے حضرت علیؑ کو گالی دی تو حضرت عقیل بن ابی طالبؑ وہاں موجود تھے وہ

بولے، اے فاسق! تجھے نہیں معلوم کہ تو کون ہے؟ کیا تو اہلِ صفوریہ کا ایک گدھا نہیں ہے
تیرا باپ وہاں کا ایک یہودی تھا۔

اب تیرا یہ الزام لگانا کہ ہم لوگوں نے عثمان کو قتل کیا ہے، تو بخدا طلحہ و زبیر اور حضرت عائشہ کی یہ مجال نہ ہوئی کہ وہ یہ الزام حضرت علیؑ پر لگائیں، تو پھر تُو، یہ الزام کیسے لگاتا ہے۔ کاش تُو، اپنی ماں ہی سے پوچھ لیتا کہ تیرا باپ کون ہے اس لیے کہ جب اُس نے ذکوان کو چھوڑا تو اُس نے تجھے عقبہ بن ابی سلیط سے چپکا دیا اور اس سے منسوب ہو کر تو نے رفعت و وقار حاصل کر لیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے تیرے باپ کے لیے اور تیری ماں کے لیے ننگ و عار مہیّا کر رکھا ہے اور دنیا و آخرت دونوں میں تم لوگوں کے لیے رسوائی ہے۔ تم لوگ اسی کے مستحق ہو، "اللہ" اپنے بندوں پر کبھی ظلم نہیں کرتا۔

مگر اے ولید! سُن تو سہی کہ تُو سن میں اس سے بڑا ہے جس کا تو بیٹا بنا ہوا ہے اور جس سے تو اپنا نسب جوڑتا ہے۔ پھر تو علیؑ کو کیسے گالیاں دیتا ہے۔ کاش، تُو، ذرا سوچ تو تجھ پر واضح ہو جائے گا کہ تیرا باپ کوئی اور ہے وہ نہیں ہے جس کے بیٹے ہونے کا تو دعویدار ہے۔ تیری ماں نے تو تجھ سے خود کہہ دیا تھا کہ "اے بیٹے! تیرا باپ خدا کی قسم عقبہ سے بھی زیادہ خبیث و لئیم تھا۔

لیکن اب تو اے عتبہ بن ابو سُفیان! خدا کی قسم تُو، نہ ایسا سمجھ دار ہے کہ تجھے جواب دوں اور نہ صاحبِ عقل ہے کہ تجھے عتاب کروں، نہ تجھ میں کوئی خیر ہے جس کی اُمّید رکھی جائے نہ شر ہے کہ جس سے ڈرا جائے، اس لیے اگر تُو نے علی کو گالیاں دی ہیں تو میں یہ نہیں کروں گا کہ غیظ میں آ کر تجھے بھی گالیاں دینے لگوں، اِس لیے کہ تُو میرے نزدیک حضرت علیؑ کے غلاموں کے برابر بھی نہیں کہ میں تجھے عتاب کے قابل سمجھوں۔ مگر ہاں، اللہ تعالیٰ تیری اور تیرے باپ کی، تیری ماں اور تیرے بھائی کی تاک میں لگا ہوا ہے اس لیے کہ تُو، اُن لوگوں کی ذریّت میں سے ہے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح فرمایا ہے:

"عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً ۝ تُسْقَىٰ مِنْ عَيْنٍ آنِيَةٍ ۝ لَّيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِن ضَرِيعٍ ۝ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِن جُوعٍ ۝" (سورۃ الغاشیہ آیت ۳ تا ۷)

(ترجمۂ آیات)۔

(مشقّت زدہ و درماندہ، بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔ اُنھیں کھولتے ہوئے چشمے کا پانی پلایا جائے گا، اور وہ خاردار جھاڑیوں کے سوا اُن کا کوئی کھانا نہ ہوگا جو نہ تو غذا بخش ہوگا اور نہ ہی بھوک سے بے نیاز کر سکے گا۔)

اور تیرا یہ دھمکانا کہ تُو مجھے قتل کر دے گا تو (اے بیجیا!) تُو نے اُسے کیوں نہیں قتل کیا

جسے تُو نے اپنے بستر پر اپنی زوجہ سے حرام کاری کرتے ہوئے خود پایا، اور تیری زوجہ کے بطن سے جو اولاد پیدا ہوئی اس میں تم دونوں شریک رہے، نتیجے میں وہ بچے بھی تجھ سے منسوب ہوئے جو واقعتاً تیرے نطفے سے نہیں تھے۔ افسوس اگر تُو اُس سے اس کا انتقام لینے کے لیے سوچتا تو تجھے حق تھا چہ جائیکہ تُو مجھے قتل کرنے کی دھمکی دیتا ہے۔

نیز اگر تُو علیؑ پر سبّ و شتم کرتا ہے تو میں اس پر تیری ملامت نہ کروں گا اس لیے کہ انھوں نے جنگ میں تیرے بھائی کو قتل کیا اور تیرے دادا کو علیؑ ابنِ ابی طالبؑ اور حمزہ ابنِ عبدالمطّلبؑ دونوں نے مل کر قتل کیا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے ہاتھوں تیرے بھائی اور دادا دونوں کو جہنّم کی آگ میں جھونک دیا اور انھیں دردناک عذاب میں مبتلا کیا۔

(اس کے بعد امام حسن علیہ السلام مغیرہ بن شعبہ کی طرف رُخ کیا) فرمایا

اے مغیرہ بن شعبہ! تُو تو ہے ہی دشمنِ خدا، کتابِ خدا کو پسِ پُشت ڈالنے والا ہے۔ اللہ کے نبی کی تکذیب کرنے والا ہے، تُو زانی ہے، تجھ پر رجم واجب ہے، تیرے خلاف (زنا کی) شہادتیں، عادل، نیک کردار اور متّقی لوگوں نے دی ہیں۔ پھر بھی تیرے رجم کو مؤخّر کر دیا گیا اور حق کو باطل سے، سچ کو جھوٹ سے دبا دیا گیا۔ تیرے لیے اللہ نے دردناک عذاب اور دنیاوی زندگی میں رسوائی فراہم کر رکھی ہے اور آخرت کا عذاب تو سب سے زیادہ رسوا کُن ہے۔

(نوٹ) مغیرہ کی زنا کا قصّہ تاریخ میں بہت مشہور ہے جس کو حاکم نے مستدرک جلد ۳ ص ۴۸۸ پر تحریر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مغیرہ بن شعبہ جس وقت ۱۷ھ میں والی کوفہ تھا اُس نے اُمِّ جمیل سے زنا کیا اور اُس زنا کے چار گواہ، ابوبکرہ و نافع بن حارث و شبل بن معبد و زیاد بن عبید حضرت عمر کے سامنے پیش ہوئے۔ پہلے تین گواہوں نے تو صریحی گواہی دی مگر چوتھے نے یہ محسوس کر کے کہ حضرت عمر مغیرہ کو رسوا نہیں کرنا چاہتے۔ لہٰذا صاف و صریح گواہی دینے میں کمزوری دکھائی، اس لیے حضرت عمر نے مغیرہ کو حدِ زنا سے بَری کیا اور ان پہلے تین گواہوں پر حدِ قذف (بہتان) جاری کر دیا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے اسی واقعے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ پھر کہا،

اور اے مغیرہ! تُو نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تذلیل، اُن کے حکم کی مخالفت اور اُن کی ہتکِ حرمت کرتے ہوئے حضرت فاطمہؑ بنتِ محمّدؐ کو اتنا مارا کہ وہ خونا خون ہوگئیں اور اُن کا حمل ضائع ہوگیا حالانکہ اُن سے آنحضرتؐ فرما گئے تھے کہ "اے فاطمہؑ! تم جنّت کی تمام عورتوں کی سردار ہو۔" ... خدا کی قسم اے مغیرہ! تیری بازگشت جہنّم ہے۔

اُنھوں نے جو بددُعا تجھے دی ہے اُس سے تُو بچ نہ سکے گا۔

اچھا، اب تُو، یہ بتا کہ کن اسباب کی بِنا پر تُو، علیؑ پر سبّ وشتم کرتا ہے؟ کیا اُن کے حسب میں کوئی نقص ہے؟ یا وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے کنارہ کش تھے اور دُوری اختیار کیے ہوئے تھے؟ یا اُن کی وجہ سے اسلام پر کوئی مصیبت نازل ہوگئی تھی؟ یا اُنھوں نے کوئی ظالمانہ فیصلہ کیا تھا؟ یا وہ دُنیا کی طرف راغب تھے؟

اگر تُو نے اِن میں سے ایک بات بھی کہی تو تُو جھوٹ ہی بولے گا اور ساری دُنیا تجھ کو جھٹلائے گی۔

اے مغیرہؔ! کیا تیرا خیال ہے کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے اور اُن کو علیؑ نے قتل کیا۔؟ خدا کی قسم علیؑ اس الزام سے بالکل پاک اور بری ہیں لیکن، بالفرض علیؑ نے عثمان کو مظلوم قتل کیا، تو تجھے کیا۔ تُو نے تو نہ زندگی میں اُن کی مدد کی اور نہ مرنے کے بعد ہمدردی کا اظہار کیا، تُو، تو مسلسل طائف میں رہ کر سرکشوں کی حمایت، امورِ جاہلیت کا اختیار اور اسلام کو مٹانے کی فکر کرتا رہا، اس کے نتیجے میں جو ہونا تھا وہ کل ہوگیا۔

اور بنی ہاشم و بنی اُمیہ کے معاملے کو پیش کرنا تو یہ محض تیرا دعویٰ ہے اور خلافت کے متعلق اور تیرے ساتھیوں کا سلطنت کے بارے میں قول جس کے تم لوگ مالک بنے بیٹھے ہو تو سُنو! فرعونؔ چار سو سال تک مصر کا مالک بنا رہا اور حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ دونوں ہی نبی مرسل تھے، اُنھوں نے جو مصائب برداشت کیے وہ عیاں ہے اصل مُلک تو اللہ کا ہے جسے وہ نیکوکاروں کو بھی دیتا ہے اور فاسقوں و بدکاروں کو بھی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝"

(سورۃ الانبیاء آیت ۱۱۱)

ترجمۂ آیت: (میں نہیں جانتا مگر اتنا کہ شاید یہ (خدا کے عذاب میں تاخیر) تمھارے لیے آزمائش اور ایک معیّنہ مدّت تک کی پونجی ہے۔)

نیز ارشاد فرماتا ہے:

"إِذَا أَرَدْنَا أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ۝" (سورۃ الاسرا آیت ۱۶) (بنی اسرائیل)

ترجمۂ آیت: (جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا قصد کرتے ہیں تو اُس کے دولت مندوں کو (اطاعت کا) حکم دیتے ہیں پھر بھی وہ اُسمیں نافرمانیاں کرتے ہیں پس حجّت تمام ہونے پر ہم اُسے برباد کردیتے ہیں)

اس کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام اُٹھے اور اپنا لباس سمیٹتے ہوئے بولے:

"اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَ الْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ"

ترجمۂ آیت: (خبیث عورتیں، خبیث مردوں کے لیے اور خبیث مرد، خبیث عورتوں کے لیے۔") (پھر فرمایا)

خدا کی قسم، اے معاویہ! اس سے مراد تُو اور تیرے یہ ساتھی اور تیرے دوستدار ہیں۔

"وَ الطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَ الطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ" (سورۂ نور آیت ۲۶)

ترجمۂ آیت: (اور پاک و پاکیزہ عورتیں پاک و پاکیزہ مردوں کے لیے اور پاک و پاکیزہ مرد پاک و پاکیزہ عورتوں کیلئے ہیں اور وہ بری ہیں لوگوں کی بکواس سے اور ان کیلئے مغفرت اور باعزت روزی ہے)

اس سے مراد علیؑ ابنِ ابی طالبؑ، اُن کے اصحاب اور اُن کے دوستدار ہیں۔

پھر امام حسن علیہ السلام وہاں سے یہ کہتے ہوئے چل دیے، اچھا اب جو کچھ تم نے کیا اُس کا مزا، اور جو اللہ تعالٰی نے تمھارے لیے اور ان لوگوں کے لیے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں دردناک عذاب فراہم کر رکھا ہے اس کا مزا چکھنا۔

جب آپؑ وہاں سے چلے گئے تو معاویہ نے اپنے اصحاب سے کہا:

"یہ تم لوگوں نے جو حرکت کی ہے اس کا مزا چکھو۔"

ولیدؔ نے جواب دیا، بخدا جو تم نے مزا چکھا وہی ہم لوگوں نے بھی چکھا ہے اور یہ سارے حملے تو تم پر تھے۔

معاویہ نے کہا: کیا میں نے تم لوگوں سے نہیں کہا تھا کہ تم لوگ اُن کا مقابلہ نہ کر سکو گے اور کیا یہ مزا تم لوگوں نے ہمیں پہلی مرتبہ چکھایا ہے یا پہلی مرتبہ اُس شخص سے ذلیل ہونا پڑا ہے۔ یہ تو جب بھی کھڑا ہوا اس نے میری دنیا تاریک کردی۔ میں نے چاہا تھا کہ (تم لوگوں کے سہارے) اس پر چھا جاؤں گا مگر تم لوگوں میں نہ آج دم تھا اور نہ آج کے بعد دم ہوگا۔

راوی کا بیان ہے کہ معاویہ اور اُس کے اصحاب کے ساتھ امام حسن علیہ السلام کی جو بحث ہوئی، جب مروان بن حکم نے سُنی تو دوڑا ہوا آیا: دیکھا کہ ابھی سب لوگ معاویہ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔

مروان نے پوچھا: یہ حسنؑ بن علیؑ کی اچھل کود کی کیا خبر مجھ تک پہنچی ہے؟

لوگوں نے کہا: ہاں، یہ خبر صحیح ہے۔

اُس نے کہا، پھر تم لوگوں نے مجھے کیوں نہ بُلا لیا خدا کی قسم میں اُن کو اُن کے باپ کو اور اُن کے خاندان بھر کو ایسی ایسی گالیاں سُناتا کہ کنیزیں اور غلام تک اُسے گانا بنا لیتے۔

معاویہ نے کہا، مگر ان لوگوں نے بھی تمھارے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔ سب کچھ کہا مگر یہ لوگ جانتے تھے کہ مروان بڑا زبان دراز اور فحش گو ہے۔

مروان نے کہا: اچھّا، اے معاویہ! تم انھیں آدمی بھیج کر ابھی بُلاؤ۔

معاویہ نے امام حسنؑ بن علیؑ کے پاس آدمی بھیجا۔

جب فرستادہ امام حسنؑ کے پاس پہنچا تو آپؑ نے اُس سے کہا: اب وہ سرکش مجھ سے مزید کیا چاہتا ہے؟ اچھا، اگر اس نے مجھ سے پھر ویسی ہی باتیں کیں تو اُسے ایسی ایسی سُناؤں گا کہ جس کا ننگ و عار تا قیامت اُس پر باقی رہ جائے گا۔

یہ کہہ کر امام حسن علیہ السّلام روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ سب لوگ ابھی تک اسی طرح بیٹھے ہوئے ہیں اور مروان بھی وہاں موجود ہے۔

امام حسن علیہ السّلام نے معاویہ سے کہا: اب مجھے کیوں بُلایا ہے؟

اُس نے کہا: میں نے تم کو نہیں بُلایا، بلکہ مروان نے بُلایا ہے۔

مروان بولا: اے حسنؑ! تم قریش کے لوگوں کو گالیاں دیتے ہو؟

آپؑ نے فرمایا: پھر تیرا کیا ارادہ ہے؟

اُس نے کہا، خدا کی قسم، میں تمھیں اور تمھارے باپ اور تمھارے گھر بھر کو وہ گالیاں سُناؤں گا کہ کنیزیں اور غلام اسے گیت بنا لیں گے۔

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: اے مروان! مگر نہ میں نے تجھے گالی دی ہے اور نہ تیرے باپ کو گالی دی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زبان سے تجھ پر لعنت کی ہے، تیرے باپ پر لعنت کی ہے، تیرے گھر والوں پر، تیری ذرّیت پر اور تیرے باپ کے صلب سے جو لوگ تا قیامت پیدا ہوں گے اُن سب پر لعنت کی ہے۔

خدا کی قسم، اے مروان! رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اس لعنت سے جو اُنھوں نے تجھ پر اور تیرے باپ پر کی تھی نہ تُو انکار کر سکتا ہے اور نہ وہ لوگ انکار کر سکتے ہیں جو اِس وقت یہاں موجود ہیں۔

اور اے مروان! اللہ تعالیٰ نے جو تجھے ڈرایا، اِس سے تیری سرکشی اور بڑھ گئی۔

چنانچہ اللہ اور اُس کے رسولؐ نے سچ کہا ہے کہ:

"وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ ۚ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا

یَزِیۡدُهُمۡ اِلَّا طُغۡیَانًا کَبِیۡرًا۔ " (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۶۰)

ترجمۂ آیت: (اور قرآن میں لعنت کیا ہوا شجرہ (نسل) قرار دیا۔ اور جیسے جیسے ہم اُنھیں ڈراتے ہیں، اُن کی سرکشی اور زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔)

اے مروان! سُن، حسبِ ارشادِ رسولؐ، شجرۂ ملعونہ فی القرآن سے تُو، اور تیری ذرّیت مراد ہے۔

یہ سُن کر معاویہ فوراً اُٹھا اور اُس نے بڑھ کر امام حسن علیہ السلام کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور بولا: بس بس اے ابو محمدؑ! تم تو کبھی فحش گو نہ تھے۔

اس کے بعد امام حسن علیہ السلام نے اپنا لباس سمیٹا، اُٹھے اور باہر نکل آئے۔ اور وہ مجلس بھی منتشر ہوگئی۔ لوگ غیظ و حزن میں بھرے ہوئے اور سیاہ روئی کے ساتھ متفرق ہو گئے۔ (احتجاج طبرسی صفحہ ۱۴۳-۱۳۷، تذکرۃ الخواص سبط ابنِ جوزی صفحہ ۱۱۶-۱۱۴)

(نوٹ:)

حکم بن العاصؑ اور مروانؑ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اس کا تذکرہ ابنِ حجر مکّی نے اپنی کتاب "اصابہ فی تمیز الصحابہ" میں بھی کیا ہے نیز اِس کا ذکر "استیعاب فی معرفۃ الاصحاب و اسد الغابہ، و طبقات ابنِ سعد میں بھی ہے۔

(۲) خطبۂ امام حسنؑ اور ایک اموی مرد کا عورت بن جانا

روایت میں ہے کہ عمرو بن عاص نے معاویہ کو مشورہ دیا کہ حسنؑ ابنِ علیؑ کی گفتگو میں روانی نہیں ہے اِس لیے جب منبر پر جائیں گے اور لوگوں سے اُن کی نگاہیں ملیں گی تو شرم کے مارے بول نہ سکیں گے۔ لہٰذا ان سے کہو کہ منبر پر جائیں۔

معاویہ نے کہا، اے ابو محمدؑ! ذرا آپ منبر پر جائیے اور ہم لوگوں کو وعظ کیجیے۔

یہ سُن کر امام حسن علیہ السلام اُٹھے، منبر پر گئے، پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجالائے پھر فرمایا: اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے مگر جو مجھے نہیں پہچانتا میں اُسے بتاتا ہوں کہ میں حسنؑ ابنِ علیؑ ہوں، میں سیّدۃ النساء فاطمہؑ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند ہوں، میں فرزندِ رسولؐ ہوں، میں نبیؐ خدا کا فرزند ہوں، میں سراجِ منیر

کا فرزند ہوں، میں بشیر و نذیر کا فرزند ہوں، میں اُس کا فرزند ہوں جو تمام عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا، میں اُس کا فرزند ہوں جو تمام جنّ و انس کے لیے مبعوث ہوا ہے، میں اس کا فرزند ہوں جو رسول اللہ ؐ کے بعد خلقِ خدا میں سب سے بہتر ہے۔ میں اُس کا فرزند ہوں جو صاحبِ فضائل ہے، مَیں اُس کا فرزند ہوں جو صاحبِ معجزات و دلائل ہے، میں امیر المومنینؑ کا فرزند ہوں، میں وہ ہوں جو اپنے حق سے محروم کر دیا گیا، جوانانِ جنّت کے دو سرداروں میں سے ایک سردار ہوں، میں رُکن و مقام کا فرزند ہوں، میں مکّے و منیٰ کا فرزند ہوں، میں مشعرِ حرام و عرفات کا فرزند ہوں۔

یہ سُن کر معاویہ کو طیش آیا، اور بولا: یہ سب چھوڑیئے، ذرا کھجور کی تعریف بیان کیجیے۔

آپؑ نے فرمایا: ہَوا کھجور کو پھلاتی ہے، گرمی اُس کو پکاتی ہے، رات کی ٹھنڈک اس میں لذّت پیدا کرتی ہے۔

یہ کہکر آپؑ نے اپنے پچھلے سلسلۂ کلام کی طرف واپس آئے اور فرمایا: میں اُس صاحبِ شفاعت کا فرزند ہوں جس کی اطاعت فرض ہے۔ میں اُس کا فرزند ہوں جس کی معیّت میں فرشتوں نے بھی مقاتلہ کیا، میں اُس کا فرزند ہوں جس کے سامنے سارا قریش جھک گیا، میں اُس کا فرزند ہوں جو تمام مخلوقات کا سرتاج ہے، میں محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا فرزند ہوں۔

یہ دیکھ کر معاویہ ڈرا کہ کہیں لوگوں میں انقلاب نہ برپا ہو جائے لہٰذا فوراً بولا: اے ابو محمدؑ! بس اب منبر سے اُتر آئیں جو کچھ کہہ چکے یہی بہت کافی ہے۔

پھر آپؑ منبر سے اُتر آئے تو معاویہ نے آپؑ سے کہا: تمھیں (شائد) خیال ہے کہ تم اب خلیفہ بننے والے ہو، مگر تم کہاں اور یہ خلافت کہاں؟

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: سُنو! خلیفہ تو وہی ہے جو کتابِ خدا اور سنّتِ رسولِ خدا ؐ پر عمل پیرا ہو۔ خلیفہ وہ نہیں، جو ظلم و جور کی راہ اختیار کرے سنّت کو معطّل کر دے اور دنیا کو اپنا ماں باپ سمجھنے لگے۔ اچھا، بادشاہت کر لو اور اس سے چند دن فائدہ اُٹھا لو، پھر اِس کی لذّتیں ختم ہو جائیں گی اور اس کا خمیازہ باقی رہ جائے گا۔

اس مجمعے میں بنی اُمیّہ کا ایک جوان موجود تھا۔ وہ امام حسن علیہ السّلام پر گرم (ناراض) ہو گیا اور آپؑ کو آپؑ کے پدرِ بزرگوار کو حد سے زیادہ سخت سُست کہنے لگا۔ تو امام حسن علیہ السّلام نے اس کو بد دعا دی اور کہا: "پروردگارا! جو نعمت اس کے پاس ہے

اسے تبدیل کر دے اور اسے عورت بنا دے۔

آپؑ کا یہ فرمانا تھا کہ وہ اُموی جوان اپنے اندر تبدیلی محسوس کرنے لگا، اور دیکھتے ہی دیکھتے بالکل عورت بن گیا، اس کی داڑھی جھڑ گئی اور اُس کی شرمگاہ عورت کی شرمگاہ میں تبدیل ہوگئی۔

امام حسن علیہ السلام نے اُس سے کہا: دُور ہو، مردوں کے مجمعے میں تیرا کیا کام، تُو تو عورت ہے۔

اِس کے بعد امام حسن علیہ السلام تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر اپنا لباس سمیٹا اور جانے کے لیے تیار ہوئے تو عمرو بن عاص نے کہا: ابھی آپؑ بیٹھیے اور مجھے چند مسائل آپؑ سے دریافت کرنے ہیں۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: جو چاہو پوچھ لو۔

عمرو بن عاص نے کہا: یہ بتائیے کہ: کرم کیا ہے، نجدت کیا ہے اور مُروّت کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کرم، بخشش کرنا، قبل سوال کسی کو کچھ دینا۔ اور نجدت (دلیری) اپنی عزّت وحرمت کی حفاظت کرنا، اور مصائب پر صبر کرنا۔ اور مروّت کسی شخص کا اپنے دین کی حفاظت کرنا، اپنے نفس کو گندگی سے بچانا، فرائض کی ادائیگی اور حقوق کی ادائیگی کے لیے تیار رہنا اور کھُل کر سلام کرنا۔

پھر آپؑ وہاں سے چلے آئے اور معاویہ نے عمرو بن عاص کو اُس کے عہدے سے معزول کر دیا کہ تُو نے اہلِ شام کے خیالات خراب کیے ہیں۔

عَمرو بن عاص نے کہا: اس کی پروانہ کر۔ اہلِ شام تجھ سے محبّت اس لیے نہیں کرتے کہ انھیں دین وایمان سے محبّت ہے بلکہ اس دنیا کی وجہ سے محبّت کرتے ہیں جو تیری طرف سے انھیں ملتی ہے اور پھر تیرے پاس تلوار بھی ہے اور مال بھی۔ ایسی حالت میں حسنؑ ابنِ علیؑ کو اپنی تقریر سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

الغرض جب اُس اُموی جوان کے عورت بن جانے کی خبر مشہور ہوئی تو اُس کی زوجہ روتی ہوئی امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ امام حسن علیہ السلام کو اُس بیچاری عورت پر رحم آیا اور اُس کے لیے دُعا کی، اللہ تعالےٰ نے پھر اُس کو مرد بنا دیا (الخرائج والجرائح)

(۳) ــــ ہماری حکومت تمہاری حکومت سے دو چند ہو گی :

اسماعیل بن ابان نے اپنے اسناد کے ساتھ امام حسن ابنِ علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک دن، جب معاویہ حکومتِ ظاہری پر قابض ہو گیا تو ایک دن آپؑ مسجدِ رسولؐ میں بنی اُمیّہ کے حلقے سے گذرے، تو وہ لوگ آپؑ کی طرف آنکھوں سے اشارہ کر رہے تھے اور آپؑ نے اُن کو آنکھوں سے اشارہ کرتے ہوئے دیکھ لیا۔ تو آپؑ نے پہلے دو رکعت نماز پڑھی، پھر اُن لوگوں سے کہا: میں نے تم لوگوں کو آنکھوں سے اشارہ کرتے ہوئے دیکھ لیا ہے مگر یاد رکھو کہ بخدا اگر تم لوگ ایک دن حکومت کرو گے تو ہم لوگ دو دن حکومت کریں گے، اگر تم لوگ ایک مہینہ حکومت کرو گے تو ہم لوگ دو مہینے حکومت کریں گے، اگر تم لوگ ایک سال حکومت کرو گے تو ہم لوگ دو سال حکومت کریں گے۔ پھر ہم لوگ تمہاری حکومت میں کھاتے پیتے بھی رہیں گے اور شادی بیاہ بھی کرتے رہیں گے، گھومتے پھرتے بھی رہیں گے مگر تم لوگ ہم لوگوں کی حکومت میں نہ کھا سکو گے، نہ پی سکو گے، نہ شادی بیاہ کر سکو گے۔

اِس پر ایک شخص نے آپؑ سے پوچھا:

اے ابو محمدؑ! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اِس لیے کہ آپؑ لوگ سخی ترین مردم ہیں۔ سب سے زیادہ مہربان اور سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں، پھر ان لوگوں کی سلطنت میں تو آپؑ لوگ امن سے رہیں گے اور اپنی سلطنت میں آپؑ لوگ ان کو امن نہ دیں گے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ اس لیے کہ اِن لوگوں نے شیطان لعؒ کی تدبیر میں آکر ہم سے دشمنی کی اور شیطان لعؒ کی تدبیر کمزور ہوتی ہے اور ہم لوگ اللہ کی تدابیر کے ساتھ ان سے دشمنی کریں گے اور اللہ کی تدبیر مضبوط ہوتی ہے۔

(۴) ــــ امام حسنؑ کا جوابی خطبہ اور مجمعے کا آمین کہنا :

شعبی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ معاویہ مدینے آیا اور خطبہ دینے کے لیے کھڑا ہوا تو حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی بُرائیاں کرنے لگا۔ یہ سُن کر امام حسن علیہ السلام کھڑے ہو گئے۔ پہلے حمد وثنائے الٰہی بجالائے اس کے بعد فرمایا:

اے لوگو! سُنو، اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی نبی کو مبعوث کیا اُس کا وصی بھی اُسی کے

اہلِ بیت میں سے مقرّر فرمایا ، نیز کوئی بھی نبی ایسا نہیں گذرا کہ جس کا کوئی دشمن مجرمین میں سے نہ ہو۔ چنانچہ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اُن کے وصی تھے اور میں علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کا فرزند ہوں ۔ اور اے معاویہ ! تو صخر کا فرزند ہے تیرا جد حرب ہے ، میرے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ تیری ماں ہند ہے ، میری مادرِ گرامی فاطمہ زہراؑ ہیں، میری جدّہ ماجدہ حضرت خدیجہؑ ہیں، تیری دادی نثیلہ ہے اب آؤ ہم سب مل کر کہیں کہ اللہ کی لعنت ہو اس پر جو ہم لوگوں میں از روئے حسب لئیم اور پست ہو جو از روئے کفر سب سے آگے ہو سب سے زیادہ گمنام ہو، جو نفاق میں سب سے شدید ہو۔

یہ سنتے ہی مسجد میں موجود سارے مجمعے نے کہا آمین۔

یہ دیکھ کر معاویہ منبر سے اُتر آیا اور اس نے اپنی تقریر ختم کردی۔

(احتجاج طبرسی صـ۱۲۵)

۵ — معاویہ اور امام حسنؑ دونوں ایک ساتھ ایک ہی منبر پر

روایت کی گئی ہے کہ جب معاویہ کوفے میں آیا تو اُس سے کہا گیا کہ حسنؑ بن علیؑ کا مقام لوگوں کے دلوں میں بہت بلند ہے اس لیے تم حکم دو کہ وہ منبر پر تم سے پست زینے پر کھڑے ہوں، تاکہ اُن کی کمسنی اور کم سخنی لوگ محسوس کریں اور لوگوں کے دلوں میں اُن کا مرتبہ گھٹ جائے۔ معاویہ نے انکار کیا مگر لوگ اصرار کرتے رہے۔

بالآخر معاویہ نے حکم دے دیا۔ چنانچہ امام حسن علیہ السلام معاویہ سے پست زینے پر کھڑے ہوئے اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد ارشاد فرمایا:

امابعد، اے لوگو! اگر تم لوگ اس کے اور اس کے (یعنی مشرق ومغرب کے) درمیان کسی ایسے شخص کو تلاش کرو کہ جس کا جد نبی ہو تو میرے اور میرے بھائی کے سوا اور کسی کو نہ پاؤ گے۔ مگر میں نے اپنا حق اس سرکش ونافرمان کو عطا کر دیا۔

یہ کہہ کر آپؑ نے اپنے ہاتھ سے منبر کے اوپر معاویہ کی طرف اشارہ کیا، جو اُس وقت منبر کے اس مقام پر بیٹھا ہوا تھا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھا کرتے تھے۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ:

" میں نے سوچا کہ مسلمانوں کا خون بہنے سے بہتر یہ ہے کہ (میں صلح پر ہی اکتفا کروں) ان کا خون نہ بہے۔ پھر معاویہ کی طرف اشارہ کر کے کہا: " اِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّہٗ

فِتۡنَةٌ لَّكُمۡ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيۡنٍ " (سورۃ الانبیاء آیت ۱۱۱)

معاویہ نے کہا اس سے تمھاری مراد کیا ہے ؟

آپؑ نے فرمایا: میں نے بھی اس سے وہی مراد لیا ہے جو اللہ نے مراد لیا ہے۔

یہ سُن کر معاویہ کھڑا ہو گیا اور ایک فتنہ و فساد اور فحش باتوں سے بھرا ہوا خطبہ دیا جس میں اُس نے امیرالمومنین علیہ السلام کو گالیاں دیں۔

اور یہ سُن کر امام حسن علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور کہا: اے ہند جگر خوارہ کی اولاد! تیری یہ مجال کہ امیرالمومنین علیہ السلام کو گالیاں دے۔ سُن، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ:

" مَنۡ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدۡ سَبَّنِيۡ وَمَنۡ سَبَّنِيۡ فَقَدۡ سَبَّ اللهَ وَمَنۡ سَبَّ اللهَ اَدۡخَلَهُ اللهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيۡهَا مُخَلَّدًا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّقِيۡمٌ "

یعنی: (جس نے علیؑ کو بُرا کہا اُس نے مجھے بُرا کہا اور جس نے مجھے بُرا کہا اُس نے خدا کو بُرا کہا، اور جس نے خدا کو بُرا کہا اُس کو اللہ جہنّم کی آگ میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر مسلسل عذاب ہوگا۔)

یہ کہہ کر امام حسن علیہ السلام منبر سے نیچے اُتر آئے اور اپنے گھر چلے آئے۔ اس کے بعد آپؑ نے وہاں نماز نہیں پڑھی۔ (احتجاج طبرسی صـ۱۴۵)

(۶) اللہ نے علیؑ کو مومن اور ولید کو فاسق کہا ہے

ابومخنف لوط بن یحییٰ، نیز دیگر علما نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے کہ: امام حسن علیہ السلام اور ولید بن عتبہ کے درمیان گفتگو ہوئی تو امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: "میں تیری ملامت اس پر نہیں کرتا کہ تو علیؑ کو بُرا کہتا ہے اس لیے کہ علیؑ نے تیری شراب نوشی پر تجھ کو اسّی کوڑے لگائے، اور جنگِ بدر میں حکمِ رسولؐ سے تیرے باپ کو قتل کیا۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اللہ نے علیؑ کا نام مومن رکھا ہے اور تجھے فاسق کہا ہے۔"

(امالی شیخ صدوقؒ مجلس نمبر ۴ صـ۲۷)

چنانچہ حسّان بن ثابت نے اپنے اشعار میں بھی نظم کیا ہے جس کا ایک شعر یہ ہے

اَنزَلَ اللہ فی الکتاب علینا فی عَلیٍّ وفی الولیدِ قرآنا	اللہ نے قرآن میں علیؑ اور ولید کے بارے میں نازل فرمایا ہے کہ :

دوسرا شعر یہ ہے :-

فَتَبوَّ الولید منزلَ کفر وعَلیٌّ تبوّا الایمانا	پس ولید کو بمنزلۂ کفر فرمایا ہے اور علیؑ کو بمنزلۂ ایمان ارشاد فرمایا ہے

("تذکرہ" سبطِ ابن جوزی ص ۱۱۵)

⑦ امام حسنؑ کا خط زیادؑ کے نام

ابنِ ابی الحدید معتزلی نے ابوالحسن مدائنی کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ زیادؑ نے امام حسن علیہ السلام کے کسی صحابی کو طلب کیا جس کے لیے امان نامہ موجود تھا۔ تو امام حسنؑ نے زیادؑ کو خط تحریر فرمایا:

" یہ خط حسنؑ ابنِ علیؑ کا زیادؑ کے نام :

اما بعد : تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے اصحاب کے لیے امان حاصل کرلی ہے مگر مجھے اطلاع ملی ہے کہ تُو میرے اصحاب میں سے فلاں سے متعرض ہو رہا ہے، میں چاہتا ہوں کہ تُو اس سے متعرض نہ ہو اور اگر طلب کرنا ہے تو بھلائی کے لیے طلب کر۔

والسلام

جب امام حسن علیہ السلام کا خط زیادؑ کے پاس پہنچا (یہ اس زمانے کا واقعہ ہے کہ جب معاویہ نے اُس کو اپنے نسب میں شامل کرلیا تھا) تو اُس کو غصہ آیا۔ اس لیے کہ آپؑ نے اُس کو خط میں محض زیاد لکھا تھا۔ زیاد ابنِ ابی سفیان نہیں لکھا تھا، اِس لیے اُس نے خط کا جواب دیا۔

یہ خط زیادؑ بن ابی سفیان کا ہے حسنؑ کے نام :

اما بعد : تمہارا خط اس فاسق کے لیے آیا جو تمہارے اور تمہارے باپ کے فاسق شیعوں کا مرجع ہے۔ خدا کی قسم، اگر وہ تمہاری جِلد اور گوشت کے درمیان بھی ہو تو میں اُس کو طلب کروں گا۔ اور مجھے آدمیوں کا گوشت کھانا سب سے زیادہ پسند ہے اور منجملہ اُن کے تمہارا گوشت بھی ہے۔

وَالسلام

امام حسن علیہ السلام نے زیاد کا خط پڑھا اور وہ معاویہ کو بھیج دیا۔ معاویہ کو وہ خط پڑھ کر غصہ آیا اور اُس نے زیادؑ کو خط لکھا :

یہ خط ہے معاویہ بن ابی سفیان کا زیاد کے نام:

امّابعد: تیرے پاس دو دماغ ہیں ایک ابوسفیان کا دماغ اور ایک سُمیّہ کا دماغ۔ جو دماغ تجھے ابوسفیان کی طرف سے ملا ہے اس میں حلم اور حزم ہے مگر جو دماغ تجھے سُمیّہ سے ملا ہے تو اس کا تو مثل ہی نہیں۔ حسنؑ بن علیؑ نے مجھے خط لکھا ہے کہ تم نے اُنکے اصحاب میں سے ایک صحابی سے تعرّض کیا ہے مگر تم اس سے کوئی تعرّض نہ کرو۔ میں نے اِس کا اختیار تم کو نہیں دیا ہے۔

۸ — امام حسن علیہ السلام اور اصحابِ معاویہ کے درمیان مفاخرت

بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ امام حسن علیہ السلام معاویہ کے پاس گئے جب اُس کے دربار میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں معاویہ کے پاس مروانؔ بن حکمؔ و مغیرہؔ بن شعبہ اور ولیدؔ بن عقبہ اور عتبہ بن ابی سفیان بھی موجود ہیں اور ان میں سے ہر ایک بنی ہاشم کے مقابلے میں فخر کر رہا ہے اور ان کی بُرائی کر رہا ہے اور ایسی ایسی باتیں کہیں جو امام حسن علیہ السلام کو بُری معلوم ہوئیں۔

امام حسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: سُنو! میں اپنے آبا و اجداد کی بہترین شاخوں میں سے ایک شاخ ہوں، جو عرب میں سب سے زیادہ مکرّم تھے۔ ہمارا النسب لائقِ فخر ہے ہمارا حسب مایۂ ناز ہے۔ یہ شجرۂ طیّبہ کی ایک شاخ ہے جو اُگی اور بڑھی جس کے تنے قائم رہے اور پھل پاک و پاکیزہ آئے۔ اسی میں اصلِ اسلام و علمِ نبوّت ہے جب ہمارے سامنے کو فخر کرتا ہے تو ہم اس سے بھی کہیں زیادہ بلند نظر آتے ہیں جب ہمارے سامنے کوئی عزّت دار بنتا ہے تو ہم اس سے بھی بالاتر ہوتے ہیں۔ ہم لوگ تو وہ بحرِ ذخّار ہیں جو کبھی خشک نہیں ہوگا، وہ بلند پہاڑ ہیں جس کو کوئی سر نہیں کر سکتا۔

مروان لعن نے کہا: اے حسنؑ! تم اپنے منھ سے اپنی بڑی تعریف کرتے ہو اور اپنے ہاتھ سے اپنی بہت ناک اونچی کرتے ہو۔ افسوس (تمھیں معلوم ہے کہ ہم لوگ کون ہیں) ہم لوگ بادشاہ اور سردارِ قبائل ہیں، ہم لوگ باعزّت قائدینِ قوم ہیں، ہم کسی کے سامنے نہیں جھکتے جو عزّت ہماری ہے وہ تمھاری نہیں، جو قابلِ فخر ہم میں ہے وہ تم میں نہیں ہے۔

اس کے بعد مغیرہ بن شعبہ بولا: کہ میں نے تمھارے باپ کو مشورہ دیا تھا مگر اُنھوں نے

میرے مشورے کو قبول نہیں کیا اور اگر قطعِ قرابت کو میں مکروہ نہ سمجھتا تو شام والوں میں شامل ہوتا۔ حالانکہ تمھارے والد یہ جانتے تھے کہ میں قیس کی عیاری اور ثقیف کے ثبات قدم اور اُن کے تجربوں کے ذریعے قبیلوں کو گھاٹ گھاٹ کا پانی پلاتا رہوں۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اے مروان! کیا تو مجھے بزدل، سست، کمزور اور عاجز سمجھ کر ایسی گفتگو کررہا ہے۔ تو سمجھتا ہے کہ میں اپنے منہ سے اپنی تعریف کرتا ہوں؟ میں رسول اللہ ؐ کا فرزند ہوں، تیرا خیال ہے کہ میں اپنے ہاتھ سے اپنی ناک اونچی کررہا ہوں؟ تجھے معلوم ہے کہ میں جوانانِ اہلِ جنّت کا سردار ہوں؛ تکبر اور گھمنڈ کی بات وہ کرتا ہے جو لپست ہو اور اپنے کو بلند ظاہر کرنا چاہتا ہو۔ بڑائی کا اظہار وہ کرتا ہے جس میں بڑائی نہ ہو اور وہ اپنے کو بڑا ظاہر کرنا چاہتا ہو۔ ہم لوگ اہلِ بیتِ رحمت ہیں، سرچشمۂ کرم ہیں، خیر کی جگہ ہیں۔ ایمان کا خزانہ ہیں۔ اسلام کا نیزہ اور دین کی تلوار ہیں۔ تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے، جب تک میں تجھ پر ملامت کے تیر نہ برساؤں گا تو خاموش نہیں ہو گا۔ اچھا، یاد کر اُس دن کو جس میں شکست کھا کر واپس ہوا اور ڈر کے مارے پلٹ آیا۔ اور مالِ غنیمت کے بدلے تجھے شکست ملی۔ اُس دن کو یاد کر جب تُو نے طلحہ سے غداری کی اور اُسے قتل کیا، پھٹکار ہو تجھ پر! تیرے چہرے پر جِلد کتنی سخت ہے کہ اس پر شرمندگی کے آثار نہیں۔

یہ سُن کر مروان نے اپنا سر جھکا لیا اور مغیرہ مبہوت ہوگیا۔

(لوٹ) "ابنِ اثیر جذری نے اسد الغابہ میں تحریر کیا کہ طلحہ کے قتل کا سبب یہ ہوا کہ مروان بن حکم نے اس کو ایک ایسا تیر مارا جو اس کی ران میں پیوست ہوگیا۔ یہ اُس وقت ہوا جب طلحہ معرکۂ جنگ میں کھڑا تھا جب اُس کی ران کے زخم کا منہ بند کیا جاتا تو اس کا پورا پاؤں پھول جاتا، جب چھوڑ دیا جاتا تو خون جاری ہوجاتا۔ تو طلحہ نے کہا: اب جانے دو۔ یہ اللہ کی طرف سے مارا ہوا تیر ہے چنانچہ وہ اُسی وقت مرگیا اور مروان نے کہا، آج کے بعد میں خون کا مطالبہ نہ کروں گا۔

نیز ابان بن عثمان کی طرف رُخ کر کے کہا: میں نے تیرے باپ کے ایک قاتل کو تو ختم کر دیا۔"

الغرض اس کے بعد امام حسن علیہ السلام نے مغیرہ کی طرف رُخ کیا اور فرمایا:

او قبیلۂ ثقیف کے کانے! تُو قریش میں سے کب ہے؟ جو میں تجھ پر مفاخرت کروں۔ وائے ہو تجھ پر، کیا تُو مجھے نہیں جانتا؟ میں تمام، عالمین کی عورتوں کی سیّدہ

اور اللہ کی تمام کنیزوں میں سب سے بہتر کنیز کا فرزند ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ہم لوگوں کو علمِ الٰہی کی غذا کھلائی ہے اس لیے قرآن کی تاویل اور مشکل احکام کا علم ہمارے پاس ہے ہماری عزّت غالب ہے، ہمارا کلمہ بلند ہے، ہمارے ہی لیے فخر اور خوبی زیب دیتی ہے اور تُو اُس قوم سے ہے کہ نہ جاہلیّت میں اُن کا کوئی نسب (سلسلۂ خاندان) تھا اور نہ اسلام میں ان کو کوئی حصّہ ملا۔ جس وقت شیروں کی آپس میں ٹکر ہو رہی ہو اور مقابلے کے لوگ آپس میں جنگ کر رہے ہوں تو اُس وقت ایک بھاگے ہوئے غلام کی کیا حیثیت، جو فخر کرے؟ ہم لوگ سردار ہیں ہماری بحث قائدین کی بحث ہے، ہم لوگ اپنے اپنے حق کی حمایت کر رہے ہیں اور ننگ و عار کو اپنے صحن سے دور رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں ہم عدیم النظیر شریفوں کی اولاد ہیں۔

پھر تُو نے امیر المومنین ع کو مشورہ دیا اور سمجھا کہ میں خیر الانبیاء کے وصی کی بھلائی کر رہا ہوں، حالانکہ تیری عجز فہم پر اُن کی پوری نگاہ تھی، تیری مہمل گوئی سے وہ زیادہ واقف تھے۔ تیرے دل میں بغض و حسد بھرا ہوا تھا۔ تیری آنکھیں بتا رہی تھیں کہ تو غدّار ہے اس لیے تُو اسی قابل تھا کہ تیری بات رد کر دی جائے، وہ ہرگز ایسے نہ تھے کہ گمراہوں کو اپنا بازو اور مددگار بنائیں۔

نیز تُو کہتا ہے کہ کاش میں قیس کی عیّاری اور ثقیف کے ثباتِ قدم کو لیے ہوئے صفین میں ہوتا، تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے تُو نے یہ کیسے کہہ دیا، کیا اس موقع پر عاجزی دکھانا اور جنگ کے وقت راہِ فرار اختیار کرنا ہی تیری عیّاری اور تیرا ثباتِ قدم ہے۔ خدا کی قسم اگر تیرے اوپر ہاتھ ڈال دیتے تو تجھے خود معلوم ہے کہ پھر تجھے کوئی بچانے والا نہ تھا، عورتیں بیقرار ہو کر بین کر کر کے روتیں۔

قیس کی زعارت و عیّاری کا جو تُو نے ذکر کیا تو قیس کا تجھ سے کیا ربط، تُو ایک بھاگا ہوا غلام تھا اور بنی ثقیف کہلانے لگا، دوسرے کے طفیل میں اپنا وقار بڑھا رہا ہے تُو۔ بنی ثقیف کے مردوں میں سے نہیں ہے۔ تُو جوتے گنٹھا کرتا (پرانے جوتوں کی مرمّت کرنا) اور مویشی چرایا کرتا تھا۔ تجھے میں نے جنگوں میں پہچانا۔ ایک غلام کے پاس بھلا ثباتِ قدم کہاں؟

پھر تیری یہ بھی خواہش کہ امیر المومنین ع سے مدِمقابل ہوتا، حالانکہ تُو خوب جانتا ہے کہ وہ ایک بہادر شیر اور سم قاتل ہیں نیزہ بازی کے وقت تو ابلیس کا گروہ بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا، پھر بھلا یہ بچّو اور کیڑے مکوڑے ان کو کب پا سکتے ہیں۔ تیرا اُن سے کیا وصلت (میل) و قرابت۔ تیرا اُن سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا ایک پانی کے کیڑے اور خشکی کے ہرن میں ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی بہت دُور۔

یہ سُن کر مغیرہ اُٹھ گیا اور امام حسن علیہ السّلام فرمانے لگے:

میں بنی اُمیّہ سے معذرت خواہ ہوں کہ مجھے ایک غلام سے گفتگو کرنی پڑی۔

معاویہ نے مغیرہ سے کہا، تم واپس جاؤ۔ یہ لوگ بنی عبدِ مناف ہیں، نہ ان سے صنادید مقابلہ کر سکتے ہیں اور نہ بڑے سے بڑا ان سے مفاخرت کر سکتا ہے۔ اِس کے بعد اُس نے امام حسن علیہ السّلام کو قسم دلائی کہ آپؑ خاموش رہیں۔

لہٰذا امام حسن علیہ السّلام خاموش ہو گئے۔

(احتجاج طبرسیؒ)

۹ ــــ میری اُمت میں گمراہی کے بھی بارہ امام ہوں گے

سلیم بن قیس سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن جعفرؑ بن ابی طالبؑ کو بیان کرتے ہوئے سُنا، اُنھوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ معاویہ نے مجھ سے کہا کہ تم امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی بیحد تعظیم کرتے ہو۔ حالانکہ وہ دونوں، نہ تم سے بہتر ہیں اور نہ اُن کے باپ تمھارے باپ سے بہتر ہیں۔ اور اگر فاطمہؑ رسولؐ کی بیٹی نہ ہوتیں تو میں یہ بھی کہتا کہ تمھاری ماں اسماء بنتِ عمیسؓ بھی فاطمہؑ سے کم نہ تھیں۔

عبداللہ کا بیان ہے کہ یہ سُن کر مجھے اتنا غصّہ آیا کہ میں اپنے آپے میں نہ رہ سکا اور بولا:

"اے معاویہ! تجھ کو ان دونوں کی، ان کے والد کی اور انکی والدہ کی معرفت نہیں ہے خدا کی قسم وہ دونوں مجھ سے بہتر، اُن کے والد میرے والد سے بہتر اور اُن کی والدہ میری والدہ سے بہتر ہیں۔ میں جب کمسن تھا اس وقت میں نے خود رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اِن دونوں کے اور ان کے والد کے فضائل بیان کرتے ہوئے سُنا ہے جو مجھے یاد ہیں۔

اس وقت مجلسِ معاویہ میں امام حسن علیہ السّلام و امام حسین علیہ السّلام اور عبداللہ بن جعفرؓ و ابنِ عبّاس اور ان کے بھائی فضل کے سوا کوئی اور نہ تھا۔

معاویہ نے کہا: خدا کی قسم، میرے نزدیک تم جھوٹے نہیں ہو۔ بتاؤ رسول اللہؐ نے کیا فرمایا تھا۔

عبداللہ ابن جعفرؓ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے: آپؐ نے فرمایا کہ:

"اَنَا اَولٰی بِالْمُؤْمِنِینَ مِنْ اَنْفُسِہِم، مَنْ کُنْتُ اَولٰی بِہٖ

مِنْ نفسہٖ فَاَنتَ یا اَخی اَولیٰ بہٖ مِن نفسہٖ "

یعنی " میں مومنین سے زیادہ اُن کی جانوں کا مالک ہوں، اور جس کی جان کا اُس سے زیادہ میں مالک ہوں، اے میرے بھائی! تم بھی اُس کی جان کے اُس سے زیادہ مالک ہو۔")

اور علیؑ اُس وقت رسول اللہؐ کے سامنے کھڑے تھے۔ یہ کہہ کر آنحضرتؐ نے اپنا ہاتھ علیؑ کے شانے پر رکھا (اُس وقت گھر میں حسنؑ و حسینؑ و عمر بن اُمِّ سلمہ و اسامہ بن زید موجود تھے) اور اُس وقت گھر میں فاطمہ زہراؑ و اُمِّ ایمنؓ و ابوذرؓ و مقدادؓ و زبیر بن العوام بھی موجود تھے۔ آپؐ نے تین مرتبہ یہی فرمایا، پھر آپؐ نے ائمہ اثنا عشر علیہم السّلام کی امامت پر نص فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا کہ:

" ولِاُمّتی اثنا عشر امام ضلالۃ کلّھم ضالٌّ مُضلٌّ عشرۃ من بنی اُمیّۃ ورجلان مِن قریش، وزر جمیع الاثنی عشر وما اضلّوا فی اعناقھما۔"

یعنی (میری اُمّت میں گمراہی کے بارہ امام ہوں گے جو سب کے سب گمراہ ہوں گے اور جو ہر ایک گمراہ اور گمراہ کُن ہوگا۔ اُن میں دس بنی اُمیّہ میں سے ہوں گے اور دو آدمی قریش میں سے ہوں گے اور ان ہی دونوں قریشی اماموں کی گردنوں پر اِن بارہ گمراہ اماموں کی گمراہی کا بوجھ ہوگا۔)

معاویہ نے کہا، اے عبداللہ ہمیں ان گمراہ اماموں کے نام تو بتاؤ۔ پھر آپ نے ان دو قریشی اماموں کے اور دس بنی اُمیّہ کے اماموں کے نام بتائے کہ آلِ ابوسفیان میں اس کا فلاں بیٹا فلاں سے ہوگا اور حکم بن العاص میں سے سات ہوں گے

معاویہ نے کہا: جو کچھ تم نے کہا اگر یہ سچ ہے تو پھر میں اور مجھ سے پہلے اور تین اور اُن کے متبعین و انصار سب ہی ہلاک ہوئے۔ صرف تم اہلِ بیت اور تمہارے شیعہ بچ گئے

عبداللہ بن جعفرؑ نے کہا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ بخدا سچ ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے۔

یہ سُن کر معاویہ حسنؑ و حسینؑ اور ابن عباس کی طرف مخاطب ہوا اور کہا: یہ عبداللہ بن جعفرؑ کیا کہتے ہیں (یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد اسی سال مدینے میں آیا تھا۔)

ابنِ عباس نے جواب دیا۔ جن لوگوں کے نام انھوں نے بتائے ہیں کہ وہ موجود تھے

انھیں بُلاکر دریافت کرلے۔

معاویہ نے عمر بن اُمِّ سلمہ اور اُسامہ کو بُلوایا۔ اُنھوں نے گواہی دی کہ عبداللہ ابن جعفرؑ نے جو کہا ہے وہ سچ ہے۔ ہم لوگوں نے بھی رسول اللہؐ کو کہتے ہوئے یہی سُنا ہے جو عبداللہ بن جعفرؑ نے سُنا ہے۔

اِس کے بعد معاویہ نے حسنؑ وحسینؑ و ابنِ عبّاس وفضل و ابن اُمِّ سلمہ اور اسامہ کی طرف رُخ کیا اور بولا، کیا تم لوگ بھی وہی کہتے ہو جو عبداللہ ابنِ جعفرؑ نے کہا ہے۔

سب نے جواب دیا کہ ہاں۔

معاویہ نے کہا: پھر تو اے بنی عبدالمطّلب تم لوگ ایک امرِ عظیم کا دعویٰ کر رہے ہو اور اس پر قوی دلیل رکھتے ہو اور واقعًا اگر یہ بات سچ ہے تو پھر تم لوگ جانتے ہو اور اس بات کو پوشیدہ رکھتے ہو اور لوگ ہیں کہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور اندھے ہو رہے ہیں اور واقعی جو کچھ تم لوگوں نے کہا، اگر یہ سچ ہے تو پوری اُمّت تباہ ہوئی اپنے دین سے پلٹ گئی اور اپنے پروردگار کی منکر ہو گئی اور اپنے نبی سے انکار کر بیٹھی صرف تم اہلِ بیت اور وہ لوگ جن کا قول بھی تم ہی لوگوں کا قول ہے وہی بچ رہے ہیں مگر وہ تو بہت تھوڑے سے ہیں۔

ابن عبّاس نے معاویہ کو جواب دیا کہ سنو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ۔" (سورۂ سبا آیت ۱۳)

پھر ارشاد فرمایا:

"وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ" (سورۂ صٓ آیت ۲۴)

اور اے معاویہ! ہم لوگوں کی قلّت پر تعجب نہ کر بلکہ بنی اسرائیل پر تعجب کر کہ ساحروں نے فرعون لعین سے کہا:

"فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ" (سورۂ طٰہٰ آیت ۷۲)

اور یہ کہہ کر ساحر حضرت موسیٰؑ پر ایمان لے آئے اور اُن کی نبوّت کی تصدیق کی پھر حضرت موسیٰؑ اپنے متبّعین کو جو بنی اسرائیل میں سے تھے لیکر چلے، دریا کو قطع کیا اور عجیب عجیب معجزات دکھائے۔ پھر یہی لوگ جو موسیٰؑ کی تصدیق کرتے تھے اور توریت پر ایمان لائے تھے اور اس کی تلاوت بھی کرتے تھے اُن کے دین کا اقرار بھی کرتے تھے جب اُن بُتوں کی طرف سے ہو کر گذرے جن کی عبادت کی جاتی تھی تو کہنے لگے:

"قَالُوا يَا مُوسَى اجْعَلْ لَنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ۔" (سورۂ اعراف ۱۳۸)

ترجمۂ آیت : " (انھوں نے کہا: اے موسٰیؑ ہم لوگوں کے لیے بھی ایک ایسا ہی معبود بنا دو جیسا ان لوگوں کے پاس بہت سے معبود ہیں۔ موسٰیؑ نے کہا بیشک تم لوگ بڑے جاہل ہو۔ ")

پھر ہارونؑ کو چھوڑ کر ساری قوم گوسالہ کی طرف جھک پڑی:

" فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰـهُكُمْ وَاِلٰـهُ مُوْسٰى " (سورہ طٰہٰ ۸۸)

ترجمۂ آیت: (پس انھوں نے کہا: یہ تمھارا معبود ہے اور موسٰیؑ کا معبود ہے۔)

یہ سارے قصّے ختم ہوئے تو حضرت موسٰیؑ نے ان لوگوں سے کہا:

" يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ " (سورہ مائدہ ۲۱)

(اے میری قوم! تم لوگ ارضِ مقدّس میں داخل ہو جاؤ۔)

اور اُن لوگوں کا جواب وہ تھا جو قرآن مجید میں اللہ تعالٰے نے بیان کیا ہے۔

بالآخر حضرت موسٰیؑ کو کہنا پڑا کہ:

" رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۔ " (سورہ مائدہ ۲۵)

ترجمۂ آیت: (اے میرے پروردگار! میں صرف اپنی ذات کا اور اپنے بھائی کا ہی ذمّے دار ہوں۔ اب تو ہم میں اور اس فاسق قوم میں جدائی ڈال دے۔)

پس اِس اُمّت کا اُن لوگوں کا اتّباع کرنا جو رسول اللہؐ کے ساتھ رہ چکے تھے اور زبان سے محمدؐ کے دین اور قرآن مجید کا اقرار بھی کرتے تھے اتنا تعجّب خیز تو نہیں، جتنا اُس قوم کا کردار باعثِ تعجّب ہے جس نے اپنے زیورات پگھلا کر گوسالہ بنایا، پھر اس کی طرف جھکے اس کی عبادت کرنے لگے اس کو سجدہ کرنے لگے اور یہ سمجھنے لگے کہ یہی رب العالمین ہے اور حضرت ہارونؑ کو چھوڑ کر ساری قوم اس پر متّفق ہو گئی۔

لہٰذا یہاں بھی ہمارے اس امام کے ساتھ جس کو ہمارے درمیان وہی منزلت حاصل تھی جو ہارونؑ کو موسٰیؑ سے تھی اور جو اہلِ بیتِ رسولؐ میں سے تھا محض چند اشخاص باقی رہ گئے تھے سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ اور زبیر۔ اور جب زبیر بھی پھر گئے تو آپؑ کے ساتھ صرف تین اشخاص ہی رہ گئے تھے جو مرتے دم تک ساتھ رہے۔

اے معاویہ! تو اس پر تعجب کرتا ہے کہ اللہ نے یکے بعد دیگرے ایک ایک کا نام گنوا دیا ہے۔ تو سُن، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے غدیرِ خم میں اور اس کے علاوہ متعدّد مواقع پر اِس کی نص فرمائی اور اُمّت کو ان لوگوں کی اطاعت کا حکم دیا اور یہ بتایا کہ

"اَوّلھم علیٌّ بن ابی طالب ولیُّ کلِّ مومنٍ وَ مومنةٍ من بعدہٖ وانّہٗ خلیفتہ فیھم ووصیّہ"

یعنی: (ان ائمہؑ میں پہلے علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہیں جو میرے بعد ہر مومن و مومنہ کے ولی ہیں میرے خلیفہ اور میرے وصی ہیں ۔)

نیز رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جب جنگِ موتہ میں فوج بھیجی تو فرمایا:

"علیکم جعفر فان هلك فزید، فان هلك فعبد اللہ بن رواحة"

یعنی: (تم سب پر میں نے جعفر کو علمبردار بنایا، اگر وہ شہید ہو جائیں تو پھر زید علمبردارِ لشکر ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ علمبردار ہوں گے ۔)

چنانچہ وہ سب شہید ہو گئے ۔ جب ایک جنگ میں بھیجے ہوئے لشکر کی علمبرداری کو بغیر نص کیے ہوئے آپؐ نے نہیں چھوڑا تو تمھارا کیا خیال ہے کہ آپؐ ساری اُمّت کو یونہی چھوڑ کر چلے جائیں گے اور یہ نہ بتائیں گے کہ آپؐ کے بعد خلیفہ کون ہو گا تاکہ یہ لوگ خود خلیفہ منتخب کر لیں ۔ گویا اُمّت کی رائے و انتخاب اپنے لیے رسول کی رائے و انتخاب سے زیادہ بہتر ہے ۔ تو درحقیقت اُمّت نے جو کچھ کیا وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بیان کرنے، نص کر دینے اور انتخاب کے بعد عمداً کیا ۔ حالانکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان لوگوں کو تاریکی، گومگو اور شبہے میں نہیں چھوڑا تھا ۔

اب وہ چار گروہ جنھوں نے علیؑ کے ساتھ جنگ کی اُنھوں نے رسول اللہؐ کی طرف جھوٹ منسوب کر دیا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی ایسا نہیں کرے گا کہ نبوّت اور خلافت دونوں ہم اہلِ بیت میں جمع کر دے تاکہ اِن لوگوں کی گواہی اور کذب و مکر سے اُمّت اشتباہ میں پڑ جائے ۔

ابنِ عبّاس کی اس تقریر کو سُن کر معاویہ نے امام حسن علیہ السّلام سے کہا:

بولو ! اے حسن ! تم کیا کہتے ہو ؟

آپؑ نے فرمایا: اے معاویہ ! جو کچھ میں نے اور ابنِ عبّاس نے کہا وہ تو تم نے سُن ہی لیا مگر اے معاویہ ! مجھے تیری بے شرمی اور اللہ کے مقابلے میں جرأت پر تعجب ہے کہ تُو نے (بعدِ شہادتِ علیؑ) یہ کہا کہ مسلمانو ! تمھارے اندر جو سرکش و ظالم تھا وہ تو قتل ہو گیا

اور اب خلافت اپنے اصل معدن کی طرف پلٹ کر آگئی۔ اے معاویہ! سچ بتا، کیا معدن خلافت ہم لوگ نہیں ہیں، بلکہ تُو ہے؟ افسوس ہے تجھ پر اور ان تینوں پر جنھوں نے تجھے اس جگہ پر لا بٹھایا اور تیرے لیے اس رسم کا دروازہ کھول دیا۔ میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں، اگرچہ تُو اس کا اہل نہیں ہے بلکہ اس لیے کہتا ہوں کہ میرے باپ کی اولاد اور جو لوگ ہمارے گرد و پیش ہیں سب سُن لیں۔

سُنو! اللہ تعالیٰ نے اُمتِ مُسلمہ کو چند باتوں پر متّفق کر دیا ہے اس میں باہم کوئی اختلاف نہیں کوئی جھگڑا نہیں کوئی افتراق نہیں، سارے مسلمان اِس امر پر متّفق ہیں کہ ہم سب گواہی دیتے ہیں کہ: "نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اُس اللہ کے اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول اور اُس کے بندے ہیں، اور پانچ وقت کی نمازیں اور زکوٰۃ فرض ہے، ایک مہینے ماہِ رمضان کے روزے فرض ہیں، حجِ بیت اللہ فرض ہے اور اسی طرح اور بہت سی بیشمار باتیں ہیں، اطاعتِ الٰہی کے سلسلے میں جس پر سب متّفق ہیں۔ اور ساری اُمّت اس پر بھی متّفق ہے کہ زنا حرام ہے، چوری حرام ہے، جھوٹ بولنا، قطعیّت اور خیانت حرام ہے اور اسی طرح کی بیشمار باتیں جو معصیت کے ذیل میں آتی ہیں ان سب پر باہم متّفق ہیں۔

اگر اُمّت میں اختلاف ہے تو سنّتوں میں، مگر جس چیز نے ان کو فرقوں اور گروہوں میں تقسیم کر دیا اور ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں، ایک دوسرے سے برأت کا اظہار کرتے ہیں، ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں وہ ولایت کا مسئلہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک یہ سمجھے ہوئے ہے کہ وہ گروہ جو کتابِ خدا اور سنّتِ رسولؐ پر عامل ہے وہ اس ولایت کے حقدار نہیں ہیں بلکہ یہ لوگ اس کے زیادہ حقدار اور اولیٰ تر ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جو شخص ان باتوں پر عمل کرے جس پر اہلِ قبلہ عمل پیرا ہیں جس میں کوئی اختلاف نہیں اور جن باتوں پر باہمی اختلاف ہے اُن کے لیے کتابِ خدا اور سنّتِ نبیؐ کی طرف جس نے رجوع کیا وہ سلامت رہے گا، جہنّم سے نجات پائے گا اور جس کو اللہ نے توفیق دی اور جس پر احسان فرمایا کہ ائمہ اور اولی الامر کی معرفت سے اُس کے قلب کو روشن کر دیا اور بتا دیا کہ مخزنِ علم کہاں ہے، تو وہ اللہ کے نزدیک سعادتمند ہے، وہ اللہ کا ولی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے:

"رحم اللہ امرءاً علم حقاً فقال فغنم او سکت فسلم"

یعنی: "اللہ رحم فرمائے اُس شخص پر جس کو حق کا علم ہو اور وہ اس کو حاصل کرے یا خاموش رہے (اس کے خلاف کچھ نہ کہے)۔"

ہم اہلِ بیتؑ کا دعویٰ ہے کہ ائمہؑ ہم میں سے ہیں اور خلافت بغیر ہم لوگوں میں آئے درست نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالےٰ نے ازروئے کتابِ خدا و سنّتِ نبیؐ ہم ہی لوگوں کو اس کا اہل قرار دیا ہے اور علم ہم میں ہے اور ہم لوگ اس کے اہل ہیں اور پورا علم مع اپنے متعلقات کے ہمارے پاس ہے۔ قیامت تک جو حادثات رونما ہوتے رہیں گے حتّٰی کہ ایک خراش کے خوں بہا تک کا علم ہم لوگوں کے پاس ہے جسے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بولتے گئے ہیں اور حضرت علی علیہ السّلام خود اپنے ہاتھ سے لکھتے گئے ہیں۔

اور قوم یہ سمجھتی ہے کہ وہ اس خلافت کے لیے ہم لوگوں سے زیادہ حقدار اور اولیٰ و بہتر ہیں اور حد یہ ہے کہ: اے معاویہ! تُو بھی اِس امر کا دعویٰ کرتا ہے۔ سُن حضرت عمر بن خطّاب نے ایک مرتبہ میرے پدر بزرگوار کے پاس آدمی بھیجا کہ میرا ارادہ قرآن مجید کو کتابی شکل میں جمع کر دینے کا ہے، لہٰذا قرآن کی جو آیات تمہارے پاس لکھی ہوئی ہیں انھیں بھیج دو۔

تو آپؑ خود حضرت عمر کے پاس آئے اور فرمایا: واللہ، اگر ایسا ہوا تو تُو اُن کے (آیات کے) پہنچتے ہی مجھے مار دے گا۔

حضرت عمر نے پوچھا، یہ کیوں؟

آپؑ نے فرمایا: اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

"وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ" (سورۂ آلِ عمران آیت ۷)

ترجمۂ آیت: (اور علم میں راسخ)

اور اس سے اُس نے مجھے مراد لیا ہے نہ کہ تجھے۔ اور نہ تیرے اصحاب کو۔

یہ سُن کر حضرت عمر کو بہت غصّہ آیا اور بولے۔

علیؑ ابنِ ابی طالبؑ سمجھتے ہیں کہ اُن کے سوا اور کسی کے پاس علم ہی نہیں ہے۔ اچھا اب جن لوگوں نے قرآن کی تلاوت تھوڑی بہت بھی کی ہے وہ میرے پاس آئیں۔

چنانچہ جب کوئی شخص کچھ آیتیں آکر سُناتا اور اُس کے ساتھ کوئی بھی گواہی کے لیے ہوتا تو حضرت عمر اُسے لکھ لیا کرتے اور گواہ نہ ہوتا تو نہیں لکھتے تھے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ قرآن مجید کا ایک کثیر حصّہ ضائع ہوگیا ہے۔

اس کے بعد حضرت عمر نے اپنے قاضیوں اور عاملوں کو حکم دیا کہ (کتابِ خدا اور سنّتِ رسولؐ کو چھوڑو) تم لوگوں کی نظر میں جو حق ہو اُس پر فیصلہ کر دیا کرو۔ اور مسلسل یہ ہوتا رہا کہ جب حضرت عمر اور اُن کے بعض والی جب کسی مشکل میں پھنس جاتے تو میرے پدرِ بزرگوار اُن کو اُس دلدل سے نکالتے تاکہ اس طرح ان لوگوں پر اپنی علمی برتری اور اپنے حق کو ثابت کردیں

اور اپنی حجت تمام کردیں، اور یہ بھی اکثر ہوتا کہ یہ قاضی لوگ اپنے خلیفہ کے پاس جمع ہوتے اور ایک ہی مسئلے میں ان کے فیصلے مختلف ہوتے اور یہ خلیفۂ وقت ان سب کو اپنے اپنے فیصلے جاری کرنے کی اجازت دے دیتا اس لیے کہ خود اس خلیفہ کو اللہ تعالےٰ نے نہ حکمت عطا کی تھی نہ فیصلے کی صلاحیت۔ اور اہلِ قبلہ میں سے جتنے ہمارے مخالفین تھے اُن کا ہر گروہ یہی سمجھتا رہا وہی لوگ خلافت و علم کی کان ہیں ہم لوگ نہیں ہیں۔

خیر، جن لوگوں نے ہم لوگوں پر ظلم کیا، ہمارے حقوق سے انکار کیا اور ہماری گردنوں پر سوار ہو گئے، اور ہمارے خلاف لوگوں کو اسی طرح بھڑکایا جس طرح تُو کر رہا ہے ہم اُن لوگوں کے خلاف اللہ سے فریاد کرتے اور اُس سے مدد چاہتے ہیں، اس لیے کہ اللہ ہی ہم لوگوں کے لیے کافی ہے اور وہ بہترین مددگار ہے۔

سُنو! یہ مسلمان تین طرح کے ہیں۔ ایک[1] وہ جو مومن ہے اور ہمارے حق کو پہچانتا ہے، ہمارے لیے سرِ تسلیم خم کرتا ہے اور ہمیں امام مانتا ہے۔ یہی لوگ نجات یافتہ اور اللہ کے محب اور اس کے دوستدار ہیں۔

دوسرا[2] وہ جو ناصبی ہے ہم لوگوں سے عداوت رکھتا ہے، ہم سے برأت کا اظہار کرتا ہے، ہم لوگوں پر لعنت کرتا ہے، ہمارے خون بہانے کو حلال سمجھتا ہے ہمارے حق سے انکار کرتا ہے اور ہم سے اظہارِ برأت کو ہی دینِ الٰہی سمجھتا ہے تو یہ کافر و مشرک و فاسق ہے۔ مگر اس کو علم نہیں ہوتا کہ وہ کفر و شرک کر رہا ہے جس طرح لوگ عدمِ معرفت کی بنا پر اللہ کو گالی دیتے ہیں اور اس بد علمی کی وجہ سے شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

تیسرا[3] گروہ، وہ ہے جو ان باتوں پر عمل کرتا ہے جس میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں اور اگر کوئی مشکل مسئلہ آجاتا ہے تو اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس میں حکمِ خدا کیا ہے، وہ ہم سے محبت کرتا ہے مگر ہم کو امام نہیں مانتا، اگرچہ ہمارے حق کو نہیں پہچانتا مگر ہم لوگوں سے دشمنی بھی نہیں رکھتا پس ہم لوگ اُمید رکھتے ہیں کہ اللہ ایسے لوگوں کی مغفرت کرے گا اور اُنھیں جنت میں جگہ دے گا۔ یہ لوگ کمزور قسم کے مسلمان ہیں۔

معاویہ نے جب یہ سب کچھ سُن لیا تو اور لوگوں میں سے ہر ایک کو ایک لاکھ درہم دیے جانے کا حکم دیا اور امام حسنؑ و امام حسینؑ و عبداللہ ابنِ جعفرؑ میں سے ہر ایک کو دس دس لاکھ درہم دیے جانے کا حکم دیا۔

(احتجاج طبرسیؒ ص ۱۴۸-۱۴۷)

امام حسنؑ کی عمرو بن العاص سے حالتِ طواف میں بحث

ابن ابی الحدید معتزلی نے مدائنی سے روایت نقل کی ہے، اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام حسن علیہ السلام اور عمرو بن العاص دونوں طواف میں تھے کہ عمرو بن العاص نے امام حسن علیہ السلام سے کہا:

اے حسنؑ! تم نے سمجھ لیا تھا کہ دین تمہارے اور تمہارے باپ کے بغیر قائم ہی نہیں رہ سکتا، مگر اب دیکھا کہ اللہ نے معاویہ کے ذریعے دین کو کیسے قائم رکھا۔ اس میں کجی آگئی تھی اُس نے اس کو سیدھا کر دیا، یہ میلا ہو گیا تھا اُس نے اس کو صاف اور نمایاں کر دیا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اللہ قتلِ عثمان پر راضی ہے؟ کیا تمہیں حق ہے کہ تم انڈے کی طرح سفید جامۂ احرام پہن کر کولھو کے بیل کی طرح خانۂ کعبہ کا چکر لگاؤ جبکہ تم قاتلِ عثمان ہو؟ خدا کی قسم وہ یہ ساری الجھن کو دور کر دے گا، ساری مشکل کو آسان کر دے گا اور معاویہ تمہیں بھی وہیں بھیج دے گا جہاں اُس نے تمہارے باپ کو بھیجا ہے۔

امام حسن علیہ السلام نے جواب دیا: اے عمرو بن العاص سُن! جہنمیوں کی کچھ نشانیاں ہیں جن سے وہ پہچان لیے جاتے ہیں اور سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ وہ دوستانِ خدا کے دشمن اور دشمنانِ خدا کے دوست ہوتے ہیں۔ بخدا تو جانتا ہے کہ حضرت علیؑ نے کبھی ایک ساعت یا چشم زدن کے لیے بھی دین میں نہ ریب کیا اور نہ کبھی اللہ کی ذات میں شک کیا۔ لہٰذا اے ابن اُمِ عمرو! اپنی اِن باتوں سے باز آجا اور مجھ پر یہ حملے بند کر، ورنہ تجھے معلوم ہے کہ میں کمزور نہیں ہوں۔ میں تو قریش کے گلے کا گلوبند ہوں، میرا حسب و نسب ہر ایک جانتا ہے میں اپنے والدِ بزرگوار کے علاوہ کسی اور سے منسوب نہیں ہوں۔ اور تُو وہ ہے کہ جسے تُو خود بھی جانتا ہے اور سبھی لوگ جانتے ہیں کہ قریش کے مردوں میں سے بہت سے لوگوں نے دعویٰ کیا کہ تُو اُن کے نطفے سے ہے۔ بالآخر قریش کا ایک قصاب جو ازروئے حسب نسب سے پست اور سب سے زیادہ لائقِ ملامت تھا، غالب رہا۔ دیکھ، مجھ سے نہ اُلجھ تُو مجسّمِ نجاست و پلیدگی ہے اور ہم اہلِ بیت ہیں اللہ نے ہم لوگوں سے رجس و پلیدگی کو دور ہی رکھا ہے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھا ہے جو پاک رکھنے کا حق ہے۔

عمرو بن العاص سے کوئی جواب نہ بن پڑا اور وہ غمگین واپس ہوا۔

(نوٹ)

تذکرۂ سبطِ ابن جوزی میں ہے جو اُنھوں نے کلبی کی کتاب "مثالب" سے نقل کیا ہے کہ عمرو بن العاص کی ماں نابغہ رنڈی تھی اور مکّے میں وہ اُن رنڈیوں میں سے تھی جو اپنی پہچان کے لیے اپنے گھروں پر جھنڈیاں نصب کیے ہوتے تھیں۔ چنانچہ اُس سے قریش کے کئی مردوں نے، جن میں ابولہب وامیہ بن خلف وہشّام بن مغیرہ وابوسفیان بن حرب بھی تھے، ایک ہی طُہر (پاکی) میں سب نے زنا کیا۔ جب نابغہ کے حمل رہ گیا تو سب نے آپس میں بحث کی کہ یہ میرا نطفہ ہے اور جب اُس کے پیٹ سے عمرو پیدا ہوا تو سب نے دعویٰ کیا کہ یہ اُس کا لڑکا ہے۔ بالآخر سب تو خاموش ہو رہے مگر عاص بن مائل اور ابوسفیان بن حرب اس پر اڑے رہے بالآخر یہ دونوں فیصلے کے لیے نابغہ کے پاس گئے۔ نابغہ نے فیصلہ دے دیا کہ یہ نطفہ عاص کا ہے۔

● زمخشری نے بھی اپنی کتاب "ربیع الابرار" میں اس کو تحریر کیا ہے اور اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ: اور لوگ کہتے ہیں کہ عمرو بن عاص کی شکل وصورت ابوسفیان سے بہت زیادہ ملتی تھی۔

(ربیع الابرار، زمخشری۔ کتاب المثالب کلبی "تذکرہ" سبطِ ابنِ جوزی ص۱)

(۱۰) قریش کا باہمی تفاخر اور امام حسنؑ کا جواب:

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ قریش کے بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے آپس میں تفاخر کر رہے تھے اور امام حسن علیہ السلام بھی وہاں موجود تھے مگر خاموش تھے۔

معاویہ نے آپؑ سے کہا: اے ابو محمدؑ! تم کیوں نہیں بولتے؟ بخدا نہ تمھارے حسب نسب میں کوئی نقص ہے اور نہ ایسا ہے کہ تم میں قوّتِ گویائی نہیں۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: سُنو! یہ جس قدر فضیلتیں اور خوبیاں تم لوگوں نے اپنی اپنی بیان کی ہیں ان کا لُبِّ لباب اور نچوڑ میرے اندر ہے۔

پھر آپؑ نے یہ شعر پڑھا:

فیم الکلام؟ وقد سبقت مبرّزا	تم لوگ کس سے بات کرو گے؟ میرا گھوڑا
سبق الجواد من المدی المتنفّس	میدانِ مقابلہ میں سب پر سبقت لیجائے گا

(۱۱) امام حسنؑ اور معاویہ کے درمیان مفاخرت

ابو حاتم کی روایت میں ہے کہ ایک دن معاویہ نے بڑے فخر و ناز سے کہا کہ میں بطحا و مکے کا فرزند ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جو سارے مکے میں سب سے زیادہ سخی تھا اور جس کے اجداد سب سے زیادہ مکرّم تھے، میں اُس کا فرزند ہوں جس نے قریش کے ہر چھوٹے بڑے کو سیادت بخشی۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اے معاویہ! کیا تُو میرے مقابلے میں فخر کی باتیں کرتا ہے؟ پھر سُن لے، میں اُس کا فرزند ہوں جو کرۂ ارض کی رگِ حیات ہے، میں اُس کا فرزند ہوں جو مرکزِ تقویٰ ہے، میں اُس کا فرزند ہوں جو اللہ کی طرف سے ہادی بن کر آیا۔ میں اُس کا فرزند ہوں جو اپنے فضل و شرف اور حسب و نسب کی وجہ سے سارے اہلِ عالم کا سردار ہے، میں اُس کا فرزند ہوں جس کی اطاعت اللہ کی اطاعت اور جس کی معصیت اللہ کی معصیت ہے۔ اب بتا کہ تیرے آبا و اجداد میرے آبا و اجداد کے مانند ہیں جن پر تُو میرے مقابلے میں فخر کرتا ہے۔ تیرے بزرگ، میرے بزرگ جیسے ہیں کہ جن پر تُو اپنی بڑائی جتاتا ہے۔ بول، تُو، اِس پر ہاں کہتا ہے یا نہیں؟

معاویہ نے کہا، میں نہیں کہتا ہوں، یہ سب تو آپؑ کے مصدقہ فضائل ہیں۔

(مناقب ابنِ شہرآشوب)

(نوٹ) مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ عروق الثریٰ (زمین کی رگِ حیات) سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اس لیے کہ آپؑ کی اولاد کثرت سے صحراؤں میں پھیلی ہوئی تھی۔ اور آپؑ نے معاویہ کے سامنے یہ اس لیے کہا کہ معاویہ اولادِ ابراہیم میں سے نہ تھا، بلکہ زنا کی اولاد تھا۔

(مناقب جلد ۲ صـ۲۲، کشف الغمۃ جلد ۲ صـ۱۵۲)

(۱۲) اللہ نے مجھے رذائل اور تجھے فضائل سے دور رکھا ہے

کتاب مناقب میں ہے کہ ایک مرتبہ معاویہ نے امام حسن علیہ السلام سے کہا:

اے حسنؑ! میں تم سے زیادہ صاحبِ خیر ہوں۔

امام حسن علیہ السلام نے کہا: اے ہند کے بیٹے! یہ کیسے ؟

اُس نے کہا: یہ اس طرح کہ سارے مسلمان مجھ پر متفق ہو گئے، مگر تم پر متفق نہیں ہوئے۔

آپؑ نے فرمایا: افسوس افسوس، اے ہند جگر خوارہ کے فرزند! سُن، تجھ پر جو لوگ متفق ہوئے وہ دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جو بخوشی و رضا متفق ہوئے ہیں اور ایک وہ جو زبردستی و بکراہت متفق ہوئے ہیں۔

وہ لوگ جو بخوشی متفق ہوئے اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کی معصیت کا ارتکاب کیا اور وہ لوگ جو بکراہت متفق ہوئے وہ ازروئے قرآن معذور ہیں۔ اور خدا کی قسم میں ہرگز یہ نہیں کہوں گا کہ میں خیر میں تجھ سے زیادہ ہوں اس لیے کہ تجھ میں خیر ہی کب ہے۔ لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ اللہ نے مجھے رذائل سے دُور رکھا ہے اور تجھے فضائل سے دُور رکھا ہے۔

• کتاب شیرازی میں ابنِ عباس سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن ابنِ علی علیہ السلام اور یزید بن معاویہ بن ابی سفیان ایک جگہ بیٹھے ہوئے کھجوریں کھا رہے تھے۔

یزید نے کہا: اے حسنؑ! (تمھیں معلوم ہے کہ) میں کب سے تم سے بغض رکھتا ہوں

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اے یزید! سُن، ابلیس تیرے باپ اور دادا کے نطفے میں شامل ہو گیا اور اسی نطفے نے تجھے ہماری دشمنی پر آمادہ کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

" وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ " (سورۂ اسرا آیت ۶۴)

ترجمۂ آیت: (اور تو اُن کے اموال اور اولاد میں شریک ہو جا)

چنانچہ شیطان، حرب کے نطفے میں شریک ہوا تو اُس سے صخر پیدا ہوا اور اسی لیے وہ میرے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن تھا۔

• ایک مرتبہ سعید بن سرح زیاد کے ظلم سے بھاگ کر امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ تو آپؑ نے زیاد کو ایک خط لکھا جس میں سعید بن سرح کے لیے سفارش کی۔ تو زیاد نے اس کے جواب میں آپؑ کو اس طرح خط لکھا:

" یہ خط زیاد بن ابی سفیان کا ہے حسنؑ بن فاطمہؑ کے نام:

امّا بعد: تمھارا خط مجھے ملا جس میں تم نے اپنا نام میرے نام سے پہلے لکھا ہے جبکہ تم مجھ سے طالبِ حاجت ہو، میں بادشاہ ہوں اور تم رعایا ہو۔" وغیرہ وغیرہ

اور اسی طرح کی بہت سی باتیں تحریر کیں۔ جب امام حسن علیہ السلام نے وہ خط

پڑھا تو مسکرائے اور وہ خط معاویہ کے پاس بھیج دیا۔

معاویہ نے زیاد کو خط لکھا، اسے تنبیہ کی اور حکم دیا کہ "میرے بھائی سعید کو اور اُن کے اہل و عیال کو رہا کر دو۔ اُن کا سارا مال و اسباب واپس کر دو، اور اُن کا گھر جو تم نے مسمار کر دیا ہے دوبارہ بنوا دو۔"

اس کے بعد لکھا کہ : "تمھارا خط جو حسنؑ کے نام ہے اس میں تُو نے انھیں حسنؑ بن فاطمہؑ لکھا ہے، حسنؑ بن علیؑ نہیں لکھا۔ وہ بنتِ رسول اللہؐ ہیں اگر تیرے پاس عقل ہے تو سوچ کہ یہ تو حسنؑ کے لیے باعثِ افتخار ہے۔

● لوگوں نے بیان کیا ہے کہ ایک دن امام حسن علیہ السلام معاویہ کے پاس گئے تو وہ لیٹا رہا، آپؑ اس کے پائینِ پا بیٹھ گئے۔

معاویہ نے کہا : اے ابو محمدؑ! کیا تم کو اس بات پر تعجب نہیں کہ عائشہ کی نظر میں مَیں خلافت کا اہل نہیں ہوں ؟

آپؑ نے فرمایا : اور اس سے زیادہ تعجّب تو مجھے اس امر پر ہے کہ تو لیٹا ہوا ہے اور ہمیں اپنے پاؤں کے پاس بٹھایا ہوا ہے۔

یہ سُن کر معاویہ شرمندہ ہو گیا اور اُٹھ بیٹھا اور معذرت طلب ہوا۔

(۱۳) مروانؑ سے فقروں کا تبادلہ

"عقد الفرید" میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ مروان بن حکم ؑ نے امام حسن علیہ السلام سے معاویہ کے سامنے کہا :

اے حسنؑ ! تمھاری مونچھوں پر بڑھاپے کا اثر جلد ہی آ گیا۔

آپؑ نے فرمایا : ہاں، ہم گروہِ بنی ہاشم کے منھ سے خوشبو آتی ہے ان کے لب شیریں ہوتے ہیں اس لیے ہماری عورتیں اپنے رُخ ہمارے منھ کی طرف رکھتی ہیں اور ان کے سانس ہمارے منھ تک پہنچتی ہے اور تم گروہِ بنی اُمیّہ کے منھ سے بدبو آتی ہے اِس لیے تمھاری عورتیں اپنا رُخ منھ سے ہٹا کر تمھاری کنپٹی کی طرف رکھتی ہیں اور ادھر سانس لیتی ہیں اِس لیے تم لوگوں کی کنپٹی کے بالوں پر بڑھاپے کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔

نیز مروانؑ نے یہ بھی کہا کہ اے بنی ہاشم تم لوگوں میں ایک بُری خصلت ہے۔

آپؑ نے فرمایا : وہ کیا ؟

مروان نے کہا: شہوت

آپؑ نے فرمایا: خیر تم نے ہماری عورتوں کو تو چھوڑا اور ہمارے مردوں کے لیے یہ کہا مگر شہوت تم لوگوں کے مردوں میں نہیں عورتوں میں ہے اس لیے اُموی عورت کے لیے سوائے ہاشمی مرد کے اور کوئی تیار نہیں ہوتا۔ (عقد الفرید)

۱۴ — حبیب بن مسلمہ فہری سے گفتگو

کشف الغمہ اور مناقب میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ امام حسن علیہ السلام نے حبیب بن مسلمہ فہری سے فرمایا کبھی کبھی تم اطاعت کے خلاف راہ اختیار کر لیتے ہو۔

اُس نے جواب دیا مگر میری راہ آپؑ کے پدرِ بزرگوار کی طرف تو ہرگز نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: ہاں مگر تم نے تھوڑی سی دنیا کے لیے معاویہ کی اطاعت کی مگر سوچو کہ بالفرض اگر وہ تمھاری دنیاوی زندگی میں تمھاری مدد کے لیے کھڑا ہے مگر آخرت میں تو وہ تمھیں لے بیٹھے گا۔ کم از کم اگر تم شر کے مرتکب ہوئے تو زبان سے تو کلمۂ خیر نکالتے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:

"خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ط" (سورۂ توبہ آیت ۱۰۲)

ترجمۂ آیت (اُنھوں نے نیک عمل کو بدعمل کے ساتھ مخلوط کر دیا۔)

مگر تم نے تو وہ کیا جو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝" (سورۃ المطففین آیت ۱۴)

ترجمۂ آیت: (بلکہ ان کے دل بدعملی کے سبب سے زنگ آلود ہو گئے ہیں۔ (وہ اعمال) جو انھوں نے کسب کیے ہیں۔) (مناقب جلد ۴ صفحہ ۲۴)

(کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۱۔)

۱۵ — حوثرہ سے زیادہ تو تُو میرے لیے جنگ کے قابل ہے

کشف الغمہ میں مرقوم ہے کہ جب حوثرہ اسدی نے معاویہ پر خروج کیا تو معاویہ نے امام حسن علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپؑ اُس سے جنگ کریں۔

امام حسن علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں نے تجھ سے جنگ نہ کی محض اس لیے تاکہ مسلمانوں کا خون نہ بہے۔ تو پھر تیری طرف سے ہو کر بھلا میں اُس سے جنگ کس طرح کروں۔ میں تو نہیں سمجھتا کہ یہ میرے لیے ممکن ہو گا کہ تیری طرف سے ہو کر ان لوگوں سے جنگ کروں جن سے زیادہ تو اس قابل ہے کہ تجھ سے جنگ کی جائے۔

○ مجھ میں عظمت نہیں بلکہ اللہ کی عطا کردہ عزّت ہے:

ایک مرتبہ آپؑ سے کہا گیا کہ آپؑ میں عظمت ہے۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں، بلکہ مجھ میں اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی عزّت ہے: جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ٥"

(سورۂ منافقون آیت ۸)

ترجمۂ آیت: (اور عزّت تو صرف اللہ کے لیے ہے اور اُس کے رسول کے لیے ہے اور مومنین کے لیے ہے۔)

○ معاویہ تو چاہتا ہے کہ بنی ہاشم فقیر بن جائیں

ایک مرتبہ معاویہ نے کہا، اگر کوئی ہاشمی سخی نہیں تو اسے اپنی قوم سے کوئی نسبت نہیں، اگر کوئی زبیری شجاع نہیں تو اسے اپنی قوم سے کوئی مناسبت نہیں، اگر کوئی اُموی حلیم و بُردبار نہیں تو اُسے اپنی قوم سے کوئی مناسبت نہیں، اگر کوئی مخزومی فخر و مباہات نہ کرے تو اس کو بھی اپنی قوم سے کوئی نسبت نہیں۔

جب یہ بات امام حسن علیہ السلام تک پہنچی تو آپؑ نے فرمایا:

دیکھو! اُس نے اپنی قوم کے لیے کیا فائدہ سوچا ہے۔ وہ تو چاہتا ہے کہ بنی ہاشم سخاوت کرتے کرتے فقیر ہو جائیں، بنی مخزوم فخر و ناز کریں اور وہ لوگ اُن کے دشمن بن جائیں اُنھیں بُرا کہنے لگیں۔ بنی زبیر جنگ کرتے رہیں بالآخر فنا ہو جائیں، اور بنی اُمیہ حلم و بُردباری اختیار کریں اور محبوبِ خلائق بن جائیں۔

(۱۶) اسامہ بن زیدؓ اور عمرو بن عثمان کے درمیان باغ کا قضیّہ

"امالی شیخ مفیدؒ" میں ہے کہ ایک مرتبہ جب معاویہ مدینے آیا تو عمرو بن عثمان بن عفان اور اسامہ بن زید نے مدینے کے ایک باغ کے متعلق فیصلہ کرانے کے لیے اُس کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کیا۔ دونوں کی آواز بلند ہوئی، اور دونوں اُلجھ پڑے۔

عمرو بن عثمان نے کہا، تُو میرا غلام ہو کر مجھ سے اُلجھتا ہے۔

اُسامہ بن زید نے کہا، واللہ، مَیں تیرا غلام تو نہیں ہوں اور نہ مجھے پسند ہے کہ مَیں تیری طرف منسوب ہوں، مَیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا غلام ہوں۔

عمرو بن عثمان نے لوگوں سے کہا، تم لوگ دیکھتے نہیں ہو کہ یہ غلام کس طرح میرے مدِمقابل ہو رہا ہے؟

اس کے بعد عمرو بن عثمان، اسامہ بن زید کی طرف رُخ کر کے بولے؛

او حبشی زادے! تُو کس قدر سرکش ہو گیا ہے۔

اُسامہ بن زید نے کہا، تم مجھ سے زیادہ سرکش ہو، تم تو میری ماں کا طعنہ دیتے ہو خدا کی قسم، میری ماں تمھاری ماں سے بہتر تھی۔ وہ اُمِّ ایمن تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی کنیز تھیں، جن کو آنحضرتؐ نے مختلف مواقع پر جنّت کی بشارت دی تھی، اور میرا باپ بھی تمھارے باپ سے بہتر تھا، وہ زید بن حارثہ تھا جو آنحضرتؐ کا غلام بھی تھا اور صحابی بھی۔ وہ جنگِ موتہ میں اللہ کی اطاعت اور اللہ کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے شہید ہوا، اور میں تیرے باپ پر، بلکہ اُن پر بھی جو تیرے باپ سے بہتر تھے یعنی ابوبکر اور عمر اور ابو عبیدہ پر، نیز مہاجرین و انصار کے سارے گروہوں پر امیر تھا۔ پھر اے عمرو بن عثمان! تم میرے مقابلے میں کس بات پر فخر کرتے ہو۔؟

عمرو بن عثمان نے لوگوں سے کہا، دیکھو! یہ غلام مجھے کس طرح جواب دے رہا ہے

یہ سُن کر مروان بن حکم لعنؑ اُٹھا اور عمرو بن عثمان کے پہلو میں جا بیٹھا۔

یہ دیکھ کر امام حسنؑ اُٹھے اور اسامہؓ کے پہلو میں جا کر بیٹھ گئے۔ پھر اُدھر سعید بن عاص اُٹھا اور عمرو بن عثمان کے پہلو میں جا بیٹھا۔ یہ دیکھ کر عبداللہ بن جعفرؓ اُٹھے اور اُسامہ کے پہلو میں جا کر بیٹھ گئے۔ جب معاویہ نے یہ دیکھا کہ بنی ہاشم اور بنی اُمیّہ دونوں فریق

مدِ مقابل ہو گئے ہیں تو خوفزدہ ہوا کہ کہیں کوئی بڑی مصیبت نہ آجائے فوراً بولا کہ: مجھے اِس باغ کے متعلق ذاتی علم ہے۔ (۲۱)

لوگوں نے کہا: بتاؤ تمھیں اس کے بارے میں کیا علم ہے اور ہم اس فیصلے پر راضی ہیں

معاویہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ باغ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اُسامہ بن زید کو عطا فرما دیا تھا۔ لہٰذا اے اُسامہ! اُٹھو اور اس باغ کو اپنے قبضے میں لے لو اللہ تمھیں مبارک کرے۔

یہ سُن کر اُسامہ اور بنی ہاشم اُٹھے اور اُنھوں نے معاویہ سے کہا: اللہ تمھیں جزائے خیر سے نوازے۔

جب وہ لوگ چلے گئے تو عمرو بن عثمان نے کہا: ہم لوگ تو تمھیں اس فیصلے پر جزائے خیر کی دعا نہ دیں گے۔ تم نے تو عزیزداری کا پاس بھی نہ کیا اور جھٹلایا، ہماری حجتیں ختم کر دیں اور ہمارے دشمنوں کو شماتت وطعنہ زنی کا موقع دیا۔

معاویہ نے کہا: وائے ہو تجھ پر اے عمرو بن عثمان! جب میں نے بنی ہاشم کے ان جوانوں کو دیکھا کہ وہ میدان میں اُتر آئے تو مجھے محسوس ہوا کہ اُن کی آنکھیں جنگِ صفّین کی طرح مجھے گھور رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر میری عقل خبط ہو گئی اور اے ابنِ عثمان! میں نے سمجھا کہ اب میری خیر نہیں ہے۔ اِن لوگوں نے تیرے باپ کا جو حشر کیا وہ مجھے معلوم ہے اور اب میری بھی جان لینے کے درپے تھے، بڑی مشکل سے میں نے جان بچانے کے لیے یہ ترکیب استعمال کی اور اپنی جان بچائی۔ اب تم واپس جاؤ میں انشاء اللہ تم کو اس باغ سے بہتر کوئی اور چیز دیدوں گا۔

(امالی شیخ مفید علیہ الرّحمہ)

---- • ابنِ ابی الحدید معتزلی کا بیان ہے کہ ابوجعفر محمّد بن حبیب نے امالی میں ابنِ عبّاس سے روایت کی ہے کہ عام الجماعت کے بعد ایک مرتبہ امام حسن علیہ السّلام، معاویہ کے پاس گئے، وہ لوگوں کے مجمع میں تنگ جگہ پر بیٹھا ہوا تھا اس لیے آپؑ اس کے پاؤں کے پاس بیٹھ گئے۔ معاویہ نے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد کہا: عائشہ پر مجھے بڑا تعجّب ہے کہ وہ سمجھتی تھیں کہ مَیں اِس خلافت کا اہل نہیں ہوں اور جس مقام پر مَیں ہوں اُس کا مجھے حق نہیں تھا، مگر اللہ اُن کی مغفرت کرے بھلا اس سے ان کو کیا سروکار تھا۔ اس معاملے میں تو میرا جھگڑا ان کے باپ سے تھا (جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں) مگر اللہ نے مجھے ان سے چھٹکارا دلا دیا۔

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: اور ایک اس سے بھی زیادہ تعجّب خیز بات ہے

اے معاویہ!

اُس نے کہا: بخدا بتاؤ وہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میں بتاؤں کہ اِس سے بھی زیادہ تعجّب خیز بات کیا ہے؟

اُس نے کہا: ہاں ہاں بتاؤ وہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کہ اس سے بھی تعجّب خیز بات یہ ہے کہ تُو صدرِ مجلس میں بیٹھا ہوا ہے اور مَیں تیرے پاؤں کے پاس بیٹھا ہوا ہوں۔

یہ سُن کر معاویہ زور سے ہنسا اور بولا: یا ابنِ اخی! مجھے خبر ملی ہے کہ تم پر قرض ہوگیا ہے

آپؑ نے فرمایا: ہاں قرض تو ہے۔

پوچھا، کتنا قرض ہے؟

فرمایا: ایک لاکھ۔

معاویہ نے کہا: اچھا، مَیں نے تمھیں تین لاکھ دینے کا حکم دیا۔ ایک لاکھ سے اپنا قرض ادا کر دینا، ایک لاکھ اپنے اہل بیت میں تقسیم کر دینا اور ایک لاکھ خود اپنے مصرف میں لینا اب جاؤ اور یہ رقم وصول کرلو۔

جب امام حسن علیہ السلام وہاں سے نکل کر آگئے تو یزیدؔ بن معاویہ نے اپنے باپ معاویہ سے کہا: خدا کی قسم جیسا آپ نے ان کا استقبال کیا ویسا استقبال کسی کا کرتے ہوئے تو مَیں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ پھر آپ نے ان کو تین لاکھ کا حکم بھی دے دیا۔

معاویہ نے کہا: اے فرزند! دراصل یہ سارا حق تو انہی لوگوں کا ہے۔ لہٰذا، ان میں سے جو آئے اُس کی خاطر کرو۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی)

(نوٹ)

اور اسی کے ذیل میں سبطِ ابنِ جوزی نے "تذکرۃ الخواص" میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ:

محمّد بن اسحاق کا بیان ہے کہ جس زمانے میں مروان بن الحکم لعنہ والیٔ مدینہ تھا اس نے اپنا ایک پیغام رساں امام حسن علیہ السلام کے پاس بھیجا اور اُس سے کہا کہ جا کر امام حسنؑ سے کہہ دو کہ تمھارے باپ نے مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالا اور امیرالمومنین کو قتل کیا (یعنی عثمان کو قتل کیا) علماء اور زہّاد یعنی خوارج کو نیست و نابود کیا اور تم اپنے سِوا نہیں دوسرے پر فخر کرتے ہو۔ تمھاری مثال یہ ہے کہ خچّر سے پوچھا گیا کہ تیرا باپ کون ہے؟ تو اُس نے کہا: میرا بھائی گھوڑا ہے۔

پیغام رساں یہ پیغام لیکر امام حسن علیہ السلام کے پاس پہنچا اور بولا:

اے ابو محمدؑ! میں آپؑ کے پاس ایک ایسے شخص کا پیغام لایا ہوں جس کے اقتدار اور جس کی تلوار سے خوف آتا ہے، اگر وہ پیغام آپؑ سننا پسند نہ کریں تو میں نہ بیان کروں اور اپنی جان آپؑ پر نچھاور کردوں؟

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: نہیں (تُو نہ گھبرا) اللہ میرا مددگار ہے۔ بتا کیا پیغام ہے قاصد نے پیغام پہنچایا، تو آپؑ نے کہا کہ: مرواؔن سے جاکر کہہ دو کہ اگر تو سچا ہے تو اللہ تجھے اس کی جزائے خیر دے گا، اور اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھ سے اس کا انتقام لے گا۔

پیغامبر یہ جواب لیکر واپس چلا تو امام حسین علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔

آپؑ نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟

اُس نے کہا: آپؑ کے بھائی امام حسنؑ کے پاس سے۔

آپؑ نے پوچھا کیا کام تھا؟

اُس نے کہا مرواؔن کا ایک پیغام لیکر آیا تھا۔

آپؑ نے پوچھا، وہ پیغام کیا تھا۔؟

اُس نے کہا، میں آپؑ کو نہیں بتاؤں گا۔

آپؑ نے فرمایا: تجھے بتانا پڑے گا۔ ورنہ میں تیری جان لے لوں گا۔

یہ آواز سن کر امام حسن علیہ السلام باہر نکل آئے اور کہا، بھائی! اسے چھوڑ دو۔

امام حسین علیہ السلام نے کہا: واللہ، میں اسے نہ چھوڑوں گا، جبتک وہ پیغام نہ سن لوں پیغامبر نے مجبوراً وہ پیغام سنایا۔

امام حسین علیہ السلام نے کہا: جاکر مرواؔن سے کہہ دینا کہ حسینؑ ابنِ فاطمہؑ نے کہا ہے کہ اے اُس زرقاؔ کے فرزند! جو ذی مجاذ کے بازار میں اپنی طرف مردوں کو دعوت دیا کرتی تھی اور عکاظ کے بازار میں اپنے طوائف ہونے کی نشانی کے لیے جھنڈی نصب کیے ہوتے تھی اے اُس کے فرزند! جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے شہر بدر کردیا تھا اور اُس پر لعنت کی تھی میں خوب جانتا ہوں کہ تُو کون ہے، تیری ماں کون تھی اور تیرا باپ کون تھا

الغرض وہ پیغامبر امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا یہ جواب لیکر مرواؔن کے پاس آیا اور ان دونوں کا جواب سنایا تو مروان لعنہ نے کہا: ابھی واپس جاؤ اور حسنؑ سے کہنا کہ:

”میں گواہی دیتا ہوں کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرزند ہو اور حسینؑ سے کہنا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے فرزند ہو۔“ (اصمعی کا بیان ہے کہ مرواؔن کی ماں کا نام اُمیّہ تھا اُمِ حبنل زرقا سے مشہور تھی ایّامِ جاہلیت میں طوائف تھی اس کے گھر پر جھنڈی نصب تھی مرواؔن کے باپ کا پتہ نہ تھا مگر حکم کی طرف منسوب ہوگیا تھا

بحار الانوار

باب ۱۱

اصحابِ امام حسن علیہ السلام
اور آپ کے معاصرین کے حالات

ANSAR

(۱) ـــ آپؑ کا ایک پُرمزاح دوست

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ابنِ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے :

آپؑ نے فرمایا : حضرت امام حسن علیہ السلام کا ایک دوست قدرے پُرمزاح اور آپؑ سے کچھ کھلا ڈھلا بھی تھا جس کو چند دنوں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہونے میں تاخیر ہوئی ۔ ایک دن جب وہ آیا تو آپؑ نے اُس کی خیریت دریافت کی اور پوچھا : کہو کس حال میں بسر ہوئی ؟

اُس نے عرض کیا : فرزندِ رسولؐ ! میری مرضی ، اللہ کی مرضی اور شیطانِ لعین کی مرضی کے خلاف بسر ہوئی ۔

یہ سُن کر آپؑ مسکرائے اور فرمایا : یہ کیسے ؟

اُس نے عرض کیا : اس طرح کہ اللہ کی مرضی یہ ہے کہ میں اُس کی اطاعت کروں ، اُس کی نافرمانی نہ کروں ، مگر ایسا نہ ہو سکا ۔ شیطان کی مرضی یہ ہے کہ میں اللہ کی نافرمانی کروں ، اللہ کی اطاعت نہ کروں ، مگر یہ بھی نہیں کیا ۔ میری مرضی یہ ہے کہ مجھے کبھی موت نہ آئے ، مگر یہ بھی نہیں ہو سکتا ۔

یہ سن کر مجلس سے ایک شخص اُٹھا اور اُس نے عرض کی : فرزندِ رسولؐ ! کیا وجہ ہے کہ ہم لوگ موت سے کراہت کرتے ہیں اُسے پسند نہیں کرتے ؟

آپؑ نے فرمایا : اس لیے کہ تم لوگوں نے اپنی آخرت کو ویران اور اپنی دنیا کو آباد کر رکھا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ تم لوگوں کو آبادی چھوڑ کر ویرانے میں جانا پسند نہیں آتا ۔

(معانی الاخبار شیخ صدوقؒ باب نوادر نمبر ۲۹ ص ۳۸۹)

(۲) ـــ آپؑ کے اصحاب

اصحابِ امام حسن علیہ السلام میں سے چند کے نام یہ ہیں :

(۱) عبداللہ ابنِ جعفرؑ طیارؑ (۲) مسلم بن عقیلؑ (۳) عبداللہ ابنِ عباس ۔

(۴) حبابہ بنتِ جعفر الوالبیہ، (۵) حذیفہ بن اسید۔ (۶) جارود بن ابی بشر۔ (۷) جارود بن منذر۔ (۸) قیس بن اشعث بن سوّار۔ (۹) سفیان ابنِ ابی لیلیٰ ہمدانی۔ (۱۰) عمرو بن قیس مشرقی۔ (۱۱) ابو صالح کیسان بن کلیب۔ (۱۲) ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی۔ (۱۳) مسلم بطین۔ (۱۴) ابو رزین مسعود بن ابی وائل۔ (۱۵) ہلال بن یساف (۱۶) ابو اسحاق بن کلیب سبیعی۔

نیز ان کے علاوہ آپؑ کے وہ اصحاب جو آپؑ کے پدرِ بزرگوار کے خواص میں شامل تھے، مندرجہ ذیل ہیں:

حُجر، رشید، رفاعہ، کمیل، مسیّب، قیس، ابنِ واثلہ، ابنِ حمق، ابنِ ارقم ابنِ صرد، ابنِ عقلہ، جابر، دولی، حبّہ، عبایہ، جعید، سلیم، حبیب، احنف اصبغ، اعور اور ان کے علاوہ بے شمار اصحاب تھے۔

(مناقب جلد ۴ ص۳۴)

(۳) بچے کی ولادت کی تہنیت:

ابو برزہ اسلمی سے روایت ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ کے یہاں کسی صاحبزادے کی ولادت ہوئی تو مبارک باد کے لیے قریش کے لوگ آئے اور بولے:

بیجیے، آپؑ کو یہ شہسوار مبارک ہو۔

آپؑ نے فرمایا: یہ کیا کہا؟ بلکہ یہ کہو کہ تم اُس عطا کرنے والے (واھب العطایا) کا شکر ادا کرو۔ اللہ تمھیں یہ عطیہّ مبارک کرے، اللہ اس کو جوان کرے اور تمھیں اس کی نیکی کی روزی دے۔

(کافی جلد ۶ ص۱۷ باب تہنیت کتاب عقیقہ)

(۴) بیٹے کی ولادت پر تہنیت کا طریقہ:

حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: ایک شخص کے یہاں بیٹا پیدا ہوا تو کسی نے اُس کو تہنیت دی کہ لو، یہ شہسوار تم کو مبارک ہو۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: تجھے کیا معلوم کہ شہسوار ہوگا یا پاپیادہ چلے گا۔

اُس نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان، پھر کیا کہوں؟

آپؑ نے فرمایا: اس طرح کہو کہ "اُس واھب العطایا کا شکر ادا کرو" اللہ تمھیں یہ

عطیہ مبارک کرے، اس کو جوان کرے۔ اور تمھیں اس کی نیکی کی روزی دے۔

(کافی جلد ۶ ص۱۷ باب تہنیت کتاب عقیقہ)

۵ ـــ غسل کی مبارک باد دینے کا طریقہ

ابو مریم انصاری سے روایت ہے، ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السّلام حمّام سے غسل کر کے نکلے تو ایک آدمی نے آپؑ سے کہا: آپؑ کا استحمام اچھا ہو۔

آپؑ نے فرمایا: اے بدعقل! تو یہاں بیٹھا ہوا یہ کیا کہہ رہا ہے (میں غسل سے تو فارغ ہو چکا ہوں)۔

اُس نے کہا: خیر آپؑ کا حمیم اچھا ہو۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تجھے نہیں معلوم کہ حمیم پسینے کو کہتے ہیں۔

اُس نے کہا: خیر، آپؑ کا حمّام اچھا ہو۔

آپؑ نے فرمایا: اگر میرا حمّام اچھا ہوا تو پھر یہ میرے لیے کیا دعا ہے یہ دعا تو حمّام کے لیے ہوئی۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اس طرح کہو "آپؑ کا نفیس حصّہ پاک ہو گیا، اور آپؑ کا پاک و پاکیزہ حصّہ نفیس ہو گیا۔"

(کافی جلد ۶ ص۵۰۰ باب حمّام)

۶ ـــ آپؑ کے حاجب و دربان

مندرجہ ذیل افراد امام حسن علیہ السّلام اور آپؑ کے پدر بزرگوار کے اصحاب بھی تھے اور حاجب و دربان بھی:

قیس بن ورقا المعروف بہ سفینہ، رشید ہجری۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: میثم تمّار بھی آپؑ کے حاجب و دربان تھے۔

(مناقب)

۷ ـــ آپؑ کے اصحاب

اصحابِ امام حسن علیہ السّلام میں سفیان بن ابی لیلی ہمدانی و حذیفہ بن اُسید غفاری

اور ابو رزین اسدی کا شمار بھی ہے۔ (کتاب الاختصاص ص۷)

(۸) امام حسن علیہ السلام کے حواری

علی بن اسباط نے اپنے باپ سے اور انھوں نے حضرت ابوالحسن امام موسیٰ الرضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ:

آپؑ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا دے گا کہ:

"حسنؑ بن علیؑ و ابنِ فاطمہؑ بنتِ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حواری کہاں ہیں"۔؟

یہ آواز سن کر سفیان بن ابی لیلی ہمدانی و حذیفہ بن اسید غفاری اپنی جگہ سے کھڑے ہوں گے۔ پھر ندا دی جائے گی کہ حسینؑ بن علیؑ کے حواری کہاں ہیں ؟

یہ آواز سن کر وہ تمام لوگ اُٹھیں گے جنھوں نے آپؑ کا ساتھ نہیں چھوڑا اور آپؑ کے ساتھ شہید ہوئے۔ (الاختصاص ص۶۱)

(۹) ابنِ عباس اور مدحِ علیؑ

خراش سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ معاویہ نے ابنِ عباس سے پوچھا کہ تم علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے متعلّق کیا کہتے ہو ؟

ابنِ عباس نے جواب دیا : خدا کی قسم ، ابوالحسن علیؑ ہدایت کے پرچم، تقوےٰ کی پناہ گاہ، حجتوں کے مرکز، بخشش و عطا کی بنیاد، عقل و دانش کے کوہِ بلند، ساری دُنیا کے لیے نشان، اندھیروں میں چراغ، حجّتِ عظمےٰ کی طرف دعوت دینے والے، اللہ کی مضبوط رسّی سے متمسّک، شرف و بزرگی میں اعلیٰ، دین و تقوےٰ کے قائد اور ہر قمیص پہننے والے اور چادر اوڑھنے والے کے سردار، دخترِ رسولؐ کے شوہرِ نامدار، ہر نمازی و روزے دار سے افضل، ہر رونے اور ہنسنے والے سے زیادہ قابلِ فخر، دونوں قبلوں کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھنے والے تھے۔

پس اب تُو ہی بتادے کہ کوئی مخلوقِ خدا میں اُن کے برابر ہے، یا آئندہ ہوسکتا ہے؟ خدا کی قسم، وہ میدانِ جنگ میں شیر کے مانند تھے اور تمام غزوات میں علمبردارِ لشکر تھے اُن کے دشمنوں

پر اللہ کی، اس کے ملائکہ کی اور تمام انسانوں کی قیامت تک لعنت ہو۔

(کتاب الروضہ ۔ تاویل الآیات الظاہرہ)

(۱۰) ابنِ عباس کی معاویہ اور عمرو بن عاص سے سخت کلامی

عبدالملک بن مروان کا بیان ہے کہ ایک دن معاویہ کے پاس ہم لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے، قریش کی ایک جماعت اور بنی ہاشم کے چند افراد بھی تھے۔

معاویہ بولا: اے بنی ہاشم! تم لوگ ہم لوگوں کے مقابلے میں کس بات پر فخر کرتے ہو۔؟ کیا ہمارے اور تمہارے ماں باپ ایک نہیں، کیا ہمارا اور تمہارا گھر اور جائے پیدائش ایک نہیں ہے؟

ابنِ عباس نے جواب دیا: ہم لوگ تمہارے مقابلے میں اُسی چیز پر فخر کرتے ہیں جس پر تم لوگوں نے سارے قریش کے مقابلے میں فخر کیا ہے۔ اور قریش نے جس پر انصار کے مقابلے میں فخر کیا، اور انصار نے جس پر سارے عرب کے مقابلے میں فخر کیا اور عرب نے جس پر سارے عجم کے مقابلے میں فخر کیا اور وہ قابلِ فخر ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے جس سے نہ تم انکار کر سکتے ہو اور جس سے نہ تم فرار کی کوئی راہ تلاش کر سکتے ہو۔

معاویہ نے کہا: اے ابنِ عباس! اللہ نے تمہاری زبان میں اتنی طاقت دیدی ہے کہ چاہو تو اپنے باطل کو بھی حق پر غالب کر دکھاؤ۔

ابنِ عباس نے کہا: چھوڑو ان باتوں کو، باطل میں اتنی طاقت نہیں جو حق پر غالب آجائے۔ اپنے دل سے حسد کو نکال دو، حسد بہت ہی بُری چیز ہے۔

معاویہ نے کہا: تم سچ کہتے ہو۔ میں صرف تمہاری چار باتوں کی وجہ سے تم سے محبت کرتا ہوں، مگر تمہاری دیگر چار باتوں کو جسے میں نے معاف کر دیا (مجھے پسند نہیں تھیں) وہ چار باتیں جن کی وجہ سے میں تم سے محبت کرتا ہوں ان میں سے:

(۱) پہلی بات تو یہ کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابتدار ہو۔

(۲) دوسری بات یہ کہ تم میرے خاندان کے ایک فرد ہو، میرے ہی گھرانے کے ہو اور عبدالمطلب کی اولاد ہو۔

(۳) تیسری بات یہ کہ میرے والد تمہارے والد کے دوست تھے۔

(۴) چوتھی بات یہ کہ تم قریش، زبانِ قریش کے دانشمند اور قریش کے فقیہ ہو۔

لیکن وہ چار باتیں جن کو مَیں ناپسند کرتا ہوں مگر مَیں نے معاف کردیا:

(۱) پہلی بات یہ کہ: تم صفّین اور دیگر محاذوں پر میرے دشمن رہے۔

(۲) دوسری بات یہ کہ: تم نے عثمان کی مدد نہ کی، بُرا کیا۔

(۳) تیسری بات یہ کہ: تم نے اُمّ المومنین عائشہ کے خلاف سعی و کوشش کی۔

(۴) چوتھی بات یہ کہ: زیاد کو مجھ سے جُدا کرنے میں جو تم نے کام کیا، وہ سب تم کو خود معلوم ہے۔ مگر مَیں نے اِن باتوں کی آنکھ و ناک کو توڑا، سب ختم کیا اور قرآن کی اِس آیت سے تمھارے عذر کا استخراج کیا کہ:

"خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا" (سورۂ توبہ آیت ۱۰۲)

ترجمۂ آیت: (ان لوگوں نے نیک و بد اعمال کو خلط ملط کرلیا ہے۔)

بہر حال یہ سمجھو کہ مَیں نے تمھارے پہلے چار اُمور کو قبول کیا آخری چار امور کو معاف کر دیا۔

یہ کہہ کر معاویہ خاموش ہوا تو ابنِ عبّاس بولے:

معاویہ سُنو! اگر قرابتِ رسول اللہؐ کی وجہ سے تم مجھ سے محبّت کرتے ہو، تو یہ محبّت تم پر اور ہر مسلمان جو اللہؐ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان رکھتا ہے، پر واجب و لازم ہے اِس لیے کہ یہ اجرِ رسالت ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جو روشنی اور واضح دلائل تم لوگوں تک پہنچائے، اس کے اجر کا تم لوگوں سے مطالبہ کیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے۔

"قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى"

(سورۂ شوریٰ آیت ۲۳)

ترجمۂ آیت: (اے رسولؐ! اپنی اُمّت سے" کہدو کہ جو کارِ رسالت مَیں نے انجام دیا ہے اس پر مَیں تم لوگوں سے کوئی اور اجر نہیں مانگتا، صرف اتنا کہ میرے اقربا سے محبّت کرنا۔) (یعنی دشمنی نہ رکھنا)۔

پس، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنی رسالت کا جو اجر طلب کیا اگر وہ کسی نے نہ دیا تو وہ نامراد و ناکامیاب اوندھے منھ جہنّم میں جائے گا۔

دوسری بات جو تو نے کہی کہ مَیں تمھارے خاندان کا ایک فرد ہوں، تمھارے کُنبے اور گھرانے سے ہوں تو یہ صحیح ہے لیکن اس سے تو یہ چاہتا ہے کہ حقِّ قرابت وصول کرے تو بخدا وہ تو وصول کر چکا۔ اور (یومِ فتحِ مکّہ) یہ کہہ کر حقِّ قرابت ادا کر دیا گیا کہ:

"لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ"، "لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكَ فِيْهِ الْيَوْم"

(یعنی) "جاؤ آج ہم نے تم سب کو معاف کیا" " آج اس میں تجھ پر کوئی گناہ نہیں ہے "

(۳) تیسری بات جو تم نے کہی کہ میرے والد اور تمہارے والد میں دوستی تھی۔ تو سچ ہے ایسا ہی تھا۔ اور بقولِ شاعر

سأحفظ من أخي أبي في حياته — مَیں اپنے والد کے بھائی سے لحاظ کروں گا
وَأحفظهُ من بعده في الأقارب — اس کی حیات ہی میں نہیں بلکہ اس کے مرنے کے بعد اس کے اعزا و اقارب کا بھی لحاظ رکھوں گا۔

ولستُ لمن لا يحفظ العهد وامقاً — اور مَیں ایسا نہیں ہوں کہ اس کا لحاظ نہ
ولا هو عند النّائبات بصاحبي — کروں خواہ وہ مصائب کے وقت میرا ساتھ نہ دے۔

(۴) چوتھی بات جو تم نے کہی کہ مَیں لسانِ قریش و زعیم قریش و فقیہِ قریش ہوں، تو ان میں سے جو کچھ مجھے ملا وہ تمھیں بھی ملا، مگر تم اپنے سارے شرف و کرم کو بھول گئے اور بس مجھ پر اپنی فضیلت جتانے لگے: حالانکہ بقولِ شاعر:

وكلّ كريمٍ للكرام مفضّلٌ — ہر مکرّم دوسرے مکرّم لوگوں کو اپنے
يراه له أهلاً وان كان فاضلاً — اوپر فضیلت دیتا ہے اور انھیں اس کا اہل سمجھتا ہے خواہ وہ ان لوگوں سے زیادہ مکرّم کیوں نہ ہو۔

پھر تمہارا یہ کہنا کہ صفّین میں، مَیں تمہارا دشمن تھا تو خدا کی قسم اگر مَیں ایسا نہ کرتا تو دُنیا میں سب سے بڑا جاہل سمجھا جاتا۔ اور اے معاویہ! تو بتا، کیا تیرا دل یہ کہتا تھا کہ مَیں اپنے ابنِ عم امیر المومنین و سیّد المسلمین کا ساتھ چھوڑ دوں گا جبکہ سارے مہاجرین و انصار اور منتخب نیکو کاروں کا مجمع اُن کے ساتھ تھا۔ کیوں اے معاویہ! سچ بتا، کیا تجھے میرے دین میں کوئی شک ہے یا مَیں کردار کا پختہ نہیں ہوں، یا مَیں جان چُرانے والا ہوں۔

تم نے یہ بھی کہا ہے کہ مَیں نے عثمان کی مدد نہیں کی، تو آخر اُن لوگوں نے بھی تو مدد نہیں کی جو مجھ سے زیادہ اُن کے قریبی رشتے دار تھے۔ میرے سامنے تو اُن کے قریبی اور دُور کے دونوں طرح کے رشتے داروں کے عمل کا نمونہ تھا۔ اور پھر مَیں نے اُن پر کوئی زیادتی نہیں کی بلکہ اُن کو بچانے کی کوشش کی، جس طرح اور بامروّت لوگوں نے کی تھی۔

نیز تمہارا یہ کہنا کہ مَیں نے حضرت عائشہ کے خلاف سعی و کوشش کی۔ تو سُنو!

اللہ تعالیٰؑ نے انھیں حکم دیا تھا کہ "وہ اپنے گھر میں رہیں اور خود کو پردے میں رکھیں"۔ جب انھوں نے شرم وحیا کی چادر ہی اُتار دی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی تو مجھ سے بھی جو ہوسکا وہ کیا۔

تم نے یہ بھی کہا ہے کہ مَیں نے زیادؔ کو شریکِ نسب کرنے سے انکار کیا۔ تو یہ صرف مَیں نے ہی انکار نہیں کیا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس سے انکار کیا: چنانچہ آپؐ نے فرمایا:

"الولد للفراش و للعاهر الحجر"

یعنی (بیٹا شوہر کا ہوگا اور زانی کے لیے پتھر ہے)

اور اس کے علاوہ تمام اُمور میں تمھاری خوشی ہمیں محبوب ہے۔

عمرو بن العاص نے کہا: اے امیرالمومنین! خدا کی قسم یہ ایک لمحے کے لیے بھی آپ کو پسند نہیں کرتا، صرف اِن کو زبان کی تیزی ملی ہے جس کو وہ جیسے اور جب چاہیں الٹ پلٹ کردیں۔

ابنِ عباس نے کہا، دیکھو! یہ عمرو بن العاص ہم لوگوں کی ہڈی اور گوشت کے درمیان اور لاٹھی (عصا) اور اس کے پوست کے مابین داخل ہونے کی کوشش کررہا ہے۔ سنتے ہو، اس نے کیا کہا؟

مگر اے عمرو بن العاص! تجھے معلوم ہے کہ مَیں تجھ سے اللہؑ کی خوشنودی کے لیے بغض رکھتا ہوں اس لیے تجھ سے معذرت خواہی کیسی۔ کیونکہ تُو نے ہی کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہوئے یہ اعلان کیا تھا کہ مَیں شانیٔ محمدؐ (محمدؐ کا دشمن) ہوں اور تیرے اسی اعلان پر اللہ تعالیٰؑ نے یہ آیت نازل فرمائی:

"اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ" (سورۂ الکوثر آیت ۳)

ترجمۂ آیت: (اے محمدؐ!) بیشک تمھارا دشمن ہی ابتر ومنقطع النّسل ہوگا)

لہٰذا (اے عمرو بن العاص!) تُو دین ودنیا دونوں میں ابتر ہے کیونکہ تُو شانیٔ محمدؐ ہے جاہلیت میں بھی تھا اور اسلام میں آنے کے بعد بھی۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ" (سورۂ مجادلہ آیت ۲۲)

(ترجمۂ آیت) (تم کسی قوم کو نہ پاؤ گے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان بھی رکھے اور اللہ اور اُس کے رسولؐ کے دشمنوں سے دوستی بھی رکھے۔)

اور تُو اللہؐ اور اُس کے رسولؐ کا دشمن پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے ۔ تُو نے رسول اللہؐ کے خلاف بڑی جدّوجہد کی اُن سے جنگ کے لیے سواروں اور پیدلوں کی فوج کو میدان میں لے آیا مگر جب اللہؐ کی فوج تجھ پر غالب آئی تو تیرا کید و مکر سب دھرا رہ گیا ۔ تیری طاقت کمزور پڑ گئی اور تیرے دعوے جھوٹے ثابت ہوئے تو پھر تُو تھک کر بیٹھ گیا ۔

اس کے بعد تُو نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد ، اُن کے اہلِ بیتؑ کے خلاف پھر زور لگایا ، پھر جدّوجہد شروع کی اور یہ اس لیے نہیں کی کہ تجھے معاویہ اور آلِ معاویہ سے بہت محبّت ہے ، بلکہ اس لیے کہ تجھے اللہؐ اور اس کے رسولؐ سے دشمنی ہے ۔ تیرے دل میں آلِ عبدِ مناف سے ازلی بغض و حسد ہے ۔

عمرو بن العاص نے کچھ کہنا چاہا ، مگر معاویہ نے روک دیا اور کہا : لیکن اے عمرو بن العاص ! خدا کی قسم تم ان لوگوں میں نہیں ہو ۔ اب تم اگر کچھ کہنا چاہتے ہو تو کہو ، نہ کہنا چاہو تو نہ کہو ۔

عمرو بن العاص نے خاموشی اختیار کی ۔

ابنِ عبّاس بولے ، اے معاویہ ! تم اسے کیوں روکتے ہو ؟ بولنے دو ۔ خدا کی قسم مَیں اس کو ایسے گرم لوہے سے داغوں گا کہ اس کا داغ و دھبّہ تا قیامت نہ چھوٹے گا ۔ غلام اور کنیزیں بھی کہانی بنائیں گے اور لوگوں کے مجمع میں اس کے تذکرے ہوں گے ۔

پھر ابنِ عبّاس ، عمرو بن العاص کی طرف متوجّہ ہوئے اور کہا : اے عمرو بن العاص شروع کرو ، کیا کہنا چاہتے ہو ۔

یہ سُن کر معاویہ نے فوراً اپنا ہاتھ ابنِ عبّاس کے منہ پر رکھ دیا اور کہا : اے ابنِ عبّاس ! مَیں تمھیں قسم دیتا ہوں کہ خاموش رہو ۔

(اس کو خوف تھا کہ کہیں یہ باتیں اہلِ شام نہ سُن لیں)

پھر ابنِ عبّاس نے عمرو بن العاص سے کہا : او ذلیل غلام ! تُو انتہائی قابلِ مذمّت ہے ۔

اس کے بعد سب لوگ متفرّق ہو گئے ۔ (خصال)

(۱۱) ابنِ عبّاس اور معاویہ کے مابین خلافت پر بحث

مجالسِ مفیدؒ میں مرقوم ہے کہ عبد ابنِ مصعب نے اپنے والد سے روایت کی ہے

اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عبداللہ ابنِ عبّاس معاویہ بن ابوسفیانؔ کے دربار میں پہنچے تو معاویہ اُن کی طرف متوجّہ ہوا اور بولا :

اے ابنِ عبّاس ! جس طرح تم لوگوں نے نبوّت کو اپنے خاندان میں مخصوص کرلیا اسی طرح چاہتے ہو کہ امامت کو بھی اپنے ہی لیے محفوظ کرلو۔ خدا کی قسم نبوّت و امامت دونوں تا ابد ایک ہی گھر میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ پھر خلافت کے متعلّق تم لوگوں کی دلیل بھی لوگوں پر مشتبہ ہے۔ تم لوگ یہی تو کہتے ہو کہ ہم اہلِ بیتِ نبیؐ ہیں لہٰذا نبوّت کی خلافت کا ہمارے علاوہ دوسروں کو کیا حق ہے یہ امر عدل کے خلاف ہے۔ مگر تم لوگوں کا یہ خیال غلط ہے۔ خلافت قبیلۂ قریش میں اُلٹ پھیر کرکے رائے عامّہ یا خاص لوگوں کے مشورے سے چلتی رہے گی۔ ہم نے تو اب تک لوگوں کو یہ آواز بلند کرتے نہیں دیکھا کہ کاش بنی ہاشم ہمارے والی ہوتے تو یہ ہمارے لیے دین و دُنیا (دونوں) کی بھلائی ہوتی۔ اور اگر کل تم لوگوں نے اُسے خود چھوڑ دیا تھا جیسا کہ تم لوگوں کا کہنا ہے تو پھر آج اس کے لیے تم لوگوں نے ہم سے کیوں جنگ کی۔ خدا کی قسم اے بنی ہاشم ! اگر تم مالک (حاکم) بن جاتے تو تم لوگوں کی وجہ سے لوگ اتنے ہلاک ہوتے کہ جتنے قومِ عاد آندھی سے اور قومِ ثمود برق و باراں سے بھی ہلاک نہیں ہوئی تھی۔

ابنِ عبّاسؓ نے جواب دیا : اے معاویہ ! تیرا یہ کہنا کہ ہم لوگ استحقاقِ خلافت کے لیے نبوّت سے دلیل لاتے ہیں تو یہ سچ ہے اگر لوگ خلافت کا استحقاق نبوّت کی وجہ سے پیدا نہیں ہوا تو پھر کس چیز سے پیدا ہوا ہے ؟

پھر تیرا یہ کہنا کہ خلافت و نبوّت ایک گھر میں جمع نہیں ہوسکتیں، تو پھر اللہ تعالےٰ کا یہ قول کہاں رہ جائے گا کہ :

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۔ (سورۃ النساء آیت ۵۴)

ترجمۂ آیت : (کیا وہ لوگوں سے اس (نعمت) پر حسد کرتے ہیں جو اللہؔ نے انھیں اپنے فضل سے عطا کی ہے۔ بیشک اللہؔ نے آلِ ابراہیم کو کتاب اور حکمت دی اور اُن کو بہت بڑی سلطنت عطا کی۔)

اس آیت میں کتاب سے مراد نبوّت اور حکمت سے مراد، سنّت اور ملک سے مراد، خلافت ہے اور ہم آلِ ابراہیم ہیں اور یہ قرآنی فیصلہ ہم لوگوں میں تا قیامت جاری رہے گا تیرا یہ دعویٰ کہ ہماری دلیلیں مشتبہ ہیں تو ایسا نہیں ہے بلکہ ہماری دلیلیں

آفتاب سے زیادہ روشن اور ماہتاب سے زیادہ نورانی ہیں۔ کتابِ خدا ہمارے ساتھ ہے سنّتِ رسولؐ ہمارے اندر ہے اور یہ بات تجھے خوب معلوم ہے مگر یہ تیری ساری دشمنی اس لیے ہے کہ ہم لوگوں نے تیرے بھائی، چچا، ماموں اور تیرے دادا کو قتل کیا ہے تو اُن کی ارواح پر گریہ تو کر جو جہنم میں جا چکی ہیں، وہ خون جو شرک و کفر کی وجہ سے بہایا گیا ہے تو اس کا مطالبہ نہ کر!

تو نے جو یہ بات کہی کہ لوگوں نے ہم لوگوں کو خلافت کیلئے آگے نہیں کیا۔ تو سُن! جتنا ان لوگوں نے ہم لوگوں کو محروم رکھا اس سے زیادہ وہ لوگ خود ہم لوگوں سے محروم رہے، ہر اقدام کا جب نتیجہ سامنے آتا ہے تو حق خود ثابت ہو جاتا ہے اور باطل مٹ جاتا ہے۔

نیز تیرا اس حکومت پر فخر کرنا جو مٹ جانے والی ہے اور جو باطل ذرائع سے تجھ تک پہنچی ہے۔ سُن! حکومت تو فرعون کی بھی تجھ سے پہلے رہ چکی ہے مگر اللہؔ نے اس کو بھی ہلاک کر دیا اور یاد رکھو اے بنی امیہ کہ جتنے عرصے تک تم لوگ حکومت کرو گے اس کے دو گنے عرصے تک تو تمھارے بعد ہم حکومت کریں گے۔ اگر تم لوگوں نے ایک دن حکومت کی تو ہم لوگ دو دن حکومت کریں گے اگر تم لوگوں نے ایک مہینہ حکومت کی تو ہم لوگ دو مہینے حکومت کریں گے

پھر تمھارا یہ کہنا کہ اگر ہم لوگوں کی حکومت ہوتی تو وہ قومِ عاد پر آندھی اور قومِ ثمود پر برق و باد سے زیادہ لوگوں کے لیے ہلاکت خیز ہوتی۔ یہ کہہ کر تم اللہؔ کے قول کو جھٹلا رہے ہو۔ وہ فرماتا ہے:

"وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" (سورۂ انبیاء، آیت ۱۰۷)

ترجمۂ آیت: (اے رسولؐ! اور ہم نے تم کو عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔)

ہم آنحضرتؐ کے بہت ہی قریبی اہلبیت ہیں۔ یہ تمھارا مسلمانوں کی گردن پر سوار ہونا کھلم کھلا عذاب ہے۔ اور تمھارا لڑکا حکومت کرے گا اور پھر تمھارے باپ کی کوئی اور اولاد جو اللہؔ کی مخلوق کے لیے سرخ آندھی سے بھی زیادہ ہلاکت خیز ہوگی۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے ذریعے اس کا انتقام لے گا اور انجام متقیوں کے حق میں ہوگا۔

(۱۲) سعد بن ابی وقاص اور فضائلِ علیؑ

"امالی" شیخ مفیدؒ میں عبداللہ ابنِ عباس کے ساتھی عکرمہ سے روایت مرقوم ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جب معاویہ نے حج کیا، تو مدینے میں آیا۔ سعد بن ابی وقاص نے اُس سے ملاقات کی اجازت چاہی۔

معاویہ نے اپنے ہمنشینوں سے کہا: جب یہ آکر بیٹھ جائے تو تم لوگ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی

بُرائی شروع کردینا۔

یہ کہہ کر اُنھیں بلانے کی اجازت دی۔ وہ آکر معاویہ کے ساتھ ہی تخت پر بیٹھ گئے اور اِدھر لوگوں نے حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ پر سبّ وشتم شروع کر دیا تو سعد بن ابی وقاصؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

معاویہ نے پوچھا: کیوں روتے ہو؟ کیا اس پر رو رہے ہو کہ تمھارے بھائی عثمان بن عفان کے قاتل کو بُرا کہا جا رہا ہے؟

سعدؓ نے کہا: بخدا میں رونے پر مجبور ہوں۔ جب ہم مہاجرین مکّے سے نکلے تھے تو پہلے اسی مسجد میں آکر ٹھہرے تھے یعنی مسجدِ رسولؐ میں اور اسی میں دن رات سوتے بیٹھتے رہے۔ پھر کچھ دنوں بعد ہم لوگوں کو اس میں سے نکال دیا گیا اور علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کو چھوڑ دیا گیا۔ یہ بات ہم لوگوں پر بہت گراں گذری، مگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے اس سلسلے میں کسی کو کچھ کہنے کی جرأت نہ تھی۔ اتنے میں اُمّ المومنین عائشہ آگئیں۔ ہم لوگوں نے اُن سے کہا: اے اُمّ المومنین! ہم لوگ بھی تو ویسے ہی صحابی ہیں جیسے علیؑ صحابی ہیں، ہم لوگ بھی تو ویسے ہی مہاجر ہیں جیسے علیؑ مہاجر ہیں، لیکن ہم لوگوں کو تو مسجد سے نکال دیا گیا اور علیؑ کو چھوڑ دیا گیا۔ نہیں معلوم کہ ہم لوگوں سے اللہؑ ناراض ہو گیا ہے یا رسول اللہؐ ناراض ہو گئے ہیں۔ آپ آنحضرتؐ سے پوچھیں ہم لوگوں کی تو کچھ پوچھنے کی جرأت نہیں ہوتی۔

حضرت عائشہ نے آنحضرتؐ سے اس کا ذکر کیا:

آنحضرتؐ نے فرمایا: اے عائشہ! خدا کی قسم، نہ میں نے ان لوگوں کو نکالا ہے اور نہ علیؑ کو چھوڑا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰؑ نے ان لوگوں کو نکالا ہے اور علیؑ کو چھوڑا ہے۔

اب دوسرا واقعہ سنو! غزوۂ خیبر میں ہم لوگوں میں سے شکست کھانے والوں نے شکست کھائی تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اعلان فرمایا:

"لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ الْيَوْمَ رَجُلاً يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ"

یعنی: (آج میں (اپنی فوج کا) عَلَم اس شخص کو دوں گا جو اللہؑ اور اُس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہوگا اور اللہؑ اور اس کا رسولؐ اُس سے محبت کرتا ہوگا۔"

یہ فرما کر آنحضرتؐ نے علیؑ کو بُلوایا۔ وہ اُس وقت آشوبِ چشم میں مبتلا تھے جب علیؑ آئے تو آنحضرتؐ نے اپنا لعابِ دہن اُن کی آنکھوں میں لگا دیا۔ آنکھیں فوراً اچھی ہو گئیں تو اپنے

لشکر کا عَلَم اُن کو عطا فرمایا اور اللہ نے علیؑ کو فتح دی۔

تیسرا واقعہ سُنو! ہم لوگ غزوۂ تبوک کے لیے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہمراہ چلے تو علیؑ ابنِ ابی طالبؑ رسول اللہؐ کو رخصت کرنے کے لیے آئے تو گریہ فرمانے لگے۔

آنحضرتؐ نے پوچھا، کیوں روتے ہو؟

عرض کی، یا حضرت، کیوں نہ گریہ کروں جب سے آپؐ مبعوث بہ رسالت ہوئے سوائے اس غزوے کے آپؐ نے مجھے کسی غزوے میں نہیں چھوڑا، ہمیشہ مجھے ساتھ لے گئے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اے علیؑ! کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ

" تکون منّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ
اِلّا انّہٗ لا نبیّ بعدی۔ "

یعنی: (تم کو مجھ سے وہی نسبت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے نسبت حاصل تھی، علاوہ ازیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔)

حضرت علیؑ نے عرض کی: یا حضرت! اب میں خوش ہوں۔

(امالی شیخ مفیدؒ)

(۱۳) زینب بنتِ عبداللہؓ بن جعفرِ طیّار سے یزیدؔ بن معاویہ کا پیغام

"مناقب" کی بعض قدیم کتابوں میں روایت کی گئی ہے کہ جس وقت مروانؒ والیٔ مدینہ تھا، معاویہ نے اس کو خط لکھا کہ "میرے بیٹے یزیدؔ کے لیے عبداللہؓ بن جعفرؓ کی دختر سے شادی کا پیغام دو۔ اس کے لیے عبداللہ بن جعفرؓ جو مہر طلب کریں، میں دوں گا۔ نیز اس پر بھی لوگوں کا قرض ہوگا میں ادا کر دوں گا۔ پھر بنی ہاشم اور بنی اُمیہ کے دو قبیلوں میں صلح بھی ہو جائے گی۔"

مروانؒ نے شادی کا پیغام ایک آدمی کے ذریعے بھیجا۔

عبداللہ بن جعفرؓ نے کہا: ہم لوگوں کی عورتوں کا سارا اختیار حسنؑ ابنِ علیؑ کو ہے تم اُن کو یہ پیغام دو۔

یہ جواب پاکر مروانؒ خود امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے یزیدؔ کی شادی کا پیغام دیا۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: تم اس کے لیے لوگوں کو جمع کرو۔

مروانؒ نے آدمی بھیجا اور جب دونوں قبیلوں بنی ہاشم اور بنی اُمیہ کے لوگ جمع ہو گئے

تو مروانؔ کھڑا ہوا، پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجالایا پھر بولا:

امّابعد: امیر المومنین معاویہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں زینب بنتِ عبداللہ بن جعفرؓ سے شادی کے لیے یزیدؔ بن معاویہ کا پیغام دوں۔ اور مہر (صداق) زینب کے باپ جو کہیں وہ منظور ہوگا۔ اس کے علاوہ ان پر جس قدر بھی قرض ہوگا وہ سب ادا کیا جائے گا اور بنی اُمیہ و بنی ہاشم کے درمیان صلح کرلی جائے گی۔ تم لوگ یقین کرو کہ یزیدؔ بن معاویہ ایسا کفو ہے کہ جس کا کوئی کفو نہیں۔ یزید کو اس رشتے پر جتنا ناز ہوگا اس سے زیادہ ہم لوگوں کو ناز ہوگا۔ اور یزیدؔ تو وہ ہے کہ جس کے صدقے میں بادل بھی اپنی پیاس بُجھاتے ہیں۔

یہ کہہ کر مروانؔ خاموش ہوگیا۔ پھر:

امام حسن علیہ السلام اُٹھے، حمد و ثنائے الٰہی بجالائے اس کے بعد فرمایا:

مروانؔ! تو نے جو یہ کہا کہ لڑکی کا باپ جو مہر کہے، دیا جائے گا، تو ہم لوگ اپنی ازواج اور ان کی دختروں کے مہر کے سلسلے میں سنّتِ رسولؐ سے ہرگز تجاوز نہیں کرتے۔

نیز، تیرا یہ کہنا کہ لڑکی کے باپ پر جو قرض وغیرہ ہوگا وہ سب بھی ادا کردیا جائیگا تو ہمارے خاندان کی لڑکیوں نے کب اپنے باپ کے قرضوں کو ادا کیا ہے۔

اب رہ گیا دونوں قبیلوں میں صلح، تو سُنو! ہم نے تم لوگوں سے دشمنی اللہ کے لیے کی ہے تو ہم لوگ دنیا کے لیے تم سے صلح نہیں کریں گے۔

تیرا یہ کہنا کہ یہ رشتہ یزیدؔ کے لیے جس قدر باعثِ فخر ہے اُس سے زیادہ ہم لوگوں کو یزیدؔ سے رشتہ کرنے میں فخر ہوگا، تو اگر حکومت نبوّت سے بڑھی ہوئی ہے، تب تو واقعتاً ہم لوگوں کو اس پر فخر ہوگا اور اگر نبوّت حکومت سے بڑھی ہوئی چیز ہے تو اس کو ہم لوگوں پر فخر ہوگا۔

پھر تمھارا یہ قول کہ بادل بھی یزیدؔ کی آب و تاب سے اپنی پیاس بجھاتا ہے۔ تو یہ بات آلِ رسولؐ کے سوا اور کسی کے لیے نہیں ہے۔ اور میری رائے ہے کہ میں زینب دخترِ عبداللہ بن جعفرؓ کی شادی اس کے ابنِ عم قاسم بن محمّد بن جعفرؓ سے کردوں۔ اور میں اعلان کرتا ہوں کہ اس کا عقد اس ہی (قاسم بن محمّد) سے کردیا۔ اور اس کے مہر (صداق) میں میں نے اپنی مدینے کی فلاں جائیداد دیدی جس کی قیمت معاویہ مجھے دس ہزار دینے کے لیے تیار تھا یہ مہر اس دختر کے لیے کافی ہوگا۔

یہ سُن کر مروانؔ نے کہا: اے بنی ہاشم! یہ غدّاری؟

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: ایک کے بدلے ایک۔

مروان نے یہ ساری کیفیت معاویہ کو لکھ بھیجی۔

معاویہ نے کہا: ہم لوگوں نے انھیں شادی کا پیغام دیا تو انھوں نے اسے رد کر دیا، لیکن اس کے باوجود اگر وہ لوگ ہمیں شادی کا پیغام دیں تو ہم ہرگز رد نہ کریں گے۔

(بعض کتب مناقب)

معاویہ کا مدینے میں خطبہ اور امام حسنؑ کی جوابی تقریر

کتاب "مناقب" میں یہ روایت بھی ہے کہ ایک مرتبہ معاویہ مدینے میں مقیم تھا۔ اُس نے دیکھا کہ امام حسن علیہ السلام کے گرد قریش کا ایک مجمعِ کثیر ہے اور لوگ اُن کی بڑی تعظیم کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر اُس کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اُٹھی اور اُس نے ابوالاسود دئلی اور ضحاک بن قیس فہری کو بُلوایا اور اُن دونوں سے امام حسن علیہ السلام کے متعلق مشورہ لیا۔ دراصل وہ چاہتا تھا کہ امام حسن علیہ السلام کو بحث میں زیر کرے۔

ابوالاسود نے کہا: یاامیرالمومنین آپ کی رائے ویسے تو بہتر ہے لیکن میرا خیال ہے کہ آپ ایسا نہ کریں، اس لیے کہ امیرالمومنین اُن کے متعلق جو بھی کہیں گے لوگ سمجھیں گے کہ یہ حسد سے کہہ رہے ہیں اور اس سے اُن کی وقعت اور بڑھ جائے گی۔ اور اے امیرالمومنین! ایک بات یہ بھی ہے کہ حسنؑ ابھی جوان ہیں مجھے معلوم ہے کہ اُن کا جواب کس انداز کا ہوگا، مجھے خوف ہے کہ وہ آپ کی بات آپ ہی پر پلٹا دیں گے اور آپ کا تیر آپ ہی پر واپس کر دیں گے، آپ کی کھال بھی اُدھیڑ دیں گے اور آپ کے عیوب ظاہر کریں گے۔ اُس وقت خود آپ کی گفتگو اُن کے لیے باعثِ فضل و شرف اور آپ کے لیے باعثِ ذلت ہوگی۔ ہاں، اگر آپ اُن کے ادب میں کوئی عیب جانتے ہوتے یا اُن کے حسب و نسب میں کسی خرابی سے واقف ہوتے تو یہ اور بات تھی، مگر وہ تو انتہائی بادب اور مہذب انسان اور خالص عرب بلکہ خلاصۂ عرب ہیں۔ اُن کا حسب و نسب پاک و طیّب ہے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ یاامیرالمومنین آپ ایسا نہ کریں۔

ضحاک بن قیس فہری نے مشورہ دیا کہ یاامیرالمومنین! آپ کی جو رائے ہے اُس پر بلاتاخیر عمل کریں، اس سے باز نہ آئیں۔ اس لیے کہ جب آپ اُن پر اپنے چُبھتے ہوئے فقرات کی بارش کریں گے اور اُن کی باتوں کا ٹھوس و محکم جواب دیں گے تو وہ آپ سے اس طرح دب جائیں گے جیسے کوئی بوڑھی اونٹنی کسی اونٹ سے دب جاتی ہے۔

معاویہ نے کہا: اچھا میں ایسا ہی کروں گا۔

بالآخر جب جمعے کا دن آیا تو معاویہ منبر پر گیا۔ پہلے حمد وثنائے الٰہی بجالایا، پھر حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر دُرود بھیجا، اس کے بعد حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کا ذکر چھیڑا اور اُن کی منقصت کی اور کہا: اے لوگو! وہ (بوڑھا) جس کے سر کے بال سفید ہو گئے تھے، وہ قریش کے اُن بیوقوف و بدعقل لوگوں میں سے تھا جو تنگیٔ معاش میں ہمیشہ رہے، مقدّر اُن کو ستاتا رہا، اُن کے سروں پر شیطان سوار تھا اور اُن کی زبانوں سے گویا ہوتا تھا۔ اس نے اُن کے سینوں میں انڈے اور بچّے دیدیے تھے وہ اُن کے حلق میں داخل ہو گیا تھا۔ جس نے اُن کو لغزشوں میں مبتلا کر دیا تھا، بدکلامی کو اچھّا سمجھنے لگے تھے اُس نے اُن کے لیے راستے کو تاریک بنادیا تھا اور سرکشی اور ظلم اور جھوٹ و بہتان کی راہ پر لگائے ہوئے تھا۔ شیطان اُن کا شریک تھا وہ شیطان کے شریک تھے۔ پھر جس کا شریک شیطان ہو تو وہ اس کا بُرا شریک ہوگا، اور ہماری طرف سے وہی اُن کو ادب سکھانے کے لیے کافی ہے اور اللہ ہمارا مددگار ہے۔

معاویہ کی اس بیہودہ گوئی کو سُن کر امام حسن علیہ السّلام آگے بڑھے اور منبر کے بازو کو تھام کر کھڑے ہو گئے۔ اللہ کی حمد اور اس کے رسولؐ پر دُرود کے بعد فرمایا:

اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے مگر جو نہیں پہچانتا اُس کو معلوم ہو کہ مَیں حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالب ہوں، مَیں اللہ کے نبیؐ کا فرزند ہوں، مَیں اُس کا فرزند ہوں جس کے لیے ساری زمین جائے سجدہ اور پاک و مطہر قرار دی گئی ہے مَیں سراجِ منیر کا فرزند ہوں، مَیں بشیر و نذیر کا فرزند ہوں، مَیں خاتم النبیّین کا فرزند ہوں، مَیں سیّد المرسلین امام المتّقین اور رسولِ ربّ العالمین کا فرزند ہوں، مَیں اُس نبی کا فرزند ہوں جو سارے جنّ و انس کی طرف مبعوث ہوا، مَیں اُس کا فرزند ہوں جو تمام عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا۔

معاویہ نے جب امام حسنؑ کی تعارفی تقریر سُنی تو غیظ میں بھر گیا، چاہا کہ ان کی بات کاٹ دے اس لیے کہا: اے حسنؑ! (ان باتوں کو چھوڑو) ذرا رُطب (کھجور) کی صفات بیان کرو

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: اے معاویہ! تیری مرضی کے خلاف، ہَوا اُس کو گرماتی ہے، دھوپ اس کو پکاتی ہے، رات اس کو ٹھنڈا کرتی اور لذیذ بناتی ہے۔

یہ کہہ کر آپؑ پھر اپنے پچھلے سلسلۂ کلام پر آگئے اور فرمایا:

مَیں اُس کا فرزند ہوں جس کی دعائیں مستجاب تھیں، مَیں اُس کا فرزند ہوں جو صاحبِ شفاعت اور واجب الاطاعت ہے۔ مَیں اس کا فرزند ہوں جو سب سے پہلے قبر سے اُٹھایا جائے گا اور سب سے پہلے جنّت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا، مَیں اُس کا فرزند ہوں جس کی فوج میں ملائکہ شامل ہو کر مقاتلہ کرتے تھے، جبکہ اس سے پہلے کسی نبی کے ساتھ ہو کر اُنھوں نے

مقاتلہ نہیں کیا، مَیں اس کا فرزند ہوں جس نے سارے گروہوں پر فتح پائی مَیں اس کا فرزند ہوں جس کے سامنے مجبور ہو کر قریش سرافگندہ ہو گئے۔

معاویہ بولا: معلوم ہوتا ہے کہ تمھارا جی خلافت کو چاہتا ہے مگر وہ اب کہاں۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: جب تُو نے خلافت کی بات کہی ہے تو سُن خلافت کا حق اُس کو ہے جو کتابِ خدا اور سنّتِ رسول ص پر عامل ہو، اس کو خلافت کا کوئی حق نہیں پہنچتا جو کتابِ خدا کے خلاف عمل کرے اور سنّتِ رسول ص کو معطّل کر دے۔ اس کی مثال تو اس مرد کی سی ہے جس کو چند دنوں کی حکومت ملی ہو اور وہ اس سے فائدہ اُٹھائے، پھر اُس کی حکومت ختم ہو جائے اور اُس کا عذاب اس کی گردن پر رہ جائے۔

معاویہ نے کہا: مگر قریش کا کوئی فرد ایسا نہیں جس کو مَیں نے انعام و اکرام سے نہ نوازا ہو، یا اُس پر میرا دستِ شفقت نہ ہو۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، انھی لوگوں پر تو تیری نوازشیں ہیں جن کے ذریعے تجھے ذلّت کے بعد عزّت نصیب ہوئی، اور کم مائیگی کے بعد دولت حاصل ہوئی۔

امام حسن علیہ السلام نے اتنا فرما کر اپنا سابقہ سلسلۂ کلام پھر شروع کر دیا کہ:

مَیں اُس کا فرزند ہوں جس نے جوانی اور پیری دونوں میں قریش کی سرداری کی، مَیں اُس کا فرزند ہوں جو اپنے کرم و شرافت کی وجہ سے ساری دنیا کا سردار رہا، مَیں اُس کا فرزند ہوں جو اپنے حقیقی جود، بلند شاخوں اور سابقہ فضائل کی وجہ سے اہلِ عالم کا سردار ہوا، مَیں اس کا فرزند ہوں جس کی رضا، اللہ کی رضا اور جس کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی ہے۔

اے معاویہ! کیا تجھ میں جرأت ہے کہ اُن کے مقابلے میں اپنے خاندان کے کسی فرد کو پیش کرے۔؟

معاویہ نے کہا: مَیں تمھارے قول کی تصدیق کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ نہیں۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: سچ ہے، حق روشن ہوتا ہے اور باطل ماند پڑ جاتا ہے۔ جو حق پر ہے وہ کبھی نادم نہیں ہوتا، جو باطل پر ہے وہ ہمیشہ خائب و خاسر ہوتا ہے۔ حق کو صاحبانِ عقل پہچانتے ہیں۔

پھر معاویہ نے منبر سے اُتر کر امام حسن علیہ السلام کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر کہا:

اُس کا بُرا ہو جو تم سے بُرائی کرے۔

(بعض کتبِ مناقب)

۱۴ صعصعہ بن صوحان اور معاویہ کا مکالمہ

عبداللہ بن یزید غسّانی سے روایت ہے کہ معاویہ کے پاس اہلِ عراق کا ایک وفد آیا، جس میں کوفے سے عدّی بن حاتم طائی اور بصرے سے احنف بن قیس اور صعصعہ بن صوحان شامل تھے۔

عمرو بن العاص نے معاویہ سے کہا: دیکھ! یہ وہ لوگ ہیں جو علیؑ کے شیعہ ہیں، انھوں نے اُن کی معیّت میں جنگِ جمل اور جنگِ صفّین میں مقاتلہ کیا تھا، لہٰذا ان لوگوں سے محتاط رہنا۔

معاویہ نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو دربار میں اچھی جگہ پر بٹھانے کا انتظام کیا جائے۔ پھر اُس نے اِن لوگوں کا بڑی عزّت و تکریم کے ساتھ استقبال کیا۔ جب یہ وفد دربار میں آیا تو معاویہ بولا:

"خوش آمدید، خوش آمدید" تم لوگ ارضِ مقدّس پر آئے ہو۔ انبیاءؑ و رسُلؑ کی سرزمین پر آئے ہو۔ ایسی سرزمین پر آئے ہو کہ جس پر حشر و نشر کا میدان ہوگا۔

صعصعہ بن صوحان جو بڑے حاضر جواب تھے، برجستہ بولے: تم نے جو یہ کہا کہ یہ ارضِ مقدّس ہے، تو ٹھیک ہے، مگر زمین کتنی ہی مقدّس ہو اپنے اوپر بسنے والوں کو مقدّس نہیں بنا دیتی، بلکہ ان میں تقدّس اعمالِ صالحہ سے آتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ انبیاءؑ و رسُلؑ کی سرزمین ہے تو انبیاءؑ و رسُلؑ سے زیادہ تو اس سرزمین پر اہلِ نفاق و اہلِ شرک و فراعین و ظالم و جابر بستے تھے، اور یہ کہنا کہ یہ ارضِ حشر و نشر ہے، تو مومن کے لیے سرزمینِ محشر سے دور رہنے میں نہ کوئی نقصان ہے اور نہ منافق کے لیے سرزمینِ محشر سے قریب رہنے میں کوئی فائدہ ہے۔

معاویہ پھر بولا: اگر سارے لوگ ابوسفیان کی اولاد ہوتے تو ان میں سب کے سب چالاک اور ہوشیار ہوتے۔

صعصعہ نے برجستہ جواب دیا: یہ سارے انسان حضرت آدم علیہ السّلام سے پیدا ہوئے ہیں جو ابوسفیان سے افضل و بہتر تھے، مگر ان کی اولاد میں بھی احمق و منافق و فاجر و فاسق، سرکش و پاگل سبھی پیدا ہوئے۔

یہ جواب سن کر معاویہ شرمندہ ہوگیا۔

(کتاب الاختصاص صفحہ ۶۴، ۶۵)

(۱۶) معاویہ کی مدینے میں آمد اور انصار کا استقبال سے مقاطعہ

سلیم بن قیس سے روایت ہے کہ معاویہ اپنے دورِ حکومت میں ایک مرتبہ حج کے لیے چلا تو اہلِ مدینہ نے بڑھ کر اُس کا استقبال کیا۔ اُس نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو استقبال کرنے والوں میں سوائے قریشیوں کے اور کوئی نہ تھا۔ جب وہ سواری سے اُترا تو پوچھا کہ انصار کو کیا ہوگیا، وہ لوگ ہمارے استقبال کو کیوں نہیں آتے۔؟

کسی نے جواب دیا کہ وہ بیچارے بہت مفلس و محتاج ہیں، اُن کے پاس سواری وغیرہ کچھ نہیں کیسے آتے۔

معاویہ نے کہا: اُن کے آب پاشی کے جانور کہاں ہیں ؟

تو قیس بن سعد بن عبادہؓ جو انصار کے سردار بھی تھے اور سردار کے فرزند بھی تھے، نے جواب دیا: وہ تو اُن لوگوں نے غزوۂ اُحد اور اُس کے بعد والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات میں ہی مٹا ڈالے، جب اُن لوگوں نے تجھے بھی مارا اور تیرے باپ کو بھی مارا اور تم لوگوں کی مرضی کے خلاف اسلام کا بول بالا ہو کر رہا۔

یہ سُن کر معاویہ خاموش ہوگیا۔

پھر قیس نے کہا: مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں کو بتا گئے تھے کہ آپؐ کے بعد ہم لوگوں سے اِس کا بدلہ لیا جائے گا۔

معاویہ نے پوچھا: تو رسول اللہ ص اس وقت کے لیے تم لوگوں کو کیا حکم دے گئے تھے؟

قیس نے کہا: آنحضرتؐ نے یہ حکم دیا تھا کہ تم لوگ صبر کرنا یہاں تک کہ تم لوگ مجھ سے آکر ملاقات کرو۔

معاویہ نے کہا: پھر تم لوگ اُن کی ملاقات تک صبر کرو۔

عبداللہ ابنِ عبّاس سے گفتگو

ایک مرتبہ معاویہ قریش کے حلقے سے ہو کر گذرا، جب لوگوں نے اُسے آتے دیکھا تو تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے، مگر عبداللہ ابنِ عبّاس بیٹھے رہے۔

معاویہ نے پوچھا: ابنِ عبّاس! تمھارے حلقے کے سب لوگ تو مجھے دیکھ کر کھڑے ہوگئے مگر تم نہیں کھڑے ہوئے، ؟ صرف اس لیے کہ تمھارے دل میں اِس کا بغض ہے کہ مَیں نے جنگِ صفّین میں تم لوگوں سے جنگ کی تھی۔ تو اے ابنِ عبّاس! اپنے دل سے یہ بُغض نکال دو دیکھو عثمان مظلوم قتل ہوئے ؟

ابنِ عبّاس نے کہا: مگر عمر ابنِ خطّاب بھی تو مظلوم قتل ہوئے تھے۔

معاویہ نے کہا: نہیں، وہ تو ایک کافر کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔

ابنِ عبّاس نے کہا: اور عثمان کو کس نے قتل کیا تھا ؟

معاویہ نے کہا: اُن کو مسلمانوں نے قتل کیا تھا۔

ابنِ عبّاس نے کہا: پھر اِس سے تو تیری دلیل اور بھی باطل ہوگئی۔

معاویہ نے کہا: اچھا سُنو! مَیں نے اپنی تمام قلمروِ حکومت میں یہ حکمنامہ جاری کر دیا ہے کہ کوئی شخص علیؑ اور اُن کے اہلِ بیتؑ کے مناقب و فضائل نہ بیان کرے۔ لہٰذا تم بھی اپنی زبان بند رکھو۔

ابنِ عبّاس نے کہا: اے معاویہ! کیا تُو ہمیں قرآن پڑھنے سے منع کرتا ہے ؟

اُس نے کہا: نہیں۔

ابنِ عبّاس نے کہا: پھر کیا تُو اس کی تاویل و تفسیر سے منع کرتا ہے ؟

اُس نے کہا: ہاں

ابنِ عبّاس نے کہا: پھر اس کا مطلب تو یہ نکلا کہ ہم لوگ صرف قرآن کی تلاوت کرتے رہیں اور کسی سے یہ نہ پوچھیں کہ اللہ نے اس سے کیا مراد لیا ہے ؟ اچھا یہ بتاؤ کہ ہم لوگوں پر سب سے زیادہ واجب کیا ہے ؟ صرف قرأتِ قرآن، یا اس پر عمل ؟

معاویہ نے کہا: اس پر عمل۔

ابنِ عبّاس نے کہا: مگر ہم لوگ اس پر عمل کیسے کریں گے جبتک یہ نہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ اس سے کیا مراد لیتا ہے ؟

معاویہ نے کہا: پوچھو، مگر صرف اُن لوگوں سے جو تمھارے اور تمھارے گھرانے کی تاویل و تفسیر کے علاوہ کوئی اور تاویل و تفسیر بیان کرتے ہوں۔

ابنِ عبّاس نے کہا: مگر قرآن تو نازل ہوا ہے ہمارے خاندان (گھرانے) میں اور ہم اس کا مطلب پوچھنے جائیں آلِ ابی سفیان سے ؟ اے معاویہ! اِس سے تیرا مطلب تو یہ ہوا کہ تُو قرآن کے مطابق عبادت کرنے اور اس کے بتائے ہوئے حرام و حلال پر عمل کرنے سے ہمیں روکتا ہے ؟

اگر اُمت آیاتِ قرآن کا مطلب کسی سے نہ پوچھے گی اور اسے یہ معلوم نہ ہوگا کہ اس کا مطلب کیا ہے تو پھر، وہ ہلاکت اور گمراہی میں مبتلا ہو جائے گی اور باہمی اختلاف پیدا ہو جائے گا۔

معاویہ نے کہا: نہیں۔ قرآن پڑھو اور اُس کی تاویل و تفسیر بھی کرو، مگر ان کی روایت نہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے متعلق نازل کی ہیں۔

ابنِ عباس نے کہا: سچ ہے، اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

"يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝"

(سورهٔ توبہ آیت ۳۲)

ترجمۂ آیت: (وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اس کے علاوہ منظور ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے اگرچہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار گذرے۔)

معاویہ نے کہا: اے ابنِ عباس! خاموش ہو کر بیٹھو اور اپنی زبان کو روکو اور اگر تمھیں اس سلسلے میں زبان کھولنا ضروری ہی ہے تو علانیہ نہ کہو، پوشیدہ طریقے سے کہو تاکہ کوئی اور نہ سُنے۔

اس کے بعد معاویہ اپنے گھر واپس گیا اور اُس نے ابنِ عباس کے پاس ایک لاکھ درہم بھیج دیے۔

اس کے بعد معاویہ کی طرف سے ایک منادی نے اعلان کیا کہ جو شخص علیؑ ابنِ ابیطالبؑ کے مناقب اور اہلبیت کے فضائل میں کوئی حدیث بیان کرے گا اُس کے خون سے میں بری الذمہ ہوں۔

اِس اعلان کے بعد اہلِ کوفہ اس مصیبت میں سب سے زیادہ مبتلا ہوئے۔ کیونکہ ان میں شیعانِ علیؑ کی کثرت تھی۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ معاویہ نے زیاد بن ابیہ کو کوفے کا عامل بنا دیا اور اس کے متعلق کوفہ اور بصرہ دونوں کو کر دیا۔ وہ شیعوں کے پیچھے پڑ گیا اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ ان میں کون کون شیعانِ علیؑ میں سے ہیں۔ اور وہ ہر جگہ سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر انھیں قتل کرنے لگا۔ انھیں خوفزدہ کرنے لگا، اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹنے لگا، پھانسی پر لٹکانے، اُن کی آنکھوں میں لوہے کی آگ میں دہکتی ہوئی سوئیاں پھروانے اور انھیں شہر بدر کرنے لگا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ سارے شیعانِ علیؑ نے عراق کو چھوڑ دیا اور وہاں کوئی معروف و مشہور شیعہ ایسا نہ رہ گیا جو قتل نہ کر دیا گیا ہو یا سولی پر نہ چڑھا دیا گیا ہو یا قید نہ کر دیا گیا ہو یا شہر بدر نہ کر دیا گیا ہو۔

نیز معاویہ نے تمام دیار و امصار کے عمّال کو یہ حکمنامہ جاری کر دیا کہ علیؑ اور اُن کے

اہلِ بیت کے شیعوں کی شہادت قبول نہ کی جائے اور یہ دیکھا جائے کہ عثمان اور ان کے گھرانے کے دوستدار، ان کے شیعہ اور محب کون ہیں اور وہ کون لوگ ہیں جو عثمان کے فضائل و مناقب کی حدیثیں روایت کرتے ہیں، ان کو اپنی مجلسوں میں نزدیک بٹھایا جائے۔ ان کو تقرب دیا جائے، ان کا اکرام کیا جائے اور ان کے فضائل و مناقب کی روایت کرنے والے کا نام اس کے باپ کا نام اس کے قبیلے کا نام اور اس کی بیان کی ہوئی روایت لکھ لی جائے۔

عمّال نے ایسا ہی کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ عثمان کے فضائل کی روایتوں کی کثرت ہو گئی لوگوں نے خودساختہ روایتیں فضائلِ عثمان کی اس لیے بیان کرنی شروع کر دیں کہ اس پر ان کو انعام واکرام، خلعتیں اور زمینیں ملنے لگیں۔ اس لیے روایتیں گھڑنے کا آپس میں مقابلہ ہونے لگا۔ اب جو بھی عثمان کی منقبت اور فضیلتوں کی روایتیں گھڑ کر لاتا اُس کا نام لکھ لیا جاتا اور اس کو تقرب دیا جاتا، اور یہ سلسلہ ایک عرصہ دراز تک چلتا رہا۔

وضعِ احادیث کا عمل (در منقبتِ معاویہ)

پھر معاویہ نے اپنے عمّال کو حکمنامہ بھیجا کہ عثمان کے فضائل میں اب حدیثیں بہت زیادہ ہو چکی ہیں اور تمام دیار و امصار میں پھیل چکی ہیں اب تم لوگوں کو اس امر کی دعوت دو کہ وہ معاویہ کے فضائل و مناقب کی روایتوں کی طرف توجہ دیں، کیونکہ یہ مجھے بہت پسند آئیں گی انہیں دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور اہل بیتِ نبیؐ کو گراں گذریں گی اور ان کی حجتوں کو باطل کر دیں گی۔

جب قاضیوں اور حاکموں نے معاویہ کا یہ حکمنامہ تمام لوگوں کو پڑھ کر سُنایا تو ہر علاقے اور ہر مسجد میں منبر پر معاویہ کے فضائل میں روایات بیان کی جانے لگیں۔ نیز تمام مکاتب کے اساتذہ کو وہ روایات دی گئیں تاکہ وہ اپنے اپنے مدرسوں میں بچّوں کو یہ روایات اسی طرح پڑھایا کریں جس طرح قرآن پڑھایا کرتے ہیں اور حد یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنی بیویوں اور لڑکیوں اور اپنے ملازموں تک کو یہ مصنوعی اور خودساختہ روایتیں یاد کرا دیں۔

اور زیاد بن ابیہ لعن نے معاویہ کو خط لکھا کہ کچھ لوگ ابھی تک علیؑ کے دین اور اُن کی تعلیمات پر قائم ہیں۔

معاویہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ ہر وہ شخص جو علیؑ کے دین اور اُن کی تعلیمات پر ہے ان سب کو قتل کر دو۔

زیاد بدنہاد (لعنۃ اللہ علیہ) نے ان سب کو قتل کر کے ان کے کان اور ناک تک کاٹ لیے۔ پھر معاویہ نے تمام شہروں کو حکمنامہ لکھ بھیجا کہ جس شخص کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ یہ علیؑ اور اہلِ بیتؑ کا محب ہے اس کا نام رجسٹر سے محو کر دیا جائے۔

○ شیعانِ علیؑ کا قتلِ عام

اس کے بعد دوسرے خط میں لکھا کہ یہ بھی نگاہ میں رکھو کہ جس شخص پر یہ الزام ہو کہ وہ علیؑ سے محبت رکھتا ہے اُسے قتل کر دو، خواہ اس کے لیے ثبوت فراہم ہو یا نہ ہو۔ اس طرح بہت سے لوگ محض تہمت و گمان اور شبہے پر قتل کر دیے گئے اور اگر اس کے متعلق کسی کے منہ سے ایک لفظ بھی نکلتا تو اس کی گردن ماردی جاتی۔ حد یہ تھی کہ اگر کوئی شخص کفر و زندقہ کی بات بھی کرتا تو اس سے کوئی تعرض نہ کیا جاتا، بلکہ بجائے سزا کے اس کی تعظیم و تکریم کی جاتی، مگر کسی شہر میں شیعانِ علیؑ کی جان محفوظ نہ تھی خصوصاً کوفے اور بصرے میں، کہ اگر ان میں سے کوئی اپنے کسی قابلِ بھروسہ شخص سے پوشیدہ طور پر ملنا چاہتا تھا تو اسے اپنے خادموں اور غلاموں کے خوف سے گفتگو کی جرأت نہ ہوتی اور جبتک خود اس سے راز داری کا پختہ عہد و پیمان نہ لے لیتا بات نہ کرتا۔

یہ حالات روز بروز بڑھتے گئے۔ اور ان لوگوں کی جھوٹی احادیث خوب بڑھتی اور پھیلتی رہیں۔ اُن کے بچے یہ احادیث پڑھتے رہے اسی پر اُن کی نشو و نما ہوتی رہی۔ اور اس میں سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر حصّہ ان قاریوں نے لیا جن میں تصنّع اور ظاہر داری تھی وہ دکھاوے کے لیے بڑے خشوع و خضوع کا اظہار کرتے اور نئی نئی حدیثیں وضع کرتے اور اس کے ذریعے وہ والیوں اور قاضیوں سے فائدہ اٹھاتے، ان کی مجلسوں میں تقرّب حاصل کرتے، اُن سے انعام و اکرام پاتے، زمین و مکان پاتے۔

چنانچہ حالت یہاں تک جا پہنچی کہ یہ وضعی حدیثیں ان لوگوں کے نزدیک صحیح اور سچی سمجھی جانے لگیں۔ وہ لوگ اس کی روایت کرنے، اسے قبول کرنے، اسے پڑھنے پڑھانے اسے پسند کرنے لگے اور جو شخص اس کی رد کرتا اُس سے بغض اور دشمنی رکھنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان روایات کی صحت پر اُن کی جماعت کا اجماع ہو گیا اور وہ ایسے عبادت گذاروں اور دینداروں کے ہاتھوں تک پہنچ گئیں۔ جو ایسی احادیث کا وضع کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے مگر انھوں نے بھی اسے قبول کر لیا اور صحیح سمجھنے لگے۔ اگر اُن کو علم ہوتا کہ یہ حدیثیں یقیناً وضعی ہیں تو ان کو بیان

کرنے سے اعراض کرتے اس کے قریب نہ جاتے، اس کو مسترد کرنے والوں سے بغض و دشمنی نہ رکھتے۔ اس دَور میں ان لوگوں کے نزدیک حق، باطل ہوچکا تھا اور باطل، حق بن گیا تھا جھوٹ سچ بن گیا تھا اور سچ، جھوٹ بن گیا تھا۔

امام حسن علیہ السلام کی وفات کے بعد تو یہ بَلا اور یہ فتنہ مزید بڑھ گیا تھا۔ ہر ولیِ خدا کو یا جان کا خطرہ تھا، یا قتل ہوچکا تھا، یا شہر بدر کیا جاچکا تھا

مقامِ منیٰ میں امام حسینؑ کا خطبہ

معاویہ کی موت سے دو سال قبل حضرت امام حسین علیہ السلام حج کے لیے تشریف لے گئے۔ آپؑ کے ساتھ عبداللہ بن جعفرؓ و عبداللہ بن عباسؓ بھی تھے۔ آپؑ نے مقامِ منیٰ میں بنی ہاشم کے مردوں، عورتوں، اُن کے غلاموں اور اُن دوستداروں کو جمع کیا خواہ اُنھوں نے حج کیا ہو یا حج نہ کیا ہو، نیز تمام دیار و امصار کے اُن لوگوں کو جو آپؑ کی اور آپؑ کے اہلِ بیت کی معرفت رکھتے تھے، پھر اصحابِ رسولؐ اور اُن کی اولاد اور انصار میں سے تابعین جو عبادت اور نیکی میں مشہور تھے ان میں سے کسی ایک کو نہ چھوڑا، سب کو جمع کیا، جن کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہوگئی تھی۔

امام حسین علیہ السلام اُن کے درمیان خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجالائے، پھر فرمایا:

امّابعد: اس ظالم و سرکش نے جو ظلم و جور ہم پر اور ہمارے دوستداروں پر کیے ہیں وہ تمھیں معلوم ہے۔ تم نے خود دیکھا، خود مشاہدہ کیا اور تم لوگوں کو اس کی اطلاع ملی۔ اب مَیں تم لوگوں سے چند باتیں پوچھتا ہوں۔ اگر مَیں سچ کہوں تو اس کی تصدیق کرنا، اگر جھوٹ کہوں تو تکذیب و تردید کرنا۔ میری بات سُنو اور اس کو صیغۂ راز میں رکھو اپنے شہروں اور قبیلوں میں واپس جاؤ تو جن پر تم کو پورا بھروسہ ہو انھیں اس سے آگاہ کرو، اس لیے کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں حق کا دروازہ مسدود نہ ہوجائے، حالانکہ:

"وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ" (سورۂ صف آیت ۸)

ترجمۂ آیت: (اور اللہ اپنے نور کو مکمل کرکے رہے گا خواہ کافر ناپسند ہی کریں)

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے کوئی ایسی آیت نہ چھوڑی جو قرآن میں اہلِ بیتؑ کے حق میں نازل ہوئی تھی سب بیان کیں اور اُنکی تفسیر بھی بیان فرمائی، اور نہ کوئی حدیث چھوڑی جو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے پدرِ بزرگوار اور اُن کی مادرِ گرامی اور اُن کے اہلبیت کے حق میں فرمائی تھی بیان کیں، اور ہر ایک پر صحابہ کہتے رہے کہ خدا کی قسم ہم نے یہ سُنا ہے اور ہم اس کے شاہد ہیں اور تابعین کہتے تھے کہ ہم نے یہ اُن صحابہ سے سُنا ہے جو سچے اور معتمد تھے اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جب واپس جاؤ تو جن لوگوں پر تمھیں وثوق و بھروسہ ہو اُن سے یہ سب کچھ ضرور بیان کرو۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام منبر سے اترے اور مجمع متفرق و منتشر ہوگیا۔

(احتجاج طبرسی صہ ۱۵۰-۱۵۱)

۱۷ — عبید اللہ ابنِ عباس کے بچوں کا قتل

"مجالس" مفیدؒ اور "امالی" مفیدؒ میں مرقوم ہے کہ معاویہ بن ثعلبہ سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ جب معاویہ بن ابی سفیان کی حکومت ہر طرح سے مستحکم ہو چکی تو اُس نے بُسر بن ارطات کو شیعۂ امیر المومنین علیہ السلام کی تلاش میں حجاز کی جانب روانہ کیا اور مکّے پر اُس وقت عبید اللہ ابنِ عبّاس بن عبد المطّلب مقرّر تھے۔ بسر بن ارطات ان کو تو پکڑ نہ سکا مگر اُس کو اطّلاع ملی کہ عبید اللہ کے دو بچّے (بیٹے) اسی شہر میں موجود ہیں، اس نے اُن دونوں بچّوں کو تلاش کرکے گرفتار کرا لیا اور حکم دیا کہ ان دونوں کو ذبح کر دیا جائے اور وہ اس کے حکم پر ذبح کر دیے گئے۔ جب یہ خبر اُن بچّوں کی ماں کو پہنچی تو قریب تھا کہ اُن کی روح پرواز کر جاتی، اُنھوں نے اپنے دونوں بچّوں کا مرثیہ پڑھا:

اس واقعے کے کچھ عرصے کے بعد عبید اللہ ابنِ عبّاس ایک مرتبہ معاویہ کے پاس گئے تو بسر بن ارطات وہاں بیٹھا ہوا تھا۔

معاویہ نے عبید اللہ سے کہا: تم اِس بوڑھے کو پہچانتے ہو؟ یہ تمھارے دونوں بچّوں کا قاتل ہے۔

بسر نے کہا: ہاں مَیں نے ان دونوں کو قتل کیا ہے مگر اب اس بات کو چھوڑو۔

عبید اللہ نے کہا: کاش اِس وقت میرے پاس تلوار ہوتی۔

بسر نے کہا: لو۔ یہ میری تلوار ہے۔ (یہ کہہ کر اُس نے اپنی تلوار عبید اللہ کی طرف بڑھا دی۔)

مگر معاویہ نے فوراً روکا اور کہا؛ اے بوڑھے! تُو کتنا بڑا احمق ہے۔ اُس شخص کو تُو اپنی تلوار دے رہا ہے جس کے دو بچوں کو تُو نے قتل کیا ہے۔ شاید تجھے بنی ہاشم کی دلی کدورت کا عِلم نہیں ہے اگر تُو نے انھیں تلوار دے دی، تو یہ پہلے تو تجھے ماریں گے اِس کے بعد مجھ پر وار کریں گے۔

عبید اللہ بن عبّاس نے کہا سچ ہے۔ اگر یہ تلوار مجھے مل جاتی تو پہلے تو مَیں تجھے صاف کرتا، پھر اس کو (معاویہ کو) قتل کر دیتا۔ (مجالس مفیدؒ اور امالی مفیدؒ)

(۱۸) حُجر بن عدیؓ کا قتل اور ایک تابعی کے تأثرات

"امالی" مفیدؒ میں حسن بن ابی الحسن بصری سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ: مَیں دَورِ معاویہ میں خراسان کے اندر فوج میں تھا اور ہم لوگ تابعین میں سے ایک شخص کے ماتحت تھے۔ اُس نے ایک دن ظہر کی نماز ہمارے ساتھ پڑھی، پھر منبر پر گیا حمد و ثنائے الٰہی بجالایا، اس کے بعد کہا؛

"اے لوگو! تاریخِ اسلام میں ایک عظیم حادثہ ہو گیا، اتنا عظیم حادثہ، کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی رحلت کے بعد آج تک اتنا عظیم حادثہ کبھی نہیں ہوا۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ معاویہ نے حُجر بن عدیؓ اور اُن کے ساتھیوں کو قتل کرا دیا ہے۔ اب اگر مسلمانوں میں کچھ بھی غیرت ہے تو کچھ کریں اور اگر غیرت نہیں ہے تو مَیں اللہ تعالیٰؐ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میری روح جلد از جلد قبض کر لے۔

حسن بن ابی الحسن کا بیان ہے، خدا کی قسم، وہ دوسری نماز ہم لوگوں کے ساتھ نہیں پڑھ سکا اور اس کی موت پر شور و غوغا بلند ہوا۔ (امالی مفیدؒ)

(۱۹) حُجر بن عدیؓ کے قتل کی خبر سُن کر حضرت امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا:

صالح بن کیسان سے روایت ہے کہ جب معاویہ نے حُجر بن عدیؓ اور اُن کے اصحاب کو قتل کر دیا تو اسی سال حج پر گیا وہاں امام حسین علیہ السّلام سے اس کی ملاقات ہوئی تو اس نے کہا؛ اے ابو عبداللہؑ! مَیں نے حجر بن عدیؓ اور اس کے ساتھیوں اور تمھارے

باپ کے شیعوں کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کی خبر تم تک پہنچی ؟
آپؑ نے پوچھا: تو نے اُن لوگوں کے ساتھ کیا کیا ؟
معاویہ نے کہا: ہم نے اُن کو قتل کیا، اُن کو کفن دیا اور اُن کی نمازِ جنازہ پڑھی۔
امام حسین علیہ السلام یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا: لیکن اے معاویہ! اگر ہم تیرے شیعوں کو قتل کرتے تو نہ انھیں کفن دیتے اور نہ اُن کی نمازِ جنازہ پڑھتے اور نہ انھیں قبر میں دفن کرتے۔

بیشک، مجھے اطّلاع ملی ہے کہ تُو نے میرے پدرِ بزرگوار کو بُرا کہنا، ہم لوگوں کی منقصت کرنا اور بنی ہاشم پر اعتراض کرنا، اپنا شعار بنالیا ہے۔ اگر تُو ان میں عیب نکالتا ہے تو پہلے ذرا اپنے دل سے پوچھ کہ حق اُس کے ساتھ ہے یا حق اس کے خلاف ہے ؟ اگر تجھے اپنے نفس میں بنی ہاشم سے بھی بڑے عیوب نہ ملیں تو اُن سے چھوٹے بھی نہ ملیں گے۔

اے معاویہ! تُو، اُس شخص (عمرو بن العاص) کی باتوں میں آگیا کہ نہ تو اُس کا اسلام ہی قدیم ہے اور نہ اُس کا نفاق جدید ہے۔ اُس کی نظر تیری بھلائی پر نہیں ہے لہٰذا تُو خود اپنی بھلائی کی فکر کر یا پھر اُسے چھوڑ دے۔

(احتجاج طبرسی ص۱۵۲، کشف الغمہ جلد۲ ص۲۰۵)

(۲۰) عمرو بن الحمق کا قتل

معاویہ بن عمّار سے مرفوع روایت ہے کہ: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک مرتبہ کہیں ایک فوجی دستہ بھیجا اور اِن لوگوں سے کہہ دیا کہ تم لوگ رات کے فلاں حصّے میں راستہ بھول جاؤ گے تو پھر اپنے بائیں جانب چلنا، آگے بڑھو گے تو تمھیں ایک شخص ملے گا۔ تم اُس سے راستہ پوچھو گے تو وہ کہے گا کہ جبتک تم لوگ ہماری غذا تناول نہ کرو گے مَیں راستہ نہ بتاؤں گا۔ پھر وہ ایک دنبہ ذبح کر کے تم لوگوں کو کھلائے گا اور اُٹھ کر تمھیں راستہ بتائے گا تم اُس سے میرا سلام کہنا اور میرا یہ پیغام دینا کہ "مدینے میں، مَیں ظہور کر چکا ہوں"

غرض وہ لوگ روانہ ہوئے اور واقعًا وہ راستہ بھول گئے تو ان ہی میں سے ایک سپاہی نے کہا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا تھا کہ تم راستہ بھول جاؤ تو بائیں جانب چل پڑنا۔ لہٰذا وہ لوگ بائیں جانب چل دیے، آگے بڑھے تو ایک شخص سے ملاقات ہوئی، جیسا کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔ ان لوگوں نے اس سے راستہ پوچھا:
اُس نے جواب دیا: جبتک تم لوگ ہمارے یہاں کھانا نہ کھالو گے، مَیں راستہ نہ بتاؤں گا

اُن لوگوں نے اُس کے یہاں کھانا کھایا۔ پھر اُس نے انھیں راستہ بتایا، مگر اُس کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا سلام کہنا بھول گئے۔

اُس شخص نے کہ جس کا نام عمرو بن الحمق تھا، پوچھا، کیا نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مدینے میں ظہور فرمایا ہے؟

ان لوگوں نے کہا؛ جی ہاں۔

یہ سن کر عمرو بن الحمق مدینے آکر آنحضرتؐ سے ملے اور ایک عرصے تک آپؐ کے ساتھ رہے پھر آنحضرتؐ نے ان کو حکم دیا کہ جس جگہ سے آئے ہو وہیں واپس جاؤ۔

پھر جب امیر المومنین علیہ السّلام سریر آرائے خلافت پر متمکّن ہوئے تو وہ آپؑ کے پاس کوفے آئے اور آپؑ کے ساتھ وہیں قیام کیا۔

ایک دن امیر المومنین علیہ السّلام نے اُن سے پوچھا؛ کیا تمھارا کہیں گھر ہے؟

اُنھوں نے کہا؛ جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا؛ اس کو فروخت کردو اور ازد میں گھر بناؤ، اس لیے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آئندہ جب تم روپوش ہوگے تو تم کو تلاش کیا جائے گا، مگر قبیلۂ ازد میں تم انھیں نہ مل سکو گے، یہاں تک کہ تم کوفے سے نکل کر قلعۂ موصل جانے لگو گے تو تمھارا گذر ایک ایسے شخص کی طرف سے ہوگا جو چلنے پھرنے سے معذور ہوگا، تم اُس کے پاس بیٹھو گے اور اُس سے پانی مانگو گے وہ تمھیں پانی پلائے گا اور تمھارا حال پوچھے گا، تم اپنا حال بتانا اور اس کو اسلام کی دعوت دینا، وہ اسلام قبول کرے گا، تم اُس کے گھٹنوں پر اپنا ہاتھ پھیرنا، اللہ تعالیٰ اس کو صحّت دے گا تو وہ اپنے پیروں پر چلنے لگے گا، اور وہ بھی تمھارے ساتھ ہو جائے گا۔

پھر تمھارا گذر ایک نابینا شخص کی طرف سے ہوگا جو سرِ راہ بیٹھا ہوگا، تم اس سے پانی مانگو گے، وہ تمھیں پانی پلائے گا، تمھارا حال پوچھے گا، تم اُس سے اپنا حال بتانا اور اُسے اسلام کی دعوت دینا۔ وہ اسلام قبول کرے گا۔ پھر تم اس کی دونوں آنکھوں پر اپنا ہاتھ مسح کر دینا اللہ تعؐ اس کی آنکھوں میں بصارت عطا کر دے گا۔ وہ بھی تمھارے ساتھ ہو جائے گا اور یہی دونوں تمھاری موت کے بعد تمھاری میّت کو قبر میں دفن کریں گے۔

پھر چند سوار تمھارا پیچھا کرتے ہوئے آئیں گے جب تم قلعے کے قریب فلاں مقام پر پہنچو گے تو وہ سوار قریب آجائیں گے تم اپنے گھوڑے سے اُتر کر غار میں چلے جانا، اس لیے کہ تمھارے خون میں فاسقانِ جنّ والنس دونوں شریک ہوں گے۔

چنانچہ عمرو بن الحمق نے ویسا ہی کیا جیسا کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب عمرو بن الحمق قلعے کے پاس پہنچے تو اُن دونوں ہمراہیوں سے کہنے لگے کہ ذرا اوپر چڑھ کر دیکھو کچھ نظر آرہا ہے ؟

اُنھوں نے دیکھا اور بتایا کہ ہاں چند سوار اِدھر آتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

یہ سُن کر وہ اپنے گھوڑے سے اُترے اور گھوڑے کو آزاد چھوڑ دیا اور غار میں داخل ہوگئے، اندر پہنچتے ہی ایک کالے ناگ نے اُن کو ڈس لیا۔ اب وہ سوار بھی وہاں پہنچ گئے، تو اُن کے گھوڑے کو آزاد پایا، تو پہچان گئے کہ یہ انہی کا گھوڑا ہے۔ اِدھر اُدھر تلاش کیا، جب نہیں پایا تو غار کے اندر گئے، دیکھا کہ وہ پڑے ہوئے ہیں۔ جب وہ اُن کے جسم کے کسی حصّے کو ہاتھ لگاتے تو گوشت جُدا ہو کر ہاتھ میں آجاتا۔ مجبوراً ان لوگوں نے ان کا سر کاٹ لیا اور لاش وہیں چھوڑ دی۔ سر لیے ہوئے معاویہ کے پاس آئے۔ معاویہ نے اُن کا سر ایک نیزے پر نصب کر دیا۔

اسلام میں یہ پہلا سر تھا۔ جس کو نیزے پر نصب کیا گیا۔

(رجال کشی)

(۲۱) صعصعہ بن صوحان کا معاویہ کو برسرِ منبر ٹوکنا

ہشّام بن سائب نے اپنے والد سے روایت کی، اُن کا بیان ہے کہ ایک دن معاویہ نے مسجدِ دمشق میں خطبہ دیا اور اُس دن وہاں علمائے قریش وخطبائے ربیعہ و صنادید و ملوکِ یمن موجود تھے۔

معاویہ نے اپنے خطبے میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلفاء کو مکرّم کیا ہے اُن کو جہنّم سے محفوظ رکھا ہے اور جنّت اُن کے لیے واجب ولازم کردی ہے۔ پھر اُس نے مجھے بھی اُن خلفاء میں قرار دیا اور میرے انصار اہلِ شام کو حرمِ الٰہی کا محافظ اور نصرت وتائیدِ خداوندِ عالم سے انھیں دشمنانِ خدا پر فتحیاب کیا۔

راوی کا بیان ہے، اُس وقت جامع مسجد میں اہلِ عراق میں سے احنف بن قیس اور صعصعہ بن صوحان بھی موجود تھے۔

احنف بن قیس نے صعصعہ سے کہا، کیا تم کچھ کہو گے، یا مجھے اُٹھنا پڑے گا۔

صعصعہ نے کہا، نہیں، مَیں کافی ہوں تمھیں اُٹھنے کی ضرورت نہیں۔

یہ کہہ کر صعصعہ بن صوحان اُٹھے اور اُنھوں نے کہا: اے ابوسفیان کے بیٹے! تُو نے تقریر کی اور بہت بلیغ تقریر کی، اور جو کچھ کہنا چاہا اس میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ مگر تُو یہ کیسے

کہتا ہے کہ (اللہ نے تجھے خلیفہ بنایا ہے)۔ تُو تو زبردستی ہم پر حاوی ہوگیا اور جبراً ہم پر بادشاہ بن گیا اور بغیر حق کے ہم پر مسلّط ہوگیا۔ اور یہ جو اہلِ شام پر تُو اِترا رہا ہے اور پھولا ہوا ہے تو اس سے زیادہ مخلوق کی اطاعت کرنے اور خالق کی نافرمانی کرنے والا ہے۔ یہ وہ قوم ہے کہ جن کے دین اور جن کے اجسام کو تُو نے مال و دولت کے عوض خرید لیا ہے۔ جبتک تُو انھیں دیتا رہے گا، تیرے حامی و مددگار رہیں گے جب دینا بند کردے گا تو یہ بھی بیٹھ رہیں گے اور تجھے چھوڑ دیں گے۔

معاویہ نے کہا: ابنِ صوحان! خاموش، خدا کی قسم اس تحمّل و برداشت اور مہربانی سے تو یہی بہتر تھا کہ مَیں نے غصّے کو نہ پیا ہوتا، خصوصاً تم جیسوں سے مَیں نے ہاتھ روکا اور برداشت کیا۔ خبردار، اب ایسی بات منھ سے نہ نکالنا۔

یہ سُن کر صعصعہ بیٹھ گئے۔ (امالی مفیدؒ)

(۲۲) معاویہ اور حارثہ بن قدامہ سے فقروں کا تبادلہ

عبدالملک بن عمیر لخمی سے روایت ہے، اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حارثہ بن قدامہ سعدیؓ معاویہ کے پاس آیا تو معاویہ کے ساتھ احنف بن قیس اور حباب مجاشعی بھی تخت پر بیٹھے ہوتے تھے۔

معاویہ نے پوچھا، تم کون ہو؟

اُس نے جواب دیا، مَیں حارثہ بن قدامہ ہوں۔

(اور یہ شخص ایک بہت نجیب و شریف تھا۔)

معاویہ نے کہا: تمھیں کس چیز سے تشبیہ دی جائے۔ تم تو بس شہد کی مکھّی معلوم ہوتے ہو۔

یہ سن کر حارثہ چراغ پا ہوگیا اور بولا: معاویہ خبردار! مجھ سے ایسی باتیں نہ کرنا اچھا تُو، نے مجھے شہد کی مکھّی سے تشبیہ دی ہے تو خیر، اس میں زہریلا ڈنک بھی ہے اور شہد بھی ہے، مگر معاویہ! اس کے معنٰی تو کُتیا کے ہیں جو کتّوں کو دیکھ کر عوعو کرتی ہے۔ اور اُمیّہ تو امَۃ کی تصغیر ہے جس کے معنٰی کنیز کے ہیں۔

معاویہ نے کہا: دیکھو! ایسا نہ کہو۔

حارثہ نے کہا کہ جب تو نے مجھے کہا تو مَیں نے تجھے بھی کہہ دیا۔

معاویہ نے کہا؛ اچھا، اب آؤ میرے ساتھ تخت پر بیٹھ جاؤ۔

حارثہ نے کہا؛ نہیں۔

معاویہ نے کہا؛ کیوں؟

حارثہ نے جواب دیا؛ اس لیے کہ مَیں اِن دونوں کے ساتھ گفتگو میں شریک نہ ہوں گا

معاویہ نے کہا؛ تم قریب تو آؤ۔ مَیں تم سے چپکے چپکے بات کروں گا۔

حارثہ قریب گیا تو معاویہ نے کہا؛ اے حارثہ! مَیں نے اِن دونوں سے ان کے دین کو خرید لیا ہے۔

حارثہ نے کہا؛ اور مجھ سے بھی تو میرا دین خرید لے۔

معاویہ نے کہا؛ زور سے بات نہ کرو۔

(امالی مفیدؒ۔ احتجاج طبرسیؒ)

بحار الانوار

باب ۱۲

حلیۂ مبارک، سنِ شریف

شہادت اور دفن

۱ — تاریخِ ولادت وشہادت

امام حسن علیہ السلام ماہِ رمضان ۲ سنہ ھ یعنی جس سال غزوۂ بدر واقع ہوا آپؑ اُسی سال تولّد ہوئے اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ آپؑ ۳ سنہ ھ میں تولّد ہوئے، اور ۴۹ سنہ ھ کے ماہِ صفر کی آخری تاریخوں میں آپؑ نے وفات (شہادت) پائی۔ وقتِ وفات آپؑ کا سن ۴۷ سینتالیس سال چندہ ماہ تھا۔ (کافی جلد ۱ صـ ۴۶۱)

۲ آپؑ ماہِ رمضان ۲ سنہ ھ میں تولّد ہوئے اور ماہِ صفر ۴۹ سنہ ھ میں مدینے کے اندر زہر سے شہید کیے گئے۔ وقتِ شہادت آپؑ کا سن سینتالیس سال تھا۔

(نوٹ) شہید علیہ الرحمہ اپنی کتاب "الدروس" میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی ولادت پندرہ ماہِ رمضان بروز سہ شنبہ ۲ سنہ ھ کو مدینے میں ہوئی۔
اور مفید علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ آپؑ کی ولادت ۳ سنہ ھ میں ہوئی۔ اور مدینے ہی کے اندر ۷ صفر بروز پنجشنبہ ۴۹ سنہ ھ یا ۵۰ سنہ ھ میں زہر سے شہید کر دیے گئے۔ اُس وقت آپؑ کا سن سینتالیس یا اڑتالیس سال تھا۔
کفعمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام ۱۵ ماہِ رمضان بروز سہ شنبہ ۳ سنہ ھ میں تولّد ہوئے اور ۷ ماہِ صفر روز پنجشنبہ ۵۰ سنہ ھ میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ آپؑ کا نقشِ خاتم "العزۃ للہ" تھا۔ آپؑ کے پندرہ فرزند تھے چار ازواج اور چونسٹھ کنیزیں تھیں۔ آپ کے حاجب و دربان سفینہ نامی تھے۔

۳ تاریخِ ولادت وشہادت

کتاب مناقب میں ہے کہ امام حسن علیہ السلام کی ولادت باسعادت مدینے کے اندر ۱۵ ماہِ رمضان سنہ غزوۂ احد ۳ سنہ ھ میں ہوئی، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۲ سنہ ھ میں ہوئی۔ ولادت کے ساتویں دن حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ان کو حریرِ جنت کے ایک پارچے میں لپیٹ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائیں۔ اُس وقت حضرت جبرئیلؑ آنحضرتؐ کی خدمت میں نازل ہوئے۔ اُنھوں نے اُن کا نام "حسن" رکھا۔ اور عقیقے میں ایک مینڈھا ذبح فرمایا۔

امام حسن علیہ السلام نے اپنے جدِّ امجد کے ساتھ سات سال چند ماہ گذارے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مکمل آٹھ سال اور اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ تیس سال اور اُن کے بعد نو سال، اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مکمل دس سال زندگی بسر کی۔

آپؑ کا حلیۂ مبارک :

آپؑ متوسط القامت تھے، ریشِ مبارک گھنی تھی۔ ۲۱ ماہِ رمضان ۴۰ سنہ ھ بروز جمعہ وفاتِ (شہادتِ) امیر المومنین علیہ السلام کے بعد آپؑ کی بیعت کی گئی۔ آپؑ کے سردارِ لشکر عبید اللہ بن عباسؓ تھے۔ ان کے بعد قیس بن سعد بن عبادہ ہوئے۔ وقتِ بیعت آپؑ کا سن ۳۷ سال تھا۔ چار ماہ تین دن آپؑ کا دورِ خلافتِ ظاہری رہا۔ اِس کے بعد آپؑ کے اور معاویہ کے درمیان ۴۱ سنہ ھ میں صلح ہوگئی اور آپؑ مدینے واپس آگئے اور وہاں دس سال زندہ رہے۔

نام، کنیت اور القاب

نام : اللہ تعالیٰ نے آپؑ کا نام "حسن" رکھا۔ توریت میں آپؑ کا نام شبّر ہے۔

کُنیت : آپؑ کی کنیت ابو محمدؐ اور ابو القاسم ہے۔

القاب : آپؑ کے القاب۔ سیّد۔ سبط۔ امین۔ حجت۔ برّ۔ تقی۔ اثیر۔ زکی۔

مجتبیٰ، سبطِ اوّل اور زاہد ہیں۔

آپؑ کی والدۂ گرامی فاطمہؑ بنتِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں۔
آپؑ مظلوم رہے اور زہر سے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ آپؑ نے مدینے میں معاویہ کی حکومت کے دسویں سال وفات پائی۔

چالیس روز تک بیمار رہے ۲۸ صفر ۵۰ھ میں، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۴۹ھ میں آپؑ نے وفات پائی۔ وقتِ وفات آپؑ کا سن ۴۷ سال چند ماہ تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ ۴۸ سال تھا۔

معاویہ نے جُعدہ بنتِ محمّد ابنِ اشعث کندی کو جو ابوبکر بن ابی قحافہ کی بہن اُمِّ فروہ کی بیٹی تھی دس ہزار دینار اور سقی سورا و سوادِ کوفہ میں زمین کے دس قطعات اس شرط پر دیے کہ وہ امام حسنؑ کو زہر دے دے۔

امام حسین علیہ السّلام نے آپؑ کو غسل دیا کفن پہنایا اور دفن کیا۔ آپؑ کی قبر بقیع میں آپؑ کی جدّۂ ماجدہ فاطمہ بنتِ اسدؑ کے پہلو میں ہے۔

(مناقب جلد ۴ ص ۲۸ - ۲۹)

(۴) تاریخِ ولادت کی تحقیق

کمال الدّین ابنِ طلحہ نے اپنی کتاب "کشف الغمّہ" میں تحریر کیا ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام کی ولادت میں جتنی روایات ملتی ہیں اُن میں صحیح ترین روایت یہ ہے کہ آپؑ ۱۵ ماہِ رمضان ۳ھ میں مدینے کے اندر پیدا ہوئے۔ اس لیے کہ آپؑ کے والد بزرگوار حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السّلام کا عقد حضرت فاطمہؑ سے ماہِ ذی الحجہ ۲ھ میں ہوا اور امام حسن علیہ السّلام اُن کی پہلی اولاد ہیں۔

- یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؑ کی والدہ نے آپؑ کو چھ مہینے پر جنا۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ جب آپؑ تولّد ہوئے اور نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اس کی اطّلاع دی گئی تو آپؐ نے اُن کو اپنی آغوش میں لیا اور کان میں اذان کہی۔

- جنابذی ابومحمّد عبدالعزیز بن اخضر اور ابنِ خشّاب نے روایت کی ہے کہ آپؑ کی ولادت چھ مہینے پر ہوئی۔ اور چھ مہینے پر جو بچّہ پیدا ہوا وہ زندہ نہیں رہا۔ سوائے امام حسنؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے۔

- دولابی نے اپنی کتاب "الذریۃ الطّاہرہ" میں تحریر کیا ہے کہ حضرت علیؑ کا

عقد حضرت فاطمہؑ سے ہوا اور امام حسنؑ غزوۂ اُحد کے دو سال بعد پیدا ہوئے۔ غزوۂ اُحد اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مدینے کی طرف ہجرت کے درمیان دو سال چھ ماہ پندرہ دن کا عرصہ تھا۔ اس حساب سے امام حسنؑ کی ولادت ہجرت سے چار سال چھ ماہ پندرہ دن بعد ہوئی۔ اور غزوۂ اُحد اور غزوۂ بدر کے درمیان ایک سال چھ ماہ کا عرصہ تھا۔

● ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ امام حسنؑ ماہِ رمضان ۳ سنہ ھ میں پیدا ہوئے۔

● آپؑ کی کنیت ابو محمدؑ ہے۔ مروی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے آپ کے عقیقے میں ایک مینڈھا ذبح کیا اور سر کے بال اُتروائے اور فرمایا کہ بال کے وزن کے برابر چاندی صدقے میں دی۔

● روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ نے امام حسنؑ کے عقیقے میں ایک مینڈھا ذبح کرنا چاہا تو نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ تم اس کا عقیقہ نہ کرو، بلکہ تم صرف سر کے بال اُتروا دو اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی فی سبیل اللہ صدقہ کردو۔

● اسی کتاب میں ابنِ عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے امام حسن علیہ السّلام کے عقیقے میں ایک مینڈھا اور امام حسین علیہ السّلام کے عقیقے میں بھی ایک مینڈھا ذبح کیا۔

● کنجی شافعی نے اپنی کتاب " کفایۃ الطالب " میں تحریر کیا ہے کہ حسنؑ ابنِ علیؑ کی کنیت ابو محمدؑ تھی۔ آپؑ مدینے میں ۳ سنہ ھ ۱۵ ماہِ رمضان کی شب میں پیدا ہوئے۔ آپؑ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے بیحد مشابہ تھے۔

حلیۂ مبارک: ● احمد بن محمدؐ بن ایوب مغیری سے ایک مرفوع روایت ہے کہ امام حسنؑ کا گورا سُرخ شربتی رنگ تھا، آنکھیں بڑی بڑی اور سیاہ، رُخسار (گال) پچکے ہوئے، سینے پر چھوٹے چھوٹے بال جو ناف تک چلے گئے تھے۔ ریشِ مبارک گھنی، سر پر کانوں تک زلفیں، گردن، جیسے چاندی کی صراحی، مضبوط جوڑ وبند، شانے چوڑے متوسّط قدو قامت، ملیح صورت، چہرہ تمام لوگوں سے حسین۔ آپؑ سیاہ خضاب لگاتے بال گھونگریالے، غرض سراپا حسین وجمیل تھے۔

● حضرت علی علیہ السّلام سے روایت ہے کہ امام حسنؑ رسول اللہ سے سینے سے لیکر اوپر سر تک اور امام حسینؑ سینے سے لیکر پاؤں تک سب سے زیادہ مشابہ تھے۔

(کشف الغمہ جلد ۲ صـ ۹۴)

⑤ حالاتِ مرض وشہادت

کشف الغمہ میں مرقوم ہے کہ عبدالعزیز بن اخضر سے روایت ہے کہ امام حسنؑ نے ۴۵ سال کی عمر میں رحلت فرمائی، امام حسینؑ اور ان کے بھائی محمدؒ وعباسؓ نے ان کو غسل دیا۔ سعید بنؓ العاص نے آپؑ کی نمازِ جنازہ پڑھائی یہ واقعہ ۴۹ سنہ ھ کا ہے۔

(**نوٹ**) اس وقت سعید بن العاص والئ مدینہ اور طریقۂ مسلمین یہی تھا کہ جنائز کی نماز یا تو خلیفۃ المسلمین پڑھائے ورنہ والئ شہر یہ کام انجام دے تاہم امام حسن علیہ السلام کی نمازِ جنازہ پڑھانے کیلئے امام حسینؑ آگے بڑھے تو اُس نے کہا کہ جب اِس وقت یہی طریقہ ہے کہ والئ شہر یا خلیفۂ وقت اولیٰ بالمومنین ہے تو اُس کی موجودگی میں آپؑ نمازِ جنازہ نہیں پڑھا سکتے۔ اسی بناء پر سعید بن العاص نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

حافظ نے حلیۃ الاولیاء میں عمرو بن اسحاق سے روایت ہے کہ: ایک مرتبہ میں حضرت امام حسن ابن علیؑ علیہ السلام کی عبادت کو گیا۔ اس وقت آپؑ کے پاس ایک اور شخص بھی موجود تھا۔ آپؑ نے اُس سے کہا: اے فلاں! جو پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لے۔

اُس نے کہا: نہیں، جبتک آپؑ صحتیاب نہ ہو جائیں گے میں آپؑ سے کچھ نہ پوچھوں گا۔

پھر آپؑ اندر تشریف لے گئے اور واپس آکر پھر فرمایا: پوچھ لو مجھ سے قبل اس کے کہ تم مجھ سے نہ پوچھ سکو۔

اُس نے کہا: نہیں، پہلے آپؑ کو اللہ صحتیاب کر دے، پھر پوچھوں گا۔

آپؑ نے فرمایا: میری قے (اُلٹی) میں جگر کے ٹکڑے گرے ہیں مجھے بار بار زہر پلایا گیا ہے مگر اس مرتبہ کے جیسا زہر مجھے کبھی نہیں پلایا گیا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں دوسرے دن پھر گیا تو آپؑ جانکنی کے عالم میں تھے۔ امام حسین علیہ السلام اُن کے بالینِ سر تھے۔

اُنھوں نے پوچھا: بھائی! یہ زہر آپؑ کو کس نے دیا ہے؟

امام حسنؑ نے کہا: کیوں؟ کیا تم اس کو قتل کروگے؟

امام حسینؑ نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: جس پر میرا گمان ہے اگر وہی ہے تو وہ زیادہ طاقت ور ہے (تم اس کو قتل نہ کرسکوگے) اور اگر وہ نہیں ہے، بلکہ زہر دینے والا کوئی اور ہے تو مَیں نہیں چاہتا کہ میرے خون کے عوض وہ قتل ہو جو میرے قتل سے بری ہے۔

یہ کہہ کر آپؑ انتقال فرماگئے۔

● رقیّہ بن مصقلہ سے روایت ہے کہ جب امام حسنؑ بن علیؑ کا وقتِ وفات قریب آیا تو آپؑ نے فرمایا: مجھے ذرا صحرا میں لے چلو۔ مَیں ملکوت السّماوات یعنی آیاتِ الٰہی دیکھنا چاہتا ہوں۔

جب آپؑ صحرا میں پہنچے تو فرمایا: ”پروردگارا! مَیں اپنی جان تیرے سپرد کرنا چاہتا ہوں جو میرے لیے سب سے پیاری شے ہے۔“

(کشف الغمہ جلد ۲ ص ۱۴۲-۱۶۲)

(۶) بسترِ مرگ پر امام حسنؑ کے پند و نصائح

جنادہ بن ابی اُمیّہ سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ مَیں ایک مرتبہ امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ جناب مرضِ موت میں مبتلا تھے۔ آپؑ کے سامنے ایک طشت رکھا ہوا تھا جس میں آپؑ بار بار خون تھوکتے تھے اور آپؑ کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر رہا تھا یہ اس زہر کی وجہ سے تھا جو معاویہ نے آپؑ کو پلوایا تھا۔

مَیں نے عرض کیا: مولا! آپؑ اس کا علاج کیوں نہیں کرتے؟

آپؑ نے فرمایا: بندۂ خدا! موت کا کیا علاج ہے۔

مَیں نے کہا: ”اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ“

اس کے بعد آپؑ میری طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا: خدا کی قسم، رسول اللہؐ ہم لوگوں کو بتا گئے ہیں کہ اولادِ علیؑ و فاطمہؑ میں سے بارہ افراد (مع علیؑ) اِس امرِ امامت کے مالک ہوں گے اور ہم میں سے ہر ایک یا قتل ہوگا یا زہر سے شہید ہوگا۔

پھر وہ طشت اُٹھا لیا گیا اور آپؑ گریہ فرمانے لگے۔

راوی کا بیان ہے کہ مَیں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! ہمیں کچھ نصیحتیں فرمائیے۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا (اے جنادہ!) سنو!

○ اِستعدَّ لِسفرك وحَصّل زادك قبل حُلول اَجلك واعلم اَنَّكَ تطلب الدنيا و الموت يَطْلُبك۔

اپنے سفر کی تیاری کرلو اجل آنے سے پہلے زادِ سفر مہیّا کرلو۔ اور جان لو کہ تم لوگ دنیا کے طالب ہو اور موت تمھاری طلب میں ہے۔

○ وَلَا تحْمل هَمّ يومكَ الّذى لَمْ يأت علىٰ يومكَ الّذى اَنتَ فيه

اور اپنے آج کے دن پر آنے والے دن (کل) کی فکر کا بوجھ نہ ڈالو۔

○ وَاعْلَمْ اَنّكَ لا تكسب مِنَ المالِ شيئًا فوق قُوتكَ اِلّا كنتَ فيه خازِنًا لِغيركَ

اور یہ بھی جان لو کہ اپنے اخراجات سے زیادہ جو دولت تم کماتے ہو اس کے تم خزینہ دار (خزانچی) ہو، دوسروں کیلئے

○ وَاعلم اَنَّ فى حلالها حساب وفى حرامها عقاب وفِى الشُّبهات عتاب

اور تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا کی حلال کی کمائی کا حساب ہوگا اور کسبِ حرام پر عذاب اور مشتبہ کمائی پر عتاب ہوگا۔

○ فَاَنزل الدّنيا بِمنزلةِ المَيْتة، خُذْ مِنهَا مَا يَكْفِيكَ، فَاِنْ كان ذالك حلالًا كُنتَ قَدْ زَهَدتَ فيها وَاِنْ كان حرامًا لَمْ يكن فيه وزر۔ فَاَخَذْتَ كمَا اَخَذْتَ مِنَ الميتةِ وَاِنْ كان العتاب فَاِنَّ العتاب يَسِيرٌ۔

دنیا بمنزلۂ مردار ہے اس میں سے بس اتنا ہی لے لو جتنا تمھیں کافی ہو جائے اس لیے کہ اگر یہ لینا حلال ہے تو بقیّہ جو تم نے نہیں لیا اس میں زہد سے کام لیا ہے اور اگر حرام ہے تو اس کا بھی کوئی بوجھ تم پر (زیادہ) نہیں پڑے گا، اس لیے کہ تم نے اتنا ہی لیا ہے جتنا ایک مُردار کھایا جا سکتا ہے۔ اور اگر اس پر عتاب بھی ہوگا تو وہ بہت معمولی سا۔ (زیادہ نہیں)

○ وَاعْمَلْ لِدُنياكَ كَاَنَّكَ تَعِيشُ اَبَدًا وَاعْمَلْ لِاٰخِرتِكَ كَاَنَّكَ تَمُوتُ غَدًا

اور اپنی دنیا کے لیے جو کام کرو تو اس طرح، گویا تمھیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے (جلدی کی کیا ضرورت ہے کرلیں گے) اور جو کام تم اپنی آخرت کے لیے انجام دو تو اس کے لیے (جلدی کرو)

گویا تم کل ہی مرجاؤگے ۔

○ وَاِذا اَرَدْتَ عِزًّا بِلا عشیرةٍ وَهَیبةً بِلاسلطانٍ فَاخْرُجْ من ذلِّ معصیة الله اِلیٰ عزِّ طاعة الله عَزَّ وَجَلَّ

اور اگر تمھیں بغیر قبیلہ وعشیرہ کے عزّت حاصل کرنا ہے اور بغیر سلطنت کے اپنے اندر رُعب ودبدبہ پیدا کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ کی معصیّت کی ذلّت سے نکل کر اطاعتِ الٰہی کی عزّت میں آجاؤ۔

○ وَ اِذا نازعتكَ اِلیٰ صُحْبَةِ الرِّجال حاجةٌ فَاصْحَبْ من اِذا صحبته زانك واذا اخدمته صانكَ واذا اردتَ منه معونةً اعانكَ وان قُلتَ صدَّق قولكَ وَاِنْ صلت شدَّ صولك واِنْ مددتَ یدك بِفضل مدَّها واِنْ بَدَتْ عنك ثلمة سدَّها واِنْ رأی منكَ حسنةً عدَّها وَ اِنْ سأَلتَهُ اَعْطاكَ وَاِنْ سكتَّ عنهُ اِبتداكَ وَاِنْ نزلتْ اِحدیٰ الملمّات به ساءكَ

اور اگر تمھیں لوگوں سے دوستی کی ضرورت بہت زیادہ پریشان کرے تو پھر ایسے کو دوست بناؤ کہ جس کی دوستی تمھیں زیب دے ۔ اگر تم اس سے اعانت چاہو تو تمھاری مدد کرے، اگر تم کوئی بات کہو تو وہ تم کو سچّا سمجھے، اگر تم اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاؤ تو وہ بھی تمھاری طرف مہربانی کا ہاتھ بڑھائے، اگر تم سے اُس کا کوئی نقصان ہوجائے تو وہ تمھیں معاف کردے، اگر تم اس کے ساتھ کوئی نیکی کرو تو وہ اسے اہمیّت دے، اگر تم اس سے کچھ طلب کرو تو وہ عطا کرے، اگر تم خاموشی اور سکوت اختیار کرو تو وہ ابتدائے کلام کرے اگر تم کسی مصیبت میں مبتلا ہوجاؤ تو اُس کو تمھاری پریشانی پر افسوس ہو۔

○ مَن لا تأتیك منه البوائق ولا یختلفُ علیك منه الطرائق ولا یخذلك عند الحقائق وان تنازعتما منقسمًا آثركَ ●

ایسے شخص سے دوستی کرو جو تمھیں مصیبت میں مبتلا نہ کردے ۔ تمھیں غلط راہوں پر نہ ڈال دے، موقع آئے تو تمھارا ساتھ نہ چھوڑدے، اگر کبھی تمھارے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہوجائے تو وہ تمھارے لیے ایثار سے کام لے

اس کے بعد امام حسن علیہ السلام کی سانس بند ہوگئی رنگ زرد ہوگیا مجھے اُن کے متعلق خطرہ محسوس ہوا اتنے میں امام حسین علیہ السلام اور اسود بن اسود آگئے۔ امام حسین علیہ السلام نے جُھک کر اُن کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اُن کے پاس بیٹھ گئے۔ آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگے تو ابوالاسود نے کہا: اِنَّا لِلّٰہ امام حسن علیہ السلام اب دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔

امام حسن علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام کو اپنا وصی بنایا، اور ماہِ صفر کے آخری دنوں میں روز پنجشنبہ ۵۰ ھ میں وفات پائی وقتِ وفات آپ کا سن ۴۷ سال تھا۔ آپ بقیع (جنّت البقیع) میں دفن کیے گئے۔ (کفایۃ الطالب)

(۷) سببِ وفات اور حضرت عائشہ کا یومِ بغل (خچر والا دن)

"عیون المعجزات" سیّد مرتضیٰ علیہ الرحمہ، میں مرقوم ہے کہ امام حسن علیہ السلام بعثتِ سرورِ کائنات کے پندرہ سال اور چند ماہ بعد تولّد ہوئے۔ اُس وقت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا گیارہ سال کی ہوچکی تھیں۔ آپ کی ولادت بھی بالکل اسی طرح ہوئی جس طرح آپ کے جدِّ امجد اور آپ کے پدرِ بزرگوار کی ولادت ہوئی تھی یعنی بالکل طاہر و مطہّر اور تسبیح و تہلیل کرتے ہوئے اور قرأتِ قرآن کرتے ہوئے تولّد ہوئے۔

اصحاب نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کی ہے کہ حضرت جبریلِ امین آپ کی گہوارہ جنبانی کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی وفات کے وقت آپ ۷ سال اور چند ماہ کے تھے۔

امام ابومحمّد حسن علیہ السلام کا اِس دارِ دنیا سے مفارقت کا سبب یہ ہوا کہ معاویہ نے جعدہ بنتِ محمّد بن اشعث (آپ کی زوجہ) کو دس ہزار دینار اور شعب سوار وسوادِ کوفہ میں زمین کے بہت سے قطعات دیے اور اس کے پاس زہر بھیج دیا۔ اُس نے وہ زہر آپ کے کھانے میں ملا دیا اور جب آپ کے سامنے رکھا تو آپ نے فرمایا:

"اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور الحمد للہ"، کہ اب جنّت میں مجھے اپنے جد حضرت محمّد صلعم سیّد المرسلینؐ اور اپنے پدرِ بزرگوار سیّد الوصیینؑ، اپنی والدہ گرامی سیّدۃ نساء العالمینؑ، چچا جعفرؑ طیّار اور حضرت حمزہ سیّد الشہداءؑ سے ملاقات کا موقع ملے گا۔

اور جب امام حسین علیہ السلام اپنے بھائی کے پاس آئے اور پوچھا کہ بھائی جان آپؑ کا کیسا مزاج ہے ؟

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا : آج میرا اس دنیا میں آخری دن ہے اور آخرت کا پہلا دن ہوگا۔ مجھے تمھاری جدائی اور دوسرے بھائیوں سے جدائی کا قلق ہے مگر استغفراللہ رسول اللہؐ وامیرالمومنینؑ و مادرِ گرامی وحضرت جعفر (طیّار) وحضرت حمزہ کی ملاقات کی خواہش میں یہ فراق مجھے گوارا ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے امام حسین علیہ السلام کو وصیّتیں کیں، اسمِ اعظم اور انبیاءؑ کی میراث جو امیرالمومنین علیہ السلام نے آپؑ کو سپرد کی تھیں اُن کے حوالے کیں اور فرمایا: اے برادر! جب مَیں مر جاؤں تو مجھے غسل دینا، حنوط کرنا، کفن پہنانا اور مجھے میرے جد کی قبر پر لے جانا اور قبر کے پہلو میں دفن کر دینا، اگر لوگ مزاحمت کریں تو تمھیں اپنے جد رسول اللہؐ اور پدر، امیرالمومنینؑ اور مادرِ گرامی فاطمہ زہراؑ کے حق کی قسم کسی سے جھگڑا نہ کرنا فوراً میرا جنازہ بقیع لے جانا اور وہاں میری ماں کے پہلو میں دفن کر دینا۔

الغرض، جب امام حسین علیہ السلام اپنے بھائی کے غسل وکفن وغیرہ سے فارغ ہوئے تو اُن کا جنازہ قبرِ رسولؐ کے پہلو میں دفن کرنے کے لیے لے چلے۔ ادھر مروانؑ بن حکمؑ جس کو رسول اللہؐ شہر بدر کر چکے تھے، وہ ایک خچّر پر سوار ہو کر اُمّ المومنین عائشہ کے پاس آیا اور کہا:

"اے اُمّ المومنین! حسینؑ کا ارادہ ہے کہ وہ اپنے بھائی کو رسول اللہؐ کے پہلو میں دفن کریں اور اگر انھوں نے اُن کو وہاں دفن کر دیا تو خدا کی قسم وہ خصوصیّت اور امتیاز جو آپ کے والد ابو بکر اور اُن کے مصاحب عمر فاروق کو قیامت تک کے لیے حاصل ہے باقی نہ رہے گا

حضرت عائشہ نے کہا: پھر اے مروان! مجھے کیا کرنا چاہیے ؟

مروانؑ نے کہا: آپ چلیں اور اُنھیں روک دیں۔

حضرت عائشہ نے کہا: کیسے چلوں ؟

مروانؑ نے کہا: آپ میرے اس بغلے (خچّر) پر سوار ہو جائیں۔

یہ کہہ کر مروانؑ اپنے خچّر سے اُتر پڑا اور حضرت عائشہ خچّر پر سوار ہو کر روانہ ہو گئیں اور لوگوں کو خصوصاً بنی اُمیّہ کو امام حسین علیہ السلام کے مقابلے کے لیے اُبھارتی اور للکارتی چلیں کہ حسینؑ کو حسنؑ کے دفن کرنے سے روکو۔

جب عائشہ قبرِ رسولؐ کے پاس پہنچیں جہاں امام حسن علیہ السلام کا جنازہ پہنچ چکا تھا تو اُنھوں نے خود کو خچّر سے گرا دیا اور کہا: خدا کی قسم، حسنؑ یہاں تاابد دفن نہیں

ہو سکتے (اور اپنے بالوں کی طرف اشارہ کر کے کہا) ورنہ میں انھیں نوچ ڈالوں گی۔

یہ دیکھ کر بنی ہاشم جنگ و جدال پر آمادہ ہو گئے

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: خدا کے لیے تم لوگ میرے بھائی کی وصیت کو نہ چھوڑو اور جنازے کو بقیع کی طرف موڑ دو، اس لیے کہ بھائی نے مجھے قسم دلائی ہے کہ اگر لوگ مجھے میرے جد کے پہلو میں دفن کرنے سے مانع ہوں تو کسی سے جنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور بقیع میں لے جاکر مادرِ گرامی کے پہلو میں مجھے سپردِ خاک کر دیا جائے۔

غرض بنی ہاشم نے جنازے کا رُخ موڑ دیا اور بقیع میں لیجا کر حضرت فاطمہؑ زہرا کے پہلو میں دفن کر دیا۔

اس کے بعد ابنِ عباس کھڑے ہوئے اور بولے: اے حمیراء! (عائشہ) آج تم نے یہ کوئی نئی بات نہیں کی ہے۔ ایک دن تم اونٹ پر نظر آئی تھیں اور آج خچر پر نظر آ رہی ہو۔ کیا تمھارے لیے یہ کافی نہ تھا کہ لوگ تمھارے یومِ جمل کو یاد کریں کہ اب یومِ بغل (خچر) کو بھی یاد کریں گے کبھی تم اُس پر سوار ہوتی تھیں اور آج اِس پر سوار ہو۔ رسول اللہؐ تمھیں پردے میں بٹھا گئے تھے اور تم آنحضرتؐ کے بعد باہر نکل آئیں۔

کیا تم یہ چاہتی ہو کہ نورِ خدا کو بجھا دو۔؟ مگر اللہؐ نے یہ طے کر لیا ہے کہ وہ اپنے نور کو اتمام تک پہنچا کر رہے گا، خواہ مشرک کتنی ہی اس سے کراہت کریں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت عائشہ نے کہا تم دُور ہٹ جاؤ تم پر اور تمھاری قوم پر اُف ہے۔

۵ ــــ روایت میں ہے کہ وقتِ وفات امام حسن علیہ السلام کا سن ۴۷ سال ایک ماہ کا تھا جس میں اُنھوں نے سات سال چھ ماہ رسول اللہؐ کے ساتھ بسر کیے اور اس کے بعد بقیہ (تیس سال) امیر المومنینؑ کے ساتھ اور دس سال آپؑ کے بعد گذارے

۶ ــــ روایت میں یہ بھی ہے کہ آپؑ اپنی والدہ حضرت سیدۃ نساء العالمین کے پہلو میں ایک ہی قبر میں دفن کیے گئے۔ (عیون المعجزات)

۸ ــــ جُعدہ کا گھرانا اور اہلِ بیتؑ سے دشمنی

کتاب "کافی" اور کتاب عدہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: اشعث بن قیس، امیر المومنینؑ کے قتل میں شریک رہا۔ اُس کی بیٹی جُعدہ نے امام حسنؑ

کو زہر دیا اور اشعث کا بیٹا محمد بن اشعث امام حسینؑ کے قتل میں شریک رہا۔
(روضۃ الکافی جلد ۸ صـ ۱۶۷)

۹ دفنِ امام حسنؑ پر حضرت عائشہ سے امام حسینؑ و محمد حنفیہؓ کی تلخ کلامی

محمد بن مسلم نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ مَیں نے آنجنابؑ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جب امام حسن علیہ السلام کا وقتِ احتضار آیا تو آپؑ نے امام حسین علیہ السلام سے فرمایا: بھائی! مَیں تم سے چند وصیتیں کرتا ہوں ان کو دھیان میں رکھنا۔ سنو! جب مَیں مر جاؤں تو غسل و کفن وغیرہ کے بعد قبرِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر لیجانا تاکہ مَیں ان سے اپنے عہد کو تازہ کرلوں، اس کے بعد میری ماں فاطمہ زہراؑ کی قبر پر لیجانا اور بقیع میں دفن کر دینا۔

اور تمھیں یاد رہے کہ حمیراء (عائشہ) میرے معاملے میں وہ اقدام کریں گی کہ جس سے لوگوں کو علم ہو جائے گا کہ اُن کو رسول اللہؐ اور اُن کے اہلِ بیتؑ سے کس قدر عداوت ہے۔

الغرض جب امام حسن علیہ السلام نے وفات پائی تو (غسل و کفن کے بعد) انھیں ایک تابوت میں رکھ کر لوگ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اس مصلّے کے پاس لے گئے جہاں آنحضرتؐ نمازِ جنازہ پڑھایا کرتے تھے اور جب وہاں اُن کی نمازِ جنازہ ہوچکی تو جنازہ وہاں سے اُٹھایا اور مسجد میں لاکر قبرِ رسولؐ کے پاس رکھ دیا۔ جب حضرت عائشہ کو اس کی خبر ہوئی اور انھیں یہ بتایا گیا کہ لوگ امام حسنؑ کا جنازہ یہاں اس لیے لائے ہیں کہ آنحضرتؐ کے پہلو میں دفن کریں۔ تو وہ زین کسے ہوئے خچر پر سوار ہوکر تیزی کے ساتھ آئیں۔ اور اسلام میں یہ پہلی عورت ہے جو زین کسے ہوئے خچر پر سوار ہوئیں۔

الغرض انھوں نے (بنی ہاشم سے) پکار کر کہا، اپنی اولاد کو میرے حجرے (بیت) سے ہٹاؤ یہاں کوئی دفن نہ ہوگا۔ یہ رسولؐ کا زنان خانہ ہے اس کی پردہ دری نہ کرو۔

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زنان خانے کی پردہ دری تو تم اور تمھارے باپ پہلے ہی کرچکے اور اس میں تم نے ایسے شخص کو دفن کیا ہے جس کا قرب رسول اللہؐ کو پسند نہ تھا۔ اے عائشہ! اللہ تعالٰی تم سے اس کی باز پرس کرے گا۔

خیر میرے بھائی نے مجھے ہدایت کی تھی کہ مَیں اُن کا جنازہ رسول اللہؐ کی قبر پر لاؤں تاکہ وہ اُنؐ سے اپنے عہد کو تازہ کرلیں۔ اور تمھیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ میرے بھائی (حسنؑ)

اللہ اور اس کے رسولؐ کی باتوں کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے ۔ وہ کتابِ خدا کی آیات کی تاویل کے سب سے زیادہ عالم تھے اور یہ جانتے تھے کہ رسولؐ اللہ کے گھر کی پردہ دری کس بات سے ہوتی ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

"یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ" (سورۂ احزاب آیت ۵۳)

ترجمۂ آیت : (اے اہلِ ایمان ! تم لوگ رسولؐ کے گھروں میں بغیر اجازت نہ داخل ہوا کرو۔)

مگر تم نے رسول اللہؐ کی اجازت کے بغیر رسولؐ کے گھر میں اپنے عزیزوں کو داخل کرلیا۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

"یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْآ اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ" (سورۃ الحجرات آیت ۲)

ترجمۂ آیت (اے اہلِ ایمان ! اپنی آوازیں رسولؐ کی آواز پر بلند نہ کرو۔)

اور تم نے اپنے باپ اور ان کے فاروق کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوشِ مبارک کے قریب کھدال اور بیلچے چلوائے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی"

(سورۃ الحجرات آیت ۳)

ترجمۂ آیت (بیشک، جو لوگ رسول اللہؐ کے سامنے اپنی آوازوں کو نیچا رکھتے ہیں اللہ نے تقویٰ کے لیے ان کے دلوں کو آزما لیا ہے ۔)

اور تم نے تو اپنے باپ اور ان کے فاروق کو رسول اللہؐ کے قریب بیدھڑک داخل کر دیا جس سے ان کو اذیت پہنچی اور ان لوگوں نے اس حق کا پاس و لحاظ نہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبانی ان دونوں کو حکم دیا تھا کہ :

"اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَمْوَاتًا مَا حَرَّمَ مِنْھُمْ اَحْیَآءً"

ترجمۂ آیت (بیشک مومنین پر حالتِ زندگی میں جو کچھ حرام ہے وہ مرنے کے بعد بھی حرام ہے ۔)

اور اے عائشہ! خدا کی قسم، اگر پہلوئے پیغمبرؐ میں دفنِ حسنؑ جائز ہوتا جو تمھیں ناپسند ہے، تو پھر تمھیں بھی معلوم ہو جاتا کہ تمھاری ناپسندیدگی کے باوجود کیسے نہیں دفن ہوتے (کون انھیں دفن ہونے سے روکتا تو ہم دیکھتے)

اس کے بعد محمدؐ ابنِ حنفیہؒ نے کہا: اے عائشہ! ایک دن تم خچر پر سوار ہو کر آئیں اور ایک دن تم اونٹ پر سوار ہو کر آئی تھیں عداوتِ بنی ہاشم میں تم اس قدر از خود رفتہ ہو کر تمھارے پاؤں زمین پر نہیں ٹک سکے۔

یہ سُن کر حضرت عائشہ نے محمدؐ ابنِ حنفیہؒ سے کہا: اے ابنِ حنفیہؒ! یہ فاطماؤں کی اولادیں تو بات کر رہی ہیں تم کیوں بول رہے ہو؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: تم محمدؐ کو فاطماؤں سے الگ کیوں سمجھ بیٹھیں، یہ تو تین فاطماؤں کی اولاد ہیں۔ فاطمہؑ بنتِ عمران بن عائذ بن عمرو بن مخزوم و فاطمہؑ بنتِ اسد بن ہاشم و فاطمہؑ بنتِ زائدہ بن الاصم بن رواحہ بن حجر بن معیص بن عامر۔

عائشہ نے کہا؛ خیر اب تم لوگ یہ جنازہ لیجاؤ، تم تو جھگڑالو لوگ ہو۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر امام حسین علیہ السلام اُن کے جنازے کو ان کی ماں کی قبر کے پاس لائے۔ انھیں تابوت سے نکالا اور وہیں بقیع میں دفن کر دیا۔

(کافی جلد۱ ص۳۰۲)

۱۰ سنِ وفات حسبِ روایتِ کافی

ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے:

آپؑ نے فرمایا ۵۰ھ میں امام حسن علیہ السلام نے وفات پائی اور اُس وقت آپؑ کا سن ۴۷ سال کا تھا۔ آپؑ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بعد چالیس سال زندہ رہے۔ (کافی جلد۱ ص۴۶۱)

۱۱ تاریخِ ولادت باسعادت

- "تاریخِ" مفید علیہ الرحمہ میں ہے کہ سیدنا ابو محمد حسنؑ بن علیؑ کی ولادت ۱۵ر ماہِ رمضان ہجرت کے اٹھارہ ماہ بعد جنگِ بدر کے سال میں ہوئی۔
- کتاب "دلائل الامامۃ" میں ہے کہ امام حسن علیہ السلام ۱۵ر رمضان ۳ھ میں

پیدا ہوئے اور یہی کتاب " تحفۃ الظرفا " اور کتاب الذخیرہ میں بھی مرقوم ہے

— کتاب " المجتبیٰ فی النسب " میں ہے کہ امام حسن علیہ السلام مدینے کے اندر ماہِ رمضان ۳ھ میں جنگِ بدر سے اُنیس دن پہلے پیدا ہوئے۔

— کتاب " تذکرہ " میں ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام ۱۵ ماہِ رمضان ۳ھ میں پیدا ہوئے اور اسی سال جنگِ اُحد واقع ہوئی۔

— کتاب " موالید الائمہ " میں ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام ماہِ رمضان ۲ھ اور بعض روایات میں ہے کہ ۳ھ میں پیدا ہوئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؑ ۱۵ ماہِ رمضان بروز سہ شنبہ ۳ھ میں مدینے کے اندر پیدا ہوئے۔ اور یہ شاہ یزدجرد بن شہریار کی سلطنت کا زمانہ تھا۔

(۱۲) آپؑ کو اور آپؑ کی کنیز کو زہر دیا گیا

ہمارے اکثر اصحاب نے اپنے اسناد کے ساتھ ابوبکر حضرمی سے روایت کی ہے، ان کا بیان ہے کہ جعدہ بنتِ اشعث بن قیس کندی نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر دیا اور ان کی ایک کنیز کو بھی زہر دیا۔ کنیز نے تو قے کر کے اس زہر کو نکال دیا، مگر امام حسن علیہ السلام کے معدے میں وہ زہر رہ گیا نکل نہ سکا اور اس کے اندر زخم پیدا کر دیا۔ اور آپ کا انتقال ہو گیا۔ (کافی باب مولدِ حسنؑ جلد ۱ ص ۴۶۲)

(۱۳) تاریخِ ولادت و شہادت اور مختلف روایات:

ہمارے بعض اصحاب کی تالیفات میں مرقوم ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام کی مدّتِ حیات پوری ہو چکی اور وقتِ وفات قریب آیا تو زہر کا اثر سارے جسم میں پھیل گیا۔ بدن کا رنگ سبز ہو گیا تو امام حسین علیہ السلام نے کہا (بھائی!) کیا بات ہے؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپؑ کے جسم کا رنگ سبز ہو گیا ہے۔

یہ سُن کر امام حسن علیہ السلام نے گریہ فرمایا اور کہا: بھائی! ہمارے اور تمہارے دونوں کے متعلق حدیثِ رسولؐ صحیح ہے۔

یہ کہہ کر آپؑ نے بھائی کے گلے میں باہیں ڈالیں اور خوب جی بھر کر دیر تک روتے رہے۔

پھر امام حسین علیہ السلام نے بھائی سے اس حدیث کے متعلق پوچھا کہ وہ کیا حدیث ہے؟

اُنھوں نے کہا: میرے جد نے مجھے بتایا تھا کہ جب مَیں شبِ معراج باغہائے جنّت میں داخل ہوا اور اہلِ ایمان کے قصور کی طرف سے گذرا تو مَیں نے وہاں دو عالیشان قصر دیکھے جو ایک دوسرے کے مقابل بالکل ایک ہی طرح کے بنے ہوئے تھے، فرق صرف یہ تھا کہ ایک زبرجد سبز سے بنا ہوا تھا اور دوسرا یاقوتِ سرخ کا بنا ہوا تھا۔ مَیں نے جبریلؑ سے پوچھا: اے جبریلؑ! یہ دونوں قصر کس کے ہیں؟

جبریلؑ نے عرض کیا، ایک حسنؑ کا اور دوسرا حسینؑ کا ہے۔

مَیں نے کہا: اے جبریلؑ! پھر یہ دونوں ایک ہی رنگ کے کیوں نہیں ہیں؟

جبریلؑ یہ سن کر خاموش ہو گئے، کوئی جواب نہیں دیا۔

مَیں نے کہا: کیوں خاموش ہو گئے، جواب کیوں نہیں دیتے؟

جبریلؑ نے کہا: آپؐ سے کہتے ہوئے کچھ جھجک محسوس کر رہا ہوں۔

مَیں نے کہا: تمھیں خدا کی قسم، بتاؤ کیا بات ہے؟

جبریلؑ نے کہا: اچھا، تو پھر سُن لیجیے۔ یہ سبز قصر حسنؑ کا اس لیے ہے کہ حسنؑ کو زہر سے شہید کیا جائے اور موت کے وقت اُن کے جسم کا رنگ سبز ہو جائے گا۔ اور یہ سرخ قصر حسینؑ کا اس لیے بنایا گیا ہے کہ حسینؑ قتل کر دیے جائیں گے اور اُن کا چہرہ خون سے سرخ ہو جائے گا۔

اس کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ دونوں رونے لگے اور جو لوگ وہاں موجود تھے اُن کا تو روتے روتے بُرا حال ہو گیا۔

● ابن ابی الحدید معتزلی نے ابوالحسن مدائنی سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ امام حسن علیہ السلام کو چار بار زہر دیا گیا تھا۔ چنانچہ اُنھوں نے خود بتایا کہ مجھے کئی مرتبہ زہر دیا گیا، مگر اس مرتبہ کا زہر تو بہت ہی سخت ہے۔

● مدائنی نے جویریہ بن اسماء سے روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام کا انتقال ہوا اور ان کا جنازہ نکالا گیا تو مروان بن حکم نے اُن کے جنازے کو کاندھا دیا۔

امام حسین علیہ السلام نے کہا: آج تُو ان کے جنازے کو کاندھا دے رہا ہے مگر کل

تک تو تُو ان پر غصّے کے گھونٹ پیتا تھا۔ ؟

مروانؔ نے کہا: ہاں، مَیں ایسا ہی کرتا تھا، مگر مَیں نے دیکھا کہ وہ صبر و تحمّل کے ایک پہاڑ ہیں۔

پھر مدائنی نے آگے بڑھ کر لکھا ہے کہ اس امر میں اختلاف ہے کہ امام حسنؑ کا وقتِ وفات کیا سن تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اُس وقت آپؑ کا سن ۴۸ سال کا تھا اور یہ حضرت امام جعفر بن محمّد علیہ السّلام سے مروی ہے۔ اور یہ روایت ہشّام بن سالم کی ہے۔ نیز کہا جاتا ہے کہ آپؑ کا سن ۴۶ سال کا تھا اور یہ بھی روایت امام جعفر بن محمّد علیہ السّلام سے ابوبصیر نے بیان کی ہے۔

● ابوالفرج نے "مقاتل الطالبین" میں تحریر کیا ہے کہ وقتِ وفات حضرت امام حسن علیہ السّلام کا سن کیا تھا اس میں اختلاف ہے۔

جمیل بن دراج نے حضرت امام جعفر ابنِ محمّد علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ وقتِ وفات آپؑ کا سن ۴۸ سال کا تھا اور ابوبصیر سے روایت ہے کہ وقتِ وفات امام حسن علیہ السّلام کا سن ۴۶ سال کا تھا۔

● نیز انھوں نے لکھا ہے کہ سفیان ثوری نے حضرت امام جعفر بن محمّد علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ حسینؑ ابنِ علیؑ کا سن شہادت کے وقت ۵۸ سال کا تھا اور اسی طرح امام حسن علیہ السّلام کا بھی شہادت کے وقت یہی سن تھا لیکن ابوالفرج کا قول ہے کہ یہ محض وہم و گمان ہے۔ کیونکہ امام حسنؑ کی ولادت ۳ھ میں ہوئی اور شہادت ۵۰ھ میں۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں اِس حساب سے آپؑ کی مدّتِ عمر تقریباً ۴۸ سال ہوتی ہے

(۱۴) زہر شاہِ روم سے منگوایا گیا تھا

اعمش نے سالم بن ابی جعد سے روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ ہم لوگوں میں سے ایک شخص نے بتایا کہ مَیں ایک روز امام حسن علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: فرزندِ رسولؐ! آپؑ نے تو ہم لوگوں کی گردنیں جُھکا دیں اور ہم گروہِ شیعہ کو آپؑ نے غلام بنا دیا اب باقی بھی کچھ نہیں رہا۔

آپؑ نے فرمایا: وہ کیسے ؟

میں نے عرض کیا کہ آپؑ نے امرِ حکومت اس ظالم کے سپرد کر دیا۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے حکومت اسی وقت سپرد کی ہے جب میں نے اپنا کوئی مددگار نہیں پایا اور واقعاً اگر مجھے مددگار ملتے تو مَیں اُس سے دن رات مقاتلہ کرتا تا اینکہ اللہ ہمارے اور اس کے درمیان فیصلہ کر دیتا۔ لیکن مَیں نے بھی اہلِ کوفہ کو اچھی طرح پہچان لیا جو اُن میں سے فاسد اور خراب ہو چکے ہیں وہ ہمارے کس کام کے؟ نہ اُن کے پاس وفا ہے اور نہ ان کے قول و فعل کا کوئی اعتبار ہے۔ یہ لوگ مختلف الخیال ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم آپؑ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں ہمارے خلاف کھنچی ہوئی ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ ابھی وہ مجھ سے بات ہی کر رہے تھے کہ کھانسی کے ساتھ خون آ گیا۔ آپؑ نے طشت منگوایا جو آپؑ کے سامنے رکھ دیا گیا تو وہ پورا طشت خون سے بھر گیا۔

مَیں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! یہ کیا ہے؟ مَیں تو آپؑ کو تکلیف میں مبتلا دیکھ رہا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: ہاں اس ظالم نے میرے پاس اپنے جاسوس بھیجے جنھوں نے مجھے زہر پلا دیا جس کا اثر میرے جگر پر ہوا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نکل رہا ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو

مَیں نے عرض کیا: پھر آپؑ دوا کیوں نہیں کرتے؟

آپؑ نے فرمایا: مجھے اس سے قبل بھی دو مرتبہ زہر پلایا جا چکا ہے اور یہ تیسری بار پلایا ہے اور یہ زہر ایسا ہے جس کی کوئی دوا نہیں۔

اور مجھے یہ خبر ملی ہے کہ اس (معاویہ) نے بادشاہِ روم کو خط لکھا جس میں اس سے درخواست کی کہ مجھے ایک ایسا زہر بھیج دو جو قاتل ہو اور جسے پلایا جا سکے۔

تو اُس نے جواب میں لکھا کہ ہمارے دین میں یہ جائز نہیں ہے کہ جو شخص ہم سے مقاتلہ نہ کرتا ہو اس کے قتل کرنے میں ہم کسی طرح کی اعانت کریں۔

تو معاویہ نے پھر اس کو خط لکھا کہ یہ شخص (جس کو ہم زہر دینا چاہتے ہیں) اس کا فرزند ہے جو سرزمینِ تہامہ میں ظاہر ہوا تھا اور یہ اُس کا فرزند ہے جو اپنے پدر کے ملک کا طالب ہے۔ مَیں اس کے پاس ایسا جاسوس بھیجنا چاہتا ہوں جو یہ زہر اُس کو پلا دے اور اس طرح سارے اللہ کے بندے اور سارے اہلِ شہر اس سے نجات حاصل کریں۔

اور اس خط کے ساتھ اُس نے شاہِ روم کو بہت سے تحفے بھی بھیجے۔ تو شاہِ روم نے اس کو یہ شربت بھیج دیا۔ اس نے بذریعۂ جاسوس میرے یہاں بھیجا اور اس نے مجھ کو پلا دیا۔ اس کے لیے اس نے اس جاسوس سے بہت کچھ وعدے بھی کیے ہیں۔

● ایک روایت میں یہ ہے کہ معاویہ نے یہ زہر جعدہ بنتِ اشعث بن قیس زوجۂ حضرت امام حسن علیہ السلام کو دیا اور اس سے کہا کہ تم امام حسنؑ کو یہ زہر پلا دو اگر وہ مر گئے تو میں اپنے بیٹے یزیدؔ سے تمھارا عقد کردوں گا۔

جب جعدہ نے وہ زہر آپؑ کو پلایا اور امام حسنؑ کو موت آگئی تو وہ ملعونہ معاویہ کے پاس گئی اور کہا اب تو میرا عقد یزیدؔ سے کردے۔

معاویہ نے کہا: بھاگ جا یہاں سے۔ جو عورت حسنؑ کے لیے وفادار ثابت نہ ہوسکی تو وہ میرے بیٹے یزیدؔ سے کیا وفا کرسکتی ہے۔

(احتجاج طبرسی ص۱۴۹)

(۱۵) ــــ جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار اور انھوں نے اُن کے جد حضرت علیؑ ابن الحسین علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ انھوں نے بیان فرمایا کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر پلایا گیا تو امام حسین علیہ السلام میرے چچا امام حسن علیہ السلام کے پاس گئے اور حال پوچھا۔

تو امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اے بھائی! مجھے کئی مرتبہ زہر دیا جاچکا ہے مگر ایسا زہر کبھی نہیں دیا گیا تھا جس سے میرے جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر گر رہے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے پوچھا: بھائی جان! یہ زہر آپؑ کو کس نے پلایا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ پوچھ کر کیا کروگے۔ اگر یہ زہر اُس نے پلایا ہے جس پر میرا گمان ہے تو اللہ اس سے اِس کا حساب لے گا اور اگر کسی اور نے پلایا ہے تو میں نہیں چاہتا کہ اس سے مواخذہ ہو جو اِس جرم سے بری ہے۔

اس کے بعد آپؑ صرف تین دن زندہ رہے پھر انتقال فرمایا۔

(مروج الذہب)

(۱۶) ــــ امام حسنؑ پر گریہ اور بقیع میں اُن کی زیارت کا ثواب

(حدیثِ رسولؐ)

ابنِ عباس سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما تھے کہ سامنے سے امام حسن علیہ السلام آتے ہوئے نظر آئے۔ آنحضرتؐ اُن کو دیکھتے ہی

گریہ فرمانے لگے، پھر فرمایا: اے میرے فرزند! اِدھر آؤ اِدھر آؤ۔
جب وہ قریب آئے تو آپؐ نے ان کو اپنے دائیں زانو پر بٹھالیا اور یہ حدیث آگے بڑھی اور اسی کے ذیل میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:
"

وَاَمّا الحسنؑ فانہ ابنی وولدی ومنّی وقرّۃ عینی وضیاء قلبی وثمرۃ فؤادی وھو سیّد شباب اھل الجنّۃ وحجّۃ اللّٰہ علی الاُمّۃ امرہ امری وقولہ قولی من تبعہ فانّہ منّی ومن عصاہ فلیس منّی

وانّی لمّا نظرت الیہ تذکّرتُ ما یجری علیہ من الذُّلّ بعدی فلا یزال الامر بہ حتی یقتل بالسّمِّ ظلمًا وعدوانًا فعند ذالك تبکی الملائکۃ والسبع الشّداد لموتہ ویبکیہ کلُّ شیءٍ حتّی الطّیر فی جوّ السّماءِ والحِیتانِ فی جوف الماء فمن بکاہ لم تعم عینہ یوم تعمی العیون، ومن حزن علیہ لم یحزن قلبہ یوم تحزن القلوب ومن زارہ فی بقیعہ ثبّتت قدمہ علی الصّراط یوم تزلّ فیہِ الاقدامِ۔

(۱۱۲ صفحہ مجلس ۲۴ نمبر ۲)

لیکن حسنؑ، یہ تو میرا بیٹا ہے میرا فرزند ہے یہ مجھ سے ہے، میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے میرے قلب کی ضیا ہے، میرا میوۂ دل ہے۔ یہ جوانانِ اہلِ جنّت کا سردار ہے امّت پر اللہ کی حجّت ہے۔ اس کا حکم میرا حکم ہے اس کا قول میرا قول ہے جو اس کی اتّباع کرے وہ مجھ سے ہے اور جو اس کی نافرمانی کرے واس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

جب مَیں نے اس کو آتے ہوئے دیکھا تو خیال کیا کہ ہائے میرے بعد اس پر کیا کیا افتاد آئے گی یہانتک کہ اس کو ظلم وستم کے ساتھ زہر سے شہید کر دیا جائے گا۔ اس وقت ملائکہ اور سبع شداد اس پر گریہ کریں گے بلکہ اس پر ہر شئے گریہ کرے گی یہانتک کہ فضاؤں کے طیور اور پانی کی مچھلیاں بھی اس پر گریہ کناں ہوں گی اور جو بھی اس پر گریہ کرے گا اس کی آنکھیں اس دن اندھی نہ ہوں گی جس دن تمام آنکھیں اندھی ہوں گی۔ جو اس پر محزون ہوگا وہ اس دن محزون نہ ہوگا جس دن تمام دل محزون ہوں گے جو اس کی زیارت بقیعہ میں کرے گا اس کے قدم صراط پر ثابت رہیں گے جس دن لوگوں کے قدم صراط پر لغزش کریں گے۔

(۱۷) اہلِ بیتؑ کے مصائب پر رسولؐ کا گریہ

محمّد ابنِ عبدالرحمٰن نے اپنے والد سے اور اُنھوں نے حضرت علی ابنِ ابیطالبؑ علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور فاطمہ زہراؑ اور حسنؑ و حسینؑ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آنحضرتؐ نے ہم لوگوں پر ایک نگاہ ڈالی اور گریہ فرمانے لگے۔

مَیں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! آپؐ کیوں گریہ فرما رہے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: میرے بعد تم لوگوں کے ساتھ جو سلوک کیا جائے گا اُسے سوچ کر گریہ کر رہا ہوں۔

مَیں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! وہ کیا سلوک ہوگا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: اس پر گریہ کرتا ہوں کہ تمھارے سر پر تلوار لگائی جائے گی، فاطمہؑ کے رُخسار پر طمانچے لگائے جائیں گے، حسنؑ کی ران پر نیزہ مارا جائے گا پھر انھیں زہر پلایا جائے گا اور حسینؑ قتل کر دیے جائیں گے۔

یہ سُن کر سارے اہلِ بیتؑ رونے لگے۔

مَیں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! ہم لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے صرف بلاؤں اور مصیبتوں ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ: اے علیؑ! یہ خوشخبری بھی سُن لو کہ

"لا یحبّك الّا مومن ولا یبغضك الّا منافق"

(تم سے نہیں محبت کرے گا مگر مومن اور تم سے نہیں بغض رکھے گا مگر منافق)

(امالی مفیدؒ صفحہ ۱۳۴۔ مجلس ۲۸ نمبر ۲)

(۱۸) تاریخِ وفات میں اختلاف

تاریخِ مفیدرحؒ میں ہے کہ ۴۷ سنہ ھ ماہِ صفر کے صرف دو۲ دن باقی تھے کہ میرے مولا و آقا حضرت ابو محمّد امام حسن علیہ السّلام نے وفات پائی۔

• کتاب "استیعاب" میں ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام کی تاریخِ وفات

(شہادت) میں اختلاف ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپؑ نے ۴۹ سنہ ھ میں وفات پائی۔
کوئی کہتا ہے کہ نہیں بلکہ ربیع الاوّل ۵۰ سنہ ھ میں وفات پائی جبکہ معاویہ کی حکومت کے دس سال گذر چکے تھے۔
بعض کہتے ہیں کہ ۵۱ سنہ ھ میں وفات ہوئی اور اپنے والدِ بزرگوار کے گھر بقیع الغرقد میں دفن کیے گئے۔ امیرِ مدینہ سعید بن العاص نے آپؑ کی نمازِ جنازہ پڑھائی جس کو آپؑ کے بھائی حسینؑ نے نماز کے لیے آگے بڑھا دیا تھا اور فرمایا تھا کہ اگر یہ دستور پہلے سے نہ ہوتا تو میں تجھ کو ہرگز آگے نہ بڑھاتا۔
اور امام حسن علیہ السلام کو ان کی زوجہ جعدہ بنتِ اشعث بن قیس نے زہر پلایا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اُس نے نہیں بلکہ آپؑ کو جون بنتِ اشعث نے زہر پلایا۔ معاویہ نے اس سے ایک لاکھ درہم کا وعدہ کیا تھا اور یہ کہ اگر وہ ان کو قتل کر دے تو اپنے بیٹے یزید سے تیرا عقد کردوں گا مگر جب وہ آپؑ کو زہر سے شہید کر چکی تو معاویہ نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔
(استیعاب جلد ۱ ص ۳۷۶)

• کتاب "الدر" میں ہے کہ وقتِ وفات آپؑ کی عمر ۴۵ سال تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۴۹ سال چار ماہ انیس دن عمر تھی۔
یہ بھی روایت ہے کہ آپؑ نے اپنے جد کے ساتھ سات سال، اپنے والد کے ساتھ ۳۳ سال بسر کیے اس کے بعد دس سال زندہ رہے۔ (اس حساب سے آپؑ کی عمر پچاس سال ہوئی۔)

۱۹ — دوستوں کی جدائی پر گریہ

امام ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ: جب امام حسن علیہ السلام کا وقتِ وفات قریب آیا تو آپؑ رونے لگے۔
لوگوں نے کہا: فرزندِ رسولؐ! آپؑ روتے ہیں جبکہ آپؑ تو رسول اللہؐ کے نواسے ہیں، آپؑ کے فضائل تو رسول اللہؐ نے کیا کچھ نہیں بیان فرمائے ہیں، پھر یہ کہ آپؑ نے پاپیادہ بیس حج کیے ہیں اور تین مرتبہ اپنے سارے مال کو نصف حصّہ کر کے راہِ خدا میں دیدیا تھا تا اینکہ ایک پاؤں کا جوتا آپؑ نے اپنے لیے رکھا اور دوسرے پاؤں کا راہِ خدا میں دیدیا۔
آپؑ نے فرمایا: میرے رونے کے دو سبب ہیں ایک ہول مطلع اور دوسرے دوستوں کی جدائی۔

(۲۰) پہلی عورت جو خچر پر سوار ہوئی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ ابنِ علیؑ نے یہ ارادہ کیا کہ امام حسنؑ کو رسول اللہؐ کے پہلو میں دفن کریں اور اس کے لیے آپؑ نے لوگوں کو جمع کیا تو ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ مَیں نے امام حسنؑ کو یہ کہتے ہوئے سُنا تھا کہ حسینؑ سے کہہ دینا کہ میرے دفن کے سلسلے میں خونریزی نہ ہونے دیں اور اگر وہ یہ نہ بتاتا تو امام حسینؑ اپنے بھائی کو رسولؐ کے پہلو میں دفن کیے بغیر نہ رہتے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے انتقال کے بعد پہلی عورت جو خچر پر سوار ہوئی وہ عائشہ تھیں جو خچر پر سوار ہو کر مسجدِ رسولؐ میں آئیں اور پہلوئے رسولؐ میں امام حسنؑ کے دفن سے مانع ہوئیں۔ (علل الشرائع صدوقؒ ۲۱۵)

(۲۱) زیارتِ قبرِ امام حسنؑ ہر شبِ جمعہ میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ ہر شبِ جمعہ میں امام حسین علیہ السلام اپنے بھائی امام حسن علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔ (قرب الاسناد)

(۲۲) حالاتِ وفات حسبِ روایت ابنِ عبّاس

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اپنے اسناد کے ساتھ ابنِ عبّاس سے روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ جس زمانے میں امام حسن علیہ السلام مرضِ موت میں مبتلا تھے حضرت امام حسین علیہ السلام اُن کے پاس آئے اور پوچھا: کیسا مزاج ہے؟

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: مَیں محسوس کر رہا ہوں کہ آج میرا دنیا کا آخری دن ہے اور آخرت کا پہلا دن ہوگا، اگرچہ مَیں جانتا ہوں کہ وقتِ معیّنہ سے پہلے موت نہیں آئے گی۔ مَیں اپنی مادرِ گرامی اور جدِّ امجد کی خدمت میں جانے والا ہوں، حالانکہ مجھے تمھارے فراق اور اپنے دیگر بھائیوں اور دوستوں کی جدائی ناگوار ہے مگر اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ مَیں نے

یہ کیا کہہ دیا۔ مجھے تو رسول اللہؐ وامیر المومنین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ اور اپنی مادرِ گرامی فاطمہؑ وحضرت حمزہؓ وحضرت جعفرؓ کی ملاقات کی زیادہ خواہش ہے اور اللہ تعالیٰ ج ہر مرنے والے کا قائم مقام ہر مصیبت پر صبر دیتا اور ہر نقصان کا تدارک ضرور کر دیتا ہے۔

بھائی! تم نے میرے جگر کے ٹکڑے طشت میں دیکھے۔ مجھے معلوم ہے کہ مجھ سے یہ دغا کس نے کی اور یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ زہر کہاں سے آیا۔ بتاؤ کہ تم اس کے ساتھ کیا سلوک کروگے؟

امام حسینؑ نے کہا: واللہ میں اُس کو قتل کر دوں گا۔

امام حسنؑ نے فرمایا: پھر تو میں تمہیں اس کا نام تا ابد نہ بتاؤں گا یہاں تک کہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ملاقات کروں۔ لیکن اے بھائی یہ میرا وصیّت نامہ لکھ کر رکھ لو۔

وصیّت نامہ:

یہ وہ وصیّت ہے جو حسنؑ ابنِ علیؑ نے اپنے بھائی حسینؑ ابنِ علیؑ کو کی ہے۔

وہ گواہی دیتے ہیں کہ اس اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے وہ واحد ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اور اُسی کی عبادت کرتے ہیں جو حقِ عبادت ہے اُس کے مُلک میں اُس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اُس کا کوئی مُعین ومددگار ہے۔ اُس نے ہر شے کو پیدا کیا اور اُس کی تقدیر مقدّر کی۔ وہ سب سے زیادہ سزاوارِ عبادت ہے اور سب سے زیادہ مستحقِ حمد ہے۔ جس نے اُس کی اطاعت کی اُس نے ہدایت پائی اور جس نے نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا جس نے توبہ کرلی وہ ہدایت یافتہ بن گیا۔

اے حسینؑ! میں تم کو اپنے تمام پسماندگان اپنے اہل اپنی اولاد اور اپنے اہلبیت کے متعلق یہ وصیّت کرتا ہوں کہ اگر ان میں سے کسی سے کوئی خطا ہو جائے تو اُسے بحل کرنا اور ان میں سے کوئی نیکی کرے تو اسے قبول کر لینا۔ ان سب پر تم میرے قائم مقام ہو اور اُن سے والد کے برابر سلوک کرنا۔ اور مجھے رسول اللہؐ کے پہلو میں دفن کرنا کیونکہ میں اِس کا اُن لوگوں سے زیادہ مستحق ہوں اُن کے گھر میں بغیر اُن کی اجازت کے داخل کر دیے گئے اور یہ بھی نہیں ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی اور کتاب آئی ہو جو قرآن کی ناسخ بن جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اُس کتاب میں جو اُس نے نبیؐ پر نازل فرمائی ہے ارشاد فرمایا ہے:

"یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ

اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ ‍ۚ (سورۃ الاحزاب آیت ۵۳)

ترجمۂ آیت: (اے اہلِ ایمان! تم نبیؐ کے گھروں میں مت داخل ہو جب تک کہ تمھیں اجازت نہ دے دی جائے۔)

خدا کی قسم، رسولؐ کی حیات میں اِن لوگوں کو بغیر اذن داخل ہونے کی اجازت نہیں ملی تھی اور نہ بعدِ وفاتِ رسولؐ انھیں رسولؐ کے گھر میں بغیر اِذن داخل ہونے کی اجازت ملی ہے۔ ہاں ہم لوگوں کو اس کی اجازت ہے کہ رسولؐ کے بعد ان کے گھر پر وراثتاً تصرّف کر سکیں۔

لیکن اگر وہ عورت دفن کرنے سے مانع ہو تو مَیں تمھیں قسم دیتا ہوں اس قرابت داری کی جو اللہؐ نے تمھیں دی اور اس رشتے داری کی جو تمھیں رسول اللہؐ سے حاصل ہے کہ میرے دفن کے سلسلے میں ہرگز کوئی خون نہ بہے۔ مَیں یوں ہی رسول اللہؐ سے ملاقات کروں گا اور اُن سے فریاد کروں گا اور بتاؤں گا کہ آپؐ کے بعد لوگوں نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا۔"

اس کے بعد آپؑ انتقال فرما گئے۔

دفن کے حالات:

ابنِ عبّاس کا بیان ہے کہ پھر امام حسین علیہ السّلام نے مجھے اور عبداللہ ابنِ جعفرؓ و علی بن عبداللہ بن عبّاس کو بلایا اور فرمایا کہ: اپنے چچازاد بھائی کو غسل دو۔

چنانچہ ہم لوگوں نے غسل دیا، حنوط کیا، کفن پہنایا پھر اُن کا جنازہ لیکر چلے اور مسجد میں لے جا کر نمازِ جنازہ پڑھی۔ اِس کے بعد امام حسینؑ نے حکم دیا کہ جس گھر میں رسولؐ اللہ دفن ہیں اُسے کھول دیا جائے۔

تو مروان بن حکم و آلِ ابی سفیانؓ اور اولادِ عثمان بن عفّان میں سے جو لوگ وہاں موجود تھے اُنھوں نے مزاحمت کی اور کہا: بیچارے امیرالمومنین شہید جو ظلم کے ساتھ قتل کردیے گئے وہ تو بقیع میں بدترین مقام پر دفن ہوں اور حسنؑ ابنِ علیؑ رسولؐ کے پہلو میں دفن کیے جائیں، یہ تو ہرگز نہ ہوگا جبتک کہ دونوں گروہوں کے درمیان تلواریں نہ ٹوٹیں، نیزے دو ٹکڑے نہ ہوں اور تیر ایک دوسرے کے جسموں میں پیوست نہ ہوں۔

امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس نے مکّے کو حرم قرار دیا ہے

علیؑ و فاطمہؑ کے فرزند حسنؑ، رسول اللہؐ اور اُن کے گھر کے اُن لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں جو بغیر اذن آنحضرتؐ کے گھر میں دفن کر دیے گئے ہیں۔ نیز اُس سے بھی زیادہ یہاں دفن ہونے کے حقدار ہیں جو گناہوں کا بوجھ اُٹھائے ہوئے تھا جس نے ابوذرؓ کو شہر بدر کیا، جس نے عمارؓ کے ساتھ بدسلوکی کی، جس نے عبداللہؓ سے زیادتی کی جو طریدِ رسولؐ (رسولؐ کا شہر بدر کیا ہوا) کا حامی و مددگار بنا اور اسے واپس بُلایا۔ لیکن رسولؐ کے بعد تم لوگوں کے ہاتھ حکومت لگ گئی دشمنوں اور ان کی اولادوں نے تم لوگوں کا ساتھ دیا۔

ابنِ عباس کا بیان ہے کہ پھر ہم لوگ امام حسنؑ کا جنازہ اٹھا کر اُن کی ماں فاطمہ زہراؑ کی قبر کے پاس لے گئے اور ان کے پہلو میں انھیں دفن کر دیا اور وہاں سے میں سب سے پہلا شخص تھا جو واپس چلا تو مجھے کچھ ادھر آنے والوں کے شور و غل کی آوازیں سنائی دیں۔ میں ڈرا کہ حسینؑ ابنِ علیؑ بڑھ کر آنے والوں کے مدِمقابل نہ ہو جائیں۔ میں آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک شخص آمادۂ فساد ہے۔ یہ دیکھ کر میں تیزی سے آگے بڑھ گیا تو دیکھا کہ عائشہ چالیس سواروں کو لیے ہوئے ایک خچر پر سوار اُن کی قیادت کرتی اور انھیں قتال کا حکم دیتی ہوئی چلی آرہی ہیں۔

مگر جب اُنھوں نے مجھے دیکھا تو آواز دی ہائے ابنِ عباس! ادھر آؤ ادھر آؤ تم لوگوں نے دنیا میں مجھے بہت دکھ دیے ہیں ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ پھر اذیت پہنچائی ہے تم لوگوں کا ارادہ ہے کہ میرے گھر میں ایسے شخص کو دفن کرو جسے نہ میں چاہتی ہوں اور نہ پسند کرتی ہوں۔

میں نے کہا، ہائے افسوس، ایک دن تم اونٹ پر سوار ہو کر جنگ کے لیے آئی تھیں اور آج تم خچر پر سوار ہو کر آمادہ جنگ و جدال ہو۔ تم تو چاہتی ہو کہ نورِ خدا کو بجھا دو اور اولیائے خدا سے جنگ کرو اور رسول اللہؐ اور اُن کے پیارے نواسے کے درمیان جدائی ڈالو وہ اُن کے پہلو میں دفن نہ ہونے پائیں۔ خیر، اب واپس جاؤ اللہ نے تمھارا مقصد پورا کر دیا اور امام حسنؑ اپنی ماں کے پہلو میں دفن ہو گئے اور اس کے ذریعے اللہ سے اُن کا تقرب اور بڑھ گیا اور تم لوگوں کی اللہ سے دوری اور بڑھ گئی۔ افسوس۔ واپس جاؤ مجھے معلوم ہو گیا کہ تمھارے دل میں کیا بات چھپی ہوئی ہے۔

ابنِ عباس کا بیان ہے کہ یہ سُن کر اُنھوں نے نظر اُٹھائی اور میرے چہرے کی طرف دیکھا اور چیخ کر کہا: ابنِ عباس! کیا تم لوگ ابھی جمل کو نہیں بھولے۔؟ واقعتاً تم لوگ بڑے کینہ پرور ہو

میں نے کہا: واللہ جب جنگِ جمل کو آسمان والے نہیں بھولے تو بھلا زمین والے کیسے بھول سکتے ہیں۔

یہ سن کر حضرت عائشہ واپس ہو گئیں۔

۲۳ — ارتکابِ جرم سے قبل سزا نہیں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے آپؑ نے فرمایا کہ ایک بار امام حسن علیہ السّلام نے اپنے اہلِ خانہ سے کہا جس طرح رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو زہر سے شہید کیا گیا اسی طرح مَیں بھی زہر سے شہید کیا جاؤں گا۔

اہلِ خانہ مَیں سے کسی نے پوچھا، آپؑ کو کون زہر دے گا؟

آپؑ نے فرمایا: میری زوجہ جعدہ بنتِ اشعث بن قیس۔ معاویہ اس سے مل کر یہ سازش کرے گا اور اسے اِس کا حکم دے گا۔

اُنھوں نے کہا: پھر آپؑ اس کو گھر سے نکال دیں، اور اپنے آپ سے دُور ہٹا دیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیسے نکال دوں؟ ابھی تو اُس سے جُرم صادر ہی نہیں ہوا اور اگر مَیں نکال بھی دوں تو اِس کے سوا مجھے کوئی دوسرا قتل نہیں کرے گا۔ پھر لوگوں کے سامنے اُس کے لیے ایک عذر بھی مہیّا ہو جائے گا۔

اس گفتگو کو کچھ ہی دن گذرے تھے کہ معاویہ نے جعدہ کو مالِ کثیر یعنی ایک لاکھ درہم دینے کا وعدہ کیا۔ نیز یہ بھی کہ یزیدؔ سے اس کا عقد کر دے گا (اور اس کے ساتھ ہی اُس نے ایک زہر آلود شربت بھیجا تاکہ وہ امام حسنؑ کو وہ شربت پلا دے۔ (الخرائج والجرائح)

۲۴ — شیخینؑ کا پہلوئے رسولؐ میں دفن ازروئے قرآن جائز نہیں تھا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جب امام حسنؑ کا وقتِ وفات قریب آیا تو آپؑ نے شدّت سے گریہ فرمایا اور کہا:

"مَیں ایک ایسے امرِ عظیم و ہولناک کی طرف جا رہا ہوں جس سے میرا سابقہ کبھی نہیں پڑا تھا۔"

پھر آپؑ نے وصیّت فرمائی کہ مجھے بقیع میں دفن کیا جائے اور فرمایا: اے اخی! تم مجھے تابوت میں رکھ کر میرے جد کی قبر پر پہنچا دینا تاکہ مَیں ان سے اپنے عہد کی تجدید کرلوں۔

اور وہاں سے اُٹھا کر مجھے میری جدّہ ماجدہ فاطمہؓ بنتِ اسد کی قبر کے پاس لیجانا اور وہیں دفن کر دینا، اور اے میرے ماں جائے! تمھیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ اس طرح وہ لوگ یہ سمجھیں گے کہ تم مجھے رسول اللہؐ کے پہلو میں دفن کرنا چاہتے ہو۔ وہ بڑھ کر روکیں گے مگر تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے دفن کے سلسلے میں کسی کا خون نہ بہایا جائے۔

غرض جب امام حسین علیہ السلام اُن کو غسل و کفن دے چکے تو تابوت میں اُٹھا کر اپنے جد رسول اللہؐ کی قبر پر لے گئے تاکہ امام حسنؑ تجدیدِ عہد کر لیں، اتنے میں مروان بن حکم چند بنی امیہ کو لیکر آیا اور بولا:

عثمان تو مدینے کے بالکل کنارے پر دفن ہوں اور حسنؑ نبیؐ کے پہلو میں دفن ہوں، یہ تو تا ابد نہیں ہو سکتا۔

پھر حضرت عائشہ بھی ایک خچّر پر سوار ہو کر جا پہنچیں اور بولیں:

" تمھارا اور ہمارا کیا تعلّق؟ تم لوگ میرے گھر میں ایسے کو دفن کرنا چاہتے ہو جس کو مَیں پسند ہی نہیں کرتی۔

یہ سُن کر ابنِ عبّاس نے مروانؔ لعین سے کہا: ہم ان کو یہاں دفن کرنا نہیں چاہتے کیونکہ امام حسنؑ کو قبرِ رسولؐ کی حرمت کا زیادہ خیال تھا کہ یہاں قبر کھودنے میں کھدال کی آواز سے رسولؐ کو اذیّت ہو گی جیسا کہ اس سے قبل دوسروں کی قبریں کھودنے میں آنحضرتؐ کو اذیّت پہنچائی گئی اور وہ لوگ بِلا اذنِ رسولؐ ان کے گھر میں داخل ہوئے۔ لہٰذا تم لوگ واپس جاؤ ہم امام حسنؑ کی وصیّت کے مطابق انھیں بقیع میں دفن کریں گے۔

اس کے بعد عائشہ سے کہا: ہائے افسوس، ایک دن خچّر پر اور ایک دن جمل (اونٹ) پر۔ (ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا: ایک دن خچّر پر سوار ہوئیں اور ایک دن اونٹ پر، اب اگر زندہ رہیں تو ہاتھی پر بھی سوار ہوگی۔)

ابنِ عبّاس کے اس فقرے کو ایک بغدادی شاعر ابن الحجّاج نے اپنے ایک قطعے میں اس طرح کہا ہے:

یا بنت ابی بکرٍ لا کان ولا کنتِ	اے ابوبکر کی بیٹی! نہ تمھارے باپ کا حق تھا
لك التسع من الثمن ٭ وبالکل تملکتِ	نہ تمھارا حق تھا۔ اِس حجرے میں تمھارا صرف نواں حصّہ تھا مگر تم پورے حجرے کی مالک بن گئیں۔
تجمّلتِ تبغّلتِ ٭	تم اونٹ پر سوار ہو چکیں، خچّر پر سوار ہو چکیں۔
وان عشتِ تفیّلتِ	آئندہ زندہ رہیں تو ہاتھی پر بھی سوار ہو جاؤ گی۔

(نوٹ) شاعر مذکور کا یہ کہنا کہ اس حجرے میں حضرت عائشہ کا نواں حصّہ تھا یہ صرف شاعرانہ تخیّل نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کے متعلّق فضّال بن الحسن بن فضّال کوفی اور ابوحنیفہ کے درمیان مناظرے میں واضح گفتگو ہوئی تھی : ملاحظہ ہو :

فضّال اور ابوحنیفہ کا مناظرہ :

فضّال نے ابوحنیفہ سے پوچھا : یہ بتائیے کہ یہ آیت قرآنی :
"یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ" (سورۃ الاحزاب آیت ۵۳)

ترجمہ آیت : (اے اہلِ ایمان ! تم نبیؐ کے گھروں میں داخل نہ ہو جبتک کہ تم کو اذن نہ دیا جائے)
منسوخ ہے یا غیر منسوخ ؟
اُنھوں نے کہا : یہ آیت غیر منسوخ ہے ۔

- فضّال : اچھّا یہ بتائیے کہ رسول اللہؐ کے بعد تمام لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے حضرت ابوبکر ہیں ، حضرت عمر ہیں یا حضرت علیؑ بن ابیطالبؑ ہیں ؟
- ابوحنیفہ : کیا تمھیں اتنا بھی نہیں معلوم کہ وہ دونوں حضرات ، رسول اللہؐ کی قبر کے پہلو میں مدفون ہیں ؟ اب اس سے بڑھ کر تم ان دونوں کی کیا فضیلت اور کون سی دلیل چاہتے ہو ؟
- فضّال : مگر ان دونوں نے یہ ظلم کیا ہے کہ اپنے دفن کے لیے ایسی جگہ کی وصیّت کی جس میں ان کا کوئی حق نہ تھا اور اگر بالفرض وہ جگہ اُن کی تھی بھی تو وہ رسول اللہؐ کو ہبہ کر چکے تھے اور یہ بھی بُرا کیا کہ اپنی ہبہ شدہ جگہ رسول اللہؐ سے واپس لے لی اور رسول اللہؐ سے کیے ہوئے عہد کو توڑ دیا ۔ اور آپ پہلے ہی اقرار کر چکے ہیں کہ آیت "یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ" منسوخ نہیں ہوئی ہے ۔ (پھر یہ رسول اللہؐ کے اذن کے بغیر اس میں کیسے داخل ہوئے)

یہ سُن کر ابوحنیفہ نے گردن جھکا لی ، تھوڑی دیر سوچتے رہے پھر بولے :

ہاں یہ جگہ ان دونوں کی تو نہیں تھی مگر ان دونوں نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے حصّے کو پیشِ نظر رکھ کر وصیت کی اور اپنی بیٹیوں کے حقوق کی وجہ سے اس جگہ دفن ہونے کے مستحق تھے۔

• فضّال: آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب انتقال فرمایا تو نو ۹ ازواج چھوڑیں اور چونکہ آنحضرتؐ کی اولاد حضرت فاطمہؑ تھیں اس لیے ازواج کا میراث میں سے آٹھواں حصہ ہوتا ہے۔ اور اس آٹھویں حصّے میں آپؐ نو ۹ ازواج۔ یعنی ہر زوجہ کو میراث میں سے بہتّرواں حصہ تھا۔ اب ذرا اس حجرے کی پیمائش کر کے دیکھ لیں کتنا طول ہے اور کتنا عرض ہے۔ تو شاید ایک زوجہ کے حصّے میں ایک بالشت سے زیادہ زمین نہیں آئے گی۔ پھر ایک بالشت زمین میں دو۲ مرد کیسے مستحقِ دفن ہو گئے؟

علاوہ بریں عائشہ اور حفصہ کیسے رسولؐ کی میراث کی مستحق بن گئیں جبکہ فاطمہ زہراؑ کو یہ کہہ کر منع کر دیا گیا کہ انبیاءؑ کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اس پر تو کئی طرح سے کھلا ہوا نقض وارد ہوتا ہے؟

ابوحنیفہ: اس کو میری مجلس سے نکال باہر کرو۔ یہ تو خبیث رافضی ہے۔

(الخرائج والجرائح)

۲۵ حالاتِ وفات حسبِ روایت مغیرہ

حریز نے مغیرہ سے روایت کی ہے کہ معاویہ نے جعدہ بنت اشعث بن قیس کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر تم حسنؑ کو زہر دیکر ختم کر دو تو میں تمہارا عقد اپنے بیٹے یزید سے کر دوں گا۔ (اور اسے ایک لاکھ درہم بھی بھیجنے کا وعدہ کیا)

چنانچہ جعدہ نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دے دیا۔ معاویہ نے اُسے رقم تو دیدی مگر یزید سے اس کا عقد نہیں کیا۔ اور آلِ طلحہ میں سے ایک شخص نے اس کو اپنی زوجیت میں رکھ لیا، اُس سے اس کی اولادیں ہوئیں۔ چنانچہ جب قریشی خاندانوں میں سے کسی سے ان کا جھگڑا ہوتا تو وہ (قریش) کہتے "اے شوہر کو زہر دینے والی کی اولاد"

عیسیٰ بن مہران نے اپنے اسناد کے ساتھ عمر بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ میں ایک مرتبہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ساتھ اُن کے گھر بیٹھا ہوا تھا کہ امام حسنؑ زنان خانے میں گئے، پھر جب واپس آئے تو فرمایا: مجھے کئی بار زہر دیا جا چکا تھا، مگر اب کی مرتبہ جیسا سخت

زہر مجھے کبھی نہیں دیا گیا تھا۔ میرے منہ سے جگر کے ٹکڑے گرے تو مَیں نے انھیں اپنی چھڑی سے کُرید کر دیکھا۔

امام حسین ؑ نے عرض کیا: یہ زہر آپؑ کو کس نے پلایا ہے؟

امام حسن ؑ نے فرمایا: تمھارا کیا ارادہ ہے؟ کیا تم اس کو قتل کرو گے؟ فرض کرو کہ جس پر میرا گمان ہے اگر وہی ہے تو اللہ تم سے زیادہ اُس سے باز پُرس کرنے پر قادر ہے۔ اور اگر وہ نہیں ہے تو مَیں نہیں چاہتا کہ ایک بیگناہ شخص کو سزا دی جائے۔

عبداللہ بن ابراہیم نے زیاد مخارقی سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ:

جب امام حسن علیہ السلام کا وقتِ وفات قریب آیا تو آپؑ نے امام حسین علیہ السلام کو بُلایا اور فرمایا: اے بھائی! اب مَیں تم سے جدا ہو رہا ہوں اور اپنے رب سے ملاقات کروں گا، مجھے ایسا زہر پلایا گیا ہے کہ جس سے میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر طشت میں گر رہا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ یہ زہر مجھے کس نے پلایا اور یہ کہاں سے آیا ہے، مگر صرف اللہؔ سے اس کا انصاف چاہوں گا تمھیں میرے حق کی قسم، تم اس سلسلے میں کوئی اقدام نہ کرنا۔ بلکہ انتظار کرو اور دیکھو کہ اللہؔ میرے معاملے میں کیا کرتا ہے۔

جب مَیں انتقال کر جاؤں تو میری آنکھیں بند کرنا، غسل دینا، کفن پہنانا اور ایک تابوت میں رکھ کر مجھے میرے جد کی قبر پر لے جانا۔ تاکہ مَیں اُن سے تجدیدِ عہد کرلوں، پھر وہاں سے مجھے میری جدّہ ماجدہ فاطمہ بنتِ اسدؑ کی قبر کے پاس لیجا کر دفن کر دینا اور اے میرے ماں جائے! تم دیکھو گے یہ قوم یہ سمجھے گی کہ تم مجھے قبرِ رسولؐ کے پہلو میں دفن کرنا چاہتے ہو، اِس لیے وہ لوگ آگے بڑھ کر تم کو روکیں گے، مگر مَیں تمھیں اللہؔ کا واسطہ دیتا ہوں، تم میرے دفن کے سلسلے میں کسی کا خون نہ بہانا۔

اس کے بعد آپؑ نے اپنے اہل و عیال و اولاد و متروکات کے متعلق امام حسینؑ سے بالکل اسی طرح وصیّت کی جیسے امیر المومنینؑ اپنا قائم مقام مقرّر کرتے وقت اُن کو وصیّت فرما چکے تھے اور شیعوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ مَیں نے ان کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اور اس طرح اپنے بعد کے لیے نیابت کی نشاندہی فرمادی تھی۔

جب امام حسن علیہ السلام رحلت فرما گئے تو امام حسین علیہ السلام نے ان کو غسل دیا، کفن پہنایا اور ایک تابوت میں رکھ کر لے چلے تو مروان اور بنی امیہ کے افراد جو اس کے ساتھ تھے کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ حسنؑ کو رسول اللہؐ کے پہلو میں دفن کرنے والے ہیں۔

یہ دیکھ کر سب جمع ہو گئے اور اپنے اسلحوں سے آراستہ ہو گئے۔ جب امام حسینؑ اس

تابوت کو لیے ہوئے قبرِ رسولؐ پر پہنچے تاکہ امام حسنؑ رسول اللہؐ سے اپنے عہد کو تازہ کرلیں، کہ اتنے میں سب لوگ یلغار کرتے ہوئے آگئے اور حضرت عائشہ بھی ایک خچر پر سوار ہو کر آئیں، اور ان لوگوں میں شامل ہوگئیں اور یہ کہنے لگیں کہ تم لوگوں کا مجھ سے کیا لگاؤ۔ تم لوگ میرے گھر میں ایسے شخص کو دفن کرنا چاہتے ہو جس کو میں پسند نہیں کرتی۔

پھر مروانؔ بولا: عثمان تو مدینے کے بالکل کنارے پر دفن ہوئے اور حسنؑ آنحضرتؐ کے پہلو میں دفن ہوں گے؟ یہ تو تا ابد نہیں ہو سکتا، میں ابھی تلوار اُٹھاتا ہوں۔

پھر بنی امیہ اور بنی ہاشم کے درمیان فساد کھڑا ہوگیا۔

یہ دیکھ کر ابنِ عباسؓ تیزی سے آگے بڑھے اور مروان سے کہا: مروانؔ! واپس ہو جا ہم لوگوں کا ارادہ ان کو یہاں دفن کرنے کا نہیں ہے بلکہ چاہتے ہیں کہ انھیں قبرِ رسولؐ کی زیارت کرادیں، پھر انھیں واپس لیجائیں گے اور ان کی وصیّت کے مطابق انھیں ان کی جدّہ ماجدہ حضرت فاطمہؑ بنتِ اسد کے پہلو میں دفن کریں گے اور اگر یہ وصیّت کرجاتے کہ مجھے رسول اللہؐ کے پہلو میں دفن کرنا، تو پھر ہم دیکھ لیتے کہ تم انھیں یہاں کیسے دفن نہیں ہونے دیتے۔ اور ہمیں کیسے روکتے ہو۔ امام حسنؑ کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور رسولؐ کی قبر کی حرمت کا زیادہ علم تھا وہ نہیں چاہتے تھے کہ رسول اللہؐ جہاں محوِ خواب ہیں وہاں میری قبر کھودنے کے لیے بیلچے اور کدال چلیں اور انھیں اذیّت ہو۔ جیسا کہ اس سے قبل دوسروں کے لیے کدال اور بیلچے چل چکے ہیں اور ان کے اذن کے بغیر وہاں دفن کردیے گئے ہیں۔

اس کے بعد ابنِ عباس عائشہ کی طرف متوجّہ ہوئے اور بولے۔ ہائے افسوس! ایک دن خچر پر اور ایک دن اونٹ پر، کیا تم نورِ خدا کو بجھا دینا اور اولیاء اللہ سے جنگ کرنا چاہتی ہو؟ واپس جاؤ۔ جس سے تم ڈرتی تھیں اللہؐ نے اس کا انتظام کردیا ہے تمھاری مراد پوری ہوئی۔ خدا کی قسم اسی گھر والے کامیاب و کامران ہوں گے خواہ اس میں کچھ وقت لگے۔

اور امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم، اگر میرے بھائی حسنؑ نے قسم نہ دیدی ہوتی کہ ان کے دفن کے معاملے میں خون نہ بہایا جائے تو تم لوگ دیکھ لیتے کہ یہ اللہ کی تلواریں کس طرح تمھیں ٹھکانے لگا دیتیں۔ اس لیے کہ ہمارے اور تمھارے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا اس کو تم لوگوں نے توڑ دیا اور صلح کی جو شرائط مقرر تھیں انھیں تم لوگوں نے معطل کردیا۔

یہ کہہ کر آپؑ امام حسن علیہ السلام کے جنازے کو لیکر بقیع میں گئے اور وہاں ان کی جدّہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنتِ اسدؑ بن ہاشم بن عبد مناف کے پہلو میں انھیں دفن کردیا۔

(الارشاد ص ۱۷۴ - ۱۷۶)

○ جنازۂ امام حسنؑ پر تیروں کی بارش

مناقب میں بھی اختصار کے ساتھ مذکورہ روایت موجود ہے مگر اس میں اتنا اور ہے کہ: پھر ان لوگوں نے امام حسنؑ کے جنازے پر تیروں کی بارش شروع کردی چنانچہ ستّر تیر آپؑ کے جنازے میں پیوست ہو گئے۔

اس کے بعد ابنِ عبّاس نے حضرت عائشہ سے پکار کر کہا: تم اونٹ پر سوار ہو چکیں خچر پر سوار ہو چکیں اب اگر زندہ رہیں تو ہاتھی پر بھی سوار ہو لینا۔

(مناقب آلِ ابیطالب جلد ۴ صـ۴۴۔۴۲۔۲۹)

(۲۶) سببِ وفات صاحبِ "الارشاد" کے نزدیک

کتاب "الارشاد" میں ہے کہ جب امام حسن علیہ السّلام اور معاویہ کے درمیان صلح ہو چکی تو امام حسنؑ مدینے واپس آگئے وہاں صبر و تحمّل کے ساتھ کاظمین الغیظ کی طرح خانہ نشین ہو کر مشیّتِ باری کے منتظر رہے یہانتک کہ معاویہ کی حکومت کے دس سال پورے ہو گئے اور اس نے لوگوں سے اپنے بیٹے یزیدؔ کے لیے بیعت حاصل کرنے کا ارادہ کیا اور جعدہ بنتِ اشعث بن قیس زوجۂ حضرت امام حسن علیہ السّلام کے پاس اپنا جاسوس بھیجا جس نے اُسے امام حسنؑ کو زہر دینے پر تیّار کرلیا۔ معاویہ نے اس سے یہ وعدہ کیا کہ (امام حسنؑ کے بعد) وہ اُس کا عقد اپنے بیٹے یزیدؔ سے کردے گا۔

پھر اس کے پاس ایک لاکھ درہم بھی بھیج دیے۔

چنانچہ جعدہ نے امام حسنؑ کو زہر پلا دیا اور وہ چالیس دن بسترِ علالت پر رہے پھر ماہِ صفر ۵۰ھ میں رحلت فرما گئے۔ وقتِ وفات آپؑ کی عمر ۴۸ سال تھی آپؑ کی خلافت و امامت دس سال رہی۔ آپؑ کے بھائی اور آپؑ کے وصی امام حسین علیہ السّلام نے آپؑ کو غسل دیا کفن پہنایا اور بقیع کے اندر اُن کی جدّہ ماجدہ فاطمہ بنتِ اسد بن ہاشم بن عبدِ مناف کی قبر کے پہلو میں دفن کر دیا۔

(الارشاد صـ۱۷۴)

(۲۸) امام حسنؑ کو سونے کا بُرادہ پلایا گیا

کتاب "الانوار" میں ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اس سے پہلے دو بار زہر دیا جا چکا ہے۔ یہ تیسری بار ہے۔

- یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؑ کو سونے کا بُرادہ پلایا گیا تھا۔
- روضۃ الواعظین میں عمیر بن اسحاق کی روایت ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: مجھے کئی بار زہر پلایا جا چکا ہے مگر اس مرتبہ جیسا زہر تو مجھے اس سے قبل پلایا ہی نہیں گیا تھا اس سے تو میرے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر رہے ہیں میں نے اسے اپنی چھڑی سے الٹ پلٹ کر دیکھا ہے۔
- عبداللہ نے مخارقی سے روایت کی ہے کہ امام حسنؑ نے امام حسینؑ سے کہا: اے برادر! اب میں تم سے جدا ہو رہا ہوں اور اپنے رب سے ملاقات کروں گا مجھے زہر پلایا گیا ہے اور میرے جگر کے ٹکڑے طشت میں گر رہے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ زہر مجھے کس نے پلایا اور یہ کہاں سے آیا مگر میں اس کا شکوہ اللہؑ سے کروں گا۔

امام حسینؑ نے پوچھا: یہ زہر آپؑ کو کس نے پلایا؟

آپؑ نے فرمایا: تم یہ پوچھ کر کیا کرو گے؟ کیا اُس کے قتل کرنے کا ارادہ ہے؟ اگر وہ وہی ہے جس پر مجھے گمان ہے تو تم جتنی سزا دو گے اس سے زیادہ اللہ اُس کو سزا دے گا۔ اور اگر یہ زہر پلانے والا وہ نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ کسی بے گناہ کو سزا ملے۔

- ایک روایت میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تمھیں میرے حق کی قسم، اب اِس معاملے میں کوئی بات نہ کرنا۔ اور انتظار کرو۔ دیکھو کہ اللہ کی مشیت میرے لیے کیا ہے؟
- ایک روایت میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: مَیں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں ہرگز کسی کا خون نہ بہانا۔
- ربیع الابرار زمخشری اور عقد الفرید ابنِ عبدربہ میں مرقوم ہے کہ جب معاویہ کو امام حسنؑ کی موت کی خبر پہنچی تو وہ اور اس کے گرد جو لوگ تھے وہ سب سجدۂ شکر میں گر پڑے۔ پھر اُس نے اور اُس کے گرد بیٹھنے والوں نے تکبیر کہی اور

نعرۂ تکبیر کی آواز سُن کر ابنِ عباسؓ اُس کے پاس گئے۔ تو :

معاویہ نے پوچھا : اے ابنِ عبّاس ! کیا ابو محمدؑ نے وفات پائی ؟

ابنِ عبّاسؓ نے کہا : ہاں، اللہ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے، میرے کانوں میں تم لوگوں کے سجدۂ شکر اور تکبیروں کی آوازیں پہنچیں، مگر خدا کی قسم ان کی موت سے تمھاری قبر کا منھ تو بند نہیں ہو جائے گا، اور اُن کی موت سے تمھاری عمر میں اضافہ بھی نہیں ہو جائے گا۔

معاویہ نے کہا : میرا خیال ہے کہ پسماندگان میں بہت چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں اور دولت بھی معمولی چھوڑی ہے۔

ابنِ عبّاسؓ نے کہا : امام حسنؑ اپنے بچوں کا سرپرست جس کو بنا گئے ہیں وہ تو نہیں ہے کوئی اور ہے۔ (تجھے کیا فکر پڑ گئی۔)

• اور ایک روایت میں ہے کہ معاویہ نے کہا : ہم لوگ چھوٹے چھوٹے سے تھے ساتھ ساتھ بڑے ہوئے۔

ابنِ عبّاس نے کہا : مگر اب تو تم سردارِ قوم ہو جاؤ گے۔

معاویہ نے کہا : مگر ابھی حسینؑ ابنِ علیؑ جو موجود ہیں۔

(ربیع الابرار زمخشری۔ عقد الفرید ابنِ عبد ربّہ)

(۲۹) وقتِ احتضار

حکایت کی گئی ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام کا وقتِ احتضار آیا تو امام حسینؑ نے ان سے کہا : اے برادر ! مَیں چاہتا ہوں آپؑ کا حال معلوم کروں کہ موت کیسے آتی ہے ؟

امام حسنؑ نے فرمایا : کہ مَیں نے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ جبتک ہم اہلِ بیتؑ کے جسم میں روح رہتی ہے عقل بھی رہتی ہے غائب نہیں ہوتی۔ اچھا تم میرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دو۔ جب ملک الموت آئے گا تو مَیں تم کو اشارہ کروں گا۔

امام حسینؑ نے اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دے دیا۔ تھوڑی دیر میں اُنھوں نے امام حسینؑ کے ہاتھ کو دبایا تو امام حسینؑ نے اپنا کان اُن کے منھ کے قریب کر دیا۔

امام حسنؑ نے کہا : موت کا فرشتہ آ گیا ہے اور اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ اے حسنؑ ! اللہ تم سے راضی ہے اور تمھارے جد شافع ہیں۔

(مناقب)

(۳۰) بھائی کی موت پر امام حسینؑ کا مرثیہ

امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی کی موت پر یہ شعر پڑھا:

ان لم امت اسفا علیك فقد — (اے بھائی!) اگر میں آپؑ (کی موت) کے غم
اصبحت مشتاقا الی الموت — میں (آپؑ کی جدائی پر) نہ مر سکا تو موت کا مشتاق ضرور بن گیا ہوں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک دن امام حسنؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یک بیک سر اٹھایا اور عرض کیا: بابا! جو شخص آپؐ کی موت کے بعد آپؐ کی زیارت کرے اس کے لیے کیا ثواب ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا:

"یا بُنَیَّ! مَن أتانی زائرًا بعد مَوتی فلهُ الجنّة
وَمَن أتا أباكَ زائرًا بعد موته فله الجنة
وَمَن أتاكَ زائرًا بعد موتكَ فله الجنّة"

یعنی اے فرزند! جو شخص میری موت کے بعد میری زیارت کو آئے گا اس کے لیے جنّت ہے۔
اور جو شخص تمھارے والد کی موت کے بعد اُن کی زیارت کو جائے گا اس کے لیے بھی جنت ہے
اور جو شخص تمھاری موت کے بعد تمھاری زیارت کو جائے گا اس کے لیے بھی جنّت ہے

(مناقب ص ۴۶-۴۵)

(۳۱) تاریخِ ولادت و وفاتِ شہادت

کشف الغمہ میں کمال الدین ابنِ طلحہ نے تحریر کیا ہے کہ امام حسنؑ نے ۶ ربیع الاوّل ۴۹ھ میں وفات پائی اور کہا جاتا ہے کہ ۵۰ھ میں اور اُس وقت آپؑ کی عمر ۴۷ سال تھی۔

- حافظ حنابدی کا بیان ہے کہ امام حسن علیہ السلام ۱۵ رمضان ۳ھ میں پیدا ہوئے اور اُنھوں نے ۴۹ھ میں شہادت پائی۔ آپؑ کو کئی بار زہر پلایا گیا وہ چالیس دن بیمار رہے۔
- دولابی نے اپنی کتاب "العترة الطاهرة" میں تحریر کیا ہے کہ حضرت

علی علیہ السلام کا نکاح حضرت فاطمہؑ سے ہوا اور اُن سے جنگِ اُحد کے دو سال بعد امام حسنؑ پیدا ہوئے اور جنگِ اُحد اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ میں آمد کے درمیان دو سال چھ مہینے اور پندرہ دن کا فرق ہے۔ اس حساب سے امام حسنؑ کی ولادت ہجرت کے چار سال اور چھ ماہ بعد (یعنی ۵ سنہ ھ میں) ہوئی

- یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ ماہِ رمضان ۳ سنہ ھ میں آپؑ کی ولادت ہوئی اور وقتِ وفات آپؑ کی عمر ۴۵ سال تھی۔ وفات کے بعد امام حسینؑ اور ان کے دونوں بھائی محمدؑ و عباسؑ نے اُن کو غسل دیا۔ سعید بن العاص نے اُن کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ آپؑ کی وفات ۴۹ سنہ ھ میں ہوئی

- (شیخ محمدؒ یعقوب) کلینی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسنؑ بن علیؑ جنگِ بدر کے سال ۲ سنہ ھ میں پیدا ہوئے۔ اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ ۳ سنہ ھ میں تولّد ہوئے ۴۹ سنہ ھ ماہِ صفر کے آخری دنوں میں آپؑ کی وفات ہوئی۔ اُس وقت آپؑ کی عمر ۴۷ سال چند ماہ تھی۔

- ابنِ خشّاب نے تحریر کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ: حضرت ابو محمد حسنؑ بن علیؑ کی عمر آپؑ کی وفات کے وقت ۴۷ سال تھی اور اُن کے بھائی حسینؑ ابنِ علیؑ اور اُن کی عمر میں صرف مدّتِ حمل کا فرق تھا۔ اور حضرت ابو عبد اللہ امام حسینؑ کے حمل کی مدّت چھ ماہ تھی اور ایسا کوئی مولود نہیں جو چھ ماہ پر تولّد ہوا ہو اور پھر زندہ بھی رہا ہو سوائے حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ اور حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کے۔

حضرت ابو محمدؑ امام حسن علیہ السلام اپنے جد کے ساتھ سات سال اور جدِّ امجد کی وفاتِ شہادت کے بعد اپنے والد کے ساتھ تیس ۳۰ سال اور امیر المومنینؑ کی وفاتِ شہادت کے بعد دس سال زندہ رہے۔ اس حساب سے آپؑ کی عمر ۴۷ سال ہوتی ہے۔ یہ ہے آپؑ کی عمر کے متعلّق اختلاف۔

(کشف الغمہ جلد ۲ صد ۱۶۰ - ۱۶۱)

○

○

○ ○

○

بحار الانوار

باب ۱۳

تعدادِ ازواج و اولاد

ANSAR

(۱) تعدادِ اولاد اور اُن کے حالات

کتاب الارشاد میں مرقوم ہے کہ

حضرت امام حسنؑ ابن علیؑ کی اولاد میں پسر و دختر سب مل کر پندرہ تھی۔ (جنکے نام یہ ہیں)

(۱) زید بن حسنؑ اور اُن کی بہن (۲) اُمّ الحسن اور (۳) اُمّ الحسین اور ان تینوں کی ماں اُمِّ بشیر بنتِ ابو مسعود بن عقبہ ابن عمر بن ثعلبہ خزرجی تھیں۔

(۴) حسن بن حسنؑ، ان کی ماں خولہ بنتِ منظور فزازی تھیں

(۵) عمرو بن حسنؑ، اور ان کے دونوں بھائی۔ (۶) قاسمؑ (۷) عبداللہ ان کی ماں اُمّ ولد تھیں۔ (۸) عبدالرحمٰن بن حسنؑ، ان کی ماں بھی اُمِ ولد تھیں۔

(۹) حسین بن حسنؑ الملقّب بہ اثرمؑ اور ان کے بھائی (۱۰) طلحہ بن حسنؑ اور ان دونوں کی بہن (۱۱) فاطمہ بنتِ حسنؑ، ان لوگوں کی ماں اُمِّ اسحاق بنتِ طلحہ بن عبیداللہ تیمی تھیں۔

(۱۲) نیز اُمِّ عبداللہ و (۱۳) فاطمہ و (۱۴) اُمِّ سلمہ و (۱۵) رقیّہ، امام حسنؑ کی یہ دختران مختلف امّہات سے تھیں۔ (الارشاد ص۱۷۶)

مگر کتاب اعلام الوریٰ میں ہے کہ امام حسن علیہ السّلام کی سولہ اولادیں تھیں۔ اس میں انھوں نے ابوبکر کا اضافہ کیا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ عبداللہ بن حسنؑ امام حسین علیہ السّلام کے ساتھ شہید ہوئے۔

(۲) زید بن حسنؑ کی شخصیّت

زید بن حسنؑ، رسول اللہؐ کے صدقات کے متولّی تھے۔ یہ امام حسنؑ کی

اولاد میں سب سے بڑے اور جلیل القدر، کریم الطبع، شریف النفس اور کثیر البر (سخی) تھے۔ شعراء نے ان کی مدح کی ہے۔ تمام اطراف سے لوگ اُن کے کرم سے فیضیاب ہوتے آئے تھے۔ اصحابِ سیر نے لکھا ہے کہ:

"زید بن حسنؑ صدقاتِ رسولؐ کے متولّی تھے۔ جب سلیمان بن عبدالملک خلیفہ بنا تو اُس نے اپنے مدینے کے عامل کو یہ لکھ بھیجا کہ "امّا بعد، جب میرا یہ حکمنامہ تمھیں ملے تو زید بن حسنؑ کو تولیت سے معزول کردو اور اُن کی قوم میں سے فلاں فلاں کو متولّی بنا دو اور جن اُمور میں اس کو مدد درکار ہو تم اُس کی مدد کرو۔"

وَالسّلام۔

مگر جب عمر ابنِ عبدالعزیز خلیفہ ہوا تو اُس کی طرف سے یہ حکمنامہ آیا:

"امّا بعد، زید بن حسنؑ شریف بنی ہاشم اور سن میں سب سے بڑے ہیں، جب یہ حکمنامہ تم کو ملے صدقاتِ رسولؐ اُن کو واپس کردو۔ اور جو مدد اُن کو درکار ہو اُن کی مدد کرو۔" وَالسّلام

زید بن حسنؑ نے نوّے ۹۰ سال میں وفات پائی۔ مختلف شعراء نے اُن کے مرثیے کہے، جن میں اُن کے محامد و فضائل کا تذکرہ کیا ہے۔ (الارشاد صفحہ ۱۷۶-۱۷۷)

(۳) زید بن حسنؑ کے بنی اُمیہ سے تعلّقات

کتاب "الارشاد" میں یہ بھی ہے کہ زید بن حسنؑ نے اپنی عمر میں کبھی بھی دعوائے امامت نہیں کیا، اور نہ شیعوں میں سے کسی نے یا اُن کے علاوہ کسی نے اُن کی امامت کا دعویٰ کیا۔ وجہ یہ ہے کہ شیعوں میں دو گروہ ہیں۔ امامی اور زیدی۔ امامیہ شیعہ امامت کے متعلّق نص پر اعتماد کرتے ہیں اور اولادِ حسنؑ کے لیے نص بالاتّفاق معدوم ہے اور اُن کی اولاد میں سے کسی نے کبھی دعوائے امامت نہیں کیا تاکہ اس میں شک واقع ہو۔ اور زیدی شیعہ حضرت علیؑ، حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کے بعد امامت کے لیے دعوت اور جہاد کو معیار قرار دیتے ہیں۔

زید بن حسنؑ بنی اُمیہ سے صلح و آشتی کا رویّہ اختیار کیے ہوئے تھے اور اُن کی طرف سے بہت سے کاموں کی ذمّہ داریاں سنبھالے ہوئے تھے۔ اُن کی رائے تھی کہ دشمنوں کے شر سے بچنے کے لیے تقیّہ کرنا چاہیے، اُن کی تالیفِ قلب اور مدارات

ہونی چاہیے۔ اور یہ بات زیدیوں کے معیارِ امامت کے بالکل خلاف تھی۔ جیسا کہ میں اوپر بتا چکا ہوں۔

اب رہ گئے حشویہ، تو بنی امیہ کی امامت ہی اُن کا دین و ایمان ہے۔ وہ کسی حال میں بھی، اولادِ رسولؐ کو مستحقِ امامت نہیں سمجھتے۔ اور معتزلہ تو اُن کی رائے میں امامت کا حق اُسی کو ہے جو معتزلی خیالات رکھتا ہو، اور اُن میں سے بھی وہ جس کو لوگوں نے شوریٰ یا انتخاب سے امام بنایا ہو۔ اور زید بن حسنؑ جیسا کہ میں نے پہلے بتایا کہ وہ ان باتوں سے بالکل الگ تھے۔

اور خوارج کے نزدیک امامت کا حق اُسے ہرگز نہیں جو امیر المومنین علیہ السلام سے تولّا اور دوستی رکھتا ہو۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ زید بن حسنؑ اپنے اَب و جد سے تولّا رکھتے تھے۔

○ حسن بن حسنؑ کے حالات

حسن بن حسنؑ، بھی ایک جلیل القدر رئیس، صاحبِ فضل و صاحبِ تقویٰ اور امیر المومنین علیہ السلام کے اوقاف کے متولّی تھے۔ حجّاج بن یوسف سے ان کا ایک مرتبہ اُلجھاؤ پیدا ہو گیا تھا۔

زبیر بن بکار کا بیان ہے کہ حسن بن حسنؑ امیر المومنینؑ کے اوقاف کے متولّی اُن کے زمانے ہی سے تھے۔ ایک دن حجّاج بن یوسف جو اُس وقت والیٔ مدینہ تھا، اپنے خدم و حشم کے ساتھ چلا اور اُس نے حسن بن حسنؑ سے کہا کہ تم عمر بن علی کو اس وقف میں شریک کر لو، آخر وہ بھی تمھارے چچا ہیں اور تمھارے خاندان کے ہیں۔

حسن بن حسنؑ نے کہا، حضرت علی علیہ السلام نے وقف میں جو شرط رکھی ہے میں اُس کے اندر تو تبدیلی نہیں کروں گا اور جس کو حضرت علی علیہ السلام نے شریک نہیں کیا میں اس کو ہرگز شریک نہ کروں گا۔

حجّاج بن یوسف نے کہا، اگر تم شریک نہ کرو گے تو میں جبراً ان کو شریک کر دوں گا۔ یہ سُن کر حسن بن حسنؑ نے حجّاج کو ذرا غافل پایا تو اُلٹے پاؤں واپس ہوئے اور عبدالملک کے پاس چلے گئے اور اُس کے دروازے پر پہنچ کر اذنِ باریابی کے لیے کھڑے ہو گئے۔ ادھر سے یحییٰ بن اُمّ حکم کا گذر ہوا، جب اُس نے انھیں دیکھا تو پلٹ کر واپس آیا، انھیں سلام کیا آنے کی وجہ دریافت کی۔ انھوں نے وجہ بتائی تو اُس نے کہا، اچھا، میں امیر المومنین کے پاس جا کر تمھاری مدد کروں گا۔

جب حسن بن حسنؑ کو اِذنِ باریابی ملا اور یہ اندر گئے تو عبدالملک نے انھیں خوش آمدید کہا اور حال پوچھا۔ (حسن بن حسنؑ کے بال اُس وقت سفید ہو چکے تھے) یحییٰ بن اُمّ حکم بھی وہیں دربار میں موجود تھا۔

عبدالملک نے کہا: اے ابو محمدؑ! تم بہت جلد بوڑھے ہو گئے۔

یحییٰ نے فوراً کہا: یہ کیوں نہ بوڑھے ہوں، اہلِ عراق کی آرزوؤں نے انھیں بوڑھا کر دیا۔ انھیں پریشان کرتے ہیں، اِن کے پاس آدمی بھیجتے ہیں کہ آپ خلافت کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں۔

یہ سُن کر حسن بن حسنؑ نے یحییٰ کی طرف رُخ کیا اور کہا: واللہ تُو نے تو بڑی اچھی مدد کی (پھر کہا) ایسا نہیں ہے، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ہم اہلِ بیت پر بڑھاپا جلد آجاتا ہے اور ”عبدالملک یہ سب گفتگو سُن رہا تھا۔“

پھر عبدالملک نے کہا: خیر جانے دو۔ یہ بتاؤ کس کام کے لیے آنا ہوا؟

اُنھوں نے حجّاج کی بات کہہ سُنائی۔

اُس نے کہا: حجّاج کو یہ اختیار نہیں ہے۔ اُس کو لکھ دو کہ وہ اپنی حد سے تجاوز نہ کرے۔

اُس نے پروانہ لکھ دیا اور حسن بن حسنؑ کو کچھ اور بھی صلہ و انعام دیا۔

جب حسن بن حسنؑ دربار سے نکلے تو یحییٰ بن اُمِّ حکم نے بڑھ کر اُن سے ملاقات کی، تو آپ نے اسے جھڑکا کہ کیا تو نے یہی مجھ سے مدد کا وعدہ کیا تھا۔؟

یحییٰ نے کہا: آپ خفا نہ ہوں، یہ تو ہمیشہ آپ سے ڈرتا رہتا ہے اور اگر ڈرتا نہ ہوتا تو کبھی آپ کی حاجت پوری نہ کرتا، مَیں نے تو اُس پر آپ کا اور رُعب بٹھایا تھا۔ یہ مدد تھی

حسن بن حسنؑ بھی کربلا میں اپنے چچا کے ساتھ موجود تھے۔ جب امام حسینؑ شہید ہو گئے اور اُن کے باقی اہلِ بیتؑ اسیر کر لیے گئے تو اسماء بنتِ خارجہ آئی اور قیدیوں کے درمیان سے انھیں کھینچ لائی اور بولی، خدا کی قسم، خولہ کے بیٹے کے ساتھ مَیں یہ نہ ہونے دوں گی۔

عمر بن سعد نے کہا: ابی حسان کی بہن کے بیٹے کو چھوڑ دو۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اسیر تھے، مگر زخمی ہو گئے تھے، اور اُنھوں نے زخموں سے شفا پائی۔

روایت کی گئی ہے کہ حسن بن حسنؑ نے اپنے چچا امام حسین علیہ السّلام کے پاس پیغام دیا کہ آپؑ اپنی دو بیٹیوں میں سے کسی ایک کی شادی مجھ سے کر دیں۔

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا، بیٹے! ان میں سے جو تمھیں پسند ہو میں اُس کی شادی تم سے کر دوں گا۔

حسن بن حسنؑ شرم و حیا کے مارے کچھ نہ کہہ سکے۔

پھر امام حسین علیہ السلام نے خود فرمایا: اچھا میں نے تم سے شادی کے لیے اپنی بیٹی فاطمہ کو منتخب کر دیا۔ یہ میری ماں فاطمہؑ بنتِ رسولؐ سے بہت مشابہ ہے۔

حسن بن حسنؑ کا پینتیس ۳۵ برس کے سن میں انتقال ہوا اور ان کے بھائی زید بن حسنؑ زندہ تھے۔ اُنھوں نے اپنے سوتیلے بھائی ابراہیم بن محمدؒ بن طلحہ کو اپنا وصی بنایا۔

جب حسن بن حسنؑ کا انتقال ہوا تو اُن کی زوجہ فاطمہ بنتِ حسینؑ بن علیؑ نے اُن کی قبر پر ایک خیمہ نصب کر دیا۔ وہ رات بھر عبادت میں مصروف رہتیں اور دن کو روزہ رکھتیں حُسن و جمال میں بالکل حورِ عین معلوم ہوتیں۔

جب اس خیمے کو ایک سال ہو گیا تو اُنھوں نے اپنے غلاموں سے کہا: جب رات ہو جائے تو یہ خیمہ اُکھاڑ لینا۔

مگر جب رات ہوئی اور وہ لوگ پہنچے کہ خیمہ اُکھاڑ لیں، تو ایک آواز سُننے میں آئی کہ "جس کو تم لوگوں نے کھویا تھا، کیا اُسے پا لیا؟" جواباً دوسری آواز آئی، "بلکہ نا اُمید ہو کر واپس پلٹ رہے ہیں۔"

حسن بن حسنؑ نے مرتے دم تک کبھی دعوائے امامت نہیں کیا اور نہ کسی مدّعی نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ امام ہیں جیسا کہ میں نے اُن کے بھائی کے حالات میں بیان کیا ہے۔

امام حسن علیہ السلام کے دوسرے فرزند عمرو قاسم و عبداللہ، یہ تینوں اپنے عمّ محترم امام حسین علیہ السلام ابن حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ کربلا میں شہید ہو گئے (اللہ اُن سے راضی رہے اور دینِ اسلام اور اہلِ اسلام کی طرف سے انھیں جزائے خیر دے۔)

- عبدالرحمٰن بن حسنؑ اپنے چچا کے ساتھ حج کو گئے تھے، مقامِ ابوا میں حالتِ احرام میں اُن کا انتقال ہو گیا۔ (اللہ اُن پر رحمت نازل فرمائے)
- حسین بن حسنؑ المعروف بہ اثرم، یہ بڑے صاحبِ فضل تھے۔ مگر ان کا تذکرہ کہیں نہیں ملتا۔
- طلحہ بن حسنؑ، یہ بڑے سخی اور جواد تھے۔

(الارشاد شیخ مفیدؒ صفحہ ۱۷۷ تا ۱۷۹)

(۴) تعدادِ اولاد و تعدادِ ازواج میں اختلاف

"مناقب ابنِ شہر آشوب" میں مرقوم ہے کہ امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں سولہ[16] پسران و پانچ دختران تھیں جن کے نام یہ ہیں :

عبداللہ، عمر و قاسم ۔ ان سب کی ماں اُمّ ولد تھیں ۔

حسین اثرم اور حسن ، ان دونوں کی والدہ خولہ بنتِ منظور فزاری تھیں ۔

عقیل اور حسن ، ان دونوں کی والدہ اُمّ بشیر بنتِ ابومسعود خزرجی تھیں ۔

زید و عمر ، ان دونوں کی والدہ ایک زنِ ثقفیہ تھیں ۔

عبدالرحمٰن ، ان کی والدہ اُمّ ولد تھیں ۔

طلحہ و ابوبکر ، ان دونوں کی والدہ اُمّ اسحاق بنتِ طلحہ تیمی تھیں ۔

احمد و اسمٰعیل و حسن اصغر ۔

اُمّ الحسن و اُمّ الحسین ، یہ دونوں اُمّ بشیر خزاعیہ کے بطن سے تھیں ۔

فاطمہ ، یہ اُمّ اسحاق بنتِ طلحہ کے بطن سے تھیں ۔

اُمّ عبداللہ و اُمّ سلمہ و رقیہ ۔ یہ دختران مختلف امہات کے بطن سے تھیں ۔

- امام حسن علیہ السلام کی اولاد کی تعداد ، اُن کے نام ، امہات و اولاد اور ان کی ترتیب میں بہت اختلاف ہے ۔

- "کشف الغمہ" میں ہے کہ آپؑ کی اولاد میں پندرہ پسران اور ایک دختر اُمّ الحسن تھیں
- ابنِ خشاب نے کہا ہے کہ آپؑ کے گیارہ بیٹے اور ایک بیٹی تھیں ۔
- حنابذی کا قول ہے کہ آپؑ کے بارہ پسران اور پانچ دختران تھیں ۔
- سبطِ ابنِ جوزی نے واقدی اور ابنِ ہشام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ کے پندرہ پسران اور آٹھ دختران تھیں ۔

ان کے نام یہ ہیں :

- علی اکبر ، علی اصغر ، جعفر ، فاطمہ ، سکینہ ۔ اُمّ الحسن ۔ عبداللہ ۔ قاسم ۔ زید ، عبدالرحمٰن ، احمد ، اسمٰعیل ، حسین ، عقیل ، حسن اور یہی ابوعبداللہ حسن بن حسنؑ ہیں ۔

سبطِ ابنِ جوزی نے باقی اولادوں کے نام نہیں لکھے ۔

محمدؒ بن سعد نے "طبقات" میں اُن کی اولاد کی یہ تفصیل دی ہے کہ:

"امام حسن علیہ السلام کے پسران میں:

محمد اصغرؒ، جعفرؒ، حمزہؒ، فاطمہؒ، ان سب کی ماں اُمِّ کلثوم بنتِ فضل بن عباس بن عبدالمطلب تھیں۔

۵۔ محمد اکبر (اور انہی کی وجہ سے امام حسنؑ کی کنیت ابو محمد تھی) (۶) حسن، اِن دونوں بیٹوں کی ماں خولہ بنتِ منظور غطفانیہ تھیں۔

۷۔ زید، ۸۔ اُمِّ الحسن، ۹۔ اُمِّ الخیر، ان سب کی ماں اُمِّ بشر بنتِ ابو مسعود انصاری تھیں جن کا نام عقبہ بن عمرو تھا۔

۱۰۔ اسمٰعیل، ۱۱۔ یعقوب، ان دونوں کی ماں جُعدہ بنتِ اشعث بن قیس تھی جس نے امام حسن علیہ السلام کو زہر پلایا تھا۔

۱۲۔ قاسم و ۱۳۔ ابوبکر و ۱۴۔ عبداللہ، یہ تین بیٹے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا میں شہید ہو گئے تھے، ان کی ماں اُمِّ ولد تھیں۔ یہ تینوں بیٹے لاولد تھے

۱۵۔ حسین اثرم، ۱۶۔ عبدالرحمٰن، ۱۷۔ اُمِّ سلمہ، یہ تینوں اُمِّ ولد کے بطن سے تھے۔ ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔

۱۸۔ عمر، یہ بھی اُمِّ ولد کے بطن سے تھے، ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔

۱۹۔ اُمِّ عبدالرحمٰن، یہ امام محمد باقر علیہ السلام کی والدہ گرامی تھیں، جن کو سافیہ کہا جاتا تھا۔

۲۰۔ طلحہ، ان کے بھی کوئی اولاد نہ تھی۔ ان کی ماں اُمِّ اسحاق بنتِ طلحہ بن عبیداللہ تیمی تھیں

۲۱۔ عبداللہ اصغر، ان کی ماں زینب بنتِ سبیع بن عبداللہ برادرِ جریر بن عبداللہ بجلی

امام حسنؑ کی اولاد میں زید بن حسنؑ اور حسن بن حسنؑ صرف ان دونوں صاحبزادوں کی نسل آگے بڑھی۔

بخاری میں ہے کہ جب حسن بن حسنؑ بن علیؑ ابنِ ابیطالبؑ کا انتقال ہوا تو ان کی زوجہ نے ان کی قبر پر ایک شامیانہ نصب کیا جو ایک سال تک نصب رہا۔ پھر اٹھا لیا گیا۔ تو ایک ندا دینے والے کی آواز سُنی گئی جو کہہ رہا تھا: "جس کو تم لوگوں نے کھویا تھا، کیا تم نے اُسے پا لیا؟" دوسرے نے جواب دیا۔ "نہیں، بلکہ ہم لوگ نا اُمید واپس جا رہے ہیں۔"

○ عبداللہ بن عامر سے معاویہ کا فریب:

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ یزید بن معاویہ نے کسی طرح عبداللہ بن عامر کی زوجہ اُمِّ خالد بنتِ ابی جندل کو دیکھ لیا تو اُس پر فریفتہ ہو گیا۔ اس کا ذکر اُس نے اپنے باپ معاویہ سے کیا۔ جب عبداللہ بن عامر معاویہ کے پاس کسی کام سے آیا تو اُس نے عبداللہ بن عامر سے کہا کہ میں نے طے کر لیا ہے کہ تمھیں بصرہ کا گورنر بنا دوں اور اگر تمھاری کوئی زوجہ نہ ہوتی تو میں اپنی بیٹی رملہ سے تمھارا عقد بھی کر دیتا۔

یہ سن کر عبداللہ بن عامر واپس ہو گیا اور اُس نے اپنی زوجہ کو رملہ کی لالچ میں طلاق دیدی۔ معاویہ نے ابو ہریرہ کو بھیجا کہ وہ جا کر اُمِّ خالد سے یزید کا پیغام دے دے اور مہر میں جو کچھ طلب کرے وہ قبول ہے۔

یہ خبر امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن جعفرؑ کو پہنچی ان حضرات نے بھی اپنا اپنا پیغام بھیجا۔ اُمِّ خالد نے امام حسنؑ کو منتخب کیا۔ اور ان سے عقد بھی ہو گیا۔ (مناقب جلد ۴ صـ ۳۸)

(۸) حالتِ احرام میں عبدالرحمٰن بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کا انتقال

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن حسنؑ بن علیؑ مقامِ ابواء میں انتقال کر گئے اور حالتِ احرام میں تھے۔ آپ کے ساتھ امام حسنؑ و امام حسینؑ و عبداللہ بن جعفرؑ و عبداللہ بن عباسؓ و عبیداللہ بن عباس تھے۔ ان لوگوں نے ان کو کفن پہنایا، مگر حنوط نہیں کیا اور فرمایا کہ کتابِ علیؑ میں یہی مرقوم ہے۔ (کافی جلد ۴ صـ ۳۶۸)

(۹) ازواج کی فہرست

ابو الحسن مدائنی کا بیان ہے کہ امام حسنؑ کثرت سے نکاح کرتے تھے، چنانچہ آپ کی ازواج کی فہرست درج ذیل کی جاتی ہے۔

۱۔ خولہ بنتِ منظور بن زیاد فزاریہ سے نکاح کیا اور اس سے حسن بن حسنؑ پیدا ہوئے

۲۔ اُمِّ اسحاق بنتِ طلحہ ابنِ عبیداللہ سے عقد کیا اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام طلحہ رکھا۔

۳۔ اُمِ بشر بنتِ ابی مسعود انصاری سے عقد کیا، اس سے زید پیدا ہوئے۔

۴۔ جعدہ بنتِ اشعث سے نکاح کیا اور اسی نے آپ کو زہر دیا۔

۵۔ ہند بنتِ سہیل بن عمر۔

۶۔ حفصہ بنتِ عبدالرحمٰن ابنِ ابی بکر۔

۷۔ ایک زنِ کلبیہ سے نکاح کیا۔

۸۔ عمرو بن ابراہیم منقری کی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی سے نکاح کیا۔

۹۔ ایک زنِ ثقفیہ سے نکاح کیا اور عمر پیدا ہوئے۔

۱۰۔ علقمہ بن زرارہ کی لڑکیوں میں سے ایک سے نکاح کیا۔

۱۱۔ آلِ ہمام بن مرہ میں بنی سبیان کی ایک عورت سے نکاح کیا تو اس کے متعلق کہا گیا کہ اُس کا عقیدہ خارجیوں جیسا ہے۔ تو آپ نے اسے طلاق دیدی۔ اور فرمایا مجھے پسند نہیں کہ جہنم کے انگاروں میں سے ایک انگارے کو گلے لگاؤں

تمام شد

مترجم سید حسن امداد ممتاز الافاضل